بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا. [الحدیث]

بیانات

استاذ العلماء
شیخ التفسیر والحدیث

حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی

ناشر

شعبہ تبلیغ جامعہ فاروقیہ شجاع آباد

بیانات

استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی

ناشر : جامعہ فاروقیہ پرانا ملتان روڈ شجاع آباد

کمپوزنگ : النفیس کمپوزنگ سنٹر، بالمقابل حبیب بنک شجاع آباد

قیمت :

ملنے کے پتے

- جامعہ فاروقیہ پرانا ملتان روڈ شجاع آباد۔فون: 0322-6102570
- مکتبۃ الحرمین، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار۔لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید، الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
- مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔طیب پبلی کیشنز حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
- مکتبہ عمر فاروق نزد جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی کراچی
- مکتبہ انعامیہ قاسم سنٹر، اردو بازار کراچی
- مکتبہ لدھیانوی، ۱۸۔سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔ مکتبہ امدادیہ، ہری پور۔مکتبہ امینیہ، ہری پور
- مکتبہ فریدیہ اسلام آباد۔ملت پبلی کیشنز اسلام آباد۔کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- ادارہ اشاعت الخیر، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔کتب خانہ مجیدیہ ملتان
- مکتبہ حسینیہ بالمقابل حبیب بینک شجاع آباد 0307-2603021

محترم قارئین! اپنی بساط کے مطابق بھرپور توجہ سے کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کی گئی ہے کہ غلطی نہ رہے، پھر بھی انسان کمزور اور غلطی کا امکان موجود ہے۔قارئین مطلع فرمادیں تو آئندہ درستگی ہو سکتی ہے۔(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مکی حصہ

خطبات صدیق الله

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ

اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ

فہرست خطبات

تفصیلی فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات

اس ادنیٰ دینی کاوش کا انتساب اپنے درج ذیل مہربان، مربی، مشفق اور خیر خواہوں کی جانب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں:

☆میرے والد محترم اور استاد، ترجمانِ اسلاف حضرت مولانا رشید احمد رحمہ اللہ
☆میرے شیخ، حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ
☆میرے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری صدرالدین رحمہ اللہ
☆میرے مربی حضرت حاجی محمد زکی صاحب رحمہ اللہ (کراچی)
☆میرے راہنما و دوست حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ
☆میرے دست راست و محسن الحاج خواجہ عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ
☆میرے محسن و دعاگو الحاج عبدالحکیم رحمہ اللہ
☆میرے بہترین دوست الحاج خواجہ حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ (کہروڑپکا)
☆فدائے من و محبوب من الحاج انوارالحق قریشی رحمہ اللہ (شجاع آباد)

ع خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اهدنا الصراط المستقیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کہنے کی بات

بیان وتقریر حق تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کو تعلیم قرآن، تخلیق انسانی کی نعمت کے بعد دوسرے نمبر پر صفت رحمان کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

اَلرَّحۡمٰنُ. عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ. خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ. عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ.

[الرحمٰن: ۱ تا ۴]

ترجمہ:۔ ’’وہ رحمٰن ہی ہے۔ جس نے قرآن کی تعلیم دی۔ اُسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اُسی نے اس کو بات واضح کرنا سکھایا۔‘‘ [ترجمہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی]

اسی بیان وتبیان کے ذریعے انسان کے خیالات دوسرے انسانوں تک منتقل ہوتے ہیں گویا کہ یہ یہاں علم کے اظہار واستعمال کا بہترین ذریعہ ہے۔ بیان اصلاحِ خلق اور سکونِ قلب کا بہترین ذریعہ ہے، وعظ و بیان کے ذریعے ہی لوگوں کے قلوب پر دستک دی جاسکتی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی مخلوق کو اپنے اپنے بیانات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی جانب نہ صرف پکارا بلکہ مائل فرمایا۔ قرآن وسنت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے بیانات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات و بیانات بھی انقلاب کا سب سے بڑا ذریعہ ثابت ہوئے۔ حضرات صحابہ کرام، تابعین، ائمہ مجتہدین اور علماء اُمت نے ہمیشہ اس نبوی منہج کو اختیار فرمایا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے:

اِنّ من البیان لسحرًا. (الحدیث)

بعض بیانات جادو جیسی تاثیر رکھتے ہیں۔

بیان کی تاثیر بعض اوقات بیان کرنے والے کے اخلاص، قوتِ بیان، فصاحت و بلاغت کی وجہ سے ہوتی ہے اور بعض اوقات بیان کے مضمون کی عمدگی، پاکیزگی اور سچائی کی وجہ سے ہوتی ہے، اور بعض اوقات دونوں کی وجہ سے۔ احقر کوئی خطیب یا باقاعدہ واعظ نہیں لیکن بحمد اللہ عرصہ تقریباً تیس سال سے منبر و محراب سے وابستہ ہے۔ باوجود اپنی کم علمی، بدعملی، بے مائیگی اور نااہلی کے درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ سے جڑا ہوا ہے۔ اس کی وجہ سوائے حق تعالیٰ کے فضل و پردہ پوشی کے اور کچھ بھی نہیں۔ احقر نے اپنے بیانات میں ہمیشہ یہ کوشش کی کہ حق بات، سلیقہ اور مخاطبین کی قوتِ فہم و ضرورت کے مطابق کی جائے، روایتی جملہ بازی یا مصنوعی لفاظی کا مزاج نہیں بنا سکا۔

جمعۃ المبارک عوام الناس تک پیغام رسانی اور ان کی اصلاح کا بہترین موقع ہوتا ہے، احقر نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ جمعۃ المبارک اپنے مقام پر پڑھائے اور سلسلہ وار بیان میں ناغہ نہ ہو، چنانچہ جمعۃ المبارک کے بیانات بھی مختلف موضوعات پر حسبِ ضرورت ہوتے ہیں۔ ان موضوعات میں عقائد، عبادات، معاملات، آداب، اصلاحِ معاشرہ، علاماتِ قیامت، احوالِ قیامت، حالاتِ سلف، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، تذکرۂ صحابہؓ، یادِ اولیاء اللہ وغیرہ شامل رہے۔ لیکن ایک سال یہ داعیہ پیدا ہوا کہ کیوں نہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور حیاتِ طیبہ کو قبل از ولادت تا وصال مبارک سلسلہ وار بیان کیا جائے، اس لئے کہ زندگی کے ہر گوشے میں راہنمائی کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے بہتر کوئی راہنما اصول نہیں مل سکتے۔

چنانچہ سلسلہ وار بیانات جامع مسجد مدنی تھانہ چوک شجاع آباد میں کئے جاتے رہے اور انہیں ہمارے عزیز مولوی نبیل اختر سلّمہ، ریکارڈ کرتے رہے۔ احباب نے متعدد بار متوجہ کیا کہ یہ بیانات شائع بھی کر دیئے جائیں۔ اس لیے کہ میرے علم کے مطابق سلسلہ وار

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مفصل ایسے خطبات جن میں آپ علیہ السلام کی پوری زندگی کے احوال مذکور ہوں اردو میں ابھی تک طبع نہیں ہوئے۔ چنانچہ ہمارے عزیز اور جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے فاضل مولوی محمد راشد نے بیانات کو ضبط کرنا شروع کیا اور برادرم جناب مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی حفظہ اللہ نے اس کو ترتیب دیا۔ جبکہ جامعہ کے ہونہار فاضل مولانا محمد نعمان اسحاق سلّمہٗ نے احادیث مبارکہ کی تخریج کی جبکہ مولانا عزیز اللہ، مولانا ارشد علی اور مولانا محمد ہاشم نے کتاب کی پروف ریڈنگ کی۔

ان خطبات کی پہلی جلد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی پر مشتمل ہے۔ اس حصہ میں قبل از ولادت تا ہجرت، اہم اہم واقعات اور حالات مذکور ہیں۔ ان بیانات میں سنجیدگی اور اعتدال کے ساتھ اصلاحِ عقائد و اصلاحِ اعمال کی بھی حتی المقدور سعی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول و نافع فرمائیں اور احقر اور اس کتاب کی تالیف میں شریک جملہ احباب، ناشرین کی مغفرت فرمائیں اور امت کی اصلاح کا ذریعہ فرمائیں۔

والسلام

زبیر احمد صدیقی

نزیل مسجد نبوی الشریف

۷ر جمادی الاول ۱۴۳۶ھ

۲۶ر فروری ۲۰۱۵ء

سیرت اور میلاد

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یهده اللّٰه فلا مضل لهٗ ومن یضلله فلا هادی لهٗ ونشهد أن لا إلٰه إلّا اللّٰه وحدهٗ لا شریک لهٗ ونشهد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدهٗ ورسولهٗ . صلی اللّٰه تعالٰی علیه وعلٰی اٰلهٖ واصحابهٖ واتباعهٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم. مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ. [النساء:۴/۸۰]
وقال تعالٰی: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. [اٰل عمران:۳/۳۱] وقال تعالٰی: وَمَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. [الحشر: ۵۹/۷][ ]

قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم: كلّ أُمّتی یدخلون الجنة إلّا من أبٰی، قیل ومن أبٰی؟ قال من أطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد أبٰی.او کما قال علیه الصلوة والسلام.[1]

صدق اللّٰه ورسوله النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن

1۔صحیح بخاری جلد دوم باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ صفحہ ۱۰۸۱۔قدیمی کتب خانہ کراچی

الشاهدین والشاکرین والحمد لله رب العالمین.

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ کما صلّیت علیٰ ابراهیم وعلیٰ اٰل ابراهیم إنّک حمید مجید. اللهم بارک علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ کمابارکت علیٰ ابراهیم وعلیٰ اٰل ابراهیم إنّک حمید مجید.

ربیع الاول کے چار اہم واقعات

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! آج ربیع الاول کی ۱۰ تاریخ ہے اور آپ حضرات بار بار یہ سن چکے ہیں کہ ربیع الاول رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا بھی مہینہ ہے۔ آپ کی بعثت اور نبوت کا بھی مہینہ ہے اور جیسا کہ آپ نے گذشتہ مہینوں میں تفصیل سے سنا، میرے اور آپ کے آقا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی تکمیل کا بھی مہینہ ہے، اور اللہ کے نبیؐ کے وصال اور سفر آخرت کا بھی مہینہ ہے۔ ولادتِ مصطفیٰؐ، بعثتِ مصطفیٰؐ، ہجرتِ مصطفیٰؐ اور وصالِ مصطفیٰؐ...... یہ چاروں کام ربیع الاول میں ہوئے اور یہ چاروں ہی حضور کی سیرتِ طیبہ کا خلاصہ ہیں۔

محمد عربی ﷺ کی تاریخ نہیں، سیرت!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور عام انسانوں کے حالات میں فرق ہے۔ عام آدمی کی زندگی کے حالات اگر بیان کیے جائیں تو وہ تاریخ کہلاتی ہے، تاریخ کی ہر بات قابل قبول نہیں ہوتی۔ تاریخ کی ہر بات قابلِ عمل نہیں ہوتی۔ ہم دنیا میں بڑے بڑے لوگوں کی تاریخ پڑھتے ہیں۔ جب ہم تاریخ پڑھتے ہیں تو ہمیں ان کی تاریخ میں کچھ اچھی چیزیں ملتی ہیں کچھ بُری چیزیں ملتی ہیں۔ تاریخ ہے۔ ہٹلر کی بھی ایک تاریخ ہے، ہلاکو کی بھی ایک تاریخ ہے، چنگیز کی بھی ایک تاریخ ہے۔ سکندر اعظم کی بھی ایک تاریخ ہے۔ تاریخ میں

اچھی چیزیں بھی ہوتی ہیں اور بُری چیزیں بھی ہوتی ہیں۔ تاریخ نام ہے زندگی کے حالات نقل کر دینے کا، اچھے کام کیے تو اچھے حالات نقل ہوں گے اور اگر بُرے کام کیے تو بُرے حالات نقل ہوں گے۔ بُرے کام تو ویسے ہی قابلِ عمل نہیں ہوتے، جن لوگوں کی تاریخ نقل کی جارہی ہے، اُن کا ہر اچھا کام بھی قابلِ عمل نہیں ہوتا۔ آپ کو دنیا کے بادشاہوں کی بھی تاریخ ملے گی، سلاطین کی تاریخ ملے گی، فاتحین کی تاریخ ملے گی، دنیا کے رفارمرز، لیڈر، رہبر، رہنما، ان کی تاریخیں ملیں گی۔ سب کی زندگی کے حالات تاریخ ہیں۔ لیکن میرے اور آپ کے آقا، دوجہاں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات اُنہیں ہم تاریخ نہیں کہتے بلکہ انہیں ہم سیرت کہتے ہیں۔

آپ یہ نہیں کہیں گے کہ ہم نے حضرت محمد ﷺ کی تاریخ پڑھی ہے۔ یہ اصطلاح ہی غلط ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کی تاریخ پڑھی، ہاں آپ یوں کہیں گے کہ ہم نے آقا کی سیرت پڑھی۔

آج ہمارے عالم نے، ہمارے خطیب نے حضور ﷺ کی تاریخ بیان کی، یہ غلط ہے، یوں کہا جائے گا کہ حضور ﷺ کی سیرت بیان کی۔

فلاں کتاب اللہ کے نبی کی تاریخ نہیں بلکہ وہ سیرت کی کتاب ہے۔

اور فلاں واقعہ حضور علیہ السلام کی تاریخ میں نہیں، یوں کہیں گے فلاں واقعہ حضور علیہ السلام کی سیرت میں آیا ہے۔

سیرت اور تاریخ میں فرق

سیرت اور تاریخ میں فرق ہے۔ تاریخ کی ہر بات قابلِ قبول نہیں ہے سیرت کی ہر بات قابلِ قبول ہے۔ تاریخ کی ہر بات مستند نہیں ہے، حضور علیہ السلام کی سیرت کی ہر بات مستند ہے۔ تاریخ کی ہر بات واجب التعمیل نہیں ہے جبکہ حضور علیہ السلام کی سیرت کی ہر بات لائقِ نمونہ اور لائقِ اتباع ہے۔ اور ہمیں اللہ نے اسی کی دعوت دی ہے۔ دیگر لوگوں کو پڑھا جاتا ہے علم کے لیے، معلومات کے لئے، اور حضور علیہ السلام کو پڑھا جاتا ہے علم کے

لیے، عمل کے لئے۔

دیگر لوگوں کو پڑھا جاتا ہے صرف ادائیگی کے لئے، حضور علیہ السلام کو پڑھا جاتا ہے آپ کی اتباع کرنے کے لئے۔ یہ فرق ہے۔

حضور ﷺ کا وجود شریعت کا سانچہ ہے

حضور علیہ السلام واجب الاتباع ہیں، اللہ نے اپنے نبی کو اس طرح بنایا کہ اللہ کے حبیب شریعت کا سانچہ ہیں۔ قالب ہیں۔ جیسے ایک سانچہ تشکیل دیا جاتا ہے اور جو چیز اُس سے نکل کے آتی ہے وہ اصلی ہوتی ہے اور جو کسی اور سانچے سے نکل کے آئے گی، کہا جائے گا کہ یہ دو نمبر چیز ہے، یہ سانچہ ٹھیک ہے۔ اینٹ کا ایک سانچہ ہے۔ بھائی فلاں بھٹے کا جو سانچہ ہے اُس کا سائز ٹھیک ہے، اس کی کوالٹی بھی ٹھیک ہے، معیار بھی ٹھیک ہے، مقدار بھی ٹھیک ہے۔ حضور علیہ السلام کو اللہ نے شریعت کا سانچہ بنایا ہے۔ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ شریعت، جو کرتے ہیں شریعت...... اور کوئی کرتا ہے، آپ علیہ السلام دیکھ کر خاموش ہو جاتے ہیں شریعت...... کوئی کہتا ہے آپ سُن کر خاموش ہو جاتے ہیں شریعت...... اللہ کے نبی کی ہر چیز شریعت ہے اور یاد رکھو اللہ کے نبی کو جو اللہ نے شریعت کا سانچہ بنایا، یہ ایسا کامل سانچہ ہے، ایسا مکمل سانچہ ہے، اس کے اندر کوئی نقص نہیں۔ اس کے اندر کوئی عیب نہیں۔ اس کے اندر کوئی کوتاہی نہیں۔ اس کے اندر کوئی کمی نہیں۔ ہر لحاظ سے کامل و اکمل سانچہ ہے۔ رب نے اپنے حبیب کو ایسا بنایا جو رب کی قدرت کا مظہر ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے ہی اللہ کے نبی کی شان ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے ہی اللہ کے نبی کا کمال ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبی کی رحمت ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے حبیبؐ کے اخلاق ہیں۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبی کی تعلیمات ہیں۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی شکل ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی صورت ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی سیرت ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کے بول ہیں۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کے افعال ہیں۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کے اعمال ہیں۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی ذہانت ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی فراست ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی فصاحت ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی بلاغت ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے ہی حضور ﷺ کی گویائی ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی بشارت ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی بصیرت ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی دوراندیشی ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی معاملہ شناسی ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کا مزاج ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی پوری شریعت ہے۔ ہر لحاظ سے کامل، ہر لحاظ سے مکمل۔ اس لئے اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے یاد رکھنا کبھی نہ بھولنا، رب نے ایسا کامل سانچہ بنایا اپنے حبیب کا کہ اُس کے حبیبؐ سے کوئی غلطی ہو نہیں سکتی۔ کوئی کوتاہی ہو نہیں سکتی۔ کوئی کمی آ نہیں سکتی۔ جو کہا، وہ دین ہے۔ جو کیا، وہ دین ہے۔ جو فرمایا، وہ شریعت ہے۔

جسے ہاں کہہ دیا، واجب ہو گیا۔ ناں کہہ دیا، حرام ہو گیا......

خاموشی اختیار کر لی، جائز ہو گیا...... اور اگر چہرے پہ غصہ کے آثار نمودار ہو گئے مکروہ ہو گیا......

مسکرا پڑے جنت کے دروازے کھل گئے، اور غضبناک ہو گئے رب نے دوزخ کو بھڑکا دیا......!!

حضور ﷺ قرآنِ ناطق ہیں

اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو ایسا بنایا، حضور ﷺ مجسمہ شریعت، حضور ﷺ نمونہ قرآن ہیں، حضور ﷺ بولتا ہوا قرآن ہیں، یاد رکھو رب نے ہمیں دو قرآن دیئے ہیں۔ ایک خاموش قرآن ہے، ایک بولتا ہوا قرآن ہے۔ ایک ساکت و صامت قرآن ہے، ایک ناطق قرآن ہے۔ ایک قرآن وحی متلو ہے، ایک قرآن وحی غیر متلو ہے۔ ایک قرآن دو گتوں کے درمیان کتاب کی صورت میں ہے، ایک قرآن عائشہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی صورت میں ہے۔ وہ بھی قرآن ہے، یہ بھی قرآن ہے۔ اس لئے اللہ کے نبیؐ نے ارشاد فرمایا دیکھو خیال کرو کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اللہ نے قرآن میں بیان کی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو میں بیان کیا کرتا ہوں۔ ایک وقت آئے گا لوگ کہیں گے کہ ہم وہ مانتے ہیں جو قرآن میں ہے، سن لو ان سے کہہ دو:

اوتیتُ مثل القرآن...... میں بھی قرآن کی طرح دیا گیا ہوں۔

مجھے بھی رب نے قرآن کی طرح علم دیا ہے۔ جیسے قرآن اللہ کی وحی ہے ایک اور وحی میرے پاس ہے۔ وہ وحی متلو ہے یہ وحی غیر متلو ہے۔ جیسے قرآن آیا ہے ایسے سنت آئی ہے۔ جیسے قرآن آیا ہے ایسے قرآن کی شرح آئی ہے۔ جیسے قرآن آیا ہے ایسے قرآن کی تفسیر آئی ہے۔ اِس وجہ سے کچھ احکام قرآن میں ہیں، کچھ میری سنت میں ہیں۔ جو قرآن حلال کرتا ہے وہ بھی حلال، جسے میں حلال کرتا ہوں وہ بھی حلال۔ جو قرآن حرام کرتا ہے وہ بھی حرام، جسے میں حرام کرتا ہوں وہ بھی حرام۔ میری حرام کردہ چیزیں بھی قرآن کی طرح

ہیں۔قرآن کے حکم کی طرح حرام ہیں۔لہٰذا خبردار کبھی ایسا نہ کہنا کہ میں قرآن کو مانوں گا، قرآن کے حلال وحرام کو مانوں گا۔میرے حلال وحرام کو بھی ماننا پڑے گا۔حضورعلیہ السلام کی تصریح حدیث ہے،اللہ کے نبیؐ واجب الاتباع ہیں،واجب الاطاعت ہیں۔

خدا کا حسنِ انتخاب،انتخابِ لاجواب

حضورعلیہ السلام کی باتیں جوامع الکلم ہیں، باتیں بھی کمال کی ہیں۔ بڑے لوگوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔

کلام الملوک ملوک الکلام ......

بادشاہوں کا کلام وہ کلاموں کا بھی بادشاہ ہوتا ہے۔

جیسے حضورعلیہ السلام باکمال ہیں ایسے حضورعلیہ السلام کے اقوال بھی باکمال ہیں۔

جیسے حضورعلیہ السلام باکمال ہیں ایسے حضورعلیہ السلام کے افعال بھی باکمال ہیں۔

جیسے حضورعلیہ السلام باکمال ہیں ایسے حضورعلیہ السلام کے فیصلے بھی باکمال ہیں۔

جیسے حضورعلیہ السلام باکمال ہیں ایسے حضورعلیہ السلام کی تعلیمات بھی باکمال ہیں۔

جیسے حضورعلیہ السلام باکمال ہیں ایسے اللہ کے نبیؐ کا دین بھی باکمال ہے۔

کتاب بھی باکمال ہے......

قبلہ بھی باکمال ہے......

لوگو!حضورعلیہ السلام کا گھرانہ بھی باکمال ہے،زبان بھی باکمال ہے،شہر مکہ بھی باکمال ہے،شہر مدینہ بھی باکمال ہے،باکمال لوگ لاجواب انتخاب۔آپ پڑھا کرتے ہیں، سنا کرتے ہیں ''باکمال لوگ لاجواب انتخاب''،اللہ کمالوں کے کمال والے ہیں۔اللہ کا انتخاب اللہ کے حبیبؐ ہیں۔یہ لاجواب انتخاب ہے۔اللہ کا انتخاب لاجواب ہے۔

إنّ اللّٰه اصطفٰی آدم ونوحًا...... [ال عمران: ۳/۳۳]

اللہ کا انتخاب آدم علیہ السلام تھے،کسی زمانے میں۔کبھی نوح علیہ السلام تھے،کبھی

آلِ مریم، آلِ ابراہیم، آلِ عمران تھے اور پھر اللہ کا انتخاب حضور علیہ السلام!! اللہ نے اپنے نبی ؐ کا انتخاب کیا۔ یہ انتخاب بھی باکمال ہے اور حضور علیہ السلام کا انتخاب، ہر انتخاب مخلوقات میں حضور علیہ السلام سے بڑا کمال والا کوئی نہیں۔ اس لئے حضور علیہ السلام کا ہر انتخاب باکمال ہے۔ لاجواب ہے۔ کوئی جواب نہیں۔ آپ کے کلام میں پیشین گوئیاں بھی ہیں۔ حکمتیں بھی ہیں، موعظتیں بھی ہیں، نصیحتیں بھی ہیں، اشارے بھی ملتے ہیں، مستقبل کے حالات کے۔

حضور کے حرام کو بھی حرام ماننا پڑے گا

مشکوٰۃ شریف میں ہم نے پرسوں حدیث پڑھی، حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

لا اُلفین منکم احدًا شبعان متکئًا علیٰ امر تکیة...... [1]

میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ دیکھوں، پیٹ بھرا ہوا ہو، رَجا ہوا ہو، پلنگ پہ سہارا لگائے بیٹھا ہو اور پلنگ پہ سہارا لگا کے متکبرانہ لہجے میں یہ کہتا ہو کہ جو کچھ ہم نے قرآن میں پایا ہے ہم اسی کو مانیں گے۔ جس کو قرآن نے حلال کیا اسی کو حلال سمجھیں گے، جس کو قرآن نے حرام کیا اسی کو ہم حرام سمجھیں گے۔ فرمایا خبردار یہ نہ کہنا، کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کو میں نے حرام کیا۔ پھر بطور مثال کے فرمایا:

اُحرّم الحمر الاھلی......

گدھے کی حرمت کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، میں محمد مصطفیٰ ﷺ تمہیں کہہ رہا ہوں، یہ جو تمہارے گھریلو گدھے ہیں یہ حرام ہیں، اِن کا گوشت نہیں کھانا، میں اللہ کا حبیب انہیں حرام قرار دیتا ہوں۔ فرمایا جیسے گدھے کو تم نہیں کھاتے اس لئے کہ میں نے حرام کیا، ایسے میں نے اور بھی بہت سی چیزیں اللہ کے حکم سے بتلائی ہیں، حرام ہیں، انہیں حرام سمجھنا،

1۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۲۹۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، قدیمی کتب خانہ
جامع ترمذی جلد دوم باب ما نہی عنہ ان یقال الخ صفحہ ۹۵، قدیمی کتب خانہ
ابوداؤد جلد دوم باب فی لزوم السنۃ صفحہ ۲۸۷، مکتبہ رحمانیہ

انہیں حرام سمجھنا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ صرف قرآن کو مانیں گے یہ ایک بڑا روحانی مرض ہے، دینی مرض ہے، اسلامی مرض ہے، ایسا مرض ہے جو اسلام کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ آدمی کافر ہو کے مرتا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ میں حدیث کو نہیں مانتا۔ حدیث کا انکار بھی کفر، اللہ کے نبی کی حدیث کا مذاق بھی کفر، حضور علیہ السلام کی سنتوں کا مذاق اڑانا بھی کفر ہے۔

کوئی اذان کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

کوئی کلمے کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

کوئی جانتے بوجھتے ہوئے داڑھی کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

کوئی مسواک کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

تاکیدی سنت ہے چادر کا، شلوار کا ٹخنے سے اوپر ہونا، کوئی حکم کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

دین کے بارے میں احتیاط ضروری ہے

دین کے بارے میں بڑے محتاط رہا کرو۔ ایمان اختیار کرتے ہوئے بہت سی چیزوں کو ماننا پڑتا ہے، تب مومن بنتا ہے آدمی۔ کہتے ہو نا،

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ......

میں ایمان لایا اللہ پر، اُس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے فرشتوں پر، قیامت کے دن پر......

وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى......

اور کبھی یوں بھی کہا کرتے ہو، اللہ کی اچھی بُری تقدیر پر میں ایمان لاتا ہوں، اچھی بُری تقدیر کو مانتا ہوں اور اُس کے تمام احکام کو قبول کرتا ہوں اور یوں بھی کہتے ہو:

اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ.

دل میں اقرار کرتا ہوں اور زبان سے تصدیق کرتا ہوں۔

ارے ان چیزوں کو مانتے ہو پھر مومن بنتے ہو، لیکن اہلِ علم نے لکھا ہے کہ اگر ایمان لانا ہے تو سب کو ماننا پڑے گا۔ اللہ کو بھی، وجودِ الٰہی کو بھی، توحیدِ الٰہی کو بھی اور اللہ کی ذات کو بھی، صفات کو بھی، ایمان کے لیے سارے نبیوں پہ ایمان، سارے فرشتوں پہ ایمان، ساری کتابوں پہ ایمان، اللہ کے تمام نبیوں کے برحق ہونے پر ایمان، تقدیر پر ایمان اور اللہ کے احکام کی صداقت پر ایمان، سب چیزوں کو ماننا پڑے گا لیکن کافر بننے کے لیے سب کا انکار ضروری نہیں، اگر ایک کا انکار کر دیا، کافر ہو گیا۔ یہ نہ سمجھا کرو فلاں تو جی نماز پڑھتا ہے، فلاں تو اللہ اللہ بھی کرتا ہے، ۱۰ نمازیں پڑھتا رہے اگر کسی ایک دین کے ایسے مسئلے کا انکار کر دیا جو تواتر کے ساتھ ثابت ہے، ضروریاتِ دین میں سے ہے، کافر ہو گیا۔ کہتا ہے میں اللہ کو مانتا ہوں، یہ قرآن بھی پڑھتا ہوں، نبی کو بھی مانتا ہوں، قیامت کو بھی مانتا ہوں، جنت کو نہیں مانتا۔ بتاؤ مسلمان رہا؟...... نہیں۔ جنت کا منکر کافر ہے۔ جنت ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، ایک طبقے کے لوگ اُمت میں ایسے پیدا ہوئے جو نماز بھی پڑھا کرتے تھے، حج کے بھی قائل تھے، اللہ کا ذکر بھی کرتے تھے، قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے تھے، پورے دین کو قبول کرتے تھے، پورے دین کو مانا کرتے تھے، اور پورے دین پر عمل کرنے کے دعویٰ دار تھے، صرف اتنا کہا کرتے تھے کہ زکوٰۃ تو صرف حضور علیہ السلام کی زندگی تک تھی، یہ اللہ کے نبی کی خصوصیت تھی، حضور علیہ السلام لے سکتے تھے، اب حضور علیہ السلام دنیا سے چلے گئے زکوٰۃ ختم ہو گئی۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف فتویٰ دیا، یہ مرتد ہو گئے ہیں۔ باوجود یکہ کلمہ پڑھتے ہیں، پھر بھی مرتد ہیں، باوجود یکہ نمازیں پڑھتے ہیں پھر بھی مرتد ہیں۔ باوجود یکہ حج کرتے ہیں، پھر بھی مرتد ہیں۔ باوجود یکہ قرآن پڑھتے ہیں پھر بھی مرتد ہیں۔ باوجود یکہ اللہ اللہ کرتے ہیں پھر بھی مرتد ہیں۔ اس لئے کہ یہ زکوٰۃ کے منکر ہیں، زکوٰۃ متواترات میں سے ہے۔ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ ایک چیز کا بھی انکار کیا کافر ہو گیا۔ اس لئے ایمان اور کفر کے مسئلہ میں بڑے محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

حدیث کی حجیت اور اہمیت

میں عرض یہ کر رہا ہوں، حضور علیہ السلام کی ایک حدیث کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ کچھ لوگ تو کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن کو مانیں گے، حدیث کو نہیں مانیں گے۔ تو یاد رکھیں جو حدیث کا منکر ہے، اُس کو گدھا کھانا پڑے گا۔ گدھے کی حرمت قرآن میں نہیں آئی۔ خچر کی حرمت قرآن میں نہیں آئی۔ یہ حدیث میں ہے۔ حدیث کے بغیر آپ دو رکعت نماز فرض نہیں پڑھ سکتے۔ پورے قرآن میں فجر کی رکعتوں کا بیان نہیں ہے۔ پورے قرآن میں نماز کے فرائض کا بیان نہیں ہے۔ میں یہ مسئلہ پہلے بھی ایک جمعہ میں بیان کر چکا ہوں۔ حدیث کے دروازے پہ آنا پڑے گا۔ حضور علیہ السلام واجب الاتباع ہیں، اور آپ ؑ کی محبت کا تقاضا یہ ہے:

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ......

جس کو جس سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے۔

سچی محبت فرمانبرداری کا نام ہے

سچی محبت رکھتے ہو آقاؑ کی تو اطاعت پیدا کرو، اتباع لاؤ حضور علیہ السلام کی، اطاعت لاؤ اپنے ایمان میں، اور اگر ۱۰۰ دعویٰ ہے اتباع نہیں ہے، یہ سچی نہیں بلکہ جھوٹی محبت ہے۔ یہ کذب بیانی ہے، یہ غلط بیانی ہے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ یہ کیسا فرمانبردار بیٹا ہے جو باپ کے اوپر صدقے گھولے ہو رہا ہے لیکن وہ تڑپ رہا ہے پیاس سے، اور یہ اس کو ایک گلاس پانی پلانے کے لئے تیار نہیں۔

ہو حضور علیہ السلام کا محبّ اور بے نمازی ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبی کا حُب دار اور مال کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ سے محبت رکھنے والا اور سود خور ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ سے محبت رکھنے والا، چور اور ڈاکو ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کی محبت رکھنے والا، کرپشن میں مبتلا ہو، بدعنوان ہو، خائن ہو، راشی ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار، جھوٹ بولے، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار، کم تولے، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار اور ملاوٹ کرے، نہیں ہو سکتا۔

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار، لوگوں کو دھوکے دے، نہیں ہو سکتا۔

ہو اللہ کے نبیؐ کا حب دار، محبت رکھنے والا، لوگوں کے مال ہڑپ کر جائے، نہیں ہو سکتا، قرضے کھا جائے......غلط کہتے ہو......جو اللہ کے نبیؐ سے محبت رکھتا ہے، اللہ کے نبیؐ کی محبت ٹپکتی ہے اس کی چال سے، ڈھال سے، ادا سے، اس کے اقوال سے، افعال سے، اٹھنے سے، بیٹھنے سے، چلنے سے، پھرنے سے، سونے سے، جاگنے سے، معیشت سے، معاشرت سے، سیاست سے، تجارت سے، تعلقات سے، حقوق سے، آداب سے، اس کی پوری زندگی میں پتہ چلتا ہے۔

وہ دیکھو عاشقِ رسول آ رہا ہے، کُرتہ پیغمبر والا ہے......

وہ دیکھو عاشقِ رسولؐ دکان پہ بیٹھا ہے، سودا ایک نمبر بیچتا ہے......

وہ دیکھو عاشقِ رسولؐ مصلے پہ بیٹھا ہے، نماز پیغمبر علیہ السلام کی نماز جیسی ہے،

زمین و آسمان اپنی جگہ سے ہٹ جائیں فرائض نہیں چھوڑتا، واجب نہیں چھوڑتا، سنتیں نہیں چھوڑتا، مستحبات نہیں چھوڑتا...... میں اِس کو مانتا ہوں، یہ نبیؐ کا محبّ ہے، یہ نبیؐ کا عاشق ہے، یہ نبیؐ کا حُب دار ہے، یہ کرائیٹ ایریا تم نے بنالیا جو جھنڈے زیادہ لگالے وہ بڑا عاشق، جو جھنڈیاں زیادہ لگالے وہ عاشق، جو چراغاں کردے وہ زیادہ عاشقِ رسول، چاہے بجلی چوری کی ہو۔ خوفِ خدا کرو، یہ عشق اور محبت کا معیار کب سے بنا رہے ہو؟

حضور علیہ السلام نے انسانیت کا قبلہ درست کیا

اللہ کے نبیؐ کی زندگی کو دیکھو، حضور علیہ السلام نے سیرت سازی فرمائی، سیرت

بنائی ہے۔ انقلاب برپا کیا ہے، اخلاق بدلے، عادات بدلے، انسانیت کے اوصاف بدلے، لوگو! انسانیت کا قبلہ درست کیا، میرے آقا نے۔ اللہ کے نبیؐ نے زبانی نعروں پر اُمت کی بنیاد نہیں رکھی۔ قطعاً نہیں رکھی۔ قطعاً نہیں رکھی۔ بنیاد رکھی ہے تو اس طرح رکھی ہے چور اور ڈاکو آئے ہیں تو وہ لوگوں کے محافظ بنے ہیں۔ عزتوں کے لٹیرے آئے ہیں تو وہ عزتوں کے محافظ بنے ہیں۔ مشرک آئے ہیں موحد بنے ہیں۔ توہّم پرست آئے ہیں توحید پرست بنے ہیں۔ دنیا کے مظلوم آئے ہیں طاقتور، بہادر اور دنیا کی سپر طاقتوں کو پاش پاش کرنے والے بنے ہیں۔ اور ظلم کے معاشرے کو توڑا ہے، عدل برپا کیا ہے۔ بے حیائی کے معاشرے کو ختم کیا ہے۔ حیا کو فروغ دیا ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے استحسان اور لوگوں کے حقوق پامال کرنے کی رسموں کو توڑا ہے۔ ہر ایک کے دروازے پر حق پہنچایا ہے۔ اگر کوئی عاشقِ رسولؐ ہے آج وہ نبیؐ کے اس نظام کو دکھلا دے۔ نظام کو زندہ کر دے۔ تمہیں کس چکر میں ڈال دیا مولویوں نے، میلاد کرلو پانچ سو سال کے گناہ معاف، نہ چوری چھوڑو، نہ سود چھوڑو، نہ جوا چھوڑو، نہ لوگوں کو لوٹنا چھوڑو، نہ کم تولنا چھوڑو، نہ کم ناپنا چھوڑو، نہ رشوت چھوڑو، نہ بیوہ کی زمین پہ قبضہ کرنا چھوڑو، نہ یتیم کے مال کا ہڑپ کرنا چھوڑو، جنتی بن جاؤ گے؟...... قرآن تو پھر مذاق ہوگیا۔ یہ حدیث تو مذاق ہوگئی۔ جنت تو ٹکے سیر ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے 23 سال جو محنت فرمائی، نعرے لگانا کوئی مشکل تھا؟

نبی ﷺ کے نافرمان کا بُرا انجام ہوتا ہے

حضور علیہ السلام نے سیرت پر، کردار سازی پر محنت فرمائی، اور اسی پر آؤ یہی محبتِ رسولؐ ہے، محبت اطاعت کے بغیر نہیں ہوتی۔ محبت فرمانبرداری کے بغیر نہیں ہوتی۔ اطاعتِ رسولؐ میں کامیابی ہے۔ مخالفتِ رسولؐ اور معصیتِ رسولؐ میں ناکامی ہے۔ لوگو! بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اطاعت کی، رب نے بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو کعبے سے بھی اونچا کر دیا، رنگ کا کالا ہے، ہونٹ موٹے ہیں۔ اور ابولہب نے معصیتِ رسولؐ کی، پیغمبر کی

نافرمانی کی، اللہ نے ذلیلوں اور رُسوا انسانوں سے بھی آگے کر دیا۔

تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ. مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ. [اللھب:۱۱۱]

اولاد بھی چھوڑ گئی، بیوی بچے بھی چھوڑ گئے، تین دن تک لاش پڑی رہی۔ نوکر اور غلام بھی چھوڑ گئے۔ بالآخر لکڑیاں لے آئے، لکڑیوں کے ساتھ لاش کو گھسیٹا، گڑھا کھود کے دفن کر دیا۔ رب نے دنیا میں دِکھا دیا۔ مکے کا حسین ہے، جمیل ہے، نام ابولہب نہیں کنیت ابولہب ہے اور وجہ کنیت یہ ہے، لہب کا معنیٰ شعلہ، ابولہب کا معنیٰ شعلے والا، اتنا حسین و جمیل تھا کہ چہرے پر شعلے تھے، اتنا حسین و جمیل تھا چہرہ چمکتا تھا۔ اتنا حسین و جمیل تھا، سورج کے ساتھ مقابلہ کیا کرتا تھا۔ نبی علیہ السلام کی نافرمانی کی ہے، ذلیل ہوا ہے۔ حبشی بلالؓ رنگ کا کالا ہے، عربی نہیں عجمی ہے، موٹے ہونٹوں والا ہے، اطاعت کی ہے، چلتا مکہ کی زمین پر ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں کی آہٹ جنت میں سنتے ہیں۔ یہ اطاعت ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے مجلس میلاد نہیں منعقد کی، ابولہب نے کی تھی۔ ثوبیہ باندی کو آزاد کیا تھا کہ تُو نے اطلاع دی کہ میرا بھتیجا پیدا ہوا ہے۔ خوشی میں آزاد۔ لیکن جب نبی علیہ السلام کی سیرت کی بات آئی تو مخالفت کی۔ نافرمانی کی۔ گالی بکی۔ بیٹوں نے بھی حضور علیہ السلام کی بیٹیوں کو طلاق دے دی، اور ایک بدبخت نے تو آ کر منہ کے اوپر طلاق دی تھی۔ بیٹیوں والے ہو، بیٹیوں کے درد جانتے ہو۔ میرے نبیؐ نے تو بیٹیوں کے کتنے درد اٹھائے۔ ابولہب کے بیٹوں نے طلاق دے دی۔

کامیابی اطاعتِ رسولؐ سے ملتی ہے

ایک طرف اطاعت ہے، دوسری طرف محبت کے دعویٰ کے باوجود معصیت ہے۔ کامیابی اطاعت والے کو ملی ہے۔ بات ماننے والے کو ملی ہے۔ لوگو! اللہ کے نبیؐ کی اطاعت میں کامیابی ہے۔ اتباع میں کامیابی ہے۔ ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اُلٹے ہاتھ کے ساتھ، جیسے آج ہم جدید تہذیب کے دلدادہ ہو گئے ہیں۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے

ہیں۔ الٹے ہاتھ میں برگر ہے، کھا رہے ہیں۔ سیدھے ہاتھ سے کھڑے ہو کے مُوت رہے ہیں، پیشاب کر رہے ہیں۔ ٹائم تھوڑا ہے، فلائٹ نکل رہی ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یہ اسلام اور دین نافذ کریں گے ہمارے ملک میں۔ خلافتِ راشدہ کا نظام لائیں گے ملک کے اندر۔ ہماری تو قسمت ہی اِن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ الٹے ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ حضور علیہ السلام کی سنت ہے کس ہاتھ سے کھانا کھانا؟ سیدھے ہاتھ سے۔ سارے بولو، اپنے بچوں کو بھی بتایا کرو۔ آپ کے بچے آپ کے سامنے اُلٹے ہاتھ سے کھا رہے ہوتے ہیں، ان کے اوپر بھی نظر رکھا کرو۔ سنت ہے کھانا کھانے میں دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ بسم اللہ سے کھانا کھاؤ۔

یا غلام سمّ اللہ و کُل بیمینک و کُل مِمّا یلیک...... [1]

جو اپنے سامنے ہے وہ کھاؤ، یہ بھی حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔ اللہ کے نبیؐ فرماتے ہیں درمیان سے نہ کھاؤ، اپنے سامنے سے کھاؤ اور اُتنا لو جتنا کھا سکو۔ اور یہ بھی سنت ہے کھا کر اس برتن کو صاف کر لو، آپ فرماتے ہیں تم نہیں جانتے کھانے کے کون سے حصہ میں رب نے برکت اُتاری ہے۔ [2]

ہو سکتا ہے جس حصہ کو چھوڑ رہے ہو برکت اسی کے اندر ہو، اور تم برکت کو چھوڑ دو۔ پورا کھانا کھاؤ، جتنی طلب ہے اور لے چکے ہو وہ سارا کھاؤ اور برتن صاف کرو، ہاتھ بعد میں دھو لو۔ دعا پڑھ لو، یہ سنت ہے۔ یہ شخص کھانا کھا رہا ہے الٹے ہاتھ کے ساتھ، آقا فرماتے ہیں میاں دائیں ہاتھ سے کھانا کھا۔ وہ کہتا ہے نہیں کھا سکتا۔ جیسے آج کے لوگ بہانے

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب التسمیۃ بالطعام والاکل بالیمین صفحہ ۸۰۹، ۸۱۰۔ قدیمی کتب خانہ
2۔ الصحیح المسلم جلد دوم باب آداب الطعام واحکامہا صفحہ نمبر ۱۷۵، ۱۷۶۔ قدیمی کتب خانہ
جامع ترمذی جلد دوم باب اللقمۃ تسقط، صفحہ نمبر ۲۔ قدیمی کتب خانہ

بناتے ہیں۔ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ آپ ؐ نے فرمایا کبھی نہیں کھا سکے گا۔ نہیں کھا سکے گا۔[1] ہاتھ شل ہو گیا۔ کبھی زندگی بھر ہاتھ منہ تک نہیں آیا۔ پیغمبر کی نافرمانی کی ہے، ذلیل ہوا۔ رسوا ہوا ہے۔

ابو رافع یہودی کا عبرتناک انجام

اور اس کے برعکس عبداللہ بن عتیق، حضور علیہ السلام نے فرمایا عبداللہ یہ گستاخِ رسول ہے ابو رافع، یہودی ہے، بڑا زمیندار ہے، بڑا ڈیرا تھا، یہ ہر وقت مجھے ایذاء دیتا ہے، گالیاں بکتا ہے، تبرا بکتا ہے۔

بخاری کا واقعہ ہے، عبداللہ بن عتیق رات کو نکلے، ڈیرا لگا ہوا تھا، پنچائتیں بیٹھی تھیں، جا کے بیٹھ گئے، بڑی دیر سے مجمع اُٹھا، اٹھ کے جا رہا تھا، یہ اُٹھے اور ایک دروازے کے پیچھے جا کے چھپ کے بیٹھ گئے۔ چوکیدار نے رات کو سارے دروازے بند کئے۔[2]

قلعہ کا دروازہ بند، اندر گھر کا دروازہ بند، اُس سے اندر کا دروازہ بند، اُس سے اندر کا دروازہ بند، چابی دیوار کے ساتھ لٹکائی، خود دیوار کا سہارا لے کر بیٹھ گیا۔ نیند آ گئی۔ اس دیوانے اور پروانے کو موقع ملا، اس نے چابی اُٹھائی، ایک دروازہ، دوسرا دروازہ، تیسرا دروازہ......سارے دروازے کھولے، خنجر ہاتھ میں لیا، دیکھا کہ گستاخِ رسول چارپائی پہ پڑا ہوا ہے۔ خنجر جا کر اندھیرا تھا اُس کے پیٹ میں گھونپا۔ اس کی چیخ نکلی۔ بیوی نے کہا سر نہ کھا، سونے دے، نیند خراب کرتا ہے۔ اُس نے کہا مجھے کسی نے مار دیا ہے۔ بیوی کے تصور میں نہیں تھا کہ کون مار سکتا ہے۔ یہ صحابی کہتا ہے میں نے فیصلہ کیا جب تک مجھے یقین نہیں ہو جائے گا کہ یہ مر چکا ہے، میں نبی ؐ کا دیوانہ پروانہ اللہ کے نبی ؐ کی عزت کے لیے آیا ہوں، واپس نہیں جاؤں گا۔ پھر چھپ کے بیٹھ گیا۔ صبح یہ چوکیدار اٹھا اس نے دروازے کھولے اور چراغ جلایا، کمرے میں خون تھا، پورا کمرہ خون میں لت پت یہ مرا پڑا تھا۔ اُس نے آواز دی کہ:

نعا ابو رافع......

1۔ الصحیح المسلم جلد دوم باب آداب الطعام الخ صفحہ ۱۷۲۔ قدیمی کتب خانہ

2۔ صحیح البخاری جلد دوم باب قتل ابی رافع صفحہ ۵۷۷، ۵۷۸۔ قدیمی کتب خانہ

ابورافع کی موت کی اس نے اطلاع دی، اور اعلان کیا، لوگو! ابورافع مر گیا۔ میرا دل ٹھنڈا ہوا۔ میں نکلا، میں دوڑا، میرے پیچھے سب یہودی دوڑ پڑے۔ دوڑتے، دوڑتے مجھے چوٹ لگی، میں گرا، میری ایڑی ٹوٹ گئی۔ میں ہانپتے ہوئے مدینہ پہنچا۔ حضور علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ فرمایا او عبداللہ بن عتیک! کیا ہوا؟ حضرت! اللہ کے دشمن کا خاتمہ کر کے آیا ہوں لیکن ایڑھی ٹوٹ گئی اور اپنی پگڑی سے پاؤں باندھا ہوا ہے۔ حضور علیہ السلام خوش ہو گئے۔ فرمایا، قریب آجا۔ اللہ کے نبیؐ نے اپنا لعابِ دہن نکالا اور ٹوٹی ہوئی ایڑھی پہ لگایا۔ اللہ کے نبی کے اس لعاب کی برکت سے ٹوٹی ہوئی ایڑھی بغیر آپریشن کے اس طرح ٹھیک ہو گئی جیسے کبھی ٹوٹی ہی نہیں۔

ایک کا ہاتھ شل ہو گیا ہے۔ ایک کی ٹوٹی ہوئی ایڑی ٹھیک ہو گئی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے اور یہ نبی کا فرمانبردار اور مطیع ہے۔

ارے اطاعت کرو، نعرے والی قوم ہو تم، قیامِ پاکستان سے اب تک نعروں پہ مرتے چلے آئے ہو، جھنڈوں اور جھنڈیوں پہ مرتے چلے آئے ہو۔ اے کاش کہ میلاد کی مجلسوں میں رشوت سے بھی توبہ کرائی جاتی، جو نبیؐ کا مشن تھا۔ لوگوں کو حلال کھانے پہ آمادہ کیا جاتا۔ اے کاش! ملک کا سب سے بڑا مسئلہ کرپشن، بدعنوانی کا ہے۔ آج میڈیا ننگا ہو چکا ہے۔ قوم کی بیٹیوں کو ننگا کر دیا گیا ہے۔ زنا اتنا عام ہو گیا ہے، اتنا عام ہو گیا ہے، کہ سب برائیوں سے آگے چلا گیا، اے کاش! میرے بھائی اِن موضوعات پر بھی تقریریں کرتے۔ صرف کفر کے فتوے نہ لگاتے۔ صرف گستاخِ رسول کسی کو قرار نہ دیتے۔ ہمیں کسی سے عشق کا سرٹیفکیٹ لینے کی ضرورت نہیں ہے، اپنے فتوے اپنے پاس رکھو۔ ربِ کعبہ کی قسم وہ رب بھی جانتا ہے، اپنے حبیب کو رب اطلاع دیتا ہے، کون نبی کا حُب دار نبیؐ کی سنتوں کو زندہ کر رہا ہے۔ نبیؐ کے علوم کو زندہ کر رہا ہے اور کون نعرے لگا کر اللہ کے نبیؐ کے دین کو ذبح کر رہا ہے۔ ہمیں نہیں ضرورت کسی کے فتوؤں اور سرٹیفکیٹ کی، اہل سنت کہتے ہی اُسے ہیں جو نبیؐ کی سنت کا غلام ہو۔

دورِ جاہلیت اور واقعۂ اصحاب الفیل

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

لقد منّ اللّٰہ عن المومنین إذ بعث فیھم رسولًا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ ویزکّیھم ویعلّمھم الکتاب والحکمۃ وإن کانوا من قبل لفی ضلالٍ مبین. [اٰل عمران: ۳/۱۶۴]

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: إنّ اللّٰہ خیّرنی من بین الناس وخیّر قبیلتی من القبائل وخیّر بیتی من البیوت.[1] او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام.

1۔ جامع ترمذی جلد دوم باب فی فضل النبی ﷺ صفحہ نمبر ۲۰۱۔ قدیمی کتب خانہ
الصحیح لمسلم جلد دوم باب فضل نسب النبی ﷺ وتسلیم الحجر صفحہ ۲۴۵ قدیمی کتب خانہ

صدق اللّٰہ ورسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صلّ علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

دورِ جاہلیت کی بدفکری

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! گذشتہ جمعہ کے بیان میں اڈے والی مسجد میں جہاں بات چھوڑی تھی وہیں سے آگے چلاتا ہوں۔ اللہ کے نبی ؐ کی بعثت سے قبل کا جو زمانہ ہے وہ جاہلیت کا زمانہ ہے۔ جاہلیت اپنے عروج اور اپنی انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ بے حیائی اپنی تمام اقسام کے ساتھ دھرتی پر رائج تھی۔ شیطان کا کوئی ایسا کام نہیں تھا جس پہ دندنا کے دنیا میں عمل نہ کیا جاتا ہو۔ شیطنت اپنے پورے عروج پر تھی، اور شیطان کو خوش کرنے والے سارے کام دنیا میں پورے شباب اور پورے جوبن پر تھے۔ یہاں تک کہ شرک اور کفر اپنی تمام اقسام کے ساتھ فخر کے ساتھ دنیا میں ناچ رہا تھا۔ ان حالات میں اللہ کے نبی ؐ کی بعثت ہوئی۔ اور جب حضور علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت عرب میں جو عقائد تھے، میں نے کچھ اس کی جھلک پچھلے جمعے پیش کی تھی۔ جس طرح وہ شرک کرتے تھے اس کی ایک جھلک پیش کی تھی۔ اور جس طرح ان کی عبادات تھیں اس کی بھی ایک جھلک پیش کی تھی۔ اللہ کے گھر میں 360 بت رکھے ہوئے تھے۔ ان بتوں میں سب سے بڑا بُت ھُبل تھا۔ اس ھُبل بت کی پوجا کی جاتی تھی۔ اللہ کے گھر میں پوجا کی جاتی تھی، گویا اللہ کے گھر میں شرک کیا جاتا تھا۔ ہر کام فال کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ اور فال کے لیے مختلف طریقے اختیار

کرتے۔ تین قسم کے تیر انہوں نے بیت اللہ میں رکھے ہوئے تھے، ان تین قسم کے تیروں کی تفصیل پچھلے جمعہ میں عرض کر چکا ہوں۔ بدشگونی اور نیک شگونی اِس قدر تھی کہ کبھی کبھار یوں بھی کرتے تھے کہ جب کوئی کام شروع کرنا ہوتا تو پرندے کو اڑاتے تھے۔ پرندہ اڑا اگر دائیں طرف تو کہتے یہ کام ٹھیک ہے، یہ کام کرلو۔ اور اگر پرندہ اڑا بائیں طرف تو کہتے نہیں نہیں، یہ کام نہیں کرنا۔ یہ بُرا کام ہے۔ اور اگر صبح صبح کسی گنجے آدمی سے ملاقات ہو جاتی یا کسی ایسے آدمی سے ملاقات ہو جاتی کہ جس کو یہ اچھا نہیں سمجھتے تھے، کہتے تھے کہ آج کا سارا دن ہمارا منحوس۔ آج کوئی کام نہیں ہوگا۔ سارے کام ہمارے ختم۔ اس ضعیف الاعتقادی کا یہ عالم تھا کہ پرندوں، ہرن اور جانوروں کی وجہ سے کام چھوڑ دیتے تھے اور کام کرنے بھی لگ جاتے تھے۔ جانوروں سے پوچھتے تھے کہ یہ چور ہے یا نہیں؟ جیسے آج جہالت پھر سے آئی ہے۔ لوگ اپنی قسمت کے فیصلے طوطے سے کرواتے ہیں۔ طوطا فال نکال کے بتاتا ہے کہ بچی کا یہاں رشتہ کریں یا نہ کریں۔ اللہ کے نبیؐ کے زمانے سے پہلے جو جہالت تھی اُس جہالت میں بدشگونی تھی۔ حضور علیہ السلام نے بدشگونی کو ختم فرمایا۔ فرمایا، کوئی چیز منحوس نہیں ہے۔ نحوست کسی چیز میں نہیں ہے۔ خیر بھی اللہ کی طرف سے آتی ہے، شر بھی اللہ کی طرف سے آتا ہے۔ اچھائی بھی اللہ کی طرف سے آتی ہے اور برائی بھی اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ جانوروں میں کوئی اچھائی نہیں، جانوروں میں کوئی بُرائی نہیں۔ گھروں میں کوئی اچھائی نہیں، گھروں میں کوئی بُرائی نہیں۔ اور اگر کوئی کام کرنا ہو تو اُس کے لیے فال نکالنا نہیں سکھایا۔

فال نہیں، استشارہ اور استخارہ!

یاد رکھو! آج فال کا دور ہے اور بڑے بڑے دوکاندار بیٹھے ہیں، لکھ کر ''قرآنی فال''، قرآن میں فال کا ذکر ہی کہیں نہیں، قرآنی فال کا کیا مطلب؟ قرآنی فال تو وہ ہوتی کہ جس کا اللہ نے ذکر کیا ہوتا۔ اللہ کے نبیؐ نے ذکر کیا ہوتا۔ مسلمانوں کو کس دھندے پر لگا

دیا ظالموں نے؟......قرآن خدا کی قسم فال نکالنے کے لئے نہیں آیا۔قرآن پنچائتوں کے لیے نہیں آیا۔قرآن قسموں کے لیے نہیں آیا۔قرآن صرف تعویذ لکھنے کے لیے نہیں آیا۔ قرآن کس کے لیے آیا ہے؟......

قَدْ جَاءَ تْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ. [یونس:۵۷/۱۰]

قرآن تو نصیحت کی کتاب ہے۔

هٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ ......

یہ مبارک ذکر ہے، یہ موعظہ ہے، یہ نسخۂ شفا ہے، یہ ہدایت ہے، یہ امت کی راہنمائی کے لیے آیا ہے۔ یہ فال نکالنے کے لیے نہیں آیا۔ اگر میں نے کوئی کام کرنا ہے تو کیا کروں؟ تو میرے نبیؐ نے مجھے سکھلایا ہے، دو کام کرو۔ پھر کام شروع کرو۔ ایک استشارہ کرو، ایک استخارہ کرو۔ استشارہ کیا ہوتا ہے؟ استشارے کا معنی ہوتا ہے ''مشورہ طلب کرنا''۔ ذی رائے لوگوں سے مشورہ کرو۔ اس کام کے ماہرین سے مشورہ کرو۔ جو علماء، اولیاء معاملہ شناس ہوں اُن کو معاملہ بتلا کر مشورہ کرو۔ جس کام میں مشورہ ہے، اُس میں خیر ہے۔ حضور علیہ السلام ہر کام مشورے سے کرتے تھے۔ قرآن کہتا ہے:

وأمرهم شورىٰ بينهم...... [شوریٰ: ۳۸/۴۲]

ایمان والوں کے کام فال کے ساتھ نہیں مشورے کے ساتھ ہوتے ہیں۔

وامرهم شورىٰ بينهم، ان کے معاملات مشورے کے ساتھ ہیں۔ اور حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

المستشارُ مؤتمن......[1]

جس سے مشورہ مانگا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ امانت سمجھ کے مشورہ دے اُس میں خیانت نہ کرے۔ مشورے کے اندر گڑبڑ نہ کرے۔ ٹھیک مشورہ دے اور جس نے مشورہ

1۔ابوداؤد جلد دوم باب فی المشورہ صفحہ نمبر ۳۵۸ مکتبہ رحمانیہ
جامع ترمذی جلد دوم باب المستشار مؤتمن صفحہ ۱۰۹۔قدیمی کتب خانہ

پوچھا ہے اُس کے راز کو اپنے سینے میں دفن کر لے، لوگوں کے سامنے اُس کو ننگا نہ کرے۔ اگر کوئی کام کرنا ہے تو استشارہ ہے پہلے نمبر پر، دوسرے نمبر پر استخارہ ہے۔ استخارہ کس کو کہتے ہیں؟ استخارے کا معنیٰ ''خیر طلب کرنا''، اللہ سے خیر مانگنا۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے، حدیث کی کتابوں میں موجود ہے، آپ علیہ السلام فرماتے ہیں جب کوئی کام کرنے لگو، کوئی کام شروع کرنے کا ارادہ ہو، کوئی فیصلہ لینے لگو تو دو رکعت نماز نفل پڑھو۔ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اللہ کے سامنے التجا کرو۔ کیا کہیں؟ کہو اللہ کے سامنے:

اللّٰھم إنّی أستخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک فانّک تعلم ولا أعلم وتقدِرُ ولا أقدِرُ. [1]

یا اللہ! میں تجھ سے خیر مانگتا ہوں، یا اللہ میں تجھ سے مشورہ مانگتا ہوں، تو قادر ہے میں قادر نہیں ہوں، تو عالم الغیب ہے میں عالم الغیب نہیں ہوں......

إن کان ھٰذا الأمر ......

یہ معاملہ جو میں کر رہا ہوں......

خیرًا لّی فی دینی ومعاشی وعاقبت أمری......

اگر یہ معاملہ میرے دین کے لئے، میری دنیا کے لئے، میری معیشت کے لئے، میری گزران کے لئے، میری آخرت کے لیے اور میرے انجام کے لئے اچھا ہے،

فاقدرہٗ لی ویسّرہٗ لی.

اس کو میرے لئے مقدر فرمادے، اس کو میرے لئے آسان فرمادے۔ اس کو میرے حق میں اچھا کردے اور یا اللہ!

إن کان ھٰذا الأمر شرًّا لی فی دینی ومعاشی وعاقبت أمری...

اگر یہ معاملہ میرے لئے، میرے دین کے لیے، میری آخرت کے لئے، میری

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب الدعاء عند الاستخارۃ صفحہ ۹۴۴۔ قدیمی کتب خانہ
جامع ترمذی جلد اول باب ماجاء فی صلوٰۃ الاستخارۃ صفحہ ۱۰۹۔ قدیمی کتب خانہ

معیشت کے لئے بُرا ہے، میری عزت، میری شہرت، میری حکومت، میرے منصب، میری ملازمت، میرے روزگار کے لئے بُرا ہے، میری آخرت کے لئے اور میری جنت کے لئے بُرا ہے تو اِس کو مجھ سے دور کر دے، مجھے اِس سے دور کر دے،

ثمّ قدِّرْ لی خیرًا

پھراس کے بدلے مجھے اچھا معاملہ نصیب فرما۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں یوں کام کرو، رشتہ کرنا ہو تو استخارہ کرو، استشارہ بھی کرو اور استخارہ بھی کرو، کاروبار شروع کرنا ہے تو استشارہ اور استخارہ دونوں کرو۔ استخارہ اور استشارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھلایا ہوا عمل ہے، فال نکالنا یہ شیطان کا سکھلایا ہوا عمل ہے، فال وال کچھ نہیں ہیں۔ عقیدے ٹھیک کرو، لوگوں کو بے چاروں کو پتہ نہیں ہے وہ پیسے بھی لیتے ہیں اور کہتے ہیں قرآنی فال نکال کے دیں گے۔ پھر کہتے ہی جی فال بھی نکلوائی تھی، کام بھی کیا اور نقصان ہو گیا۔ نقصان ہی ہونا ہے جب شیطان کا حکم مانو گے۔ رحمٰن کا حکم مانو گے خیر ہو گی۔ اللہ کے نبی تشریف لائے، آپ علیہ السلام نے یہ ضعیف الاعتقادی دور فرمائی۔

حضور ﷺ نے توہّم پرستی کا خاتمہ کیا

جاہلیت میں ایک یہ ہوا کرتا تھا، یہ نظریہ تھا، جب مقتول قتل ہو جائے جب تک اُس کا انتقام نہ لے لو، روح گھومتی رہتی ہے، گھر میں نہیں جاتی۔ حضور علیہ السلام نے اس کی نفی فرمائی۔ فرمایا:

لا عدوٰی ولا طیرة ولا ھامة فی الاسلام ولا صفر فی الاسلام.[1]

اسلام کے اندر یہ تعدیہ بھی نہیں ہے، یہ ہامہ بھی نہیں ہے۔ ایک یہ بھی نظریہ تھا، یہ بھی خیال تھا، بیماری ایک سے دوسرے کو لگتی ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے اس کی بھی نفی فرمائی۔ جب آپ علیہ السلام آئے، فرمایا بیمار کرنے والا اللہ ہے، بیمار کوئی کسی کو نہیں کر سکتا۔ کوئی کسی

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب لا ھامہ ولا عدوٰی صفحہ نمبر ۸۵۷۔ قدیمی کتب خانہ

کو بیمار نہیں کرسکتا۔ اگر آپ سے کسی اور کو خارش ہوگئی ہے یہ بھی اللہ کے حکم سے ہوئی ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ تعدیہ نہیں ہوتا۔ آپ کو کہا گیا حضرت! ایک خارشی اونٹ کے ساتھ دوسرا اونٹ بیٹھتا ہے تو اُس کو خارش ہو جاتی ہے۔ تو اللہ کے نبیؑ نے بڑا پیارا جواب دیا۔ فرمایا:

مَنْ جَرَّبَ الْاَوَّلَ؟......

پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی تھی؟

نہیں سمجھے بات؟ بھائی دسویں کو تو لگتی نویں سے، نویں کو آٹھویں سے، آٹھویں کو ساتویں سے، ساتویں کو لگی چھٹے سے، چھٹے کو لگی پانچویں سے، پانچویں کو خارش لگی چوتھے سے، چوتھے کو تیسرے سے، تیسرے کو دوسرے سے اور دوسرے کو پہلے سے، پہلے کو کس نے لگائی؟ ......تو کہو کہ پہلے کو بیمار کرنے والا کون ہے؟ اللہ ہے (سامعین) پہلے کو بیمار کرنے والا اللہ ہے۔ یہ ضعیف الاعتقادی تھی معاشرے کے اندر، اللہ کے نبیؑ نے اس ضعیف الاعتقادی کو دور فرمایا۔

حضور ﷺ نے انسانیت کی اصلاح فرمائی

جاہلیت کے زمانے میں لوگ کھڑے ہو کے پیشاب کیا کرتے تھے۔ اللہ کے نبیؑ نے بیٹھ کے پیشاب کرنا سکھلایا۔

جاہلیت کے زمانے میں لوگ کھڑے ہو کے کھانا کھایا کرتے تھے جانوروں کی طرح، اللہ کے نبیؑ نے بیٹھ کے کھانا کھانا سکھلایا، جاہلیت کے زمانے میں لوگ ٹیک لگا کر، سہارا لگا کر کھانا کھایا کرتے تھے، اللہ کے نبیؑ نے فرمایا:

أما أنا لا اکل متکئا 1

1۔ جامع ترمذی جلد۲ باب ماجاء فی کراھیۃ الاکل متکئا صفحہ نمبر۵۔ قدیمی کتب خانہ
بخاری شریف اور ابوداؤد میں صرف لا اکل متکئا کے لفظ ہیں، صحیح بخاری جلد دوم باب الاکل متکئا صفحہ نمبر ۸۱۲۔ قدیمی کتب خانہ

میں محمد عربی سہارا لگا کے کھانا نہیں کھاتا۔

جاہلیت کے زمانے میں لوگ کھانے کی توہین کیا کرتے تھے۔اللہ کے نبی کھانے کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھتے اور دوزانو ہوکر اللہ کے نبیؐ نے کھانا کھایا ہے۔میں نے پچھلے جمعے کہا تھا، نئے ساتھیوں کو بھی پتہ چل جائے، جاہلیت کے زمانے میں عریانی تھی ،لوگ اللہ کے گھر کا ننگے طواف کیا کرتے تھے، بیت اللہ کا ننگے طواف کرتے تھے۔حضور علیہ السلام قرآن لے کے آئے:

یٰبَنِیٓ اٰدم قد أنزلنا علیکم لباسًا یواری سواٰتکم وریشًا ولباس التقوٰی ذٰلک خیر...... [الاعراف: ۷/۲۶]

اللہ کہتے ہیں میرا نبی آیا تو نعمتیں لے کے آیا ہے۔یہ لباس بھی میری نعمت ہے۔ انزلنا علیکم لباسًا، میں نے لباس اُتارا ہے، آسمانوں سے اتارا ہے، یواری سواٰتکم وریشا، تم ننگے ہوتے ہو، لباس تمہارے عیب کو چھپاتا ہے۔لباس تمہارے ستر کو چھپاتا ہے، اور لباس تمہارے لیے زینت ہے۔معلوم ہوا کہ حسن اور زینت لباس اُتارنے میں نہیں بلکہ لباس پہننے میں ہے۔اور شیطان نے کیا کیا؟ تمہیں ننگا کیا۔عریانی پھیلائی۔آج میری بیٹیاں نیم عریاں ہوکر بازاروں میں گھومتی ہیں۔مسلمان کی بچی، عائشہؓ اور فاطمہؓ کی بیٹی نیم عریاں ہے، بازو ننگے ہیں، ایڑھیاں اور پنڈلیاں ننگی ہیں۔اب تو پیٹ بھی آدھا ننگا ہونے لگ گیا۔حضور علیہ السلام نے دنیا کو لباس کی دولت دی، اللہ کی اس نعمت سے آشنائی بخشی ہے۔فرمایا:

لعن اللّٰہ الناظر والمنظور إلیہ...... [1]

دیکھنے والا بھی لعنتی ہے اور دِکھانے والا بھی لعنتی ہے۔

حج کے طور طریقوں میں قرآنی اور نبوی اصطلاحات

مکہ فتح ہوا، اگلے سال آپ علیہ السلام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو

1۔ مشکوٰۃ المصابیح باب النظر الی المخطوبۃ وبیان العورات صفحہ ۲۷۰۔قدیمی کتب خانہ
شعب الایمان فصل فی الحمام صفحہ ۱۶۲ جلد نمبر ۶ حدیث نمبر ۷۷۸۸ طبع بیروت

امیر الحجاج بنا کے بھیجا۔ ابوبکرؓ! جاؤ، اور جا کر آج حج پہ اعلان کر دو تا کہ حج پاک وصاف ہو جائے۔ اگلے سال محمد عربی پھر حج کرنے آئیں گے، اِن رسموں کی موجودگی میں، بدعتوں کی موجودگی میں، جاہلیت کے طریقوں کی موجودگی میں، محمدِ عربی عبادت نہیں کر سکتا۔[1] حج نہیں کر سکتا۔ بیت اللہ کی زیارت نہیں کر سکتا۔ جا کے اعلان کر دو اور اعلان کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے! پیچھے علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو کچھ اور اعلانات دے کے بھیجا۔ جاؤ تم بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جا کر اعلان کرو، ابوبکر تمہارا مقتدیٰ، پیشوا اور امیر ہوگا۔ علی! تم اس کے مقتدی اور مامور ہو گے۔ ایک اعلان ابوبکر کرے گا۔ ایک اعلان تم نے کرنا ہے۔
ابوبکرؓ کا اعلان یہ تھا:

أن لا يطوفنّ بعد العام المشرك......

اس سال کے بعد کوئی مشرک اللہ کے گھر کا طواف کرنے نہیں آئے گا......

أن لا يحجن بعد العام المشرك......

اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہیں آئے گا......

کوئی کافر اور مشرک اللہ کے پاک گھر میں حج کرنے نہ آئے۔ اس لئے کہ:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا...... [التوبة: ٩/٢٨]

مشرک پلید ہیں، اس سال کے بعد وہ اللہ کے پاک گھر میں نہ آیا کریں۔ اُن کے ساتھ معنوی نجاست ہے اور یہ طہارت کا گھر ہے، پاکیزگی کا گھر ہے، تقوے کا گھر ہے، اللہ کی عبادت کا گھر ہے، رحمتوں کا گھر ہے اور اللہ کی چاہتوں اور محبتوں کا گھر ہے۔ کوئی مشرک آئندہ حج کرنے نہ آئے۔

وأن لا يطوفن بالبيت عريانًا......

کوئی بے حیا، بیت اللہ کا آئندہ ننگے طواف نہ کرے، آئندہ سال محمد عربی صلی

1۔ صحیح البخاری جلد دوم تفسیر سورۃ براۃ، صفحہ نمبر ۶۷۱۔ قدیمی کتب خانہ

اللہ علیہ وسلم طواف کرنے آئیں گے، محمد عربی ﷺ کسی ننگے کو نہیں دیکھنا چاہتے۔ یہ اعلان ہوا، یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اعلانات کروائے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی! تم پیچھے جاؤ اور جا کے یہ کہو:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ.[التوبة: ۹/۱]

جا کے اعلان کر دو، چار مہینے کی تمہیں مہلت ہے، چار مہینے کے اندر اندر یا تو اسلام قبول کرو یا عرب کے خطے سے دفع ہو جاؤ، تمہارے ساتھ کوئی صلح نہیں ہوگی۔ یہ پاکیزہ خطہ ہے۔ مرکزِ اسلام ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کے اترنے کی جگہ ہے۔ قرآن کے آنے کی جگہ ہے۔ یہاں کے مخصوص لاء، مخصوص قوانین اور مخصوص ضابطے ہیں۔ پوری دنیا میں مشرک رہ سکتے ہیں لیکن اللہ کے گھر میں، مکہ اور مدینہ میں مشرک کو رہنے کی کوئی اجازت نہیں۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا۔ حضور علیہ السلام سے پہلے جاہلیت کا دور تھا اور جاہلیت کے زمانے میں لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ لڑائیاں ہوتی تھی۔ کتنی؟...... دو سو سال تک ایک ایک جنگ رہتی تھی۔ کس پہ لڑائی ہے؟...... گھوڑے دوڑانے پر لڑائی، گھوڑوں کی دوڑ لگی، گھوڑوں کی دوڑ میں ایک نے دوسرے کے گھوڑے کو چھیڑ دیا، بس اس پہ جنگ شروع ہوگئی۔ تین تین نسلوں تک جنگ چل رہی ہے۔ پانی پلانے پر جھگڑا ہو گیا۔ کبھی پانی پینے پلانے پہ جھگڑا، کبھی گھوڑا آگے دوڑانے پر جھگڑا۔

پانی پینے پلانے پہ جھگڑا ہوا، دو نسلیں ذبح ہوگئیں۔ ایک دوسرے کو قتل کرتے جا رہے ہیں۔ قتل کرتے جا رہے ہیں۔ اللہ کے گھر میں عبادت کم اور اللہ کے گھر کے اندر شرک زیادہ ہوا کرتا تھا۔

حضور ﷺ کی تاریخ ولادت کا تعین

حضور علیہ السلام تشریف لے آئے اور جب آپ تشریف لے آئے، ۱۷۵ء،

عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو ۵۷۱ برس ہوئے تھے، ربیع الاول کا مہینہ تھا، سوموار کا دن تھا، صبح سحری کا وقت تھا، تاریخ کون سی تھی؟ اب یہ کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ تاریخ نکالنا پہلے زمانے میں مسئلہ تھا، کمپیوٹر کا دور ہے، کیلکولیٹر کا دور ہے، ذرا کمپیوٹر سے حساب نکال لو۔ ۵۷۱ء کا ربیع الاول ہو، پیر کا دن ہو، کون کون سی تاریخیں بنتی ہیں۔ وہ تاریخ یا تو ۸/ربیع الاول بنتی ہے یا ۹/ربیع الاول بنتی ہے۔ ۱۲/ربیع الاول نہیں بنتی۔ اس لئے محققین کہتے ہیں، اللہ کے نبیؐ کی ولادت ۹/ربیع الاول کو ہوئی۔ ۸/ربیع الاول بھی بن سکتی ہے۔ کبھی چاند ۲۹ کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ کا ہوتا ہے۔ اگر پچھلا چاند ہوا، ۳۰ کا، تو ۸/ربیع الاول پیر بنے گی اور اگر پچھلا چاند ہوا تھا ۲۹ کا، تو ۹/ربیع الاول سوموار کے دن بنے گی۔ ۱۲/ربیع الاول کو سوموار کا دن نہیں بنتا۔ یہ تحقیقی بات ہے۔ اور میں دلیل کے ساتھ بات کر رہا ہوں۔

ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں کے لشکر کا عبرتناک انجام

۹/ربیع الاول یا ۸/ربیع الاول کو اللہ کے نبیؐ کی ولادت ہوئی اور آپ علیہ السلام کی ولادت سے ۵۵ دن پہلے دنیا کے اندر ایک عجیب اور انوکھا واقعہ پیش آیا۔ اور وہ واقعہ بھی آج کی دنیا کے کافروں اور سپر طاقتوں کے لیے پیغام ہے۔ یہ امریکی کُتے آج اپنے شراب کے نشے میں دُھت ہو کر کہتے ہیں، بیت اللہ کو ڈھا دو اور بیت اللہ کو یہ کہتے ہیں بلیک ہاؤس (Black House) ''کالا گھر''...... اس کالے گھر پہ میزائل مار دو۔ مسلمانوں سے انتقام لے لو نائن الیون (9/11) کا۔ بیت اللہ کو ڈھانے کی بات کرنے والو! بیت اللہ کو تمہارا باپ بھی نہیں ڈھا سکتا۔ جب تک اللہ کا حکم نہیں آتا۔ جب بیت اللہ ڈھایا جائے گا اور ڈھایا بھی جائے گا قربِ قیامت میں، حدیث میں آتا ہے ایک سیاہ فام بادشاہ **یقلعھا حجرًا حجرًا**،[1] اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ ایک ایک پتھر الگ کر دے گا۔

لیکن جب بیت اللہ کو گرایا جائے گا تو قیامت بھی آ جائے گی۔ پھر دنیا نہیں رہ سکے گی۔ پھر دنیا پہ فنا ہو گی۔ دنیا پہ بقاء نہیں ہو گی۔ بیت اللہ اُس سے پہلے تم نہیں گرا سکتے۔

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب ہدم الکعبۃ صفحہ نمبر ۲۱۷۔ قدیمی کتب خانہ

لیکن بیت اللہ کے ڈھانے والوں کا انجام تو دیکھو۔ ۵۵ دن پہلے اللہ کے نبیؐ کی ولادت سے، اللہ نے یہ واقعہ دکھلا کر دنیا کو ایک میسج اور پیغام دیا اور وہ واقعہ کہ قرآن نے جس کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ. اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ. وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ. تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ. فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ. [الفیل: ۱۰۵]

ایک ابرہہ نامی[1] بادشاہ تھا، یمن کا۔ صنعاء یمن میں اُس نے ایک کعبہ بنوایا تھا۔ بیت اللہ کے مقابلے میں اس نے کعبہ بنایا اُس نے کہا خبردار! لوگ مکے حج کرنے نہ جائیں آج کے بعد حج بھی یہیں ہوگا اور آج کے بعد طواف بھی یہیں ہوگا، آج کے بعد حجر اسود کو بوسے بھی یہیں دیئے جائیں گے۔ یہی ہمارا دو نمبر کعبہ اصلی کعبہ ہوگا۔ دو نمبر حجر اسود اصلی حجر اسود ہوگا۔ تو اس نے حج پہ پابندی لگادی۔ وہاں حج کرنے کوئی نہ جائے۔ حج یمن میں ہوا کرے گا۔ جب اس نے یہ پابندی لگائی تو ایک ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے سپاہی کو اس کے اوپر غیرت آ گئی، وہ رات کو اٹھا اور اٹھ کر غصے میں پائخانہ کیا اور جا کر اس کے بنائے ہوئے دو نمبر کعبے میں اس پائخانہ کو مَل دیا۔ پائخانہ لگا دیا۔ صبح اسے پتہ چلا کہ میرے بنائے ہوئے کعبے میں کسی نے پائخانہ لگایا ہے، تو اس نے کہا کہ اچھا! یہ کس نے کیا ہے؟ یہ عربیوں نے کیا ہے نا! یہ ملتِ ابراہیمی اور کعبے کے بنانے والوں نے کیا ہے۔ میں انتقام لوں گا۔ اور اس نے شراب کے نشے میں دُھت ہو کر کہا کہ اب میں بیت اللہ کو گراؤں گا، اور کوئی مجھے روک نہیں سکے گا۔ اس نے ایک لشکرِ جرار تیار کیا، اُس کے ساتھ ہاتھی جوڑے اور بڑے بڑے ہاتھیوں میں ایک کا نام محمود تھا۔ اس کے اوپر یہ خود بیٹھا اور اس لشکر کو لے کر مکہ کی طرف چل پڑا کہ جا کر اُس کعبے کی اینٹ سے اینٹ بجا کر ختم کر دیں۔ تا کہ دو نمبر کعبہ کعبہ

1۔ خصائص الکبریٰ للسیوطی جلد اول صفحہ نمبر ۳۷ مکتبہ حقانیہ۔ طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۹۱ تا ۹۳ مکتبہ بیروت۔ اس کے علاوہ اصحاب الفیل کا واقعہ متعدد جگہ مذکور ہے۔

بن جائے، ''دونمبر دین'' دین بن جائے۔ ''دونمبر اسلام'' اسلام بن جائے۔ یہ چلا تو راستے میں اس کعبے کو ماننے والوں نے اسے روکنے کی کوشش کی۔ مختلف جماعتیں، مختلف قبیلے اور مختلف لوگ مقابلے میں آتے گئے۔ لیکن اس کا اتنا بڑا لشکر تھا کہ کوئی مقابلے میں ٹھہر نہ سکا۔ جو بھی مقابلے میں آیا شکست کھا گیا۔ اللہ دِکھلانا چاہتے تھے کہ لوگو! اس سے تم نہیں میں خود نمٹوں گا۔ تمہاری قوت نہیں میں اپنی قوت خود ظاہر کروں گا۔ چنانچہ وہ ٹکراتے گئے اور ہارتے گئے۔ ٹکراتے گئے۔ چلتے چلتے یہ طائف میں پہنچا۔ طائف میں ایک شخص تھا اس کا نام تھا ابورغال، یہ یہاں کا سردار تھا، اُس سے اِس نے مدد مانگی اور کیا مدد مانگی؟ اس نے کہا مجھے لاجسٹک سپورٹ میسر کرو۔ یہ سپر طاقتوں کو سپورٹوں کی ضرورت ہمیشہ رہی ہے۔ جیسے یہ امریکی غنڈے یہ افغانستان میں آئے تو انہوں نے ہمارے صدر (پرویز مشرف) سے یہ کہا تھا کہ ہمیں لاجسٹک سپورٹ چاہیے، ورنہ تم زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہاں یا ناں میں جواب دو۔ تو جیسے اُس ابورغال نے لاجسٹک سپورٹ میسر کی تھی اُس وقت کی سپر طاقت کو، آج کے اِس فرعون نے بھی لاجسٹک سپورٹ میسر کر کے افغانستان کے بچوں، بوڑھوں، جوانوں اور عورتوں کا خون چوسا ہے۔ قتلِ عام کیا ہے۔ عزتیں لٹوائی ہیں۔ ابورغال نے کہا میں تعاون کروں گا اور اس نے راستہ دِکھلایا۔ اُس نے راستہ فراہم کیا۔ جیسے آپ کے ملک کی حکومتیں وہ نیٹو کو راستہ فراہم کرتی ہیں۔ کنٹینر پاکستان سے گزر کر جاتے ہیں۔ ابورغال نے راستہ مہیا کیا۔ اللہ نے اُس کا انجام بھی خطرناک کیا تھا۔ ابورغال جب مر گیا تو عرب کے لوگ کہتے تھے کہ یہ غدارِ وطن ہے اور اس کی قبر پر پتھر مارتے تھے۔ اور یہ فرعون بھی جب مریں گے اِن کی موت بھی عبرت انگیز ہوگی اور ان کی تدفین بھی عبرت انگیز ہوگی۔ یہ اللہ کا پرانا قانون ہے۔ یہ غدارِ دین، غدارِ وطن، غدارِ قوم اور حق کے غدار ذلیل تھے، ذلیل ہیں اور انشاء اللہ ذلیل ہوتے رہیں گے۔ اگلے دن میں ایک کالم پڑھ رہا تھا، ایک اخبار نویس کا، وہ کہتا ہے پاکستان کے اندر وہ آمر، صدر مشرف جو یہاں پر دندناتا پھرتا تھا، اور پورے ملک میں اس کا ایک رعب تھا جس کو چاہا ذبح کرا دیا، جہاں چاہا بلڈوزر چلا دیئے، اللہ کے گھر کے

اور اس نے بلڈوزر چلائے، توپیں چلائیں، بندوقیں چلائیں، فاسفورس بم استعمال کیے، کیمیکل کے ساتھ بچیوں کی لاشوں کو مسل دیا، آج وہ دو کمروں کے مکان میں اکیلا تڑپ رہا ہے اور پاکستان میں اُسے دو گز زمین میسر نہیں ہے۔ جب جیتے جی میسر نہیں ہے اس ملعون کو، انشاء اللہ مرنے کے بعد بھی اسے زمین میسر نہیں ہوگی۔ وہ ابورغال تھا اور یہ بھی ابورغال ہے۔ وہ ابورغال ابرہہ کے ساتھ چلا اور اس نے راستے بتائے۔ یہ مکہ میں آیا اور مکہ میں آ کر یہاں مکہ میں اس نے یہاں جتنے اونٹ چر رہے تھے سب پر قبضہ کر لیا۔ اموال پہ قبضہ کیا۔ اور اموال پہ قبضہ کر کے بیت اللہ کو گرانے کی منصوبہ بندی کی۔ پوری پلاننگ کی۔ لشکر تیار کیا۔

اللہ اپنے گھر کا خود محافظ ہے!

عبدالمطلب حضور علیہ السلام کے دادا موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد وفات پا چکے تھے۔ ولادت سے ۵۵ دن پہلے کا واقعہ ہے۔ عبدالمطلب کے دوسو اونٹ تھے جو چر رہے تھے۔ وہ بھی ابرہہ نے قبضے میں لے لیے۔ تو عبدالمطلب ابرہہ کے پاس آئے، آ کر ابرہہ سے کہا کہ میرے اونٹ واپس کرو۔ اس نے کہا میں اونٹ واپس کرتا ہوں لیکن ایک بات تو بتلاؤ کہ مجھ سے اپنے اونٹ تو مانگتے ہو، مجھ سے اپنے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ تو کرتے ہو لیکن اپنے کعبے کی حفاظت کا مطالبہ نہیں کرتے؟ بیت اللہ کا مطالبہ نہیں کرتے۔ میں تو بیت اللہ کو ڈھانے آیا ہوں۔ تو عبدالمطلب نے بڑا قیمتی جواب دیا۔ عبدالمطلب، نام ان کا شیبہ تھا۔ کہنے لگے اونٹ میرے ہیں، میں بات کرنے آیا ہوں، یہ کعبہ اُس کا ہے وہ جانے اور تُو جان۔ وہ تجھے دیکھ لے گا اور تجھ سے نمٹ لے گا۔ عبدالمطلب نے اونٹ لیے اور بیت اللہ کی چوکھٹ پر جا کر چیخ چیخ کر رونے لگے، کہنے لگے اے اللہ! ہم بے بس ہیں، بے کس ہیں، عاجز ہیں اور مجبور ہیں۔ اس ظالم بھیڑیئے سے مقابلہ کرنا ہمارے بس میں نہیں۔ ہماری طاقت اور ہمارا زور نہیں۔ ظلم کے آگے زاری ہوا کرتی ہے۔ تُو اپنے گھر کی خود حفاظت فرما۔ بیت اللہ کا طواف کر کے، اللہ کے گھر کا طواف کر کے، اللہ کے گھر کی

چوکھٹ کو پکڑ کر عبدالمطلب کا رونا رب کو پسند آ گیا۔ مسلمانو! مایوس نہ ہوا کرو، مشکل سے مشکل حالات ہوں اللہ سے مانگو، ربِ کعبہ کی قسم حقیقی ماں کو اپنے بیٹے سے وہ پیار نہیں ہے جو رب تعالیٰ کو اپنے بندے سے پیار ہے۔ ۷۰ ماؤں کی شفقت سے زیادہ رب کو اپنے بندے سے شفقت بھی ہے، رحمت بھی ہے۔ اور اگر رب توفیق دے تو اللہ کے گھر چلے جایا کرو۔ دولت کماتے ہو، اڑاتے ہو، ضائع کرتے ہو اور ان کے لیے چھوڑ کے جاتے ہو جو کبھی تمہیں نیک کاموں میں یاد بھی نہیں رکھتے۔ اپنی دولت کو خرچ کر کے اللہ کے گھر جا کر طواف کر کے اپنی دنیا بھی بنایا کرو اور آخرت بھی بنایا کرو۔ مقدر بھی بنایا کرو۔ رب کعبہ کی قسم! اللہ کے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے: جو اللہ کے گھر آ کر طواف کرتا ہے تو اللہ اسے اتنا اجر دیتے ہیں جیسے اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی غلام کو آزاد کر دیا ہو۔ عبدالمطلب اللہ کے گھر کے غلاف کو پکڑ کر رو رہے ہیں۔ دعا کر رہے ہیں، اللہ سے مانگ رہے ہیں۔ اللہ سے عاجزی کر رہے ہیں۔ اللہ کسی مسلمان کی آنکھ کو محروم نہ کرے سب کو بیت اللہ کی زیارت کرائے۔ (آمین) قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے، سارے کہو آمین۔ اللہ کسی آنکھ کو محروم نہ فرمائے۔ ہر آنکھ کو روضۂ رسول کا نور عطا فرمائے۔ اللہ کے نبیؐ کے روضے کی زیارت نصیب فرمائے۔ اور جنہوں نے اب تک نہیں کیا اور وسائل رکھتے ہیں میں دل سے کہتا ہوں، دعا بھی کرتا ہوں اور کہتا بھی ہوں، دولت سے پیار نہ کرو، نبی علیہ السلام سے پیار کرو۔ نبی علیہ السلام کو قیامت کے دن منہ دکھانا ہے، روضہ جا کے دیکھ آؤ، سلام بھی عرض کر آؤ اور اللہ کے گھر میں جا کے طواف بھی کر آؤ، حج اور عمرہ بھی کر آؤ۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

من حجّ لِلّٰه فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتهٗ اُمّهٗ......[1]

جس نے حج کیا، حج پہ جا کے گناہ نہیں کیا، گالی نہیں بکی، لہو بات نہیں کی، حج کر کے واپس آئے گا ایسے واپس آئے گا جیسے آج ماں کے پیٹ سے گناہوں سے پاک اور

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب فی فضل الحج المبرور صفحہ نمبر ۲۰۶۔ قدیمی کتب خانہ

صاف ہو کر پیدا ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ تو عبدالمطلب کا رونا اللہ کو پسند آ گیا۔ اللہ کو اپنے بندوں کا رونا بڑا پسند آتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے اللہ فرماتا ہے، میں دو قطروں کو دوزخ کی آگ کے ساتھ جمع نہیں کرتا۔ کتنے قطرے ہیں؟ دو۔ ایک وہ قطرہ جو اللہ کے خوف اور اللہ کے ڈر کی وجہ سے آنسوؤں کا آنکھوں سے نکلتا ہے، ابھی وہ زمین پہ نہیں گرتا اللہ بخشش پہلے فرما دیتا ہے۔ اللہ کے آگے رونا سیکھو، دردر پہ رونا بند ہو جائے گا۔ بندوں کے سامنے رونا بند ہو جائے گا۔ اللہ رونے کی نعمت نصیب فرمائے۔ (آمین) رونے کی دولت نصیب فرمائے۔

اللہ کے آگے رونے کی لذت

خدا کی قسم اٹھا کے کہتا ہوں اہل اللہ سے پوچھو دنیا کی کسی شادی میں، دنیا کی کسی تقریب میں، دنیا کے کسی تہوار میں، دنیا کی کسی رسم میں، دنیا کی کسی خوشی میں، دنیا کی کسی نعمت میں وہ چاشنی، مٹھاس اور مزہ نہیں ہے جو اللہ کے خوف سے صبح کے وقت، سحری کے وقت اللہ کے سامنے رونے، گڑگڑانے، آنکھوں سے آنسو بہانے میں مزہ آتا ہے۔ وہ دنیا کی کسی خوشی میں مزہ نہیں آتا۔ اور اہل اللہ کہتے ہیں کہ اپنے دل کے میل کچیل کو آنکھوں کے راستے سے باہر نکال دیا کرو، لیکن بندوں کے سامنے نہیں بلکہ کس کے سامنے؟ اللہ کے سامنے!! اللہ کے آگے گڑگڑا کر اس میل کچیل کو باہر نکالو۔ جیسے حضور علیہ السلام نکالا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کیسے نکالتے؟ روتے روتے آپ علیہ السلام کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی اور یہاں گڑھے پڑ جایا کرتے تھے (رخساروں پر)۔ پاؤں مبارک سوج جاتے تھے۔ ایک دن امی عائشہ رضی اللہ عنہا بول پڑیں، کہنے لگیں یا رسول اللہ! اللہ نے آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ فرمایا، عائشہ! تو کیا کہتی ہے،

أفلا أكون عبدًا شكورا......؟ [1]

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب قیام النبی ﷺ حتی ترم قدماہ صفحہ نمبر ۱۵۲۔ قدیمی کتب خانہ

اللہ نے مجھے کائنات کا سردار، دو جہاں کا سردار، نبوت کا سرتاج اور ختم نبوت کا تاجدار بنایا ہے، تو میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ مجھ پہ فرض بن گیا ہے کہ میں گڑگڑا کے اللہ کی نعمت کا شکر ادا کروں۔ ہم نے کبھی شکر کیا ہے اللہ کا؟ سوچیں! یا اللہ تو نے ہمیں بھکاری نہیں بنایا، ہمیں رزق دیا ہے، کبھی شکر کیا؟ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کے آگے روئے؟ حضور علیہ السلام رو رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام اپنے لئے بھی رو رہے ہیں اور اللہ کے نبیؐ تیرے، میرے لئے بھی رو رہے ہیں اور قیامت کی صبح تک آنے والے امتیوں کے لیے بھی رو رہے ہیں۔

أفلا أكون عبدًا شكورا......؟

فرمایا، میں اللہ کا بندہ بھی ہوں، شکر گزار بھی ہوں۔ مجھے اللہ کی بندگی سے بھی نہ نکالو، مجھے ناشکرا بھی نہ کہو۔ میں سب سے بڑا اِس دھرتی کا قدردان اللہ کا بندہ ہوں۔

کعبۃ اللہ کو منہدم کرنے کی ابرہی پلاننگ اور اس کا حشر

حضور علیہ السلام کے دادا نے اللہ سے جب یہ درخواست کی تو بس پھر اللہ کا فیصلہ آیا۔ قرآن نے بتلایا ۵۵ دن قبل حضور علیہ السلام کی ولادت سے ابرہہ کا لشکر جو پوری تیاری میں تھا، زنجیر لائے تھے۔ پلاننگ یہ تھی کہ زنجیر اُدھر ہاتھی کے پاؤں میں باندھیں گے اور ادھر بیت اللہ کے ستون کے ساتھ باندھیں گے۔ چاروں ستونوں کے ساتھ چار ہاتھی، اُن کے پاؤں میں زنجیر، بیت اللہ کے ستونوں میں زنجیر، ایک وقت میں ایک ہاتھی مشرق، ایک مغرب، ایک شمال اور ایک جنوب میں دوڑے گا، بیت اللہ گر جائے گا۔ رب نے کہا، تو کون ہوتا ہے بدمعاش، میرے گھر کو گرانے والا! مجھ سے مقابلہ کرنے والا، تو دنیا کی سپر پاور، طاقتور بنا ہے، دنیا کو شکست دے کر آیا ہے، دندناکے آیا ہے، اور اکڑ کے آیا ہے۔ ذرا میری قوت کا بھی اندازہ کر، میں خود نہیں آؤں گا، میرے لشکر نہیں آئیں گے، میرے فرشتے نہیں آئیں گے، میں اپنی چھوٹی سی مخلوق کو بھیج رہا ہوں، جسامت اُن کی اتنی سی ہے، وزن ان کا ایک چھٹانک ہوگا، دیکھنے میں وہ اتنی سی ہوگی۔

کھایا ہوا بھس

صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں اللہ کے نبیؐ کے دور کے لوگ کہتے ہیں کہ ساحل سمندر کی طرف سے پرندوں کے غول آتے دکھائی دیئے، چھوٹے چھوٹے پرندے، ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں، ایک چونچ میں، دو پنجوں میں۔ آئیں اور اڑتی چلی آئیں، اڑتی چلی آئیں، اڑتی چلی آئیں اور آ کر بمباری شروع کر دی۔ دیکھنے میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہیں، پتھر ہیں، لیکن حقیقت میں پوری دنیا کے ایٹم بم میں اور دنیا کے زہریلے اسلحہ میں وہ زہر نہیں جو ان کنکریوں میں زہر تھا۔ ایک ایک کنکری ہاتھی کو لگی، ہاتھی تباہ۔ سپاہیوں کو لگیں سپاہی مردار۔ کمانڈر کو لگی کمانڈر مردار۔ لشکر تباہ اور برباد۔ ہاتھی ڈر گئے، ہاتھیوں والا ابرہہ زخمی ہو گیا، جسم گلنے لگ گیا، سڑنے لگ گیا۔ رب تعالیٰ نے پیغام دیا، میرا وہ نبیؐ آنے والا ہے جو بیت اللہ کو آباد کرے گا۔ اس گھر کا امام آنے والا ہے۔ اس گھر کا خطیب آنے والا ہے۔ اس کعبے کی طرف منہ کرنے والا آنے والا ہے۔ کون ہے جو میرے نبیؐ کے قبلے کو ڈھا سکے۔ گرا سکے؟ جو گرائے گا سلوک یہ کروں گا۔ رب تعالیٰ نے کہا:

ألم تر كيف فعل ربّك باصحٰب الفيل.

میرے نبیؐ جانتے ہو ہاتھی والوں کا کیا حشر ہوا؟

ألم يجعل كيدهم في تضليل.

میں نے ان کی تدبیر کو تباہ و برباد کر دیا۔

وأرسل عليهم طيرًا أبابيل.

چھوٹے چھوٹے پرندے بھیج کر میں نے ان کو ختم کر دیا۔ اللہ کی قدرت غالب آئی اور یہ تقدیر غالب آئی۔ تدبیر ناکام ہو گئی۔ یہ اللہ کے نبیؐ کی ولادت سے ۵۵ دن قبل کا واقعہ ہے۔ پھر حضور علیہ السلام اللہ کے نبی، اس دھرتی پر تشریف لائے۔ پیدا ہوئے۔ پیدائش سے ہی آپ کی ولادت سے دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ تہلکہ مچا ہے، حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ میں نے گذشتہ جمعے سے اللہ کے نبیؐ کی پوری زندگی کو، سیرت کو

بالترتیب قسط وار بیان کرنا شروع کیا ہے اوران شاءاللہ یہ سلسلہ کئی مہینوں تک چلے گا۔تا کہ ہمارے مسلمانوں کوحضور علیہ السلام کی ۶۳ سالہ زندگی کے اہم واقعات سے روشناسی ہو، آگاہی ہو۔ہم مسلمان ہیں، ہمیں حضور علیہ السلام کی زندگی کا پتہ نہیں ہے کہ اللہ کے نبی کی زندگی مبارک کتنی ہے؟حضور علیہ السلام کا نام نہیں آتا۔آپؐ کے والد کا نام نہیں آتا۔آپ کے دادے کا نام، نانے کا نام اورامی کا نام نہیں آتا۔بیٹوں، بیٹیوں کا نام نہیں آتا۔حضور علیہ السلام کے خاندان کا پتہ نہیں۔آج آپ کا بچہ جس سکول میں جاتا ہےاُس کوابراہیم لنکن کا نام آتا ہے،اس کوگیریژن کا نام آتا ہے، بُش کا نام آتا ہے، اس کواوباما کا نام آتا ہے، اُس کو یہ پتہ نہیں حضور علیہ السلام کے عشرہ مبشرہ کون سے تھے؟ سفید داڑھیاں ہوگئیں، عشرہ مبشرہ کا پتہ نہیں۔حضور علیہ السلام کی چار بیٹیوں کے ناموں کا پتہ نہیں۔اللہ کے نبیؐ کے خاندان کا پتہ نہیں۔یہ بھی پتہ نہیں کہ حضور علیہ السلام آئے یا پیدا ہوئے؟ بس کان پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے''آگئے، آگئے، آگئے''۔یہ نہیں پتہ کہ کیسے آئے۔کس مقصد کے لئے آئے؟ آ کر کیا کیا؟......فتویٰ جھاڑ دیتے ہیں، تم جھنڈے نہیں لگاتے گستاخِ رسولؐ ہو......تم جھنڈیاں نہیں لگاتے گستاخِ رسولؐ ہو...... بھائی! اللہ کا نام مانو، مسلمانوں کومسلمان رہنے دو۔بہت جھگڑے ہو چکے۔خدا کی قسم وہ بھیڑیا تم سب کو کھانا چاہتا ہے، اس نے فرق کوئی نہیں کرنا۔جا کے پوچھو افغانستان والوں کا کیا حال ہے؟ وزیرستان والوں کا کیا حال ہے؟......عراق والوں کا کیا حال ہے؟......

حضورﷺ کے آباءواجداداوراہل واولاد

اللہ کے نبیؐ دنیا میں اپنی سیرت لے کے آئے، حضور علیہ السلام شریعت لے کے آئے ہیں۔میسج اور پیغام لے کے آئے ہیں۔تیئس سال اللہ کے نبیؐ کی نبوت والی زندگی ہے۔تریسٹھ سال پوری زندگی ہے۔والد کا نام عبداللہ ہے۔دادے کا نام عبدالمطلب ہے۔ عبدالمطلب کے والد کا نام ہاشم ہے۔ہاشم کے والد کا نام عبدمناف ہے۔عبدمناف کے والد کا نام قُصی ہے۔قُصی کے والد کا نام کلاب ہے۔کلاب کے والد کا نام مُرہ ہے۔مُرہ کے

والد کا نام کعب ہے۔ کعب کے والد کا نام لُوی ہے۔ لُوی کے والد کا نام غالب ہے۔ غالب کے والد کا نام فہر ہے۔ فہر کے والد کا نام مالک ہے۔ اور اللہ کے نبی کا یہ سلسلۂ نسب آدم علیہ السلام تک جاتا ہے۔ جناب عدنان تک اللہ کے نبی کا متفقہ سلسلۂ نسب ہے۔ آپ علیہ السلام کی والدہ کا نام آمنہ ہے۔ آپ کے نانے کا نام وہب ہے۔ حضور علیہ السلام کی گیارہ بیویاں ہیں۔ بڑی بیوی کا نام خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہے۔ دوسرے نمبر پہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں، پھر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں، حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا ہیں، زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا ہیں، زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا ہیں، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ہیں، اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا ہیں، صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہیں...... یہ اللہ کے نبی کا حرم ہے۔ آپ کی ایک باندی ہیں، اس کا نام ماریہ قبطیہ ہے۔ آپ علیہ السلام کا ایک بیٹا آپ کی انہی باندی ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوا، باقی ساری اولاد حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی۔ چار بیٹیاں ہیں، ایک کا نام زینب ہے، ایک کا نام رقیہ ہے، ایک کا نام اُم کلثوم ہے، ایک کا نام فاطمۃ الزہراء ہے (رضی اللہ عنہن)۔ اللہ کے نبیؐ کے چار بیٹے تھے، چاروں بچپن میں فوت ہو گئے۔ طیب، طاہر، قاسم اور ابراہیم۔ عبداللہ بھی نام آیا ہے۔ اللہ کے نبیؐ کے چچے ہیں، پھوپھیاں ہیں۔ آپ کے چچاؤں میں حضرت عباس اور حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ عنہما) یہ دو مسلمان ہیں۔ باقیوں کا انتقال حالتِ کفر میں ہوا ہے۔ حضور علیہ السلام کی پھوپھیاں ہیں۔ ایک کا نام عاتکہ بنت عبدالمطلب ہے، ایک کا نام ارویٰ ہے، ایک کا نام صفیہ ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہیں۔ یہ حضور علیہ السلام کا خاندان ہے۔ تریسٹھ سال زندگی ہے، چالیس سال نبوت سے پہلے ہے، تیرہ سال نبوت کے بعد مکہ مکرمہ کی زندگی ہے، دس سال ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کی زندگی ہے۔ دس عشرہ مبشرہ ہیں۔ چار خلفاء راشدین ہیں۔

نبی ﷺ کا قدردان آپ ﷺ کا نافرمان نہیں ہوسکتا

لیکن ایک بات آپ کو سمجھانے کے لئے عرض کرتا ہوں۔ یاد رکھو! حضور علیہ

السلام کی آمد پر جس کو خوشی نہیں ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی آمد کی خوشی کائنات کی ساری خوشیوں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن اس خوشی کے منانے کا انداز کیا ہونا چاہیئے؟ یہ خوشی ہم کیسے منائیں؟

باپ آیا سفر کر کے، گھر میں خوشی ہے، ابا جی حج کر کے آئے ہیں۔ دعوتیں پک رہی ہیں۔ ابا جی کو پانی کے ایک گلاس کی ضرورت ہے۔ ابا جی کہتے ہیں پانی لاؤ، گھر میں کوئی پانی دینے کے لئے تیار نہیں۔ ابا جی کو کھانے کی ضرورت ہے۔ ابا جی کہتے ہیں بھائی جاؤ کھانا لے آؤ، کھانا دینے کے لیے کوئی تیار نہیں۔ ابا جی کہتے ہیں میرے مہمان آئے ہیں جاؤ قدر دانی کرو، کوئی ابا جی کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ ابا جی کہتے ہیں بابا جاؤ، بازار میں میرے فلاں دوست کو مل کے آؤ، ماننے کے لیے تیار نہیں۔ مجھے بتلاؤ یہ باپ کی قدر دانی ہوئی یا باپ کی بے قدری ہوئی؟ بولو، بولو!! قدر دانی ہے یا بے قدری ہے؟

قدر دانی حکم ماننے سے ہوتی ہے، قدر دانی سیرت اپنانے سے ہوتی ہے۔ قدر دانی اللہ کے نبیؐ سے تعلق جوڑنے میں ہے۔ تُو کیسی خوشی منا رہا ہے؟ کاروبار تیرا جوئے کا ہے اور کھانا تیرا سُود کا ہے، حرام کا ہے، مقدمے کر کے لوگوں کی زمینیں دبا رکھی ہیں، یتیموں کا حق تُو نے آج تک واپس نہیں کیا، بیوہ کے مکان کو تو بھیڑیوں جیسی نظر رکھ کر تاڑ رہا ہے اور چھین رہا ہے۔ اور تو نے اپنے بھانجوں کو زمین میں سے حصہ نہیں دیا، حق نہیں دیا۔ کھانا سود کا، پینا سود کا۔ گھر مسجد کے قریب ہے اور روزانہ پانچ وقت کی اذان سنتا ہے، نماز پڑھنے نہیں آتا۔ جمعے کی توفیق کوئی نہیں۔ جنازے کی نماز نہیں آتی۔ حج کی توفیق نہیں ہوئی۔ نہ مکہ گیا ہے اور نہ مدینے گیا ہے۔ بھلے تو ربیع الاول میں ہزار جھنڈے لگا لے، جلوس میں شرکت کر لے، خدا کی قسم اٹھا کے کہتا ہوں، جو نبیؐ کا حکم نہیں مانتا، نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، حج نہیں کرتا، زکوٰۃ نہیں دیتا، اللہ کا ذکر نہیں کرتا، قرآن کی تلاوت نہیں کرتا، ظلم سے باز نہیں آتا، سود اور شراب سے باز نہیں آتا، زنا اور بدکاری سے باز نہیں آتا، جس کی بیوی بے حیائی سے باز نہیں آتی، دوپٹہ سر پہ نہیں رکھتی، وہ سو جلسوں، جلوسوں اور میلادوں کی

مجلسیں کرالے نہ نبیؐ راضی تھا، نہ نبیؐ راضی ہے اور نہ اس طرح مغفرت ہوگی۔ جب تک کہ اللہ کا کرم نہ ہو۔ ٹھیک ہے یا غلط ہے؟......

کیا خلفاءِ راشدینؓ اور ائمہ مجتہدین گستاخِ رسولؐ تھے؟

باقی یہ جو تمہارا طریقہ ہے، جو اختیار نہ کرے فوراً فتویٰ لگا دیتے ہو کہ یہ گستاخِ رسولؐ ہے، وہ گستاخِ رسولؐ ہے......تو پھر بتاؤ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کیا کہو گے؟...... فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو کیا کہو گے؟......عثمان و علی رضی اللہ عنہما کو کیا کہو گے؟......حضور علیہ السلام کی نبوت کے تیئیس سال ہیں، گنتے چلے جاؤ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تقریباً دو سال ہیں (۲۵ سال ہو گئے) فاروقِ اعظمؓ کی خلافت کے دس سال ہیں (۳۵ سال ہو گئے) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارہ سال ہیں، (۴۷ سال)...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تقریباً دو سال ہے (۴۹ سال)...... یہ خلفاء راشدینؓ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے......آگے بنواُمیہ کا دور شروع ہو گیا...... پھر بنوعباس کا دور شروع ہو گیا......اس پورے دور میں تاریخ کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھو، سیرت کی کوئی کتاب اٹھالو، کوئی ایک جلوس نہیں نکلا، کسی نے جھنڈے نہیں لگائے، کسی نے جھنڈیاں نہیں لگائیں، کسی نے چراغاں نہیں کیا اور کسی نے یہ تیسری عید نہیں منائی......تو جب یہ نہیں ہوا تو کیا یہ سارے گستاخِ رسولؐ تھے؟

ارے ابوبکر رضی اللہ عنہ تو نبی علیہ السلام کا وہ عاشق ہے، پیغمبر پوچھتے ہیں ابوبکر! تیرے دل کی چاہت کیا ہے؟...... کہتے ہیں میرے دل کی چاہت یہ ہے کہ اللہ کے نبی کا چہرہ مبارک ہو اور ابوبکرؓ کی آنکھ ہو، صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ابوبکرؓ نبیؐ کی زیارت کرتا رہے۔ پھر کیا چاہت ہے؟ فرمایا، یہ چاہت ہے کہ ابوبکر کی بیٹی عائشہؓ جلدی جوان ہو، نبی کے نکاح میں دے دوں۔ اور کیا چاہت ہے؟ فرمایا، اور یہ چاہت ہے کہ ابوبکرؓ کماتا رہے، مال پیغمبر علیہ السلام پر خرچ کرتا رہے اور جان اِسی میں چلی جائے۔ روح پرواز کر جائے۔ اس سے بڑا عاشقِ رسولؐ اور کون ہوگا؟......اس سے بڑا محبِّ رسولؐ اور کون ہو

گا؟؟

سچی محبت ہے تو اعمال کو زندہ کرو

یہ ساری بعد کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ اس وجہ سے یہ مقصد نہیں ہے، فتوے بازی نہ کیا کرو۔ اتفاق اور اتحاد کا ثبوت دو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ہے تو نبیؐ کے ایک ایک عمل کو زندہ کرو۔ نبیؐ کی ایک ایک سنت کو زندہ کرو۔ حضور علیہ السلام صلہ رحمی والے تھے تم بھی صلہ رحمی کرو۔ حضور علیہ السلام نے پیار سکھلایا ہے، پیار کرنا سیکھو۔ پیغمبر علیہ السلام نے پڑوسیوں کی خدمت کی ہے، خدمت کرنا سیکھو۔ حضور علیہ السلام نے بیوہ کے بارے میں فرمایا، میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا، ایک عورت مجھ سے پہلے پہنچ کر جنت کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہوگی...... میں پوچھوں گا، یہ کون ہے؟ مجھے جواب ملے گا یہ آپ کی امت کی بیوہ عورت ہے۔

نبیؐ کے یتیموں کو حق دیا ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے محکوموں کو حق دیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے صدقۂ جاریہ کی ترغیب دی ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے سیرت سازی کی ہے، اور میں نے جو پچھلے جمعے حالات بتلائے تھے، شرک چھڑایا، توحید اپنوائی، حضور علیہ السلام نے تو ہم پرستی کو ختم کیا، اللہ پر توکل جوڑا۔ فحاشی اور عریانی مٹائی...... لباس عطا کیا۔ اللہ کے نبیؐ نے سود کو ختم کیا۔ دنیا کو عادلانہ معاشی نظام نافذ کیا۔ یہ اختیار کرو۔ نبیؐ مدینے میں خوش ہو جائیں گے۔ آج بھی نبیؐ دعائیں دیں گے۔ آج بھی نبیؐ دعائیں دیں گے۔ اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے اور حدیث میں بھی آتا ہے ہر سوموار کو امت کے اعمال حضور علیہ السلام کے روضۂ اطہر پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اس لئے سوچا کریں کہ میں جو کام کر رہا ہوں نبی علیہ السلام تک بات پہنچ رہی ہے۔ حضور کیا کہیں گے۔ کل چہرہ بھی نبی کو دِکھلانا ہے۔ شفاعت بھی نبیؐ کی آنی ہے۔ اللہ مجھے اور سب کو حضور علیہ السلام کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

ہمارے آقا ﷺ کے آباءواجداد

الحمد للّٰہ نحمدهٗ ونستعينهٗ ونؤمن بهٖ ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيّئٰت اعمالنا من يهده اللّٰہ فلا مضل لهٗ ومن يضلله فلا هادى لهٗ ونشهد أن لا إلٰه إلّا اللّٰہ وحدهٗ لا شريک لهٗ ونشهد أن سيّدنا ومولانا محمّدًا عبدهٗ ورسولهٗ . صلى اللّٰہ تعالٰى عليه وعلٰى اٰلهٖ واصحابهٖ واتباعهٖ اجمعين. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشيطٰن الرجيم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحيم. لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. [التوبة: ۱۲۸/۹] قال رسول اللّٰہ صلى الله عليه وسلم: أنا ابن الذبيحتَين.[1] او كما قال عليه الصلوة والسلام.
قال رسول اللّٰہ صلى الله عليه وسلم: إنّ اللّٰہ خيّرنى من بين الناس وخيّر قبيلتى من القبائل وخيّر بيتى من البيوت.[2] او

1۔المستدرک للحاکم جلد۳ باب ذکر من قال ان الذبیح اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام ص۴۳۲ حدیث نمبر ۴۱۰۲۔طبع مکتبہ بیروت۔ تفسیر روح المعانی جلد۵ صفحہ۳۲ تفسیر سورۃ الانعام۔مکتبہ امدادیہ ملتان

2۔جامع ترمذی جلد دوم، باب فی فضل النبی ﷺ صفحہ۲۰۱۔قدیمی کتب خانہ
الصحیح لمسلم جلد دوم باب فضل نسب النبی ﷺ وتسلیم الحجر: صفحہ۲۴۵

كما قال عليه الصلوة والسلام.

وقال ابن عباسؓ...... مازنت امرأة بنی قط.[1] **او كما قال عليه الصلوة والسلام.**

صدق اللّٰه ورسوله النبی الكريم ونحن علٰى ذٰلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمد للّٰه رب العالمين.

اللّٰهم صل علٰى محمّدٍ وعلٰى اٰل محمّدٍ كما صلّيت علٰى ابراهيم وعلٰى اٰل ابراهيم إنّك حميد مجيد. اللهم بارك علٰى محمّدٍ وعلٰى اٰل محمّدٍ كمابارکت علٰى ابراهيم وعلٰى اٰل ابراهيم إنّك حميد مجيد.

اہلِ عرب کے چند اوصاف

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! ہم نے گذشتہ سے پیوستہ جمعہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے تریسٹھ سالہ دور کو قسط وار بیان کرنا اور سننا شروع کیا تھا۔ بات چل رہی تھی عرب کے حالات کی اور حضور علیہ السلام کی بعثت سے قبل دنیا کے نقشے کی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں رہتے تھے۔ عرب کا جغرافیہ میں نے آپ حضرات کے سامنے پیش کیا تھا۔ عرب کی معاشرتی زندگی، معاشی زندگی، اس کی بھی ایک جھلک آپ حضرات کے سامنے پیش کی تھی۔ ان کے عقائد و نظریات، بت پرستی، شرک و توہّم پرستی اور ان کی بداعمالی، بداخلاقی، سفاکی اور ان کے ظلم و ستم کو بھی آپ حضرات کے سامنے عرض کیا تھا۔ ان سب کے ساتھ کچھ چیزیں اہلِ عرب میں بڑی عمدہ تھیں۔ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے چلی آ رہی تھیں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام مہمان نواز تھے۔ اور مہمان نوازی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایسا وصف تھا، خود فرماتے ہیں:

1۔ تفسیر روح المعانی جلد چہارم صفحہ ۱۶۲۔ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۵۲۵۔ مکتبہ بیروت

ما تغدّیتُ و ما تعشیتُ إلّا مع ضیفٍ......

میں نے جب بھی صبح کا کھانا کھایا تو مہمان کے ساتھ کھایا ہے، شام کا کھانا کھایا تو مہمان کے ساتھ کھایا ہے۔ میں نے مہمان کے بغیر کبھی کھانا نہیں کھایا۔

کسی نے پوچھا تھا، اے ابراہیم:

فیما اتخذک اللّٰہ خلیلًا؟......

آپ کو اللہ نے خلیل کیوں بنالیا؟

فرمانے لگے، چند کاموں کی وجہ سے۔

ایک تو یہ کہ:

مَا تَغَدَّیتُ وَمَا تَعَشَّیتُ اِلَّا مَعَ ضَیفٍ......

میں نے ہمیشہ مہمان کے ساتھ کھانا کھایا ہے۔

دوسرا یہ کہ

ما تکفّلتُ بما تکفّل اللّٰہ بہٖ......

جس چیز کی اللہ نے میرے لئے کفالت کا ذمہ اٹھایا ہے، میں نے اس میں اپنے آپ کو کبھی مشقت میں نہیں ڈالا۔ مجھے روزی اللہ نے دینی ہے۔ میں روزی کے معاملے میں پریشان نہیں ہوا، مجھے اللہ نے رزق دینا ہے میں نے رزق کے معاملے میں کبھی سرگردانی اختیار نہیں کی۔ ابراہیم علیہ السلام مہمان نواز تھے۔ اسماعیل علیہ السلام مہمان نواز تھے۔ اور عرب میں تمام برائیوں کے باجود مہمان نوازی کا وصف پایا جاتا تھا۔ یہ بہت مہمان نواز تھے اور مہمان نوازی پر فخر کیا کرتے تھے۔ یہ کیسے مہمان نواز تھے، اس کی ایک جھلک میں آگے چل کر حضور علیہ السلام کے نسب کے تعارف میں عرض کروں گا۔

ابراہیم علیہ السلام کا یہ وصف بھی ان میں علیٰ وجہ الاتم پایا جاتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کی طرح یہ فیاض تھے، سخی تھے، اللہ کی راہ میں مال خرچ کر دینا، غریبوں کو دے دینا، نواز دینا، یہ شروع سے اہلِ عرب میں پایا جاتا تھا۔ آج بھی اہلِ عرب سخی ہیں، آج بھی اہلِ

عرب اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں سب سے دلیر ہیں۔آپ حضرات کو اللہ عمرے پر لے جائے اور حج پہ لے جائے۔آپ عمرے کے موسم میں دیکھتے ہیں کہ پکڑ پکڑ کر وہ اپنے اپنے دستر خوان پر بٹھا رہے ہوتے ہیں۔یہ مہمان نوازی اور یہ سخاوت و فیاضی آج سے نہیں یہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے، اسماعیل علیہ السلام کے زمانے سے عرب میں آ رہی ہے۔فیاض و سخی بھی تھے، مہمان نواز بھی تھے اور اس کے ساتھ بہت بڑے بہادر بھی تھے۔ بہادری اِن کے اندر اتنی تھی کہ نسلیں در نسلیں جنگوں میں کام آ جاتی تھیں لیکن یہ ہار نہیں مانتے تھے۔شکست نہیں مانتے تھے۔لڑنا اور بے دریغ لڑنا اور بے جگری کے ساتھ لڑنا اِن کا وصف تھا۔

پہلے بُرے کاموں میں لڑتے تھے۔اسلام آیا تو اچھے کاموں میں لڑنے لگ گئے۔پہلے شیطان کی راہ میں لڑتے تھے، حضور علیہ السلام آئے تو رحمٰن کی راہ میں لڑنے لگ گئے۔اور عرب میں ایک بڑی خوبی جو تھی وہ مہمان نوازی، سخاوت اور بہادری کے ساتھ ساتھ یہ تھی کہ وہ غضب کے ذہین تھے۔حافظہ اِن کا اتنا تیز تھا کہ انہیں اپنے اونٹوں کی ستر پشتیں یاد ہوتی تھیں۔اونٹوں کے نام رکھتے تھے اور ان کی ستر پشتیں انہیں زبانی یاد ہوا کرتی تھیں۔یہ فلاں کا بیٹا ہے، اس کے باپ کا نام فلاں، دادے کا نام فلاں، پردادے کا نام فلاں، یہ ان کی اچھی اوصاف تھیں جو عرب کے اندر پائی جاتی تھیں۔

حضور ﷺ کے نسبِ عالی کے تین حصے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے لئے جو قبیلہ چنا وہ قبیلہ ممتاز قبیلہ ہے اور جو حسب و نسب چنا وہ حسب و نسب بھی کائنات کے حسب و نسب میں سب سے عمدہ اور ممتاز ہے۔حضور علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔اسماعیل علیہ السلام کے گیارہ بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام قیدار تھا۔حضور علیہ السلام قیدار کے بیٹے ہیں۔اور حضور علیہ السلام قیدار کی نسل میں سے پھر قحطان کے بیٹے ہیں اور عدنان کے بیٹے ہیں، اور عدنان کی نسل میں سے آپ علیہ السلام مُدرکہ کے بیٹے ہیں اور آپ کا سلسلۂ نسب

بڑا عجیب پاک اور صاف ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب سیرت نگاروں نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ ایسا ہے کہ جس پر سب کا اتفاق ہے۔ ایک حصہ ایسا ہے کہ جس میں اختلاف ہے۔ جس حصہ پر اتفاق ہے وہ عدنان تک آپ علیہ السلام کا سلسلۂ نسب ہے۔ عدنان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک سلسلۂ نسب میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا تیس پشتیں ہیں، بعض نے کہا چالیس پشتیں ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک ایک سلسلۂ نسب ہے، یہ سلسلۂ نسب ایسا ہے کہ اس کے بارے میں محققین کا قول یہ ہے کہ یہ اگرچہ سلسلۂ نسب کتابوں میں لکھا ہوا ملتا ہے لیکن یہ کوئی ثقہ اور مضبوط سلسلہ نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، کذب النسابون...... یہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا۔ البتہ عدنان تک آپ علیہ السلام کا سلسلۂ نسب متفق علیہ ہے۔

حضور ﷺ کا متفق علیہ سلسلۂ نسب

اور آپ علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قُصی بن کلاب بن مُرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (فہر کا لقب قریش تھا) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان [1]۔

یہ حضور علیہ السلام کا سلسلۂ نسب ہے۔ تو آپ علیہ السلام کے والد کا نام عبداللہ ہے، دادے کا نام عبدالمطلب ہے۔ عبدالمطلب کے والد کا نام ہاشم ہے، اور ہاشم کے والد کا نام عبدمناف ہے، عبدمناف کے والد کا نام قصی ہے، قصی کے والد کا نام کلاب ہے، کلاب کے والد کا نام مُرہ ہے اور مُرہ کے والد کا نام کعب ہے اور کعب فہر کی اولاد سے ہیں اور فہر کا دوسرا نام قریش ہے۔ فہر کو قریش کہا کرتے تھے۔ قریش کا کیا معنیٰ؟ قریش قرش کی تصغیر ہے۔ سمندر کی ایسی بڑی مچھلی اور سمندر کا ایسا بڑا جانور جو سب کو کھا جائے اور اُسے کوئی

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب مبعث النبی ﷺ صفحہ ۵۴۳ قدیمی کتب خانہ

بھی نہ کھا سکے تو اس کو قریش کہتے ہیں۔ چونکہ یہ فہر بہادر تھے، یہ فہر لڑائیوں میں غالب آ جانے والے تھے۔ اس لئے ان کا لقب قریش پڑ گیا۔ اور یہیں سے قریش کا سلسلۂ نسب شروع ہوا ہے۔

حضور ﷺ کے آباؤ اجداد کا تعارف

میں چاہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کے آباء کا مختصر تعارف بھی آپ حضرات کے سامنے عرض کر دوں۔ اللہ کے نبیؐ کے ایک دادا کعب ہیں۔ یہ کعب وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے جمعے پر لوگوں کو جمع کیا۔ نمازِ جمعہ سب سے پہلے اِس دھرتی پر شروع کرنے والے کعب ہیں۔ اس سے پہلے جمعے کے دن کو یوم العروبہ کہا جاتا تھا۔ پہلا شخص جس نے اِس کا نام یوم الجمعہ رکھا وہ حضور علیہ السلام کے جدِ امجد حضرتِ کعب ہیں۔ حضرت کعب کے بیٹے مُرّہ ہیں۔ اور یہ جو مُرّہ ہیں مُرہ کا معنی ہوا کرتا ہے کڑوا۔ ان کو کڑوا اس لئے کہتے تھے کہ بہادر آدمی کو عرب میں کڑوا کہا جاتا تھا۔ یہ بہت بڑے بہادر تھے۔ اور مُرّہ کے بیٹے کا نام ہے کِلاب، کِلاب کلب کی جمع ہے اور کلب کتے کو کہتے ہیں اور عرب میں عجیب رواج تھا کہ غلاموں کے نام بڑے پیارے رکھا کرتے تھے اور بیٹوں کا نام درندوں کے ناموں کے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ کسی نے ایک عرب سے پوچھا تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے آپ بیٹوں کا نام تو درندوں کے نام کے ساتھ رکھتے ہیں، کسی کے بیٹے کا نام ہوتا تھا ''ذئب''۔ ذئب کا معنی بھیڑیا۔ اور اِن کا نام ہے کِلاب۔ تو کلاب کلب کی جمع ہے، تو وجہ کیا ہے؟ آپ غلاموں کے بڑے اچھے نام رکھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کے آپ نام درندوں والے رکھتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ بیٹوں کے نام رکھے جاتے ہیں دشمنوں کے لئے اور غلاموں کے نام رکھے جاتے ہیں اپنوں کے لیے۔ غلاموں کو ہم نے بُلانا ہے۔ ہم نے اُن سے کام لینا ہے۔ ہم نے اُن سے خدمت لینی ہے۔ اس لئے ان کا نام پیارا رکھا جاتا ہے۔ ان کا نام اچھا رکھا جاتا ہے اور بیٹوں نے دشمنوں کے مقابلے میں کھڑا ہونا ہے۔ بیٹوں نے دشمنوں سے لڑائیاں کرنی ہیں۔ بیٹوں نے دشمنوں سے جنگیں کرنی ہیں۔ اس لیئے بیٹوں کے نام بھی

کڑوے رکھے جاتے ہیں۔ تاکہ دشمن کے حلق میں نام کی کڑواہٹ بھی آئے اور کام کی کڑواہٹ بھی آئے۔ تو قُصی بن کِلاب، کِلاب کے بیٹے کا نام قُصی ہے، یہ جو قُصی ہیں اِن کا اصل نام مُجَمِّع ہے، جمع کرنے والا۔ اِن کو مجمّع اس لئے کہتے ہیں کہ ان سے پہلے عرب بکھرے ہوئے تھے۔ کوئی غاروں میں رہتے تھے، کوئی پہاڑوں میں رہتے تھے، کوئی نالوں اور ندیوں میں رہتے تھے، کوئی کہیں رہتا تھا کوئی کہیں رہتا تھا۔ انہوں نے سب کو جمع کیا اور سب کو جمع کر کے انہوں نے مکہ مکرمہ میں پہاڑ کے دامن میں ان کے گھر بنوا دیئے۔ اور ان کو یہاں رکھا۔ اور یہ جو قُصی ہیں انہوں نے سب سے پہلے عرب میں سفری سلسلہ شروع کیا، تجارت کا سفری سلسلہ۔ ایک گرمیوں میں سفر کرتے تھے اور ایک سردیوں میں سفر کرتے تھے۔ اللہ نے قرآن میں اس کا ذکر کیا ہے:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ . اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ. فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ. الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ. [قریش: ۱۰۶]

اور قصی کے بیٹے کا نام عبد مناف ہے۔ عبد مناف حضور علیہ السلام کے دادے کے والد ہیں۔ یہ انتہائی حسین وجمیل تھے۔ انتہائی خوبصورت تھے اور اِن کی پیشانی پہ حضور علیہ السلام کی نبوت کا نور چمکتا تھا۔ اور عبد مناف کے بیٹے کا نام ہاشم ہے۔

ہاشم اور ان کے فرزند عبدالمطلب کے حالات

ہاشم حضور علیہ السلام کے جدامجد ہیں۔ اللہ کے نبیؐ کے دادا ہیں۔ ہاشم کو ہاشم کیوں کہتے ہیں؟ ہاشم کو ہاشم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ہاشم کا معنی ہے ''شوربے میں روٹی ملانے والا''۔ تو یہ وہ پہلے شخص ہیں جو ثرید بنا کر حاجیوں کو کھلایا کرتے تھے۔ گوشت کے شوربے میں روٹی کے لقمے ڈال کر یہ حاجیوں کو کھلایا کرتے تھے۔ حاجیوں کو پلایا کرتے تھے۔ حاجیوں کی خدمت حضرت ہاشم کا شیوہ ہوا کرتا تھا۔ یہ بہت بڑے شجاع، بہت بڑے بہادر تھے۔

سفر فرمایا شام کا، راستے میں یثرب یعنی مدینہ منورہ میں قیام ہوا، جب یہاں مدینہ میں قیام ہوا تو ایک عورت پر نظر پڑی، یہ خوبصورت بھی تھی اور خوب سیرت بھی تھی۔

نسب بھی اعلیٰ تھا اور حسب بھی اعلیٰ تھا۔ نام اس عورت کا سلمیٰ تھا۔ اس کو پیغامِ نکاح بھیجا۔ اس نے پیغامِ نکاح قبول کیا۔ حضرت ہاشم نے اس سے شادی کی، کچھ عرصہ مدینہ میں رہے اور مدینہ میں رہ کر اپنی بیوی کے ساتھ وقت گزارتے رہے اور پھر شام چلے گئے۔ شام پہنچے تو جا کر بیمار ہو گئے اور وہیں انتقال ہو گیا۔ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

خاندان میں سے کسی کو اس شادی کا پتہ نہیں تھا۔ اِس سلمیٰ نامی خاتون سے ایک بچہ پیدا ہوا، اس بچے کا نام اِس خاتون نے شیبۃ الحمد رکھا۔ شیبہ کا معنیٰ ہوتا ہے سفید، یہ جب بچہ پیدا ہوا تو اس کے سر میں ایک بال پیدائشی سفید تھا، اِس لئے نام رکھا گیا شیبہ، اور حمد کا معنی ہے ''شکر''۔ شیبۃ الحمد، شیبۃ الحمد کا معنی ہوا اللہ کی تعریف کی سفیدی، حمد کی سفیدی، تو یہ بچہ اپنی ماں کے پاس رہتا تھا۔ حضرت ہاشم کا خاندان مکہ میں آباد تھا تو خاندان والوں کو پتہ چلا کہ ہمارا ایک بچہ وہ مدینہ میں ہے اور ہاشم کی ایک شادی مدینہ میں ہے۔ تو ہاشم کے بھائی مُطلب مکہ سے مدینہ آئے اور مدینہ میں آ کر اپنی بھابھی سے ملاقات کی اور بھابھی سے کہا کہ آپ ہماری بھابھی ہیں، اور یہ بچہ ہمارا ہے۔ یہ بچہ ہمیں دے دیں۔ بھابھی نے کہا کہ نہیں یہ بچہ میرے پاس رہے گا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ دیکھو، میں اسے کہیں نہیں لے جانا چاہتا، میں اسے بیت اللہ میں لے جانا چاہتا ہوں، میں اسے حرم میں لے جانا چاہتا ہوں، میں اسے اس کے خاندان میں لے جانا چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے اجازت دے دی۔ تو ہاشم کے بیٹے شیبۃ الحمد کو مُطلب اپنے ساتھ سواری پر بٹھا کر مکہ مکرمہ لے آئے۔ ہاشم کے چار صاحبزادے تھے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ تو چار میں ایک یہ عبدالمطلب ہیں جن کا نام شیبۃ الحمد ہے۔ تین اور ہیں اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ یہ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو چونکہ یہ اُجڑے ہوئے تھے اور بچے کے کپڑے بھی اچھے نہیں تھے، کسی نے مُطلب سے پوچھا کہ مطلب یہ کون ہے؟ کہنے لگے کہ یہ میرا غلام ہے۔ تو اِس سے ان کا لقب پڑ گیا ''عبدالمطلب''، نام عبدالمطلب نہیں تھا۔ نام شیبۃ الحمد تھا۔ عبدالمطلب کا معنیٰ ''مطلب کا غلام''۔

عبدالمطلب کے دو اہم کارنامے

ہاشم کے بعد سردار بنے مُطلب اور مطلب کے بعد سردار بنے ہاشم کے بیٹے ''عبدالمطلب''۔ اللہ کے نبیؐ کے دادا عبدالمطلب سردار بنے اور جب عبدالمطلب سردار بنے تو عبدالمطلب کے اِس اپنے دور میں، اس سرداری میں اللہ نے عبدالمطلب سے دو عجیب کام لئے۔ عبدالمطلب کے دور میں دو عجیب کارنامے سرزد ہوئے۔ یہ انتہائی حسین، جمیل، فصیح، بلیغ اور خوبصورت انسان تھے۔

ایک تو عبدالمطلب کے زمانے کے اندر عجیب کام یہ ہوا کہ عبدالمطلب کو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا کہ عبدالمطلب!

احفر برّہ[1] ...... برہ کو کھودو......

پوچھا:

وما برّہ، برہ کیا ہے؟......

وہ شخص چلا گیا، اگلی رات پھر خواب دیکھا، اب خواب میں اُس نے کہا:

إحفر المضنونہ...... مضنونہ کو کھودو......

انہوں نے پوچھا:

وما المضنونہ ...... مضنونہ کیا ہے؟......

وہ شخص چلا گیا، تیسری رات پھر خواب دیکھا، اُس نے کہا:

إحفر طَيِّبَةُ ...... طیبہ کو کھودو......

انہوں نے پوچھا:

وما طَيِّبَة...... طیبہ کیا ہے؟......

وہ شخص چلا گیا۔ بڑے پریشان ہوئے۔ چوتھے دن پھر خواب دیکھا، اُس نے کہا:

1۔ طبقات ابن سعد جلداول صفحہ نمبر ۸۳، ۸۴ مطبوعہ بیروت۔ البدایہ والنہایہ جلد سوم صفحہ نمبر ۲۔ ذکر تجدید حفر زمزم مکتبہ رشیدیہ۔ خصائص الکبریٰ للسیوطی جلداول صفحہ ۷۵ مکتبہ حقانیہ

اِحفر زمزم...... زمزم کا کنواں کھودو......

اب سمجھ میں آیا کہ میرے اس خواب کی تعبیر کیا تھی؟......صبح کدال لے کر زمزم کا کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ لوگ راستے میں حائل ہو گئے۔ مکہ والوں نے کہا کہ جو کنواں تم کھود رہے ہو اس کنویں میں ہمارا بھی حق ہو گا۔ مالکانہ حقوق ہوں گے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ تم اس کو استعمال تو کر سکو گے لیکن تمہارے مالکانہ حقوق نہیں ہوں گے۔ مالکانہ حقوق میرے ہوں گے۔ میرے خاندان کے ہوں گے۔ یہ خاص ہمارے لئے کنواں ہے اور مجھے اس کے کھودنے کا حکم ملا ہے۔

کنواں کھودا تو اس کنویں میں سے قبیلۂ جُرہم کی تلواریں ملیں، قبیلۂ جرہم کے نیزے مِلے، قبیلۂ جرہم کا سونا ملا، قبیلۂ جرہم کے خزانے ملے، تو حضرت عبدالمطلب نے یہ تیر اور تلواریں جو اس کنویں سے نکلیں تو ان کو کعبے کے دروازے کے ساتھ لٹکا دیں اور یہ جو خزانہ تھا اسے کعبے کے اندر منتقل کر دیا۔ کھودتے کھودتے اس کو اتنا کھودا کہ پانی نکل آیا۔ حضور علیہ السلام کے جدِ امجد عبدالمطلب کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے زمزم کا کنواں کھودا۔ زمزم نکلا تھا آپ کے بڑے دادا اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں سے، پھر دب گیا تھا اور جرہم نے جب یہاں سے ہجرت کی اور یہ ہجرت کر کے جب فلسطین چلا گیا تو بند کر کے چلے گئے تھے۔ اب اس کو کھودا ہے۔ یہ بڑا کارنامہ تھا عبدالمطلب کا۔

عبدالمطلب کی نذر و منّت

عبدالمطلب نے منت [1] مانی تھی، یا اللہ! اگر مجھے آپ دس بیٹے دے دیں تو میں ایک بیٹا آپ کے نام پر قربان کروں گا، ذبح کروں گا۔ اللہ نے عبدالمطلب کو دس بیٹے دے دیئے۔ ایک کا نام عباس تھا، ایک کا نام حمزہ تھا، ایک کا نام ابوطالب تھا، ایک کا نام ابولہب تھا، ایک کا نام قُسم تھا، ایک کا نام خضر تھا۔ ایک کا نام عبددار تھا۔ یہ مختلف نام ہیں۔ یہ حضور علیہ السلام کے چچے ہیں۔ تو بعض روایات میں آتا ہے کہ عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے،

1۔ طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۸۸ مطبوعہ بیروت۔ البدایہ والنہایہ جلد سوم صفحہ ۱۱، ۱۲ مکتبہ رشیدیہ

بعض روایات میں گیارہ اور بعض میں بارہ بیٹوں کا ذکر بھی ہے۔

اور بیٹیاں اس کے علاوہ تھیں۔ ایک بیٹی کا نام بیضاء اور کنیت اُم حکیم تھی، یہ حضور علیہ السلام کی پھوپھیاں آپ کو گنوارہا ہوں، اور ایک کا نام صفیہ تھا، اور ایک کا نام عُروہ تھا، ایک کا نام عاتکہ تھا، ایک کا نام اُمیمہ تھا۔ یہ حضور علیہ السلام کی پھوپھیاں ہیں۔

منت مانی تھی، یا اللہ! مجھے آپ اگر بیٹا دے دیں تو میں اپنا ایک بیٹا آپ کے نام پر ذبح کروں گا، قربان کروں گا۔ تو اللہ نے بیٹے دے دیئے۔ بیٹے جوان ہو گئے، تو لوگوں نے یاد دلایا۔ عبدالمطلب! آپ نے تو منت مانی تھی کہ میں ایک بیٹا اللہ کے نام پر قربان کروں گا۔ تو منت کی تکمیل کا وقت آ گیا ہے۔ تو فرمایا، بالکل ٹھیک ہے۔ اپنے بیٹوں کے نام ایک پرچی پر لکھے اور بیت اللہ میں آئے۔ بیت اللہ میں آ کر قرعہ ڈالا۔ قرعے میں نام حضور علیہ السلام کے والد محترم سیدنا عبداللہ کا نکلا۔ عبداللہ کو پیشانی سے پکڑا، چھری ہاتھ میں لی، ذبح کرنے کے لئے نکل پڑے۔ حضرت عبداللہ کو عبدالمطلب جب ذبح کرنے کے لئے نکلے تو عبدالمطلب کے تمام بیٹوں میں سے سیدنا عبداللہ سب سے حسین تھے، سب سے جمیل تھے، سب سے خوبصورت تھے اور سب سے چمکدار تھے۔ لوگوں کو ان سے محبت تھی۔ قریش آڑے آ گئے اور عبداللہ کے ننھیال بنی مخزوم وہ بھی سامنے آ گئے۔ کہنے لگے، نہیں نہیں یہ بچہ تو ہم ذبح نہیں ہونے دیں گے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ پھر میری منت کا کیا بنے گا؟ کہنے لگے فلاں کاہنہ عورت کے پاس چلے جاؤ، اُس سے جا کے مشورہ کرو کہ مجھے اپنی منت کی تکمیل کیسے کرنی چاہئے۔

کاہنہ کے پاس گئے، اُس نے کہا کہ منت کی تکمیل کی صورت یہ ہے کہ تم جاؤ اور جا کر عبداللہ کا نام ایک پرچی پر لکھو، ۱۰ اونٹوں کو بھی پرچی پر لکھو، پھر قرعہ ڈالو، اگر قرعہ نکلے عبداللہ کا تو عبداللہ کو ذبح کر دینا اور اگر قرعہ نکلے اونٹوں کا تو ۱۰ اونٹوں کو ذبح کر دینا۔ حضرت عبدالمطلب عبداللہ کو لے کر واپس آئے، قرعہ ڈالا۔ عبداللہ اور ۱۰ اونٹوں میں سے قرعہ نکلا عبداللہ کا۔ اب پھر تیار ہو گئے کہ عبداللہ کو ذبح کریں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ

۲۰ اونٹوں کے ساتھ قرعہ ڈالیں، تو انہوں نے ایک طرف ۲۰ اونٹ لکھے، دوسری طرف عبداللہ کا نام لکھا۔ اب پھر قرعہ عبداللہ کے نام کا نکلا۔ پھر لوگوں کے مشورے سے ۳۰ کے ساتھ قرعہ ڈالا، نام پھر نکلا عبداللہ کا۔ پھر ۴۰ کے ساتھ قرعہ ڈالا تو بھی نام عبداللہ کا نکلا۔ پھر ۵۰ کے ساتھ قرعہ ڈالا تو بھی عبداللہ کا نام نکلا، پھر ۶۰ کے ساتھ، ۷۰ کے ساتھ، ۸۰ کے ساتھ، ۹۰ کے ساتھ بھی نام سیدنا عبداللہ کا نکلا۔ جب ۱۰۰ اونٹ کے ساتھ قرعہ ڈالا تو اب نام نکلا ۱۰۰ اونٹوں کا۔ تو سب نے خوشی کے ساتھ اعلان کیا ۱۰۰ اونٹ ذبح ہوں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کے بدلے ۱۰۰ اونٹ ذبح کر دیئے۔ یہیں سے قتل کی دیت ۱۰۰ اونٹ چلی۔ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے بعض کاموں کو شریعت کا حصہ بنایا ہے، اور دین کا حصہ بنایا ہے۔ جمعہ شروع کیا تھا حضور علیہ السلام کے جدامجد نے اور وہ جمعہ بھی اللہ نے برقرار رکھا ہے۔ اور قصاص کا یہ قانون شروع کیا تھا، آپ کے جدامجد عبدالمطلب نے۔ قصاص اور دیت کا یہ قانون بھی اللہ نے بحال رکھا ہے۔ اور دیت کا یہ قانون قیامت تک رہے گا اور قصاص کا قانون بھی قیامت تک رہے گا۔ **ولکم فی القصاص حیٰوۃ یااولی الالباب.** [البقرہ: ۱۸۹/۲]

قرآن بھی کہتا ہے:

وکتبنا علیھم فیھآ أنّ النفس بالنّفس...... [المائدہ: ۴۵/۵]

نفس کا بدلہ نفس ہوگا، جان کا بدلہ جان ہوگا۔ دیت بھی اللہ کا قانون ہے۔ قصاص بھی اللہ کا قانون ہے۔ تو یہ دیت حضور علیہ السلام کے والد کے صدقے اُمت کو ملی ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کے والد کے صدقے امت کو ملی ہے۔ آج لوگوں کو دیت کا قانون یاد ہے۔ وہ امریکی جو اسلام کے دیت اور قصاص کے قانون پر مذاق اڑایا کرتے تھے اور قرآن کا انکار کیا کرتے تھے۔ اب جب وہ سفاک قاتل ریمنڈ ڈیوس قانون کی گرفت میں آیا، اب کہتے ہیں کہ ہم قرآنی قانون کا سہارا لینا چاہتے ہیں۔ ہم دیت دینا چاہتے ہیں۔ دیت دے کر راضی کرنا چاہتے ہیں۔ تو امریکیو! تم نے آدھا قرآن کا قانون پڑھا ہے، پورا

نہیں پڑھا۔ دیت کا دوسرا نمبر ہے پہلا نمبر قصاص کا ہے۔ ان شاء اللہ مقتولین کے ورثاء دیت نہیں بلکہ تم سے قصاص کا مطالبہ کریں گے۔ اپنے آپ کو قصاص اور قانون کے حوالے کرو۔ ہمارے ملک کے قانون کا احترام کرو۔ تمہارے شہری نے ظلم وستم کیا، وہ اسلحہ چلایا جس سے ہڈیاں گل جاتی ہیں، اور بے گناہ مسلمانوں پر فائرنگ کر کے گاجر مولی کی طرح انہیں ذبح کر دیا۔ اور پہلے وہ خفیہ کیا کرتے تھے، اب اعلانیہ کیا۔ تو اس نے یہ سمجھا کہ جیسے خفیہ کیا کرتے ہیں کوئی نہیں پوچھتا تھا، اب بھی کوئی نہیں پوچھے گا۔ آج حکمران دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ادھر عوام ناراض ہوتے ہیں اور اُدھر امریکہ ناراض ہوتا ہے۔ یہ تمہارا امتحان ہے۔ میں نے رات بھی ایک جلسہ عام میں کہا اور سیرت کے دس ہزار کے اجتماع میں میں نے رات بھی کہا کہ اگر ریمنڈ ڈیوس کو تم نے پاکستان سے بھیجا تو وہ اکیلا نہیں جائے گا بلکہ تمہارا بوریا بستر بھی ساتھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور علیہ السلام کی غلامی نصیب فرمائے۔ یہ قسط وار سلسلہ چلتا رہے گا، ہم اگلے جمعہ حضور علیہ السلام کے والد عبداللہ کا تعارف بھی سنیں گے۔ حضور علیہ السلام کی ولادت سے پھر آپ علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا یہ سلسلہ آگے چلائیں گے۔

وما علینا إلا البلاغ المبین.

......☆......

ولادتِ رسول ﷺ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین۔ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی۔[الضحٰی: ٦]

وقال تعالٰی فی مقامٍ اٰخر: لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ۔ [التوبۃ: ۱۲۸/۹] صدق اللّٰہ مولانا العظیم۔

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنک حمید مجید۔ اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنک حمید مجید۔

محترم بزرگو عزیزو اور بھائیو، (آج ۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ ہے) ربیع الاول رحمۃ اللعالمین حضور نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب مہینہ ہے۔ آپکی ولادت کا مہینہ ہے آپ کی ہجرت کا مہینہ ہے آپ کے وصال اور آپ کی وفات کا مہینہ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک آپ کی بعثت کا مہینہ ہے۔

حضور ﷺ کے والدین

حضور ﷺ کے والد محترم کا نام عبداللہ تھا اور جد امجد کا نام عبدالمطلب تھا عبدالمطلب کنیت تھی نام شیبہ تھا۔ عرب کے ہاں ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج تھا۔ عبدالمطلب نے کئی شادیاں کیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کئی بیٹے عطا کیے۔

ان کے ایک بیٹے کا نام حارث تھا۔

ایک بیٹے کا نام عباس تھا۔

ایک بیٹے کا نام حمزہ تھا۔

ایک بیٹے کا نام عبدمناف (ابوطالب) تھا۔

اور ایک بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ جب جوان ہو گئے بعض روایات میں آتا ہے عمر مبارک اٹھارہ سال کی ہوئی بعض روایات میں آتا ہے عمر مبارک پچیس سال کی ہوئی تو عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کی نسبت اور شادی کرنا چاہی۔ خود بھی شادی کے خواہش مند تھے۔ آپ کو ایک یہودی نے، جو تورات اور انجیل کا جاننے والا تھا دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ میں مجھے نبوت کا نور نظر آتا ہے لیکن دوسری طرف مجھے یہی نور بنی زہرہ قبیلے میں نظر آتا ہے تو میرا مشورہ یہ ہے کہ تم بنی زہرہ قبیلے میں شادی کر لینا۔

عبدالمطلب نے عرب کے اس شریف ترین قبیلے بنی زہرہ کے ہاں رشتوں کی تلاش کی تو دو رشتے اکٹھے مل گئے ہالہ بنت ایہاب یعنی ایہاب کی بیٹی ہالہ سے خود شادی کی اور آمنہ بنت وہب سے بیٹے عبداللہ کی شادی کی۔ چنانچہ یہ آمنہ حضور ﷺ کی والدہ محترمہ ٹھہریں اور ہالہ آپکی سوتیلی دادی ٹھہریں ہالہ اور آمنہ ایک ہی قبیلہ سے ہیں اور باہم رشتہ

دار ہیں غالباً چچازاد بہنیں ہیں۔[1]

آپ ﷺ کے والد ماجد کی پاکدامنی اور عفت

حضور ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ کی شادی عرب کے قبیلے بنی زہرہ کی شریف ترین خاتون سیدہ آمنہ سے ہوئی۔ عبدالمطلب اور انکے بیٹے عبداللہ دونوں باپ بیٹا جب شادی کے لئے جا رہے تھے راستے میں ایک یہودیہ فاطمہ نامی خاتون نے حضرت عبداللہ کو دیکھا تو فریفتہ ہوگئی اور پیشکش کی کہ میرے پاس سو اونٹ ہیں تم میرے ساتھ شادی کرلو میں سو اونٹ تمہیں دے دونگی۔ حضور ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ نے فرمایا میں اپنے والد کے ساتھ ہوں سفر میں ہوں، والد کی رفاقت میں جا رہا ہوں، اگر میں آپ کے ساتھ شادی کرلوں تو مجھے یہاں رہنا پڑے گا میں اپنے والد کی کبھی بھی نافرمانی نہیں کر سکتا، اسلئے میں معذرت کرتا ہوں نہ مجھے آپکے سو اونٹ قبول نہ مجھے آپ سے شادی قبول۔ یہ سن کر اس نے گناہ کی دعوۃ دے ڈالی اور کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ گناہ کریں بدکاری کر لیں تو یہ سو اونٹ بھی میں آپکو انعام میں دے دوں گی۔ لڑکی کہتی ہے میں سو اونٹ آپکے دے دونگی۔ اس موقع پر حضور ﷺ کے والد محترم نے جو اس وقت عین جوانی کی حالت میں تھے، غیر شادی شدہ تھے، عجیب بات فرمائی، فرمایا:

اما الحرام فالممات دونه فالحل لا احل......

حرام کام کرنے سے بہتر ہے کہ میں مر جاؤں، مجھے موت آجائے، جس کام کی طرف تم مجھے بلاتی ہو میں کبھی بھی اس کو حلال نہیں کروں گا کبھی میں اس کو جائز قرار نہیں دوں گا اور آخر میں فرمایا:

الکریم یحمی نفسه و دینه......

شریف آدمی اپنی عزت کی بھی حفاظت کرتا ہے اور اپنے دین کی بھی حفاظت کرتا

1۔ طبقات ابن سعد: ۹۴/۱۔ باب ذکر تزوج عبداللہ بن عبدالمطلب الخ، دار صادر بیروت۔
البدایۃ والنہایۃ: ۱۱۴۳/۳۔ باب ذکر تزویج عبدالمطلب الخ، مکتبۃ الرشیدیۃ سرکی روڈ کوئٹہ

ہے۔ میں شریف باپ کا شریف بیٹا ہوں میں اپنا دین بھی بچاؤں گا میں اپنی عزت بھی بچاؤں گا۔ یہ اسلام سے پہلے کی بات ہے، شادی سے بھی پہلے کی بات ہے، حضور ﷺ کے حمل اور ولادت سے بھی پہلے کی بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے حضور کا نسب اللہ نے طاہر اور مطہر بنایا ہے پاک اور صاف بنایا ہے حضور ﷺ کے پورے نسب میں آپ سے لے کر حضرت آدمؑ تک کوئی شخص بدکار نہیں گزرا اور کوئی خاتون بدکارہ نہیں گزری۔ تشریف لے گئے شادی ہوگئی واپس آئے، اسی عورت نے دیکھا، اسی لڑکی نے دیکھا اس نے کوئی توجہ ہی نہ کی۔ حضرت عبداللہ حیران ہوئے اور اس عورت سے پوچھا کہ جاتے ہوئے تو تم نے مجھے نکاح کی بھی دعوت دی تھی زنا کی بھی دعوت دی تھی اور اب تو تمہاری توجہ ہی نہیں؟ وہ کہنے لگی یہاں سے جانے کے بعد تم نے کیا کیا؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا میں نے شادی کی ہے۔ اس نے کہا بس جو میرا مقصد تھا وہ ختم ہوگیا ہے میں آپ کی پیشانی میں نور نبوت دیکھ رہی تھی وہ نور نبوت اب کہیں اور منتقل ہوگیا ہے وہ نور نبوت اب کہیں اور جا چکا ہے۔ اور یہ نور کونسا تھا اس نور کا یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ کے نبی انسان نہیں تھے یا بشر نہیں تھے، غلط؛؛......اس نور سے اشارہ ہے نورِ ہدایت کی طرف، اس نور سے اشارہ ہے نور نبوت کی طرف......اس نور سے اشارہ ہے نورِ رسالت کی طرف......جس کے بارے میں اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے لقد جآء کم من اللّٰہ نورٌ وّ کتابٌ مّبین. وہ نور ہدایت کا نور ہے اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ہدایت کا نور آگیا قرآن کی شکل میں آگیا کتاب کی شکل میں آگیا اللہ کے کلام کی شکل میں آگیا یہ نور تھا۔[1]

حضور ﷺ کے حمل کی برکات

شادی ہوگئی حضور ﷺ کے والد محترم کی اور شادی کے فوراً بعد حمل ہوگیا، سیدہ آمنہ حاملہ ہوگئیں......عجیب کرامات ارہاصات کا ظہور ہوا اس عرصے کے اندر نو مہینے حضور

1۔طبقات ابن سعد:۱/۹۵،۹۶۔باب ذکر المراۃ التی عرضت نفسھاعلی عبد اللہ بن عبد المطلب، دار صادر بیروت۔البدایۃ والنھایۃ:۲/۱۴۳،۱۵۔باب ذکر تزویج عبدالمطلب الخ،مکتبۃ الرشیدیۃ سرکی روڈ کوئٹہ

اپنی والدہ محترمہ کے پیٹ میں رہے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا کہ دس مہینے پیٹ میں رہے بعض نے لکھا آٹھ مہینے یا دس مہینے اللہ کے نبی اپنی والدہ محترمہ کے پیٹ میں رہے۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں آپ میرے پیٹ میں تشریف لائے کوئی مجھے پتہ نہ چلا حالت حمل میں عورتوں کو جو تکالیف ہوتی ہیں پریشانی ہوتی ہے خواتین کے ساتھ جو امراض ہوتے ہیں مجھے کچھ بھی نہ ہوا، نہ مجھے بوجھ محسوس ہوا نہ مجھے کوئی تکلیف ہوئی بس اتنا پتہ چلا کہ میرے ایام بند ہو گئے ہیں۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں اسی حمل کے اندر درخت مجھے سلام کرتے تھے پتھر مجھے سلام کرتے تھے میں عجیب عجیب چیزیں دیکھا کرتی تھی۔

آپ ﷺ پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گئے

حضور ﷺ ابھی والدہ محترمہ کے پیٹ میں تھے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ عبداللہ وفات پا گئے۔ جناب عبداللہ اپنے ننھیال مدینہ منورہ گئے، بنی نجار گئے، ایک مہینہ جا کر وہاں ٹھہر گئے وہاں پر بیمار ہوئے، عبدالمطلب کو مکہ میں پتہ چلا کہ عبداللہ مدینہ میں بیمار ہیں تو اپنے بیٹے حارث کو بھیجا کہ جاؤ بھائی کا پتہ کر کے آؤ عبداللہ کا پتہ کر کے آؤ۔ حارث کہتے ہیں میں عبداللہ کا پتہ کرنے مدینہ آیا تو پتہ چلا وہ وفات پا چکے ہیں اور دار النابغہ میں دفن بھی ہو چکے ہیں۔ میں واپس آیا عبدالمطلب کو آکر اطلاع دی کہ آپ کے لخت جگر اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ عبدالمطلب کے تمام بیٹے بیٹیاں عبداللہ کے بھائی بہنیں سب پر صدمہ آیا، سیدہ آمنہ بیوہ ہو گئیں، حضور ﷺ پیدا ہونے سے پہلے یتیم ہو گئے۔ [1]

سائے پسند نہ آئے پروردگار کو
بے سایہ کر دیا اُس سایہ دار کو

اللہ نے بے سایہ کر دیا یتیم پیدا کیا۔

الم یجدک یتیمًا فاٰوٰی. ووجدک ضالًّا فھدٰی. [الضحٰی:۹۳/۶،۷]

میرے اللہ نے اپنے حبیب کو یتیم پیدا کیا اور یتیم پیدا کر کے فرمایا میں آپ اپنے

1۔ البدایہ والنھایہ:۳/۳۵،۳۶۔ باب صفۃ مولدہ الشریف علیہ الصلاۃ والسلام، مکتبۃ الرشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔ طبقات ابن سعد:۱/۹۹۔ باب ذکر وفاۃ عبداللہ بن عبدالمطلب، دار صادر بیروت

نبی کا سہارا بن گیا ہوں۔ بعض علماء نے لکھا حکمت یہی تھی مصلحت یہی تھی اللہ کی نظر میں کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی کا احسان حضور پر رکھنا نہیں چاہتے تھے، اپنا احسان رکھنا چاہتے تھے، کوئی واسطہ کوئی وسیلہ رکھنا نہیں چاہتے تھے، کوئی سبب رکھنا نہیں چاہتے تھے، بغیر واسطے کے سبب کے اللہ خود پرورش کرنا چاہتے تھے۔ اور ساتھ یہ بھی حکمت تھی کہ کل کو حضور کا جھنڈا مشرق و مغرب میں شرق و غرب میں شمال و جنوب میں عرب و عجم میں لہرائے تو اللہ کے نبی کو اپنا ماضی بھی یاد آئے کہ ایک یتیم کو اور ایک دُرّ یتیم کو اور ایک بے سہارا کو رب نے اتنی عزت دی ہے کہ اب چرچے عرب و عجم میں، شرق و غرب میں، کتاب اللہ اور قرآن میں اور پوری دھرتی میں ہیں تو اللہ کا اور زیادہ شکر ادا کریں۔

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں حضور میرے پیٹ میں تھے ایک دن مجھے کچھ کچھ نیند تھی اور کچھ کچھ میں جاگ رہی تھی، نینداور بیداری کی حالت میں تھی۔ مجھے کہنے والے نے کہا:

انک حملت سید العالمین......

آمنہ تجھے مبارک ہو تو سارے جہاں کے سردار کو اپنے پیٹ میں لیے پھر رہی ہے،

انکِ حملتِ سید العالمین......

سارے جہاں کا سردار تیرے پیٹ میں ہے،

اذا وضعته ...... جب تیرے اس بچے کی ولادت ہو

فسمیه محمدا او احمدا...... اس بچے کا نام محمد رکھنا یا احمد رکھنا۔

یہ اللہ کی طرف سے فرشتے نے پیغام پہنچایا سیدہ آمنہ کو۔ سیدہ کہتی ہیں اسی حمل کی حالت میں نیند میں میں نے ایک روشنی دیکھی ایک نور دیکھا مکہ کے مکان میں لیٹ کر سو کر میں نے نور دیکھا روشنی دیکھی اس روشنی سے مجھے بصریٰ اور شام کے محلات دکھائی دیے۔ حضور والدہ کے پیٹ میں ہیں، باعث زحمت بن کے نہیں آئے باعث رحمت بن کر آئے اور یہی نبیوں کی شان ہوا کرتی ہے۔[1]

1۔ الخصائص الکبریٰ: ۱/۲/۷، ۳/۷۔ باب ماوقع فی حملہ من الایات، المکتبۃ الحقانیہ محلّہ جنگی پشاور، پاکستان

یومِ ولادت میں اختلاف

لوگ آج کل کرسمس منا رہے ہیں کوئی پتہ نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کب ہوئی کہتے ہیں ۲۵ دسمبر کو ہوئی۔ قرآن تو کہتا ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت مریم علیہا السلام کھجور کے تنے کے نیچے چلی گئیں اوپر سے کھجوریں تھیں تو کھجوریں دسمبر کے مہینے میں نہیں ہوا کرتیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی والدہ کے پیٹ میں رہے وہ بچہ بھی برکتوں والا، لیکن اِس بچے کی برکتوں کی انتہا کوئی نہیں۔ ولادت کا وقت آ گیا، وضع حمل کا وقت آ گیا، ربیع الاول کا مہینہ تھا، پیر کا دن تھا، ان دو باتوں پر تو سیرت نگار متفق ہیں مہینہ ربیع الاول کا، دن پیر کا سوموار کا، موسم بہار کا، فجر کا وقت تھا تاریخ دو تھی یا آٹھ تھی یا بارہ تھی یا سترہ تھی یا اٹھارہ تھی، یہ سارے اقوال لکھے ہیں علماء نے، کوئی یقینی بات نہیں ہے۔ جب حضور ﷺ کی ولادت میں اختلاف ہو گیا تو پتہ چلا کوئی میلاد اور ولادت منانے کا صحابہ میں امت میں رواج نہیں تھا۔ اگر رواج ہوتا تو یہ اختلاف نہ ہوتا جب دن منانے کا رواج ہو تو ہر کسی کو یاد رہتا ہے۔ یہ اختلاف تو تبھی ہو سکتا ہے نا کہ رواج نہیں تھا۔ نہ آپ علیہ السلام نے اہتمام فرمایا، نہ صحابہؓ نے اہتمام فرمایا، نہ اہل بیتؓ نے اہتمام فرمایا۔ کسی نے کہا دو ربیع الاول تھا کسی نے کہا آٹھ ربیع الاول تھا، کسی نے کہا بارہ ربیع الاول تھا، کسی نے کہا سترہ ربیع الاول تھا، کسی نے کہا اٹھارہ ربیع الاول تھا۔

ولادت کے وقت والدہ ماجدہ کے مشاہدات

ربیع الاول کا مہینہ تھا موسم بہار کا تھا دن سوموار کا تھا وقت فجر کا تھا آقائے نامدار دنیا میں تشریف لائے، حضور علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے ولادت ہوئی تو ولادت کے وقت بھی اللہ نے عجیب کرامات کا ظہور فرمایا، نبی کا نبوت سے پہلے جو خرق عادت کام ہو اس کو کہتے ہیں ارہاص! معجزے کی طرح ہوتا ہے ولادت کے وقت بیداری کی حالت میں کمرہ روشن ہو گیا۔ آپ کی دایہ عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اس کا نام شفا تھا۔ آپ ﷺ کی والدہ

آمنہ تھیں۔اس دایہ نے بھی یہ روشنی دیکھی،آمنہ نے بھی روشنی دیکھی کمرہ روشن ہو گیا۔صرف کمرہ روشن نہیں ہوا پھر ایک ایسا نور نکلا جس نے ایک بار پھر شام کے محلات کو روشن کر دیا، بصریٰ کے محلات کو روشن کر دیا۔

ولادت ہوئی، ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو گندگی میں لپٹا ہوتا ہے، حضور ﷺ پاک اور صاف پیدا ہوئے،مطہر پیدا ہوئے۔ ہر بچہ جب ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو غیر مختون پیدا ہوتا ہے،اس کا ختنہ کیا جاتا ہے،اللہ کے نبی مختون پیدا ہوئے آپ کا ختنہ کیا ہوا تھا،غسل بھی کیا ہوا تھا، پاک تھے پاک بن کر آئے...... پاک بنانے والے آئے...... بن کے آئے......طاہر بھی تھے مطہر بھی تھے...... پاک بھی تھے پاک باز بھی تھے...... پاکی کو پسند کرتے تھے اور پاک کرنے کے لیے آئے اور اللہ کے نبی ختنہ شدہ آئے مختون آئے اس دھرتی کے اندر۔اور حضور ﷺ جب آئے تو آپ کی ناف بھی کٹی ہوئی تھی۔اور آپ سنتے ہیں جب پیدا ہوئے تو ولادت کے وقت آتش کدہ ایران بجھ گیا۔سو سال سے یہاں آگ جل رہی تھی اور لوگ اس کو پوج رہے تھے۔اس کا سجدہ کر رہے تھے۔آپ ﷺ کے پیدا ہوتے ہی یہ آتش کدہ ایران بجھ گیا۔کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے،کسریٰ فارس کا بادشاہ تھا ایران کا بادشاہ تھا،عراق ایران اور افغانستان یہ ایک ہی خطہ تھا اور یہ اس وقت دنیا کی سپر طاقت تھی۔اس سپر پاور کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔

ایک یہودی عالم کا واقعہ

آپ علیہ السلام کی جس شب ولادت ہوئی،اگلے دن ایک یہودی مدینہ سے مکہ آیا ہوا تھا،قریش کا مہمان تھا،اس نے قریشیوں سے پوچھا کہ قریشیو بتاؤ رات یہاں تمہارے ہاں کسی بچے کی ولادت ہوئی؟انہوں نے کہا ہمیں پتہ نہیں کہ بچے کی ولادت ہوئی ہم نہیں جانتے۔اس نے کہا وقت نوٹ کر لو گزشتہ شب کسی بچے کی ولادت ہوئی تحقیق کر کے آؤ اور میں یہ بھی تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ جو بچہ پیدا ہوا ہے یہ نبی آخر الزمان ہے خاتم النبیین ہے اور یہ پیدا ہونے والا بچہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے جس کے اوپر

چھوٹے چھوٹے بال ہیں۔ جاؤ پتا کرو رات کا وقت تھا سب لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے اپنے گھروں میں جا کر یہ بات بتائی۔ گھر والوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ بالکل ٹھیک کہتا ہے، رات ایک بچے کی ولادت ہوئی، وہ عبداللہ کا دُرّ یتیم ہے عبدالمطلب کا پوتا ہے آمنہ کا لخت جگر ہے...... واپس آ کر اس کو بتلایا اس نے کہا مجھے لے چلو، جب لے گئے تو اس نے کہا میں بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں اس نے بچے کو دیکھا، اس نے حضور علیہ السلام کو دیکھا اور پشت سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو مہر نبوت موجود تھی، تو اس کی چیخ نکلی اور وہیں پر بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کیا ہوا، کہنے لگا کیا ہوا؟ نبوت بنی اسرائیل سے نکل چکی اور بنی اسماعیل میں آ گئی اور یہ دو جہاں کا سردار نبی ﷺ آیا ہے اور مکہ والو یاد رکھو یہ تم پر ایسی کاری ضرب لگائے گا کہ جس کا چرچا اور شہرہ مشرق میں ہوگا، مغرب میں ہوگا دنیا پوری میں اس کا اعلان ہوگا اور دنیا تک یہ بات پہنچے گی اور یہ سارے جہاں کا سردار ہوگا، یہ سارے جہاں کا سردار ہوگا، نام رکھا گیا محمد ﷺ ! [1]

ربیع الاول میں ولادتِ رسول ﷺ کی حکمتیں

اب یہاں پر ایک چھوٹا سا علمی اشکال ہے میں وہ آپ کے سامنے نقل کرنا چاہتا ہوں۔ علماء نے لکھا ہے مہینوں میں سب سے افضل مہینہ رمضان ہے، رمضان روزوں کا مہینہ ہے افضل مہینہ ہے اس کی ایک رات لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل ہے لیلۃ القدر خیر من الف شہر، پھر محرم الحرام افضل مہینہ ہے اس لیے کہ محرم اشہر حرم میں سے ہے اور اس کو اللہ کے نبی نے فرمایا: شهر الله المحرم یہ اللہ کا مہینہ ہے اور راتوں میں لیلۃ القدر سب سے مبارک رات ہے سب سے افضل رات ہے۔

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی ولادت کے لیے رمضان کو نہیں چنا...... اللہ نے اپنے نبی کی ولادت کے لیے محرم کو نہیں چنا...... اللہ نے اپنے نبی کی ولادت کے لیے لیلۃ القدر کی

1۔ البدایہ والنھایہ: ۳۶/۳-۴۶، باب صفة مولده الشریف علیه الصلاة والسلام، مکتبۃ الرشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔ طبقات ابن سعد: ۷۸/۱-۹۰، دار صادر بیروت

شب کو نہیں چنا...... پندرہ شعبان کی رات کو نہیں چنا...... جمعرات کو نہیں چنا......عیدین کی راتوں کو نہیں چنا حالانکہ وہ افضل راتیں ہیں۔ سوموار کا دن چنا ہے، ربیع الاول کا مہینہ چنا ہے، وجہ کیا ہے؟

کبھی یہ میلاد بھی سنا کرو نا! سچی میلاد بھی سنا کرو وجہ کیا ہے...... علماء نے بڑی عجیب باتیں لکھی ہیں۔ فرمایا دیکھو حضور ﷺ کی ولادت کے لیے موسم چنا گیا بہار کا...... مہینہ چنا گیا ربیع الاول کا، کیوں؟ موسم بہار کا چنا اس لیے کہ بہار کا وہ موسم ہے جس موسم کے اندر لکڑی پہ بھی سبزہ آجاتا ہے۔ یہ وہ موسم ہے جس موسم کے اندر زمین میں چھپے ہوئے بیج کو بھی زندگی مل جاتی ہے، حیات مل جاتی ہے۔ موسم بہار کا وہ موسم ہے کہ جس میں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہوتا ہے رونق ہی رونق ہوتی ہے، خوشحالی ہی خوشحالی ہوتی ہے اور ہر طرف ہر چیز اعتدال پر ہوتی ہے ہوا میں اعتدال ہے۔ نہ خشکی ہے نہ تری ہے، نہ گرمی ہے نہ ٹھنڈک ہے، موسم پیارا بن جاتا ہے اور یہ جو راتیں تھیں جن میں اللہ کے نبی کی ولادت ہوئی یہ بھی ایام بیض تھے، چاندنی راتیں تھیں اور چاندنی راتوں میں یہ جو چاند کی روشنی تھی یہ بھی اعتدال والی تھی، بھینی بھینی تھی۔

اللہ نے موسم بہار کا چن کر اشارہ کر دیا ہے کہ لوگو جیسے یہ موسم آیا ہے بہار کا موسم ہے اس میں خشک چیز تر ہو جاتی ہے اور مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، لوگو ویرانہ آبادی میں تبدیل ہو جاتا ہے، ہر طرف سبزہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی میرا ایسا نبی آرہا ہے جو مردہ دلوں کو زندہ کرے گا...... جو کفر کو ایمان میں بدلے گا...... جو شرک کو توحید میں بدلے گا...... جو بد عملی کو اعمال میں بدلے گا...... جو بے حیائی کو حیا میں بدلے گا اور جو فحاشی اور عریانی کو پاکدامنی میں بدلے گا...... جو دنیا میں انقلاب لائے گا۔ بہار کے موسم نے مادی دنیا میں زندگی عطا کی اور میرے آقا نے روحانی دنیا میں کائنات کو زندگی عطا کی۔ موسم بہار کا چنا مہینہ ربیع الاول کا کیوں؟ ربیع کا معنیٰ بھی بہار ہوتا ہے، پہلی بہار! فرمایا اصل بہار اس بہار کو نہ سمجھو جو درختوں کو اُگاتی ہے، اصل بہار تو اس مہینے کی بہار ہے جس میں حضور آئے۔

حضورﷺ دنیا میں بہار لائے۔ پھر اشارہ کیا یہ نبی فضیلت والا...... یہ نبی کمال والا...... یہ نبی شان والا...... یہ نبی مقام والا...... یہ نبی درجے والا...... یہ نبی مرتبے والا...... اگر رمضان میں پیدا ہوتے تو دنیا سمجھتی نبی کو مقام ملا ہے محرم کی وجہ سے، فرمایا نہیں نہیں میرا نبی شان لینے نہیں آیا، میرا نبی فضیلت لینے نہیں آیا، میرا نبی شان دینے آیا ہے...... فضیلت دینے آیا ہے...... ربیع الاول میں پیدا کیا اور پیدا کر کے حضورﷺ کی وجہ سے ربیع الاول کو شان عطا کر دی...... ربیع الاول کو مقام عطا کر دیا...... ربیع فی ربیع فی ربیع......!! رمضان تو پہلے سے احترام والا ہے لوگ سمجھتے رمضان نے حضور کو احترام دیا فرمایا نہیں نہیں، حضور نے ربیع الاول کو مقام دیا ہے۔ دن سوموار کا کیوں؟ سوموار درمیانہ دن ہے ہفتے کا۔ ہفتہ شروع ہوتا ہے ہفتہ سے۔ ہفتہ، اتوار، پھر آتا ہے سوموار، پھر منگل، بدھ، جمعرات...... وسط ہے، درمیان ہے اور حضورﷺ کے مزاج میں بھی اعتدال ہے یہ امت بھی درمیانی ہے۔

وکذالک جعلنکم امۃ وسطا...... [البقرہ: ۲/۱۴۳]

پھر ایک حکمت اور بھی بڑی عجیب بیان کی، فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے مختلف دنوں میں مختلف چیزوں کو پیدا کیا۔ حدیث میں آتا ہے اللہ نے نور کو پیدا کیا بدھ کے دن، نور بدھ میں پیدا ہوا اور علم نور ہے اس لیے علماء جب کتابیں شروع کراتے ہیں مدارس میں تو بدھ کے دن کراتے ہیں۔ ہمارے ہاں عموماً پڑھائی شروع ہوتی ہے تو بدھ کے دن ہوتی ہے، کیوں؟ صرف اسی وجہ سے کہ اللہ نے نور کو بدھ کے دن پیدا کیا تھا اور علم بھی نور من اللہ، اللہ کا نور ہے۔ پہاڑوں کو اللہ نے منگل کے دن پیدا کیا تھا اور دوستو درختوں کو اللہ نے سوموار کے دن پیدا کیا تھا۔ درخت پیر کے دن پیدا ہوئے درخت سے مراد نباتات ہیں نباتات میرے اللہ نے پیر کے دن پیدا کیے۔ تو گویا میری تمہاری روزی پیر کو بنی، میرا تمہارا رزق پیر کو بنا، میری تمہاری خوراک پیر کے دن بنی اور میری تمہاری کھانے کی چیزیں پیر کے دن بنیں۔ میرے اللہ نے حضورﷺ کو بھی پیر کے دن بھیجا کہ تمہاری جسمانی خوراک بھی پیر کو آئی، میں تمہاری روحانی خوراک بھی پیر کو دے رہا ہوں، سوموار کو دے رہا ہوں۔ اس

لیے دن سوموار کا چنا اور وقت فجر کا چنا، وقت فجر کا تھا:

اِنَّ قرآن الفجر کان مشھودًا...... [الاسراء: ۷۸/۱۷]

فرشتوں کے آنے کا وقت ہے، اللہ کی رحمت کے نزول کا وقت ہے، دن کی ابتدا ہے، سویرے کا وقت ہے، اندھیرے کے ٹلنے کا وقت ہے اور سویرے کے آنے کا وقت ہے۔ اور فجر کے وقت حضور ﷺ تشریف لائے۔ تو اشارہ ہو گیا اب اندھیرا ٹلنے والا ہے لوگو اب ہدایت کا نور آنے والا ہے، جیسے فجر آتی ہے تو سورج لاتی ہے۔ فرمایا جیسے وہ مادی سورج آئے گا آفتاب آئے گا، آج فجر کے وقت آفتابِ نبوت طلوع کر رہا ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا...... [الاحزاب: ۴۶،۴۵/۳۳]

''یہ شاہد بھی ہے یہ نذیر بھی ہے یہ بشیر بھی ہے یہ مبشر بھی ہے یہ داعی الی اللہ بھی ہے یہ سراج منیر بھی ہے۔''

یہ چمکتا ہوا سورج بھی ہے یہ چمکتا ہوا چراغ بھی ہے وقت فجر کا تھا اور نام کیا رکھا سارے کہہ دو محمد! سب کہہ دو صلی اللہ علیہ وسلم۔ سبحان اللہ! یہ نام بھی اللہ نے اپنے حبیب کے لیے چھپا کے رکھا تھا چنا ہی حضور کو تھا محمد کا کیا معنیٰ ہوتا ہے اس کے لیے مستقل وقت چاہیے پھر کبھی بیان کروں گا انشاء اللہ کہ حضور کو محمد کیوں کہتے ہیں محمد کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اور علماء نے اس اسم محمد کے کمالات بیان کیے...... تم لڑتے رہتے ہو انگوٹھے چومیں یا نہ چومیں...... تم درود پڑھو تمہیں چومنے کی ضرورت ہی نہیں اللہ نے اپنے حبیب کا نام ہی اسی طرح بنایا ہے کہ جب اپنے نبی کا نام لیتے ہو تو لب ایک دوسرے کو خود چوم لیتے ہیں...... ایک بار نہیں دو بار چوم لیتے ہیں...... کہو محمد! کیسے چوما؟ صلی اللہ علیہ وسلم!!

درود پڑھنے کی فضیلت اور اہمیت

تم درود پڑھو فضیلت درود پڑھنے کی ہے...... ایک بار پڑھو دس نیکیاں، دس

رحمتیں، دس گناہ معاف، دس درجے بلند[1] تم درود پڑھو زمین پر شجاعباد میں رب پہنچائے گا روضہ رسول پر صلی اللہ علیہ وسلم۔ درود پڑھو ضرور پڑھو صبح پڑھو شام پڑھو دن پڑھو رات پڑھو، میرا تو ایمان اور عقیدہ ہے قسم خدا کی نماز میں درود نہ ہو نماز قبول نہیں...... لوگو تلاوت کے بعد اور وظیفہ کے بعد درود نہ ہو تو وظیفہ قبول نہیں...... دعا میں درود نہ ہو تو دعا قبول نہیں۔ اللہ نے درود میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ درود پڑھو مصیبتیں ٹلیں گی...... درود پڑھو رب کا قرب ملے گا...... درود پڑھو نبی کی جنت میں رفاقت ملے گی...... درود پڑھو حضور کی شفاعت ملے گی...... درود پڑھو اللہ کے نبی کا پیار ملے گا اور درود پڑھو اللہ کی طرف سے برکتیں ملیں گی!!

لیکن پڑھو ایسے جیسے حضور ﷺ نے فرمایا، حضور ﷺ نے سکھایا اور وہی پڑھو جو حضور ﷺ نے عطا کیا۔ نماز اپنی طرف سے بنی بنائی نہیں پڑھتے...... روزہ اپنا بنا بنایا نہیں رکھتے...... حج اپنا بنا بنایا نہیں کرتے...... درود بھی اپنا نہ بنایا کرو! درود بھی وہی پڑھو جو حضور ﷺ نے خود سکھائے اور وہ جملے الفاظ موجود ہیں جو حضور ﷺ نے سکھائے۔

میں کتنی خوبصورت حضور ﷺ کی تعریف کروں خدا کی قسم میری زبان میں وہ تاثیر نہیں ہے، یہ گندی زبان ہے، گناہوں سے لبریز زبان ہے، میرا گندا وجود ہے گناہوں سے لبریز ہے اور جو جملے میرے آقا کی زبان سے نکلے، وہ مطہر زبان ہے...... منزہ زبان ہے...... پاک زبان ہے...... صاف زبان ہے...... وحی والی زبان ہے...... سچ بولنے والی زبان ہے...... قرآن پڑھنے والی زبان ہے...... اس میں جو تاثیر ہوگی پوری کائنات کی کہی ہوئی بات میں وہ تاثیر نہیں جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے بول میں تاثیر ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں مسنون عمل کرو مسنون درود پڑھو۔

اللہ ہم سب کو حضور کی سچی محبت اور سچی غلامی نصیب فرمائے۔ آمین

......☆......

1۔ سنن النسائی: ۵۰/۳، کتاب السہو، باب الفضل فی الصلاۃ علی النبی ﷺ، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔ مشکوۃ المصابیح: ۸۷/۱، کتاب الصلوۃ، باب الصلاۃ علی النبی وفضلہا، مکتبۃ الرحمانیۃ

ہمارے آقا ﷺ کا بچپن اور لڑکپن

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا. [الاحزاب: ۲۱/۳۳] صدق اللّٰہ العظیم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللّھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

واقعۂ شقِ صدر کی تفصیلات

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! سلسلہ وار سیرتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آج ہمارا پانچواں درس ہے۔ گذشتہ جمعے بات یہاں تک پہنچی تھی کہ رحمتِ عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ حلیمہ سعدیہ کے گھر میں پرورش پا رہے ہیں، اور سیدہ حلیمہ کا گھر مکہ مکرمہ سے فاصلے پر بنی سعد کی بستیوں میں تھا۔ حضور علیہ السلام نے یہاں قیام فرمایا۔ آپ علیہ السلام کی عمر مبارک چار سال کی تھی یا پانچ سال کی تھی تو آپ کے ساتھ ایک عجیب اور انوکھا واقعہ رونما ہوا۔ آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرا رہے تھے اور گھر سے ذرا فاصلے پر تھے، دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے، انسانی لباس پہنا ہوا تھا اور انسانی شکل اختیار کی ہوئی تھی، [1] سفید رنگ کا لباس تھا، اور حضور علیہ السلام کو لے کر لٹایا، لٹا کر سینہ مبارک چاک کیا۔ سینہ مبارک کھول کر سونے کی پلیٹ اور طشتری میں جو جنت سے لائی گئی تھی، اس میں آپ کا قلبِ اطہر اور دل مبارک رکھا۔ زم زم کے کنویں کے پانی سے آپ علیہ السلام کا دل مبارک دھویا، صاف کیا۔ ایک کالے رنگ کا نقطہ تھا، اُس کو دل سے کھرچ کر الگ کیا۔ دل واپس رکھا، سینہ مبارک ملا دیا، سینہ مبارک جوڑ دیا اور چلے گئے۔ آپ کے رضاعی بھائی نے جب یہ ماجرا دیکھا تو گھبرا گئے اور گھبرا کر گھر دوڑتے ہوئے آئے اور گھر آ کے اطلاع دی کہ میرے بھائی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کسی نے یوں نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت حلیمہ کے گھر والے دوڑتے ہوئے یہاں آئے۔ اللہ کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبراہٹ میں کھڑے ہوئے تھے۔ اُسی وقت ہی اٹھ کے کھڑے تھے۔ سارا ماجرا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اِس کو سیرت نگار شرح صدر یا شقِ صدر کہتے ہیں۔ اور قرآن نے جو الم نشرح لک صدرک میں شرح صدر کا ذکر کیا ہے، ایک قول کے مطابق اس کی تفسیر یہ بھی ہے کہ ''ہم نے آپ کے سینے مبارک کو کھول کر، چاک کر کے آپ کے دل مبارک کو صاف کیا''...... یہ شقِ صدر کیا تھا؟ اس سے کیا مقصد تھا؟ سیرت نگار اور محدثین فرماتے ہیں کہ چار مرتبہ حضور

1۔ الصحیح لمسلم جلد اول باب الاسراء برسول اللہ ﷺ إلی السموات، ص: ۹۲۔ قدیمی کتب خانہ

علیہ السلام کی حیات طیبہ میں آپؐ کے ساتھ یہ واقعہ ہوا۔ ایک جبکہ آپؐ چار سال کے تھے، دوسری مرتبہ جب آپ ۱۰ سال کے تھے۔ تیسری مرتبہ نبوت کے وقت اور چوتھی مرتبہ معراج سے قبل۔

آپ ﷺ کے قلبِ مبارک کو دھونے کی حکمت

چار مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کروا کے دل مبارک کو دھویا گیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ محدثین نے لکھا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں ہر آدمی کے دل میں اللہ نے نیکی کا مادہ بھی رکھا ہے اور بُرائی کا مادہ بھی۔ نیکی کی صلاحیت بھی ہے اور بُرائی کی صلاحیت بھی۔ نیکی کی استعداد بھی ہے اور بدی کی استعداد بھی۔ اللہ نے وقتاً فوقتاً اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کو صاف کروا کر بدی کے اثرات سے محفوظ رکھا۔ گناہوں کے اثرات سے پاک اور صاف کیا۔ یہ جو سیاہ نقطہ نکالا گیا، یہ اس طرف اشارہ تھا کہ اللہ کے نبی گناہوں سے پاک ہیں اور یہ جو چھوٹی موٹی لغزشیں آپؐ سے سرزد ہوتی ہیں، اللہ نے اُن کو بھی دھو دیا ہے۔ پھر جنت کی پلیٹ لائی گئی اور زمزم کا پانی لایا گیا۔

زمزم کا پانی جنت کے پانی سے بھی افضل ہے

جنت میں بھی نہریں موجود ہیں، سلسبیل کا چشمہ موجود ہے، شرابِ طہور کی نہریں موجود ہیں لیکن آپؐ کے قلبِ اطہر کو دھونے کے لئے جنت کی نہروں کا پانی نہیں لایا گیا، زمزم کا پانی لایا گیا۔ اس سے اہلِ علم نے استدلال کیا ہے کہ زمزم کے کنویں کا پانی جنت کی نہروں کے پانی سے بھی زیادہ مبارک ہے۔

دنیا کے احکام اور ہیں، جنت کے احکام اور!

پھر اللہ کے نبیؐ کے اس دل مبارک کو سونے کی طشتری میں رکھا گیا۔ اس لئے نہیں کہ سونے کی طشتری کا استعمال جائز ہو، بلکہ اللہ کے نبیؐ نے مَردوں کے لیے سونے اور چاندی کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے۔ فرمایا اللہ نے یہ سونا اور چاندی میری امت کی

عورتوں کے لئے جائز اور میری امت کے مَردوں کے لئے حرام قرار دیا ہے۔اس لیے مرد سونا پہن نہیں سکتا۔نہ سونے کی انگوٹھی پہن سکتے ہو اور نہ ہی سونے کا زیور پہن سکتے ہیں مرد حضرات۔اور چاندی بھی صرف ساڑھے ۴ ماشے انگوٹھی تک اجازت ہے۔اس کے علاوہ بھی چاندی کا استعمال مرد کے لئے ممنوع ہے۔سونے اور چاندی کے بٹن اور سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال گھروں میں اللہ کے نبیؐ نے اس سے منع فرما دیا۔حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جو دنیا میں اس سونے اور چاندی کو استعمال کرے گا اللہ اسے جنت اور آخرت میں سونے اور چاندی کے استعمال سے محروم فرما دیں گے۔

لیکن آج یہ جو سونے کی پلیٹ لائی گئی حضور علیہ السلام کے لئے، یہ دنیا کی پلیٹ نہیں تھی بلکہ جنت کی پلیٹ تھی اور دنیا کے احکام اور ہیں جنت کے احکام اور ہیں۔آج دنیا میں ہمارے لئے شراب پینا حرام ہے۔اللہ کے نبیؐ نے شراب کے سلسلے میں فرمایا ہے:

شراب پینے والے پر اللہ کی لعنت ہے......

شراب بیچنے والے پر اللہ کی لعنت ہے......

خریدنے والے پر اللہ کی لعنت ہے اور اٹھا کر لانے والے پر بھی اللہ کی لعنت ہے......

اٹھا کر دینے والے پر بھی اللہ کی لعنت ہے......[1]

جو کسی کے لئے خرید کر لے جا رہا ہے اُس پر اللہ کی لعنت ہے......

لیکن جنت میں اللہ قرآن میں فرما رہے ہیں وہاں اللہ شرابِ طہور کی نہریں چلا کر ہمیں جنت کی ایسی شراب پلائیں گے کہ جس کا ذائقہ اور جس کا مزہ کائنات میں نہ کبھی پیدا ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ جنت کے احکام اور ہیں۔ وہ دار الجزاء ہے اور یہ دار العمل ہے۔وہ بدلے کا گھر ہے یہ آزمائش کا گھر ہے۔سونے اور چاندی کا استعمال جنت میں ہو گا۔دنیا میں جائز نہیں۔قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے:

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ. [الحج: ۲۲/۲۳]

1۔ ابوداؤد جلد دوم باب العصیر للخمر، صفحہ ۱۶۲۔ مکتبہ رحمانیہ

جنت والے جنت میں سونے کے کنگن پہنیں گے اور چاندی کے کنگن پہنیں گے۔

ولباسهم فيها حرير......

اُن کا لباس ریشم کا ہوگا۔ اور ریشم بھی کیسا؟ موٹا ریشم، باریک ریشم؟......

من استبرق......

اور گدے بھی ریشم کے، بستر کی چادریں بھی ریشم کی، تکیے بھی ریشم کے لیکن دنیا میں استعمال جائز نہیں۔

آپ ﷺ کا معجزۂ شقِ صدر

پھر اللہ کے نبیؐ کا دل مبارک جسم سے الگ کر کے پلیٹ میں رکھ کر دھویا گیا۔ اس سے ایک سبق ملا، اور وہ سبق یہ ملا کہ اللہ کے نبیؐ کے احکام عام دنیا کے احکام اور عام انسانوں کے احکام سے، عام مسلمانوں کے احکام سے مختلف ہیں۔ اللہ کے نبیؐ کی حیات بھی مختلف ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی حیات کا نظام بھی مختلف ہے۔ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص انعامات حاصل ہیں۔ آپ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ دل جسم کا ایسا عضو ہے کہ جس کی حرکت کے ساتھ پورے جسم کی حرکت وابستہ ہے۔ اور یہ سائنس اور میڈیکل کا اصول حضور علیہ السلام نے چودہ سو سال پہلے ارشاد فرمایا:

ألا فی الجسد مُضغة إذا صلحت صلحت جسدُ كلّهٗ وإذا فسدت فسدت الجسد كلّهٗ ألا وهی القلب. [1]

جسم میں خون کا ایک لوتھڑا ہے، ایک بوٹی ہے جب وہ ٹھیک رہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو تو ساری باڈی اور سارا جسم متاثر ہوتا ہے۔ فرمایا، **ألا وهی القلب**...... فرمایا اور وہ ''دل'' ہے۔

یہ حرکت کر رہا ہے تو زندگی ہے اگر اس کی حرکت بند ہوگئی تو زندگی ختم۔ یہی وجہ ہے کہ ہسپتالوں میں ڈاکٹر جب کسی کے دل کی حرکت بند ہو جائے تو زخم لگا کر اُس کے دل کو

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب فضل من استبرأ لدینہ، صفحہ نمبر ۱۳۔ قدیمی کتب خانہ

چلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ شاید دل چل پڑے۔ دل کی حرکت بند ہوئی، موت آ گئی۔ آج بھی سب سے مشکل آپریشن ہارٹ سرجری ہے۔ دل کا آپریشن ہے۔ اور خاص طور پر دل کی چھیڑ چھاڑ، یہ آدمی کی زندگی کے لئے خطرہ ہوتی ہے۔ لیکن اللہ کے نبی کا اعزاز یہ ہے کہ آپ کا دل مبارک جسم سے الگ ہوا۔ آج تک کوئی انسان ایسا نہیں جس کا دل جسم سے الگ کر دو اور وہ زندہ رہے لیکن حضور علیہ السلام کا جسد اطہر اور آپ کا سینہ مبارک آپریشن کیا گیا، سینہ چیرا گیا، دل نکالا گیا، پلیٹ میں رکھا گیا، دھویا گیا، واپس لگایا گیا، ایک مرتبہ نہیں آپ کی حیاتِ طیبہ میں چار مرتبہ ایسا ہوا۔ حضور علیہ السلام کا دل الگ ہوا، اللہ کے نبی پھر بھی زندہ تھے، آپ کی زندگی پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ اور یہیں سے ہمیں مسئلہ سمجھ میں آتا ہے جو کچھ لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتا، اللہ انہیں سمجھ کی توفیق دے کہ......

حضور علیہ السلام کا دل اگر جسم سے الگ ہو تو حضور علیہ السلام کی زندگی پھر بھی باقی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کی روح آپ کے جسم سے الگ ہو تو حضور علیہ السلام کی زندگی پھر بھی باقی ہے......

اللہ کے نبی پھر بھی حیات ہیں اور پھر بھی زندہ ہیں۔

واقعۂ شقِ صدر میں ایک اہم اشارہ

حضور علیہ السلام کے اس معجزۂ شق صدر میں ایک اشارہ اس طرف بھی تھا کہ اس نبی کی امت نے جہاں اور کمالات حاصل کرنے ہیں وہاں ایک کمال یہ بھی حاصل کرنا ہے کہ انہوں نے ہارٹ سرجری بھی کرنی ہے۔ اُس زمانے میں آپریشن کا کوئی تصور نہیں تھا، لیکن آج آپ دیکھیں کہ دل کے آپریشن بھی ہو رہے ہیں، اور اس طرح سینہ جُڑ جاتا ہے کہ بغیر ٹانکوں کے مشینوں کے ساتھ سینے کو جوڑ دیتے ہیں۔ چار مرتبہ یہ شقِ صدر ہوا۔ میں نے آگے سفر کرنا ہے۔

شقِ صدر اور امام رازیؒ کا نقل کردہ واقعہ

حضور علیہ السلام کی چار سال کی عمر میں یہ پہلا شقِ صدر ہوا، سیدہ حلیمہ گھبرا گئیں۔ان کے خاوند ابو حارث گھبرا گئے، اور فیصلہ کیا کہ بچے کو والدہ کے سپرد کر دو۔ایک روایت چار سال کی ہے اور ایک روایت پانچ سال کی بھی ہے۔سیدہ حلیمہ سعدیہ آپ کو لے کر مکہ آئیں اور اللہ کے نبی کو مکہ مکرمہ میں جا کر آپ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ کے سپرد کیا اور جب لے کر آ رہی تھیں، وہاں ایک عجیب، انوکھا واقعہ اور رونما ہوا۔جس کو سیرت نگاروں نے تو نقل نہیں کیا لیکن میں نے یہ واقعہ تفسیر کبیر میں پڑھا ہے جو امام فخر الدین رازیؒ کی لکھی ہوئی ہے۔

فرماتے ہیں کہ سیدہ حلیمہ اپنے اس نونہال کو لے کر اونٹنی پر بٹھا کر مکہ مکرمہ آئیں، ابھی مکہ شہر میں داخل نہیں ہوئی تھیں، اونٹنی بٹھائی اس غرض سے کہ اپنے آپ کو سنبھال لیں، کپڑے ٹھیک کر لیں۔ چونکہ اونٹ جب چلتا ہے تو اس کی ایک خاص حرکت ہوتی ہے۔تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کپڑا اوپر نیچے ہو گیا ہو، کپڑے وغیرہ درست کر لیں۔اُتریں اور بچے کو بھی اُتارا، اور بچے کو اُتار کے کھڑی ہی تھیں اچانک بچہ گم ہو گیا۔حضور آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔حلیمہ بڑی پریشان ہوئیں اور اس پریشانی کے عالم میں دائیں بائیں دیکھا، آگے پیچھے دیکھا، ادھر کو گئیں اُدھر کو گئیں لیکن کہیں سے بچے کا سراغ نہ ملا۔ایک بوڑھا آدمی پھر رہا تھا۔ اُس نے کہا بی بی! پریشان کیوں ہو؟ کہنے لگیں کہ پریشان اس لئے ہوں کہ میرے پاس ایک امانت تھی اور وہ یتیم بچہ تھا، میں اس کی والدہ کے سپرد کرنے اُسے لے کے جا رہی تھی۔ اونٹنی سے اتری ہوں تو بچہ گم ہو گیا ہے۔معلوم نہیں کہ بچہ کہاں چلا گیا۔میں کس منہ سے آمنہ کے سامنے جاؤں گی۔عبد المطلب کو کیا منہ دکھاؤں گی۔میں جا کے کیا بتلاؤں گی کہ بچہ کہاں چلا گیا ہے۔اس مشرک بوڑھے نے کہا (غالباً وہ شیطان تھا) کہ سامنے چلی جاؤ، وہاں بُت کدہ ہے، وہاں جا کر بڑے بت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہو کہ بُت! میرا بچہ کھو گیا ہے، ......میرا بچہ مجھے واپس کر دو۔حضرت حلیمہ سعدیہ (اس وقت تک اسلام نہیں آیا تھا) وہاں

چلی گئیں بُت کدے میں اور بت کدے میں جا کر بُت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا:

یا صنم یاصنم یاصنم، رُد إلیَّ ولدی......

اوبُت! میرا بچہ گم ہوگیا ہے، میرے بچے کو واپس کر دے۔

یہ جملہ حلیمہ کا کہنا تھا کہ بت دھڑام سے زمین پر گرے اور بڑے بت کے درمیان سے ایک چیخ نکلی اور آواز آئی کہ جو بچہ ہمیں توڑنے کے لیے آ رہا ہے ہم اُس کو کیسے برآمد کر سکتے ہیں؟ حلیمہ ڈر گئیں، واپس آئیں اور چار و ناچار، کس و ناکس، پریشان ہو کر مکے آئیں اور عبدالمطلب سے آ کر کہا کہ آپ کا پوتا مکہ سے باہر گم ہوگیا ہے۔ میں شرمسار ہوں، میں تلاش کر رہی ہوں آپ بھی تلاش کریں۔ عبدالمطلب نے مکہ میں منادی کرا دی کہ عبداللہ کے یتیم کو تلاش کرو۔ مکہ کے لوگ دائیں بائیں، آگے پیچھے سب پھیل گئے اور تلاش شروع ہوگئی۔ اللہ کے نبیؐ کی تلاش شروع ہوگئی۔ لیکن جنگلوں اور وادیوں میں گئے، کہیں سے کوئی سراغ نہ ملا۔ تو عبدالمطلب کو جب شام کو رپورٹ ملی کہ بچہ کہیں سے نہیں مل رہا، عبدالمطلب سب سے مایوس ہو کر اللہ کے گھر میں آ گئے اور ربِّ ذوالجلال کے گھر میں اللہ کے گھر کا طواف کر کے، اور مُلتزم کو پکڑ کر، اللہ کے حضور رو کے کہا:

یاربّ رُد إلیَّ ولدی محمّدًا ......یاربّ رُد إلیَّ ولدی محمّدًا. [1]

میرے رب میرے بچے محمد ﷺ کو واپس لوٹا دے...... **رُد إلـــی ولـــدی محمد**...... اے میرے اللہ میرے بچے کو واپس کر کے مجھ پہ احسان کر۔

کہتے ہیں عبدالمطلب نے رو کر، گڑگڑا کر، آنسو بہا کر، عجز و نیاز کر کے جب دعا مانگی، جونہی دعا سے فارغ ہوئے تو حضور علیہ السلام پہلو میں موجود تھے۔ حضور علیہ السلام مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا انتقال

میں حضور علیہ السلام کی زندگی کو بالترتیب بیان کر رہا ہوں، غالباً آج پانچواں

1۔ طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۱۲۔ طبع بیروت

جمعہ ہے، اللہ کے نبیؐ اپنی والدہ کے آغوش میں آئے، تربیت میں آئے۔ عمر مبارک جب چھ سال ہوئی، سیدہ آمنہ کو شوہر کی یاد نے ستایا۔ محمدِ عربی ﷺ کے ابو کی یاد نے ستایا۔ اپنے سُسر حضور علیہ السلام کے جدامجد عبدالمطلب سے کہا، عبدالمطلب ! میں اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کو جانا چاہتی ہوں۔ عبدالمطلب بھی تیار ہوگئے۔

میں نے پہلے بتلایا تھا اللہ کے نبیؐ کی ولادت سے پہلے عبداللہ فوت ہوگئے تھے اور مدینہ میں دفن تھے۔ حضرت عبدالمطلب، سیدہ آمنہ، آپ کے صاحبزادے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ آمنہ کی باندی اُمّ ایمن، یہ مختصر سا قافلہ مدینے روانہ ہوا۔ وہاں مدینہ میں کچھ دن رہے۔ کچھ دن رہنے کے بعد یہ قافلہ واپس مکہ کے لئے روانہ ہوا۔ مقامِ ابواء میں پہنچے تھے کہ آپ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ بیمار ہوگئیں اور یہیں اُن کا وصال ہوگیا، اور وہیں پر دفن ہوئیں۔

عجیب نظام ہے اللہ کا۔ پیدا ہونے سے پہلے رب نے باپ کا سایہ اٹھالیا۔ ۶ سال کی عمر ہے اور اس چھ سال کی عمر میں اپنی امی کی گود میں کتنا عرصہ کھیلے؟ چار سال یا پانچ سال تو سیدہ حلیمہ کے پاس رہے، صرف ایک یا دو سال اللہ نے امی کی گود میں کھیلنے کا موقع دیا۔ پھر امی کو بھی اٹھالیا۔ یتیم اور بے سہارا کر دیا۔

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی. [الضحی: ۹۳/۶]

یتیم کر کے اللہ دنیا کو بتلانا چاہتے تھے کہ لوگو! میں سہارا ساز کو بے سہارا اس لئے کر رہا ہوں کہ میں سارے عارضی اور مجازی سہارے توڑ کر حقیقی سہارا بن کر اس کا ہمیشہ کے لئے سہارا بننا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ خود سہارا بن گئے۔

آپؐ اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں!

چھ سال کی عمر میں والدہ رخصت ہوگئیں۔ اب آپ کی کفالت اور پرورش آپؐ کے دادا عبدالمطلب کے ذمے لگ گئی۔ عبدالمطلب تو مکہ کے سردار تھے۔ کہتے ہیں کہ کعبۃ اللہ کے سائے میں ان کی چارپائی ہوا کرتی تھی۔ اور یہ اتنے ذی وجاہت، ذی حشمت اور

بارعب تھے، ان کے گیارہ بیٹے تھے، کسی بیٹے کو اجازت نہیں تھی کہ بستر پر آ کر بیٹھے۔ چارپائی پرآ کر بیٹھے۔ مکہ والوں کو بھی اجازت نہیں تھی کہ وہ اس سردار کی چارپائی پر بیٹھیں۔ سب نیچے بیٹھا کرتے تھے۔ لیکن ایک محمد (ﷺ) کے دادے کو اپنے پوتے سے اتنا پیار تھا، اور پوتے کو دادے سے اتنا پیار تھا، اللہ کے نبی معصوم بچے تھے، عمر شریف سات سال کی تھی۔ تو حضور آتے اور اپنے جد امجد کے بستر پر بیٹھ جاتے۔ سب نیچے ہوتے، حضور علیہ السلام اوپر ہوتے۔ اور سب عبدالمطلب کے سامنے کھڑے ہوتے، اللہ کے نبی اوپر بیٹھے ہوتے۔ اور بیٹھ کر اپنے دادا کے سینے پر چڑھ جاتے اور کھیلتے اور عبدالمطلب کی آنکھیں اس بچے کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوتیں۔ اس طرح دو سال حضور علیہ السلام کی کفالت عبدالمطلب نے کی۔ کتنے سال؟ دو سال!

عبدالمطلب کا انتقال

اب اللہ کا نظام ہے، آٹھ سال دو ماہ دس دن عمر مبارک تھی، اللہ نے عبدالمطلب کا سایہ بھی اٹھالیا۔ عبدالمطلب بھی دنیا سے چلے گئے۔ والد پہلے چلا گیا، والدہ محترمہ چھ سال کی عمر میں چلی گئیں، ایک دادا پیار کرنے والا تھا، وہ بھی آٹھ سال کی عمر میں چلا گیا۔ آٹھ سال عمر ہی کیا ہوتی ہے؟...... اللہ نے سب سائے اٹھالیے!

؎ سائے پسند نہ آئے پروردگار کو
بے سایہ کر دیا اس سایہ دار کو

اللہ نے اس یتیم کو اتنے مجاہدات سے اور مشکلات سے گزارنا ہوگا کہ بچپن سے اللہ کے نبیؑ مصیبت جھیلنا سیکھ لیں۔ بچپن سے اللہ کے نبیؑ تکلیف اٹھانا سیکھ لیں۔

اللہ کو پتہ تھا کہ کل کو چچا پتھر اٹھا کے مارے گا......
کل کوئی رشتے دار کاہن کہے گا، کوئی رشتے دار مجنون کہے گا......
کوئی شاعر کہے گا، کوئی دیوانہ کہے گا......
کوئی نماز پڑھنے کی حالت میں اوپر اوجھڑ ڈالے گا......

اور کوئی پتھر اٹھا کے پھینکے گا اور کوئی دانت شہید کرے گا......

کوئی چہرے مبارک سے لہو بہائے گا......

کبھی بدر میں جانا پڑے گا، کبھی اُحد میں جانا پڑے گا......

کبھی خیبر میں جانا پڑے گا، کبھی تبوک میں جانا پڑے گا......

کہاں کہاں میرے حبیب کو جانا پڑے گا۔ بچپن سے جفاکش بنایا ہے، بچپن سے محنتی بنایا ہے، بچپن سے تکالیف برداشت کرنے والا بنایا ہے، مصیبتیں برداشت کرنے والا بنایا ہے۔ آٹھ سال کی عمر میں جدامجد عبدالمطلب بھی دنیا سے چلے گئے۔ یہ سب کہنا آسان ہے، لیکن اس کا جھیلنا بڑا مشکل ہے۔ آپ اپنے یتیم بچوں کو دیکھتے ہیں، اللہ کا ایک نظام ہے، جب کسی کا باپ فوت ہو جاتا ہے تو بڑے بڑے سنگ دل آدمی بھی اس موقعہ پر ہل جاتے ہیں۔ کہتے ہیں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اوران بچوں کو دیکھ کر کلمہ پڑھنے والے کا دل ایک دفعہ تو بھر آتا ہے۔ اور یہاں تو اللہ کے نبیؐ پیدائشی یتیم پیدا ہوئے۔

اور والدہ کی گود بھی چھ سال کی عمر میں چلی گئی......

آٹھ سال کی عمر میں دادا بھی رخصت ہو گئے......

اس یتیم کے دل پر کیا بیتی ہو گی؟ کیا گزری ہو گی؟ حضور علیہ السلام کی کفالت کا بیڑا اب آپؐ کے چچا ابو طالب نے اٹھالیا۔

ابو طالب کا دورِ کفالت اور آپ ﷺ کی برکات

آپ ﷺ کے چچاؤں میں سے ابو طالب اب آپ ﷺ کی کفالت کرنے لگے۔ اور ابو طالب کے دل میں اللہ نے اِس بھتیجے کی محبت ڈال دی۔ ابو طالب حضور علیہ السلام کو ساتھ لے کر چلتے تو حضور علیہ السلام ابو طالب کی انگلی پکڑ کر چلا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ابھی بچے تھے کہ مکہ میں قحط آ گیا۔ اتنا قحط آیا کہ کسی کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ تھا، بارشیں رُک گئیں، لوگ ابو طالب کے پاس آئے اور کہا ابو طالب! تم عبدالمطلب کے جانشین ہو، کعبے کے مجاور اور خادم ہو، اللہ سے دعا کرو اللہ بارش برسا دیں۔

ابوطالب نے کہا میں کیا دعا مانگوں؟ یا میری دعا پتا نہیں قبول ہو یا نہ ہو، یہ جو میرا بچہ ہے، عبداللہ کا دُرّ یتیم ہے، میرا بھتیجا ہے، میرے ابوعبدالمطلب کا پیارا ہے، اس بچے، اس معصوم سے کیوں نہ دعا منگوائیں، اِس سے دعا منگواتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس کے ہاتھ جب بھی اُٹھے ہیں اللہ نے اس کے ہاتھ خالی نہیں بھیجے۔ یہ جہاں بھی گیا ہے کامیاب و کامران ہو کے آیا ہے۔ میں اسے جہاں بھی لے کر گیا ہوں برکتوں کے ساتھ واپس آیا ہے۔ ابوطالب نے آپ علیہ السلام کو پکڑا، اور ہاتھ پکڑ کر لے گئے اور آپ کے معصوم ہاتھ اٹھا لئے۔ روایات میں آتا ہے اور سیرت نگار لکھتے ہیں، جونہی اللہ کے نبیؐ نے ہاتھ اٹھائے تو اللہ کی رحمت کو جوش آ گیا۔ بادل بن گئے، بارش ہوگئی، سبزہ ہوگیا اور قحط دور ہوگیا۔ ویرانی اور بحران ختم ہوگیا۔ تو اِدھر اللہ کے نبی کا دعا مانگنا تھا اُدھر اللہ کی رحمت کا ٹپکنا تھا۔ برسنا تھا تو ابوطالب سے رہا نہ گیا، تو ابوطالب نے کہا:

وأبیض یستسقی الغمام بوجهہٖ

ثمال الیتٰمٰی عصمة للارامل [1]

لوگو! میرے بھتیجے کو عام بچہ نہ سمجھنا، یہ سفید مکھڑے اور سفید چہرے والا ہے، سفید، مبارک جسم والا ہے اور **یستسقی الغمام بوجهہٖ**، اس کے چہرے کو دیکھ کر بادل برس پڑتے ہیں۔ یہ لب ہلاتا ہے رب بادلوں کو برسا دیتا ہے۔ اور یہ عام بچہ نہیں **ثمال الیتٰمٰی عصمة للارامل**، یہ یتیموں کا سہارا ہے اور بیوگان کی کفالت کرنے والا ہے۔

حضور علیہ السلام ابھی بچے تھے اور ابوطالب اس وقت یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

حضور ﷺ کی ساری زندگی محفوظ ہے

حضور علیہ السلام ابوطالب کی کفالت میں رہے۔ عمر مبارک بارہ سال کی ہوگئی۔ میں قربان جاؤں، کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اللہ نے اپنے حبیب کی زندگی کا ایک لمحہ اللہ کے نبی کی امت سے نہیں چھپایا۔ آج ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء جو دنیا سے جا چکے، کسی نبی

1۔ خصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ نمبر ۱۴۶ مکتبہ حقانیہ

کا بچپن، کسی نبی کی جوانی، کسی نبی کا بڑھاپا، کسی نبی کی ولادت، کسی نبی کی وفات، کسی نبی کی ہجرت اتنی محفوظ نہیں ہے جتنی زندگی کے حالات حضور علیہ السلام کے محفوظ ہیں۔ پہلے انبیاء کے نام محفوظ نہیں۔ قرآن نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے صرف چوبیس کے نام ذکر کیے ہیں، صرف چوبیس نام نبیوں کے قرآن نے ذکر کیے ہیں۔ چند نام احادیث میں آئے ہیں۔ اکثر کے تو قصے ختم ہو گئے۔

آج کوئی یہودیوں سے پوچھے کہ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کتنی تھی؟ پوری زندگی کی تفصیل بتاؤ......نہیں بتلا سکتے۔

کوئی عیسائیوں سے پوچھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کتنا عرصہ زمین پر رہے؟ اُن میں سے ہر سال کے واقعات وحالات بتاؤ......نہیں بتلا سکتے۔

یہ کمال صرف میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، یہ کمال اس دین کا ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی ولادت سے لے کر وصال تک اللہ کے نبیؐ کی پوری زندگی قیامت کی صبح تک کے لئے اللہ نے محفوظ کر دی ہے۔

سفرِ شام اور بحیرا راہب کی پیشین گوئی

آج آپ سُن رہے ہیں، علماء آپ کو سنا رہے ہیں۔ ہمارے بعض دوست تو ولادت بیان کر کے قصہ ختم کر دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کچھ آگے تو بڑھو۔ کچھ آگے تو چلو۔ حضور علیہ السلام کی ساری زندگی تو لوگوں کو بتاؤ۔ عمر مبارک بارہ سال کی ہوئی عم محترم ابوطالب نے شام کا سفر کیا۔ شام جا رہے تھے اور تجارت کے سفر کے لئے جا رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ کچھ اور بھی قریشی لوگ ساتھ تھے۔ رستے میں ایک جگہ قیام کیا، یہاں ایک راہب رہا کرتا تھا، اور یہاں ایک عیسائیوں کا گرجا گھر تھا، بُحیرہ اس کو کہتے تھے۔ بحیرہ راہب نے جب اس قافلے کو دیکھا، قافلے کو دیکھ کر آپ کے پاس آیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا یہ بچہ وہ ہے جو سید النبیین ہے۔ خاتم النبیین ہے۔ آخری نبی ہے۔ اللہ نے ان کو پوری دنیا کے لئے نبیؐ بنا کے بھیجا ہے۔ یہ اس نے کہا تو قافلہ حیران ہو

گیا۔ انہوں نے کہا تمہیں پتا کیسے چلا؟ تم کیسے اور کیا بات کہہ رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ تم مجھ سے سنو کہ میں نے کیسے یہ بات کہہ دی؟ میں تورات و انجیل کا حافظ ہوں۔ میں نے آسمانی کتابیں پڑھی ہیں، میں اس بچے کی شکل کو دیکھ رہا ہوں، اس کی صورت کو دیکھ رہا ہوں، میں اس کے انداز کو دیکھ رہا ہوں، میں اس کے چہرے کو پڑھ رہا ہوں، ادھر تورات پڑھ رہا ہوں۔ میں اس کے ہاتھوں کو پڑھ رہا ہوں، ادھر انجیل پڑھ رہا ہوں۔ میں اسے آتے ہوئے دیکھا ہے، میں نے جب اِسے آتے ہوئے دیکھا ہے تو اس کو پتھر سلام کر رہے تھے، اس کو پتے سلام کر رہے تھے، اس کو درخت کی ٹہنیاں سلام کر رہی تھیں، اس کو پرندے سلام کر رہے تھے، اس کو اللہ کی ساری مخلوقات سلام کر رہی تھیں، اور میں تمام کتابوں کا عالم ہوں اور جانتا ہوں کہ یہ درخت، یہ شجر، یہ حجر، یہ عام انسان کو سلام نہیں کیا کرتے، یہ سلام کیا کرتے ہیں تو کسی نبی کو سلام کیا کرتے ہیں۔ میں نے سب کو سلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر میں نے اوصاف دیکھے ہیں۔ میں نے چہرہ دیکھا ہے، آنکھیں دیکھی ہیں، رُخسار دیکھے ہیں، ناک، پیشانی، گھنگریالے بال اور حسب ونسب کو دیکھا ہے اور دیکھ کر میرے دل نے گواہی دی ہے کہ یہ آخری نبی ہے۔[1]

اور اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو میں تمہیں ایک اور نشانی بتاتا ہوں۔ میں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے، وہ آخری نبی ہوں گے، اُن کے دونوں کندھوں کے درمیان مُہر نبوت ہوگی۔ تو چلو ذرا دونوں کندھوں کے درمیان کپڑا اٹھا کے دیکھو۔ جب کپڑا اٹھا کر دیکھا، مہر نبوت موجود تھی۔ تو سب کو یقین آ گیا۔ کہنے لگا اب آپ مہمان ہوں گے، میں میزبان ہوں گا۔ میں کھانا تیار کراتا ہوں۔ یہ مبارک قافلہ ہے۔ ایسے جانے نہیں دوں گا۔ اس قافلے نے بھی دعوت منظور کر لی۔ اس نے دعوت اور کھانا تیار کیا۔ کھانا لے کر آیا، اللہ کے نبیؐ اونٹ چرانے کے لئے چلے گئے۔ وہ جب کھانا لے کر آیا اُس نے کہا کہ جس کی دعوت کی ہے وہ صاحب تو نہیں ہے، جس کی دعوت کی ہے وہ مہمان تو نہیں ہے۔ اُن کے

1۔ جامع ترمذی جلد دوم باب ماجاء فی بدء نبوۃ النبی ﷺ صفحہ نمبر ۲۰۳۔ قدیمی کتب خانہ

طفیل تو تمہیں مل رہا ہے، اُن کی برکت سے تو تمہیں مل رہا ہے، اُن کو بلاؤ۔ حضور علیہ السلام کو بلایا گیا۔ آپ علیہ السلام اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے، آپؐ واپس تشریف لے آئے۔[1]

درخت کے نیچے قافلہ بیٹھا تھا۔ سایہ ختم ہو چکا تھا اور اللہ کے نبیؐ ایک کونے میں دھوپ میں بیٹھ گئے۔ جونہی حضور علیہ السلام بیٹھے تو درخت کا سایہ لپک کر اللہ کے نبیؐ کے اوپر آ گیا۔ اُس نے کہا، اودلیلیں پوچھنے والو، دیکھو وہ دیکھو، یا سایہ اُدھر تھا یا سارا سایہ اِدھر آ گیا۔ جب دوپہر ہوتی ہے تو سورج جنوب کی جانب ہوتا ہے تو سایہ شمال کو جاتا ہے اور یہ جنوب میں آ کے بیٹھے ہیں، تو سایہ شمال میں نہیں بلکہ شمال سے ہو کر جنوب میں آ گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اس کا ولی کون ہے؟ بتلاؤ، اس کا کفیل کون ہے؟ بتلاؤ اس کی پرورش کرنے والا کون ہے؟ تو بتلایا گیا کہ یہ خواجۂ ابوطالب ہیں، یہ ابوطالب ہیں۔ تو ابوطالب سے کہا کہ میں ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ ان کو واپس کرو، میں جانتا ہوں کہ یہودیوں کو اس کا انتظار ہے، وہ ان کی تلاش میں ہیں وہ اِن کو قتل کر دیں گے۔ نقصان پہنچائیں گے۔ تو ابوطالب نے راہب کی اس نصیحت پر عمل کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور بلال رضی اللہ عنہ کو آپؐ کے ساتھ کیا۔ اور حضور علیہ السلام کو راستے سے مکہ واپس بھیج دیا۔ یہ آپ علیہ السلام کی بارہ سال کی عمر کا واقعہ ہے۔ پندرہ سال کے ہو گئے حضور۔ میں آپؐ کی زندگی کے اہم اہم واقعات آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ آپ اگر پڑھنے بیٹھیں گے تو آپ کو بہت سی کتابیں پڑھنی پڑیں گی اور میں آپ حضرات سے کہوں گا کہ اگر حضور علیہ السلام سے محبت ہے تو حضور علیہ السلام کی زندگی کو غور سے پڑھو بھی اور سنو بھی۔ اور اپنے بچوں کو بھی جمعہ پہ لایا کرو۔ آپ کے بچوں کو پتہ ہو کہ ہمارے نبیؐ کی چار سال کی عمر میں آپؐ کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا۔ جب آٹھ سال کے ہوئے تو کیا ہوا، بارہ سال کے تھے تو کیا ہوا اور پندرہ سال کے تھے تو کیا ہوا۔

......☆......

1۔ ایضاً

ہمارے آقا ﷺ کا دورِ شباب

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. [التوبۃ: ۹/۱۲۸،۱۲۹]

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: انقطعت النبوّۃ والرّسالۃ فلا رسول بعدی ولا نبیّ .[1] او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام.

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: أنا محمد أنا احمد أنا

1۔ جامع ترمذی جلد دوم باب ذہبت النبوۃ وبقیت المبشرات صفحہ نمبر ۵۳ قدیمی کتب خانہ

الماحی أنا الحاشر أنا العاقب الذی لا نبیّ بعدہٗ.[1] او کما قال علیه الصلوة والسلام.

وقال : کنت أُراء الغنم ...... فی مکه.[2] او کما قال علیه الصلوة والسلام.

صدق اللّٰه ورسوله النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاهدین والشاکرین والحمد للّٰه رب العالمین.

اللهم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراهیم وعلٰی اٰل ابراهیم إنّک حمید مجید. اللهم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراهیم وعلٰی اٰل ابراهیم إنّک حمید مجید.

حربِ فجار چند قبائل کی جنگ تھی

واجب الاحترام حضرات علماء کرام، محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! گذشتہ تقریباً ایک ماہ سے رحمت اللعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے حوالے سے بالترتیب ہر جمعے پر آپؐ کے حالات اور آپؐ کی سیرتِ طیبہ پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ گذشتہ جمعہ بات حضور علیہ السلام کی عمر مبارک کے پندرہویں سال تک پہنچی تھی کہ اللہ کے نبیؐ کی عمر مبارک جب پندرہ سال کی ہوئی تو مکہ میں ایک بہت بڑی خون ریز جنگ ہوئی۔ یہ جنگ قبیلۂ قریش اور قبیلۂ قیس کے درمیان ہوئی۔ اور اس جنگ کے نتیجے میں اللہ کے گھر کے تقدس کو پامال کیا گیا۔ حرمِ کعبہ کا تقدس اور بیت اللہ کا

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ صفحہ ۵۰۱۔ الصحیح لمسلم جلد دوم باب فی اسماءﷺ صفحہ ۲۶۱۔ قدیمی کتب خانہ

2۔ صحیح البخاری جلد اول باب فی رعی الغنم علی قراریط، کتاب الاجارہ۔ صفحہ نمبر ۳۰۱۔ قدیمی کتب خانہ

تقدس، اشہر حرم کا تقدس پامال ہوا، اور بہت سے لوگ اس جنگ میں ہلاک ہو گئے، قتل ہو گئے۔ چونکہ اس جنگ کے نتیجے میں اللہ کے احکام ٹوٹے، اللہ کا حرم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قائم کردہ اس حرم کے تقدس کو پامال کیا گیا۔ اشہرِ حرم کے تقدس کو پامال کیا گیا۔ اشہر حرم میں بھی لڑائی کی اجازت نہیں تھی اور مکہ تو ویسے بھی مکہ ہے۔ اللہ نے فرمایا:

من دخلهٗ کان اٰمنًا......

جو مکہ میں داخل ہو گیا اُسے امن مل گیا۔

حضور علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

لا یسفک فیها دمٌ.

مکہ میں قطعاً خون ریزی نہ کی جائے۔

ولا یعضد فیها شجرًا ...... [1]

مکہ اللہ کا ایسا پیارا شہر ہے، اِس کا اتنا احترام ہے کہ اس کے درخت بھی نہ کاٹے جائیں۔ مزید یہ کہ:

ولا یختلٰی خلاها......

اس کے جنگل، اس کے جنگلوں کو قطع نہ کیا جائے، اس کے جنگلوں کو ختم نہ کیا جائے۔

ولا ینفّر صیدها......

مکہ کے شکاروں کو نہ اڑایا جائے۔ مکہ میں کبوتروں، چڑیوں اور بازوں کو، مکہ میں جنگل کے اور جانوروں کو نہ مارا جائے اور نہ اڑایا جائے، یہ مکہ کا تقدس ہے۔ لیکن اس جنگ میں اس تقدس کو بھی توڑا گیا۔ اور لوگوں کی عزتوں اور لوگوں کے خون سے بھی کھیلا گیا۔ اس لئے اس جنگ کا نام ''حرب الفجار'' پڑ گیا۔ حرب الفجار [2] کا معنیٰ ہے ''گناہگاروں کی

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب لاینفر صیدهٗ۔ صفحہ ۲۴۷ و باب فضل الحرم صفحہ ۲۱۶۔ قدیمی کتب خانہ
الصحیح لمسلم، جلد اول باب تحریم مکۃ صفحہ ۴۳۸۔ قدیمی کتب خانہ

2۔ البدایہ والنہایہ جلد سوم فصل فی ذکر شہودہٖ ﷺ حرب الفجار صفحہ نمبر ۷۹۔ مکتبہ رشیدیہ
طبقات ابن سعد جلد اول ذکر حضور ﷺ حرب الفجار صفحہ نمبر ۱۲۶ مکتبہ طبع بیروت

لڑائی"۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عصمت

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ وہ اللہ کی حفاظت اور اللہ کی نگرانی میں تھے۔ اللہ نے انہیں گناہوں سے بچائے رکھا۔ اور اُن سے نہ صغیرہ گناہ سرزد ہوا اور نہ ہی کبیرہ گناہ سرزد ہوا۔ کوئی نبی ایسا نہیں کہ جس سے صغیرہ یا کبیرہ گناہ سرزد ہوا ہو، حتیٰ کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے بھی جو اللہ نے سخت الفاظ بولے ہیں، "**فعصیٰ اٰدم ربہٗ فغویٰ**" یہ بھی آدم علیہ السلام کا نہ کبیرہ گناہ تھا اور نہ ہی صغیرہ گناہ تھا، لغزش تھی، خلافِ اولیٰ کام تھا۔ بھول تھی۔ لیکن کبھی کام کرنے والا اتنا اونچا ہوتا ہے اور اتنا مقرب ہوتا ہے کہ اللہ اس کی وجہ سے سخت لفظ استعمال فرماتے ہیں۔

تو حضور علیہ السلام بھی معصوم پیدا ہوئے۔ آپؐ نے اپنی نبوت سے پہلے بھی کبھی گناہ نہیں کیا، اور نبوت کے بعد بھی کبھی گناہ نہیں کیا۔ تو یہ جو حرب الفجار ہوئی، یہ دو خاندانوں کی لڑائی تھی۔ دو قبیلوں کی لڑائی تھی اور دو کنبوں کی لڑائی تھی۔ حضور علیہ السلام اس لڑائی میں فریق نہیں بنے۔ حالانکہ نبوت نہیں ملی تھی۔ آپؐ جوان تھے۔ پندرہ سال عمر مبارک تھی۔ آپ کے چچے اس جنگ میں حصہ لے رہے تھے اور لڑ رہے تھے۔ لیکن اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی، کہ اس حرب الفجار میں گناہگاروں اور بدکاروں کی اس لڑائی میں اللہ کے نبیؐ حصہ دار نہیں بنے۔ اور اس سے ایک اور مسئلہ یہ بھی سمجھ میں آیا۔ دو قبیلوں کی لڑائی، دو خاندانوں کی لڑائی، دو برادریوں کی لڑائی، یہ لڑائی اسلام میں نہیں ہے بلکہ یہ جاہلیت کی لڑائی ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی بعثت سے قبل ایسی لڑائیاں لڑی جاتی تھیں۔ اور جو دو قبیلوں اور دو خاندانوں، دو گروہوں یا دو جماعتوں کی نسلی بنیاد پر لڑائی ہو، لسانی اور زبانی بنیاد پر لڑائی ہو تو اس کو حرب الفجار کہا گیا ہے، کہ یہ بدکاروں کی لڑائی ہے۔ یہ گنہگاروں کی لڑائی ہے۔ یہ اللہ کے نافرمانوں کی لڑائی ہے۔ فجار فاجر کی جمع ہے اور فاجر گنہگار کو کہتے ہیں۔

اور حرب کا معنیٰ جنگ ہوتا ہے۔ آج اگر دو برادریاں آپس میں لڑتی ہیں۔ ایک برادری دوسری برادری پر حملہ کرتی ہے، وہ اس پر واپس حملہ کرتی ہے اور ایک خاندان دوسرے خاندان پر حملہ کرتا ہے۔ وہ واپس اُس خاندان پر حملہ کرتا ہے۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے آدمی مار دیتا ہے، وہ پہلے قبیلے کے آدمی مار دیتا ہے۔ تو یہ جاہلیت کی لڑائی ہے، یہ فجار کی لڑائی ہے، یہ فسوق کی لڑائی ہے، یہ گناہ کی لڑائی ہے اور اس لڑائی سے اسلام کے آنے سے پہلے بھی اللہ کے نبیؐ بیزار تھے۔ اور حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے تعصب کا نعرہ لگایا اُس نے جاہلیت کو دعوت دی ہے۔

حضور ﷺ نے قبائلی اور لسانی جھگڑوں کو ختم کیا

آج پھر لسانی بنیاد پر لڑائیاں ہوتی ہیں۔ یہ مہاجر ہے، یہ پٹھان ہے، کراچی میں مہاجر اور پٹھان ایک دوسرے کو ذبح کر رہے ہیں، قتل کر رہے ہیں۔ کہیں قبائل کی بنیاد پر لڑائی ہے، یہ فلاں اور یہ فلاں قبیلہ ہے۔ اللہ کے نبیؐ جن حالات میں اس دنیا میں تشریف لائے اُس وقت بھی خاندانوں کی لڑائیاں تھیں اور حضور علیہ السلام نے اِن لڑائیوں کو ختم کیا، مسلمانوں کو شِیر وشکر کیا۔ آپؐ کے ایک ہی دستر خوان پر حبشہ کا کالا بلال ؓ بھی تھا اور اُسی دستر خوان پر عرب کا حسین وجمیل اور عرب کا سب سے خوبصورت انسان اور عرب کا سب سے نامور انسان ابو بکر صدیق ؓ بھی تھا اور اسی دستر خوان پر ہی ابوذر غفاری ؓ بھی تھے اور صہیب رومی ؓ بھی تھے۔ اور اسی دستر خوان پر سلمان فارسی ؓ بھی تھے اور اسی دستر خوان پر دِحیہ کلبی ؓ وہ خوبصورت صحابی تھے جن کی شکل میں جبرئیل امین ظاہر ہو کر اللہ کے نبیؐ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ اسلام نے کالے اور گورے کی بنیاد پر کوئی لڑائی کی گنجائش نہیں رکھی۔ ملک میں بدامنی بھی اسی لئے ہے کہ آج زبانوں کے ناموں پر جھگڑے ہیں۔ زبان کی لڑائیاں ہیں اور حدیث میں آتا ہے ایک وقت آئے گا کہ لوگ ایک دوسرے کو قتل کریں گے، قاتل بھی دوزخ میں جائے گا اور مقتول بھی دوزخ میں جائے گا۔ اور اب وہ وقت آچکا ہے کہ ان عصبیتوں کی بنیاد پر لوگ جان لیتے بھی ہیں اور لوگ جان دیتے بھی

ہیں۔ جان دینے والا بھی دوزخی اور جان لینے والا بھی وزخی۔ دونوں دوزخ میں چلے گئے۔ جان لینے والا وہ تو جہنم میں گیا کیونکہ اُس نے ظلم کیا ہے، لیکن جو قتل ہوا وہ دوزخ میں کیوں گیا؟ محدثین فرماتے ہیں اُس کے دوزخ میں جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ارادہ اُس کو مارنے کا تھا اور اُس کا ارادہ اِس کو مارنے کا تھا۔ اُس کا وار پہلے چل گیا یہ مر گیا، اِس کا وار چلتا تو وہ بھی مر جاتا۔ اِس کی نیت بھی قتل کرنے کی تھی، اِس کی نیت بھی خون ریزی کی تھی۔ اِس لئے رب ذوالجلال نے ان دونوں کی نیتوں کے مطابق دونوں کو دوزخ میں پہنچا دیا۔ اللہ کے نبیؐ نے اِس جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اور ہمیں بھی چاہیئے ہم اِن جنگوں سے اجتناب کریں، اِن لڑائیوں سے اجتناب کریں۔ جب خاندان کی بنیاد پر لڑائیاں ہوتی ہیں تو علاقے اور زبان کی بنیاد پر لڑائیاں ہوتی ہیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ زاہد، متقی، صوفی اور تہجد گزار، مولوی، عالم، جاہل، پیر، مرشد سب کو یہ آگ لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ سب کی نیکیوں پر یہ گناہ غالب آ جاتا ہے۔ یہ عصبیتیں غالب آ جاتی ہیں۔ اور نتیجے میں سارے کے سارے ملک میں اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنا دیتے ہیں۔

حلف الفضول اور حضور ﷺ کے نزدیک اس کی اہمیت

اس جنگ کے فوراً بعد عبداللہ بن جدعان نامی مکہ میں ایک شخص تھا، اُس کے گھر میں ایک میٹنگ بلائی گئی۔ ایک اجلاس بلایا گیا۔ اس اجلاس میں بنو ہاشم کے لوگ جمع ہوئے۔ آپؐ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب، وہ محرک تھے۔ عبداللہ بن جدعان کا گھر تھا۔ تینوں سرداران کا آپس میں معاہدہ ہوا۔ اور وہ بڑا خوبصورت معاہدہ تھا۔ وہ یہ تھا کہ آج کے بعد مکہ مکرمہ میں زبان کی بنیاد پر لڑائیاں نہیں ہوں گی، نسل اور قبیلے کی بنیاد پر لڑائیاں نہیں ہوں گی۔ آج کے بعد مظلوم کا ساتھ دیا جائے گا۔ مظلوم کا تعلق کسی بھی قبیلے سے ہو، کسی بھی علاقے سے اُس کا تعلق ہو اور کسی بھی زبان سے اس کا تعلق ہو، جو مظلوم ہے اس مظلوم کا پورا مکہ ساتھ دے گا۔ اور جو ظالم ہے پورا مکہ اُس ظالم کا ہاتھ روکے گا۔ پورا مکہ اُس ظالم کے ہاتھ کو کاٹے گا، پورا مکہ ظالم کو ظلم سے روکے گا۔ اللہ کے نبیؐ بھی اس معاہدہ میں شریک

ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں یہ معاہدہ طے پایا۔ اس معاہدہ کا نام ہے ”حلف الفضول“۔ حلف کا معنی قسم اور فضول فضل کی جمع ہے چونکہ تین فضل نامی[1] آدمیوں نے یہ معاہدہ کیا تھا، اس لئے اس کا نام حلف الفضول پڑا ہے۔ حضور علیہ السلام اسلام میں بھی اس معاہدہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر مشرکین مکہ مجھے حلف الفضول جیسے کسی معاہدہ کی طرف بُلائیں تو آج بھی میں ایسا معاہدہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آج بھی مشرکین مکہ سے یہ صلح کرنے کے لئے تیار ہوں کہ جو مظلوم ہوگا اس کا ساتھ دیں گے اور جو ظالم ہوگا اُس کے ہاتھ روکیں گے۔ یہ حلف الفضول[2] ہے۔

حضور علیہ السلام کو یہ معاہدہ بہت پسند تھا۔ اتنا پسند تھا کہ آپ ؐ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے اس معاہدے کے بدلے سرخ اونٹ ملیں تو میں قبول نہیں کروں گا۔ مجھے یہ معاہدہ اتنا پسند ہے، اچھائی کے اس کام میں اللہ کے نبیؐ نے شرکت فرمائی۔ اور آج بھی حلف الفضول جیسے معاہدے کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

آج سیاسی جماعتیں لڑ رہی ہیں۔ پہلے لوگ شور کرتے تھے کہ مولوی لڑتے ہیں، اب مولوی کس سے کہیں؟ کراچی میں پندرہ/ بیس لاشوں کے تحفے روزانہ سیاسی جماعتیں ایک دوسرے کو دیتی ہیں۔ وہ اُن کے آدمی قتل کر رہا ہے اور وہ اِن کے آدمی قتل کر رہا ہے۔ ظالم کا ساتھ دیا جاتا ہے، ظلم کو عام کیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ملک میں بدامنی ہے۔ آج آپ کا شہر جل رہا ہے۔ روز قتل ہو رہے ہیں۔ کوئی دن خالی نہیں کہ چوری نہ ہو، کوئی دن خالی نہیں کہ ڈکیتی نہ ہو۔ لیکن جو لوگ پکڑے جاتے ہیں تو پھر یہ سوال آتا ہے کہ یہ میرا ووٹر ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ میرا ووٹر ہے، پھر ڈاکوؤں کو چھڑوانے کے لئے سفارشیں آتی ہیں۔ ان ڈاکوؤں کی حمایت میں سفارشیں آتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پھر شہر میں کوئی آدمی بھی محفوظ نہیں رہتا۔

1۔ ان تین آدمیوں کے نام یہ ہیں: (۱) فضیل بن حرث، (۲) فضیل بن وداعہ، (۳) مفضل

2۔ طبقات ابن سعد جلد اول ذکر حضور ﷺ حلف الفضول صفحہ ۱۲۸۔ طبع بیروت

البدایہ والنہایہ جلد سوم فصل فی شہودہ ﷺ فی حلف الفضول صفحہ ۸۲۔ مکتبہ رشیدیہ

اللہ کے نبیؐ نے نبوت سے پہلے ہی ایسے کام کیے ہیں، جن سے ملک میں اور شہر میں امن قائم ہو۔ حضور علیہ السلام نے امن کو پسند کیا ہے۔ اور اللہ کے نبیؐ کی امن کی یہ کوششیں اور امن کی یہ چاہتیں دنیا کے لئے نمونہ ہیں۔ دنیا کے لئے اُسوہ ہیں۔ حضور علیہ السلام نے حلف الفضول میں حصہ لیا۔ عمر مبارک آپؐ کی پچیس سال ہو گئی۔ اس درمیانی عرصے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چرایا کرتے تھے۔

پیلو پکیاں......!

ایک دن صحابہ کرامؓ کے ساتھ آپ علیہ السلام جارہے تھے، صحابہؓ پیلو کے درخت سے پیلو چننے لگے، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"میاں یہ کالے کالے پیلو چنو، یہ بڑے میٹھے ہوتے ہیں"۔ 1

صحابہؓ نے عرض کیا، حضرت! یہ تو جنگل کا درخت ہے، جنگل کا پھل ہے، آپ کو پیلو کے بارے میں کس نے بتایا، آپ کو کیسے پتا چلا؟ کہ کالے پیلو میٹھے ہوتے ہیں؟

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، میں اِن وادیوں میں نبوت سے پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا اور کوئی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، اور بخاری شریف کی روایت ہے:

كنت أرعى الغنم على قراريط...... 2

میں چند پیسے مزدوری پر، مزدوری کر کے بکریاں چرایا کرتا تھا۔

بکریاں چَرانے میں حکمت

حضور علیہ السلام نے بکریاں چرائی ہیں، مزدوری بھی کی ہے۔ آج اللہ کے نبی کا کوئی اُمتی اگر مزدور ہے تو اللہ کے نبیؐ نے اس کے لئے بھی سنت اور طریقہ چھوڑا ہے۔ کوئی

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب الکباث وھو ورق الاراک صفحہ ۸۱۵۔ قدیمی کتب خانہ کتاب الاطعمة

2۔ بخاری میں کنت ارعاھا علی قراریط کے الفاظ ہیں۔ صحیح بخاری جلد اول باب ارعی الغنم علی قراریط صفحہ ۳۰۱۔ قدیمی کتب خانہ

تاجر ہے تو اس کے لئے بھی سنت اور طریقہ چھوڑا ہے۔ حضور علیہ السلام نے مزدوریاں کی ہیں، معمولی پیسے اور معمولی اُجرت پر۔ اور معمولی اُجرت پر مزدوری کر کے آپؐ نے یہ بکریاں چرائی ہیں۔ اہلِ علم نے لکھا ہے کہ اللہ نے نبیوں سے بکریاں کیوں چروائیں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اہلِ علم نے اس کی وجہ بھی لکھی ہے، کہتے ہیں کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ بکری ایک شریر جانور ہے، ایک شرارتی جانور ہے اور کمزور جانور ہے۔ ایک طرف اس کی شرارتیں دیکھیں تو بڑا غصہ لگتا ہے، دوسری طرف غصے کا اظہار کریں تو بکری متحمل نہیں ہوتی۔ آپ بکری کو ایک طرف لے کے آئیں تو وہ دوسری طرف بھاگے گی۔ آپ ایک کھیت سے اُس کو نکال کے آئیں تو وہ دوسرے کھیت میں بھاگے گی۔ اب اُس پر غصہ آتا ہے لیکن اُس غصے کا اظہار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آپ غصے کے اظہار میں اس کو لاٹھی ماریں گے تو وہ اسی وقت مر جائے گی۔ آپ پتھر ماریں گے تو بکری مر جائے گی۔ آپ ڈھیلا ماریں گے تب بھی مر جائے گی۔ کمزور جانور ہے، شریر بہت ہے۔ اور کمزور، لاغر اور شریر جانور ہے۔ یہ غصے کی متحمل نہیں ہے۔ یہ غصے کو برداشت نہیں کر سکتی۔ تو جب انسان کو غصہ آتا ہے اور آدمی اس غصے پر اپنے آپ پر ضبط کرتا ہے تو اس سے تحمل پیدا ہوتا ہے۔ اس سے حلم و حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر نبی کو نبوت سے پہلے بکریاں چروا کر ہر نبی میں یہ حلم پیدا کیا ہے اور یہ تحمل پیدا کیا، یہ حوصلہ وقوتِ برداشت پیدا کی کہ کوئی شخص کیا کہے گا، کوئی کیا کہے گا...... کوئی امتی کسی مزاج کا ہوگا، کوئی کسی مزاج کا ہوگا...... اور کوئی بات سنے گا اور کوئی نہیں سنے گا...... اور کوئی طعنے دے گا، کوئی بہتان لگائے گا...... کوئی الزام لگائے گا۔ نتیجے میں غصہ آئے گا، تو نبی کو حلم کی ضرورت ہے، نبی کو تحمل کی ضرورت ہے۔ اس حلم اور اس تحمل کو پیدا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے بکریاں چروائیں۔ پریکٹس اور مشق ہو جائے، تاکہ اگر کوئی منہ پر بھی نبی ﷺ کو بُرا بھلا کہے تو نبی ﷺ میں برداشت کرنے کا حوصلہ موجود ہو۔ اس لئے اللہ کے نبی نے بکریاں بھی چرائیں۔ اور حضور علیہ السلام کو دیکھئے کہ آپ کتنے حلم اور حوصلے والے تھے کہ اللہ کے نبی ﷺ پر طرح طرح کے منہ پر الزام لگائے گئے۔ اللہ کے نبیؐ نے

کبھی برانگیختہ ہوکر، مشتعل ہوکر کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ حضور علیہ السلام نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی۔ آپ کبھی چیخے نہیں۔ آپ کبھی چلّائے نہیں۔ تورات میں آپ علیہ السلام کی علامات مذکور ہیں۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَحِرْزًا لِّلْاُمِّيِّيْن.

اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ بنا کے بھیجا، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا بنا کر بھیجا، ''وحرزًا لِلْاُمیین'' اَن پڑھ اور اُمّی قوم کی جائے پناہ بنا کر بھیجا۔

لیس بَفَظٍّ ولا غلیظٍ ولا ضحابٍ فی الاسواق...... [1]

بخاری شریف کی روایت ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، تورات میں لکھا ہوا تھا:

لیس بَفَظٍّ ولا غلیظٍ ولا ضحابٍ فی الاسواق......

آپ سخت طبیعت کے نہیں، سخت اخلاق کے نہیں، بازاروں میں شور کرنے والے نہیں، نرم طبیعت کے مالک ہیں۔ نرمی اتنی ہے، وہ معاف کرتے ہیں، درگزر کرتے ہیں، گالیاں سن کر پیغمبر دعائیں دیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے گالیاں سن کر دعائیں دیں۔ اور اللہ کے نبیؐ نے پتھر سہہ کر ہدایت کی دعائیں دیں۔ اور اگر کبھی بشری تقاضے کے تحت غصہ آیا اور پیغمبر کے ہاتھ اُٹھے تو اللہ نے فوراً منع فرما دیا۔

حضور ﷺ کو بددعا سے روکا گیا

غزوۂ اُحد میں عبداللہ بن قمیہ نامی ایک بدمعاش تھا، اس نے ایک پتھر اٹھایا اور اللہ کے نبیؐ کے چہرۂ مبارک پر دے مارا۔ حضور علیہ السلام کے رخسار مبارک پر وہ پتھر لگا، خون کا چشمہ پھوٹ پڑا، پھر آپؐ پر وار ہوا تو آپؐ کے سر پر خود تھی، لوہے کی ٹوپی تھی، اس کی کڑیاں آپ علیہ السلام کے چہرے میں چبھ گئیں۔ آپ لہولہان اور زخمی ہو گئے۔ درد سے

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب کراہیۃ الصخب فی الاسواق صفحہ نمبر ۲۸۵۔ قدیمی کتب خانہ

کراہ رہے تھے۔ایک صحابیؓ نے اپنے دانتوں سے آپ علیہ السلام کے جسم سے لوہے کی اس خود کی کڑیاں نکالیں، اُس کا دانت ٹوٹ گیا۔اللہ کے نبیؑ کے اس صحابی کا دانت ٹوٹ گیا۔کوئی درد روکنے کا انجکشن نہیں تھا۔درد روکنے کی کوئی گولی اور دوائی نہیں تھی۔آج آپریشن میں کتنی تکلیف ہوتی ہے؟لیکن اللہ کے نبی کو جب یہ درد ہوا تو کرّاہے،تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

کیف یفلح قوم شجّوا نبیّھم......[1]

یہ بدبخت کیسے کامیاب ہوں گے جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کیا ہے۔

آپ علیہ السلام کی زبانِ اطہر سے ان کے لیے بددعا کا کلمہ نکلا۔جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر فوراً آئے اور جبرئیل نے آ کر اعلان کیا:

لَیۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ اَوۡ یَتُوۡبَ عَلَیۡھِمۡ اَوۡ یُعَذِّبَھُمۡ فَاِنَّھُمۡ ظٰلِمُوۡنَ.　　[ال عمران: ۱۲۸/۳]

میرے حبیب! آپ کے ہاتھ میں یہ معاملہ نہیں ہے۔ہدایت اور ان کے عذاب کا معاملہ،اور ان کے ثواب کا معاملہ اور ان کی کامیابی و ناکامی کا معاملہ آپؐ کے ہاتھ میں نہیں بلکہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔

اس لئے کہ پوری کائنات کے خالق خود اللہ ہی ہیں۔

مختارِ کُل اللہ کی ذات ہے!

لیس لک من الأمر شیءٌ......

آپ کے ہاتھ میں یہ معاملہ نہیں ہے۔یہ آپ کے دائرہ کار اور دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔مختارِ کل کون ہے؟ مختارِ کل کا معنیٰ کیا ہے؟ مختارِ کل کا معنی ہے جس کو پورے اختیارات ہوں۔کس کو ہدایت دینی ہے اور کس کو گمراہ کرنا ہے۔کس کو بیٹا اور کس کو بیٹی دینی ہے۔کس کو دینا ہے اور کس کو نہیں دینا۔کس کا رزق بڑھانا ہے اور کس کا رزق گھٹانا ہے۔کس

1۔ الصحیح لمسلم جلد دوم باب غزوۂ اُحد صفحہ نمبر ۱۰۸۔قدیمی کتب خانہ

کوموت دینی ہےاورکس کوزندگی دینی ہے۔کون جیے گااورکون مرے گا؟کس کوشاہ بنانا ہے اورکس کوگدا بنانا ہے۔جس کواختیار ہوکہ وہ زمین کوختم کردے یازمین بنادے۔آسمان کوختم کردے یاآسمان کوگرادے،جس کواختیار ہو جنت میں ڈال دے،جس کواختیار ہودوزخ میں ڈال دے،جس کو یہ اختیار ہوکہ وہ پتھروں کوبُلوادےاورجس کو یہ اختیار ہوکہ ہاتھوں کو زبان دے کر ہاتھوں کو بُلوادے، پاؤں کو بُلوادے،جس کے پاس پوری کائنات کے اختیارات ہوں تو اُسی کو مختارِکل کہتے ہیں۔اور میں آپ سے پوچھتا ہوں بتلاؤ عزت، رزق، روزی، اولاد، زندگی اور موت کس کے ہاتھ میں ہے؟......اللہ کے ہاتھ میں! اس لئے اللہ کی ذات مختارِکل ہے۔مختارِکل ایک اللہ کی ذات ہے۔اللہ نے اپنے حبیب سے نفی کردی:

لیس لک من الأمر شیءٌ ......

شیءٌ نکرہ ہے،تحت النفی ہے،تو یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔**لیس لک من الامر شیءٌ**، ذرا بھی آپ کے ہاتھ میں ان کافروں کا معاملہ نہیں ہے۔ہدایت دینے والا بھی کون ہے؟اللہ ہے!،بولو......اللہ!

ابوطالب نے دعوتِ اسلام کو مسترد کردیا

حضور علیہ السلام کی سیرت کے ضمن میں مَیں اللہ کی وحدانیت کو بھی بیان کیا کرتا ہوں۔دیکھو حضور علیہ السلام چاہتے تھے کہ سارا مکہ مسلمان ہو جائے۔آپ علیہ السلام کی تو خواہش تھی کہ میرا کوئی امتی دوزخ میں نہ جائے۔آپ اتنے کُڑھتے رہےاور کھپتے رہے کہ رب کو کہنا پڑا:

فلعلک باخعٌ نفسک علٰی اٰثارھم...... [الکھف: ۶/۱۸]

میرے حبیب،آپ اپنے آپ کو گھول دیں گے،......ان کی ہدایت اوران کے ایمان کے لیے آپ اپنے آپ کو گھول دیں گے......اپنی جان آپ کھپادیں گے......آپ

اپنے اوپر رحم کریں اور اپنے اوپر ترس کریں۔ اتنی چاہت تھی، اتنی چاہت تھی ...... لیکن اس کے باوجود ابوجہل نہیں مانا، اس نے کلمہ نہیں پڑھا۔ کنکریوں کا کلمہ سن کر بھی ابوجہل نے کلمہ نہیں پڑھا۔ تو سمجھ میں آیا کہ ہدایت کس کے ہاتھ میں ہے؟ اللہ کے!! حضور علیہ السلام کے ہاتھ میں ہدایت ہوتی تو آپ تو سب کو کلمہ پڑھوا دیتے۔ کوئی بھی کلمہ سے محروم نہ رہتا۔ اور تو اور رشتے میں چچا ہے ابوطالب، میں پچھلے جمعوں میں بیان کر چکا ہوں ابوطالب کے مختصر حالات۔ رشتے میں حضور علیہ السلام کا چچا بھی ہے اور حضور علیہ السلام کا خادم بھی۔ اللہ کے نبیؐ کی کفالت کرنے والا ہے۔ یہ ابوطالب ہے، اس کا آخری وقت ہے، حضور علیہ السلام تشریف لے گئے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ میں باحوالہ گفتگو کرتا ہوں۔ قصے، کہانیاں بیان نہیں کرتا۔ حضور علیہ السلام تشریف لے گئے ابوطالب کے پاس [1] اور جا کر اُس سے کہا کہ میرے چچا یہ کلمہ پڑھ لو تا کہ قیامت کے دن اللہ کے حضور تمہاری سفارش کر سکوں اور تمہیں جنت میں لے جا سکوں۔ آپ نے ابوطالب سے یہ جملہ کہا۔ ابوطالب کے اردگرد کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوطالب نے اُن کی طرف دیکھا اور ابوجہل وغیرہ کی طرف دیکھ کر ابوطالب کہنے لگا:

اِخترت النار علی العار......

میرے بھتیجے! مجھے دوزخ قبول ہے مجھے مکہ کے لوگوں کے طعنے قبول نہیں ہیں۔

ابوطالب حضور ﷺ کی صداقت کو مانتے تھے

انکار کر دیا اور پھر جب حضور علیہ السلام نے دوبارہ دعوت دی تو اس نے شعر پڑھے۔ بڑے مشہور شعر ہیں اور شعر میں حضور علیہ السلام کی صداقت کا اعتراف بھی کیا اور نبوت کا بھی، کہتا ہے:

دعوتنی وزعمت انک صادق

وصدقتَ فیہ وکنتَ فیہ ثم امینًا

1۔ صحیح البخاری جلداول باب قصۃ ابی طالب۔ صفحہ ۵۴۸۔ تفسیر سورۃ قصص جلددوم بخاری صفحہ نمبر ۷۰۳

ولقد علمتُ بانّ دین محمدٍ
خیر من ادیان البریة دینا
لو لا الملامت او حضار مسبّةٍ
لوجدتَنی بذاک سمحًا مبینًا

کہتا ہے میرے بھتیجے! دعوتَنی وزعمتُ انک صادق، تُو نے مجھے بلایا ہے، مجھے بھی یقین ہے کہ میرا بھتیجا تو جھوٹ نہیں بولتا۔ میرا بھتیجا سچا ہے۔ اس کی زبان پر تو کبھی کذب آیا ہی نہیں۔ اس نے تو کبھی کذب بیانی کی ہی نہیں۔ وصدقت فیه و کنت فیه امینًا ، میرے بھتیجے! تم نے سچ بولا ہے، میں جانتا ہوں تم صادق بھی ہو اور تم امین بھی ہو۔

ولقد علمتُ بانّ دین محمدٍ
خیر من ادیان البریة دینا

میں جانتا ہوں کہ میرے بھتیجے محمد (ﷺ) کا دین دنیا کے تمام اَدیان سے بہتر دین ہے، لیکن لو لا الملامت او حضار مسبّةٍ ...... مکہ کی گالی دینے والی اور ملامت کرنے والی عورت کا مجھے خطرہ ہے، مجھے ڈر ہے، وہ کہے گی کہ ابوطالب مرتے مرتے ڈر گیا۔ ابوطالب مرتے مرتے کلمہ پڑھ گیا۔ ابوطالب مرتے مرتے باپ دادے کے دین کو چھوڑ گیا۔ اس لئے اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا...... لوجدتَنی بذاک سمحًا مبینًا تو میں بھی آپ کا کلمہ پڑھ لیتا۔

ابوطالب کا کلمہ سے انکار اور حضور ﷺ کی غمزدگی

ابوطالب نے یہ اشعار پڑھے۔ انکار کیا کلمہ پڑھنے سے، روح پرواز کر گئی۔ حضور علیہ السلام اتنے غمزدہ ہوئے، اتنے غمزدہ ہوئے کہ اللہ کے نبی کا دل گھٹ گیا۔ اللہ نے قرآن بھیجا۔ فرمایا، میرے حبیب! کیوں پریشان ہوتے ہو؟

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ. [القصص:۲۸/۵۶]

جس کو آپ چاہیں ہدایت مل جائے، ہو نہیں سکتا۔

ولکنّ اللّٰہ یھدی من یشآء.

بلکہ جس کو وہ چاہے گا ہدایت ملے گی۔

ہدایت دینے والا کون ہے؟ اللہ ہے! اس لئے ہم کہتے ہیں کہ مختارِ کل بھی اللہ ہے۔ سارے اختیارات صرف اللہ ہی کے پاس ہیں۔

لیس لک من الأمر شیءٌ ......

میرے حبیب، معاملہ آپ کے ہاتھ میں نہیں۔

أو یتوب علیھم......

یہاں أو حتیٰ کے معنی میں ہے، **أو یتوب علیھم أو یعذبھم** ، اللہ ان کو توفیقِ توبہ دے دیں اور اسلام و ایمان ان کے دل میں ڈال کر آپ کا صحابی بنا دے یا کفر پر مار کر ان کو عذاب میں مبتلا کر دے، یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ آپ ان کے لئے بددعا نہ کرو۔ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بددعا کرنے سے بھی روک دیا۔ اور آپ بھی کسی کے لئے بددعا نہ کیا کریں۔ باپ بیٹے کے لئے اور ماں بیٹی کے لئے بددعائیں نہ کیا کرے۔ قبولیت کی گھڑیاں ہوتی ہیں اور اللہ فرماتے ہیں:

وَلَوْ یُعَجِّلُ اللّٰہُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَھُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ إِلَیْھِمْ اَجَلُھُمْ. [یونس: ۱۱/۱۰]

اگر یہ تمہاری دعائیں قبول کرلیں اور فوراً قبول کرلیں تو زمین پر کوئی بھی نہ رہ سکتا۔

عورتوں کی اکثریت کے جہنم جانے کی وجہ

آدمی کی زندگی کی مختلف کیفیات ہوتی ہیں۔ کبھی غصہ ہے، کبھی محبت ہے۔ غصے میں بہت کچھ آدمی منہ سے بک دیتا ہے۔ نکال دیتا ہے۔ یہ اُس کا کرم ہے کہ وہ ہر بات قبول نہیں کرتا۔ مائیں بددعائیں دیتی ہیں اور لعنتیں کرتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

إنّی اُریتُ کنّ اکثر اھل النار...... [1]

1۔ صحیح البخاری جلداول باب ترک الحائض الصوم صفحہ نمبر ۴۴۔
الصحیح لمسلم باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات جلداول، صفحہ ۶۰۔ قدیمی کتب خانہ

عورتو! میں نے دوزخ میں دیکھا ہے، کہ دوزخ میں اکثریت عورتوں کی ہے۔

تو عورتوں نے پوچھا:

بم یا رسول اللّٰہ؟......

حضرت! کیوں ہم دوزخ میں زیادہ جائیں گی؟......

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یکثرن العشیر ویکثر اللعن......

تم عورتیں خاوند کی ناشکریاں بہت کرتی ہو اور لعنتیں بہت کرتی ہو اور ان لعنتوں اور ان ناشکریوں کی وجہ سے اللہ دوزخ دیا کرتے ہیں۔

غصے میں دی گئی طلاق......طلاق ہی ہوتی ہے

حضور علیہ السلام نے بکریاں چرائیں، اور یہ بکریاں کیوں چرائیں؟ اللہ نے یہ بکریاں چروائیں اس لئے تا کہ آپؐ میں حلم آ جائے، آپؐ میں حوصلہ آ جائے۔ آپؐ میں تحمل و بردباری آ جائے۔ اس لئے فرمایا:

الاناء ة من اللّٰہ والعجلة من الشیطان......[1]

حوصلہ اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ برداشت اور تحمل اللہ کی طرف سے ہے۔ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے، شیطان جلدیاں کرواتا ہے۔ میاں بیوی میں لڑائی ہوئی، شیطان نے عجلت کروائی۔ اب دیا ایکسیلیٹر پر پاؤں، دبا کر رکھ دیا۔ ایک مرتبہ نہیں پچاس پچاس مرتبہ تک طلاق، سو سو بار طلاق۔ شیطان کی طرف سے یہ عجلت آئی۔ شام کو غصہ ٹھنڈا ہوا، اب دماغ ہوا درست۔ میری تو روٹی پکانے والا کوئی نہیں، میرے تو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اب کیا ہوگا؟...... کچھ تو جھک مارتے ہیں، اپنی کسی کو بتلاتے نہیں۔ طلاقیں دے کر بیویوں کو گھروں میں رکھتے ہیں۔ ساری زندگی زنا کر کے منہ کالا کرتے ہیں۔ اولاد بھی حرام کی پیدا ہوتی ہے اور کچھ آتے ہیں

1۔ جامع ترمذی جلد دوم باب ماجاء فی التأنی والعجلة صفحہ نمبر ۲۱۔ قدیمی کتب خانہ

مسئلے پوچھنے کے لئے۔ کہتے ہیں جی غصے میں طلاق دے دی تھی۔ میاں! کوئی پیار میں بھی طلاق دیا کرتا ہے؟ کوئی محبت میں بھی طلاق دیا کرتا ہے؟ کہتے ہیں ''مولوی صاحب کچھ گنجائش کڈھو یار، غصہ وچ طلاق دالفظ نکل گئے۔ (مولوی صاحب کچھ آپ گنجائش نکالیں، غصے میں طلاق کا لفظ منہ سے نکل گیا ہے)۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

ثلاث جدھن جد و ھزلھنّ جد النکاح والعتاق والطلاق. [1]

تین چیزیں ہیں، ان کی حقیقت بھی حقیقت ہے اوران کا مذاق بھی حقیقت ہے۔ اورغصہ بھی ان کی حقیقت ہے۔ وہ نکاح ہے، طلاق ہے اورعتاق وآزادی ہے۔

جس طرح کہو گے، جیسے ایک لفظ کہہ کر حرام تمہارے لئے حلال ہو گیا، دوسرے کی عزت اب تمہاری بن گئی ہے، اسی طرح اگر ایک لفظ تین بار کہو گے تو تمہاری عزت وہ تمہاری نہیں رہے گی۔

حضور ﷺ کا دوسرا سفرِ شام

حضور علیہ السلام حلم والے تھے۔ اللہ نے اسی حلم کی تعلیم کے لئے بکریاں چروائیں۔ عمر مبارک ہوئی پچیس سال، خویلد کی بیٹی خدیجہ بیوہ ہو گئی تھیں۔ مکہ کی مالدار خاتون تھیں۔ مکہ میں اِن سے بڑا اور دولت مند شخص کوئی نہیں تھا۔ نہ کوئی مرد تھا اور نہ کوئی عورت۔ خدیجہ بنت خویلد۔ جب کوئی قافلہ شام میں تجارت کے لئے جاتا تو اپنا مال مضاربت پر قافلے والوں کو دے دیتیں۔ میرا مال لے جاؤ اور منافع آدھا آدھا ہو گا۔ اور سرمایہ میرا ہو گا۔ حضور علیہ السلام کی دیانت کا چرچا سنا، امانت کا چرچا سنا، تو اللہ کے نبیؐ کے پاس پیغام بھیجا۔ شام میں تجارت کا قافلہ جارہا ہے، میرا سامان لے جاؤ، فروخت کرو، منافع آدھا آدھا ہو گا۔ اللہ کے نبیؐ نے اس پیشکش کو قبول کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنا مال بھیجا کرتی تھیں۔ اور سیرت نگار لکھتے ہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اتنا مال ہوتا تھا کہ

1۔ جامع ترمذی جلد اول ماجاء فی الجد والھزل فی الطلاق صفحہ نمبر ۲۲۵۔ ابوداؤد جلد اول باب فی الطلاق علی الھزل صفحہ نمبر ۳۱۶ مکتبہ رحمانیہ

جتنا قافلے میں مال ہوتا تھا آدھا خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہوتا تھا اور باقی آدھا پورے مکہ والوں کا ہوتا تھا۔ اتنی مال دار عورت تھیں۔ اب حضور علیہ السلام کو بھیجا کہ شام مال لے جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو گئے۔ پچیس سال عمر مبارک تھی۔ نوجوانی تھی، حسن وشباب تھا، آپ علیہ السلام مال لے کر گئے، خدیجہؓ نے اپنا غلام میسرہ ساتھ بھیجا۔ میسرہ ساتھ گیا اور سفر اکٹھے ہوا۔

نسطورا راہب سے ملاقات

میسرہ کہتے ہیں بڑا مبارک سفر ہوا۔ ایسا عجیب سفر ہوا کہ ہمیں کوئی مشکل پیش نہیں آئی، کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ اگر ہمیں کہیں کوئی درخت سائے کے لئے نہ ملتا تو آپ علیہ السلام دھوپ میں بیٹھتے تو اوپر سایہ بن جاتا۔[1] آپ جہاں چلتے اوپر بادل کا ایک ٹکڑا چلا کرتا تھا۔ راستے میں ایک شہر آتا ہے بصریٰ، اُس شہر میں ایک درخت کے نیچے آ کر ٹھہرے اور بیٹھے۔ وہ میسرہ بھی ساتھ تھا۔ تو ایک راہب جس کا نام ''نسطورا'' تھا، سامنے اس کا گرجا گھر تھا، اور وہ روشن دانوں سے آپ کو دیکھ رہا تھا۔ تو اُس نے روشن دان سے آپ علیہ السلام کو دیکھا اور فوراً آپؐ کے پاس آیا۔ آ کر آپ سے ملا اور کہنے لگا میسرہ سے کہ اِن کی آنکھوں میں یہ جو سرخی ہے یہ کیسی ہے؟ میسرہ نے بتایا کہ ان کی آنکھوں میں سرخی ہمیشہ برقرار رہتی ہے، کبھی ختم نہیں ہوتی۔ تو وہ کہنے لگا کہ اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ یہ جو درخت ہے اس درخت کے نیچے عیسیٰ علیہ السلام بیٹھے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آج تک کوئی بھی اس درخت کے نیچے نہیں بیٹھا۔ اور ضابطہ، قاعدہ اور قانون ہے، کتابوں میں لکھا ہے کہ اس درخت کے سائے میں جب بھی کوئی بیٹھے گا نبی بیٹھے گا اور یہ آنکھوں کی سرخی اور اس درخت کے نیچے بیٹھنا یہ علامت ہے اس بات کی کہ یہ نوجوان جو عربی ہے، قریشی ہے اور ہاشمی ہے یہ خاتم النبیین ہے، اور یہ مستقبل میں اللہ کے نبی اور رسول بننے والے ہیں۔ نسطورا نے شہادت دی۔ یہ عجیب واقعہ ہوا۔

1۔ طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۹ مطبوعہ بیروت۔ البدایہ والنہایہ صفحہ نمبر ۸۶ جلد نمبر ۳۔ مکتبہ رشیدیہ

غیر اللہ کی قسم شرک ہے!

بُصریٰ سے آگے شام گئے تو حضور علیہ السلام نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال بیچا، تو اس مال کے بیچنے کے دوران ایک خریدنے والے شخص نے کہا **والـلات والعزّٰی،** ”مجھے لات اور عزیٰ کی قسم“...... حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے تو پوری زندگی نہ لات کی قسم اٹھائی ہے اور نہ ہی عُزیٰ کی، اور میں اِن بتوں کے قریب سے جب گزرتا ہوں تو میں اعراض کر کے پہلوتہی کر کے گزرتا ہوں۔ تو وہ شخص دیکھ کر کہنے لگا، سچ بات تو آپ نے کی ہے۔ واقعی آپ صادق ہیں۔ قسم نہ لات کی بنتی ہے اور نہ عزیٰ کی بنتی ہے۔

مسلمانو! یاد رکھو اللہ کے نبیؐ نے ارشاد فرمایا:

من حلف بغیر اللّٰہ فقد اشرک...... [1]

”جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھائی، اُس نے شرک کیا“۔

اس لئے قسم صرف اللہ کی اٹھایا کرو، اللہ کے علاوہ نہ کسی کی قسم بنتی ہے اور نہ ہی قسم ہے۔ نہ نبی کی قسم اور نہ کسی رسول کی قسم۔ نہ قرآن کی قسم، نہ بیٹے کی قسم، نہ باپ کی قسم اور نہ ہی مخلوقات میں کسی اور چیز کی قسم ہے۔ قسم ہے تو صرف اللہ کے نام کی ہے، اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام کی قسم نہ اٹھایا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نبوت سے پہلے فرمایا تھا، میں نے کبھی غیر اللہ کی قسم نہیں اٹھائی۔

تجارت میں زبردست منافع کے ساتھ سفر سے واپسی

حضور علیہ السلام نے سامان بیچا، مال میں بے حد برکت ہوئی اور اتنا منافع ہوا اِتنا منافع ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کبھی اپنے مال میں کسی کے ساتھ بھیجنے میں اتنا منافع نہیں آیا جتنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کی اور منافع آیا۔ آپ تجارتی سفر سے واپس آئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو شدت سے انتظار تھا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا

1۔ ابوداؤد جلد دوم باب الیمین بغیر اللہ صفحہ نمبر ۱۰۹۔ مکتبہ رحمانیہ

کے گھر کے اوپر ایک چوبارہ تھا، صبح چڑھ جاتیں اور شام کی طرف سے آنے والے راستے پر نظر رکھتیں۔ اور دیکھتی رہتیں۔ تو ایک دن دیکھا کہ میسرہ اور حضور علیہ السلام آ رہے ہیں اور دیکھا کہ آپ علیہ السلام دھوپ میں آ رہے ہیں اوپر بادل نے سایہ کیا ہوا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے اللہ کے فرشتوں نے سایہ کیا ہوا ہو۔ سارا ماجرا دیکھ کر حضرت خدیجہ بڑی متاثر ہوئیں۔

سیدہ خدیجہؓ کی طرف سے پیغامِ نکاح

واپس آئے اور میسرہ سے حال احوال پوچھا۔ تفصیل پوچھی۔ حضور علیہ السلام کی برکات اور اس سفر کی روئیداد پوچھی تو میسرہ نے بتلایا کہ درخت جھک جاتے تھے۔ میسرہ نے بتایا کہ پتھر سلام کرتے تھے۔ میسرہ نے بتایا درختوں کی ٹہنیاں جھک جھک کر سلام کیا کرتی تھیں۔ اس سفر کے دوران بادل ساتھ چلتا تھا۔ میسرہ نے یہ بھی بتلایا کہ نسطورا راہب نے کہا، **ھو خاتم الانبیاء**، یہی آخری نبی ہے۔ اور سفر اور تجارت میں یوں برکت ہوئی ہے اور اتنے ہزار کا منافع ہوا ہے۔ تو خدیجہ رضی اللہ عنہا اتنی متاثر ہوئیں، عرب کی سرمایہ دار اور مالدار خاتون...... اس کو سینکڑوں لوگ پیغامِ نکاح دے چکے تھے اور یہ سب کو انکار کر چکی تھیں۔ حضور علیہ السلام کی دیانت کو دیکھ کر، حضور کی صداقت، امانت، شرافت اور حیا کو دیکھ کر اس نے فیصلہ کیا کہ اب شادی کرنی ہے تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرنی ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک سہیلی تھی، جن کا نام نفیسہ تھا۔ اُس نفیسہ سے کہا کہ تم حضور علیہ السلام سے بات کرو۔ خود پیغامِ نکاح بھجوایا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے۔ آج کی بچیاں تو بڑی سمجھدار ہیں، وہ تو اپنے نکاح کے معاملات خود طے کر لیتی ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بیوہ عورت تھیں، کنواری نہیں تھیں۔ اس کے باوجود اپنے نکاح کی بات چیت خود نہیں کی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور ﷺ کا نکاح

ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ والد خویلد زندہ نہیں تھا۔ حضور علیہ السلام کو

پیغام بھجوایا۔حضور علیہ السلام نے اپنے چچاؤں سے مشورہ کیا۔مشورے میں طے پایا کہ اگر آپ کو اطمینان ہے تو ہم آپ کی اسی جگہ شادی کر دیتے ہیں۔شادی کی تقریب ہوئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرتِ حمزہ اس نکاح میں شریک ہوئے۔آپ کے دوسرے چچا بھی شریک ہوئے۔

جناب ابوطالب کا خطبۂ نکاح

ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح پڑھایا۔خطبۂ نکاح میں کہا کہ او مکہ کے لوگو! **لا یـزن ابـن اخـی** ، میرا یہ بھتیجا دیانت وامانت،حلم وحوصلے میں،صداقت و شرافت میں اور کردار میں اس کا مقابلہ اور وزن کرو تو مکے والوں کے ساتھ **إلّا رجـح بـه**، سارے پیچھے رہ جائیں گے میرا یہ بھتیجا صداقت، شرافت، دیانت، امانت اور حیاء میں پورے عرب میں سب سے آگے نکل جائے گا۔

وان قـلّ فـی الـمـال ، اگرچہ مال میں یہ پیچھے ہے،لیکن دیانت میں آگے ہے۔مال میں پیچھے ہے،شرافت میں آگے ہے، مال میں پیچھے ہے،صداقت میں آگے ہے۔مال میں پیچھے ہے۔کردار میں آگے ہے۔مال میں پیچھے ہے۔پاکدامنی میں آگے ہے،مال میں پیچھے ہے۔کریکٹر اور کردار میں یہ سب سے آگے ہے۔کیا ہوا اگر مال میں پیچھے ہے تو؟

والمال ظل زائل...... مال تو ڈھل جانے والا سایہ ہے۔

آج ہے کل نہیں۔سایہ کبھی ادھر ہوتا ہے اور کبھی اُدھر ہوتا ہے۔تو اس لئے فرمایا مال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔**الـمـال ظل زائل**، جیسے سایہ ڈھلتا ہے ایسے مال بھی ڈھلتا ہے۔آج اس کے پاس ہے کل کو اُس کے پاس ہے۔ پرسوں تیسرے کے پاس ہے۔ دولت، دنیا، جوانی سب ڈھلتے چھاؤں ہیں۔بیٹا کبھی جوان نہیں رہا کرتا۔کوئی ہمیشہ دولت مند نہیں رہا کرتا۔اور کسی کے پاس ہمیشہ دنیا نہیں رہتی۔تو اصل چیز انسان کا کردار ہے۔ فرمایا، میرا بھتیجا کردار میں سب سے آگے ہے۔

آج کا معاشرتی بگاڑ

اور آج اپنے نوجوان بچوں کو میں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کو نبوت بعد میں ملی ہے لیکن صداقت آپ کو پہلے ملی۔ آپ کو نبوت اور علم بعد میں ملا ہے۔ دیانت پہلے ملی ہے۔ آپ پورے مکہ میں امین بھی مشہور تھے۔ آپ پورے مکہ میں صادق بھی مشہور تھے۔ صادق اور امین آپ کا لقب تھا۔ لیکن آج دُکھ یہ ہے کہ علم بھی موجود ہے، آج دُکھ یہ ہے کہ کتابیں بھی موجود ہیں۔ آج لٹریچر بھی موجود ہے۔ رسائل بھی موجود ہیں اور تمام علم کے اسباب موجود ہیں۔ معاشرے سے دیانت ختم ہوگئی، امانت ختم ہوگئی، صداقت ختم ہوگئی، عہد کی پابندی اور وفا ختم ہوگئی، جو منافقین کی نشانیاں تھیں وہ مسلمانوں نے لے لی ہیں اور مسلمانوں کی ڈیوٹیاں یورپ والوں نے لے لی ہیں۔ آج ہزار میں ایک بھی بچہ نہیں ملتا۔ آج ہزاروں میں ایک بھی رزقِ حلال والا نہیں ملتا۔ آج ہزاروں میں ایک بھی شرم وحیا والا نہیں ملتا۔ آج ایمان واسلام کے دعوے ہیں لیکن دیانت وصداقت نہیں ہے۔ اگر دیانت ہوتی تو یوں قتل ہوتے؟ پانچ سو روپے کی سائیکل کی خاطر بندہ مار دیا۔ مجھے پولیس والوں نے بلایا، ہم نے ایک ایکشن کمیٹی بنائی تھی۔ تاجروں اور تمام سیاسی لوگوں کے تعاون سے تاکہ یہ مجرم پکڑے جائیں۔

(یہاں کچھ گفتگو موضوع سے ہٹ کر شجاع آباد شہر کے معروضی حالات پر تھی، لہٰذا حذف کردی ہے)

حضور ﷺ نے ستر اونٹنیاں حق مہر میں دیں

اللہ کے نبیؐ کی دیانت اور امانت دیکھو بات ختم کرتا ہوں۔ دیانت اور امانت کو دیکھ کر نکاح ہوا۔ ابو طالب نے نکاح پڑھایا۔ اور حضور علیہ السلام نے ستر اونٹنیاں حق مہر میں دیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں آپ علیہ السلام کا حق مہر ستر (۷۰) اونٹنیاں تھیں۔ اور باقی ازواجِ مطہرات سے جو آپؐ کا نکاح ہوا اُن میں ایک سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ

عنہا ہیں اُن کا مہر ہے ۴۰۰ مثقال۔ ۲۰ مثقال ساڑھے ۷ تولہ سونا بنتا ہے۔ ضربیں لگا کے اندازہ لگالینا۔ کوئی امیر ہے، دولت مند ہے تو اس کے لئے حضور علیہ السلام کی یہ سنت ہے۔ ۴۰۰ مثقال حق مہر ادا کرے۔ جو تقریباً 2 کروڑ روپے کے لگ بھگ بنتی ہے۔ اور جو درمیانے درجے کا آدمی ہے تو آپ علیہ السلام کی باقی بیویوں کا حق مہر 500 درہم تھا، جس کا وزن ہے ساڑھے 131 تولہ چاندی۔ درمیانی طبقے کے لوگ سنت سمجھ کر یہ حق مہر دیا کرو۔ اور حضور علیہ السلام نے یہاں ۷۰ اونٹنیاں دی ہیں۔ یہ آپ علیہ السلام کی شادی ہو گئی۔ اس کے بعد آپ کی زندگی میں کیا ہوا؟ یہ انشاءاللہ آئندہ جمعے بیان ہوگا۔

تعمیر کعبۃ اللہ اور حضور ﷺ کا کردار

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا. [الاحزاب: ۲۱/۳۳] وقال تعالٰی: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. [التوبۃ: ۱۲۸/۹، ۱۲۹]

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ.[1] او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام.

صدق اللّٰہ ورسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن

1۔ سنن الکبریٰ للبیہقی جلد نمبر۱۰ باب بیان مکارم الاخلاق ومعالیہا، صفحہ ۱۹۲

الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

گذشتہ جمعہ کے بیان کا خلاصہ

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! تذکرہ چل رہا ہے امام الانبیاء، سرکارِ دوجہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا۔ گزشتہ جمعہ بات پہنچی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۵ سال کی عمر تک۔ میں نے آپ علیہ السلام کی ۱۵ سے ۲۵ سال کے درمیان کی عمر کے تین اہم واقعات پیش کئے تھے۔ جن کا خلاصہ میں ایک بار پھر عرض کر دیتا ہوں۔ تاکہ جو حضرات نہیں سن سکے تو اجمالاً اُن کے علم میں بھی یہ باتیں آ جائیں۔ پندرہ سال جب حضور علیہ السلام کی عمر مبارک ہوئی تو مکہ مکرمہ میں ایک خون ریز جنگ اور لڑائی ہوئی۔ جس کو ''حرب الفجار'' کہتے ہیں۔ حرب کا معنی جنگ اور فجار کا معنی گنہگار ہے۔ حرب الفجار کا معنی گنہگاروں کی لڑائی۔ اس لڑائی کے نتیجے میں اللہ کے گھر کی عظمت پامال ہوئی۔ اس لڑائی کے نتیجے میں اشہرِ حرم کی عظمت بھی پامال ہوئی۔ وہ مہینے جن میں لڑائی، جھگڑا، جنگ وجدال حرام تھا اُن مہینوں میں لڑائیاں ہوئیں اور وہ جگہ، حرمِ کعبہ جس کے بارے میں کہا گیا: **من دخلہٗ کان اٰمنا**، اور جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبی نے یہ اعلان فرمایا کہ اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے مکہ حرام قرار دیا تھا، اور اسی کے بارے میں فرمایا تھا، **لا یسفک فیھا الدم**، اس میں خون نہیں بہا جائے گا، **ولا یعضد فیھا شجر**، کوئی درخت اس میں نہیں کاٹا جائے گا، **ولا یُختلٰی خلاھا** اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے **إلا الأذخر**، اذخر گھاس مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ جنگ کے نتیجے میں اللہ کے گھر کی عظمت اور تقدس کو

پامال کیا گیا، اور یہ جنگ قبیلۂ قریش اور قیس کے درمیان لڑی گئی۔ انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے نبوت سے پہلے بھی کبھی کوئی گناہ نہیں کیا، اس لئے اللہ نے اس جنگ میں حصہ لینے سے آپ علیہ السلام کو محفوظ رکھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑائی میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ باقاعدہ آپ جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔

اس جنگ کے خاتمے کے فوراً بعد عبداللہ بن جدعان نامی ایک شخص کے گھر میں عرب کے لوگ جمع ہوئے جس میں تین فضل نامی آدمی تھے۔ جنہوں نے باہم ایک معاہدہ کیا، اس معاہدے کو "حلف الفضول" کہتے ہیں۔ (حلف بمعنی معاہدہ، قسم اور فضول فضل کی جمع ہے) انہوں نے اس بات پر معاہدہ کیا کہ آج کے بعد قبیلے کی بنیاد پر یا زبان کی بنیاد پر، رنگ، نسل اور علاقے کی بنیاد پر ہم جنگ نہیں کریں گے۔ بلکہ جنگ اور لڑائی ہوگی مظلومیت اور ظالمیت کی بنیاد پر۔ مظلوم کا ساتھ دیا جائے گا اور ظالم سے قطع تعلق کیا جائے گا۔ آپؐ اس معاہدے میں شریک ہوئے۔ بعثت کے بعد اللہ کے نبی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے کفار آج بھی ایسے معاہدہ کی دعوت دیں تو میں فوراً قبول کروں گا۔ اور آپؐ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے اس معاہدے کے مقابلہ میں اگر کوئی مال، دولت اور اونٹ لے آئے تو میں اسے قبول نہیں کروں گا۔ اللہ کے حبیب ﷺ کو اس معاہدے سے اس لئے محبت تھی کہ اس معاہدے کے نتیجے میں مظلومین کو حق ملتا تھا۔ اس کو حلف الفضول کہتے ہیں۔

اور پچیس سال جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ہوئی تو آپؐ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر شام تجارت کے لئے تشریف لے گئے۔ جہاں راستے میں نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی اور اس نے آپ علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کی شہادت دی اور آپ علیہ السلام کامیاب سفر کر کے واپس تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ سیدہ خدیجہؓ کے غلام میسرہ بھی تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ سیدہ خدیجہ کو اس سفر سے اتنا منافع ہوا، حضور علیہ السلام کی برکت سے تجارت اور کاروبار میں اتنی برکت ہوئی کہ آج تک اتنی برکت پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اور جہاں سے بھی آپ علیہ السلام گزرتے تھے ہر پتھر اور ہر درخت آپ کو سلام کہتا

تھا، اور آپ جب دھوپ میں چلتے تو بادل آپ ؐ کے اوپر سایہ کرتا تھا۔ واپس تشریف لائے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی دیانت، امانت اور شرافت سے متاثر ہوئیں اور حضور علیہ السلام کو پیغامِ نکاح بھیجا۔ آپ ؐ نے اپنے چچاؤں کے مشورے سے یہ نکاح کا پیغام قبول فرمایا، اور آپ ؐ کے چچا اور آپ علیہ السلام سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے، نکاح ہوا، ستر اونٹ آپ کا حق مہر طے ہوا۔ آپ علیہ السلام کی تمام اولاد سوائے سیدنا ابراہیمؓ کے جو آپ کے بیٹے تھے، سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے ہے۔ چار بیٹیاں سیدہ کے بطن سے پیدا ہوئیں، ایک کا نام زینبؓ تھا، دوسری کا نام رقیہؓ، تیسری کا اُم کلثومؓ اور چوتھی کا فاطمۃ الزہراؓ تھا۔ زینب رضی اللہ عنہا سب سے بڑی ہیں، دوسرے نمبر پر رقیہ رضی اللہ عنہا ہیں، تیسرے نمبر پر اُم کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں، چوتھے نمبر پر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں۔ زینبؓ کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ہوا، رقیہؓ کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے سے تھا پھر طلاق یا فرقت کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا، اور جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا، اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا نکاح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔ یہ تو وہ باتیں ہیں جو میں پچھلے جمعے تفصیل سے عرض کر چکا ہوں اور اُن کا اجمالی خاکہ میں نے آپ حضرات کے سامنے پیش کر دیا۔

تعمیر کعبۃ اللہ کی مختصر تاریخ

جب آپ علیہ السلام کی عمر مبارک غالباً ۳۵ سال کی ہوئی تو تعمیر کعبہ ہوئی، مکہ والوں نے کعبہ کی تعمیر کی۔ اور کعبے کی تعمیر میں ایک بہت بڑا تنازعہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تنازعے کو حل فرمایا، کہ کعبہ کی تعمیر بعض محققین کے قول کے مطابق پانچ دفعہ ہوئی، اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی سات مرتبہ تعمیر ہوئی۔ جو پانچ مرتبہ بننے کا کہتے ہیں اُن کے نزدیک سب سے پہلے کعبہ کو سیدنا آدم علیہ السلام نے بنایا۔ جبرائیل امین تشریف لائے۔

انہوں نے بیت اللہ کی حدود متعین کیں۔ اور حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے یہاں اللہ کا گھر تعمیر فرمایا۔ جب تعمیر مکمل ہوگئی تو اللہ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو حکم دیا، آدم! اس گھر کا طواف کرو۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے اس گھر کا طواف فرمایا۔ اللہ نے فرمایا یہ میرا پہلا گھر ہے اور تم پہلے اس کے عبادت گزار ہو۔ پہلے عبادت کرنے والے ہو۔

تو سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کی اور یہی کعبہ پھر سیدنا نوح علیہ السلام کے زمانے تک رہا۔ طوفانِ نوح میں جب نوح علیہ السلام کی قوم پر اللہ کا عذاب آیا تو طوفانِ نوح میں یہ کعبہ اٹھالیا گیا۔ پھر جب طوفان ختم ہوا تو اب اس کی دوبارہ تعمیر سیدنا نوح علیہ السلام نے فرمائی۔

تیسری تعمیر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزندِ جلیل سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر کی، بعد ازاں چوتھی تعمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک میں مشرکین مکہ نے کی۔ جب آپ علیہ السلام کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی، اس وقت جو کعبہ تھا، غیر مسقّف تھا، اس کی چھت نہیں تھی، دیواریں تھیں، نشیبی جگہ میں تھا، اردگرد کوئی مسجد کی عمارت نہیں تھی، جیسے آج کل اس کا برآمدہ ہے، کوئی برآمدہ نہیں تھا۔ ایک کھلا میدان تھا۔ پہاڑوں کے دامن اور وادی میں یہ اللہ کا گھر تھا۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ دیواریں خستہ ہو چکی تھیں۔ عمارت کمزور پڑ چکی تھی۔ پھر شاید کثرت سے بارشیں ہوئیں تو سیلاب آیا، اس سیلاب کے نتیجے میں کعبۃ اللہ کی دیواریں اور ٹوٹ گئیں۔ فیصلہ ہوا کہ کعبے کی تعمیر کی جائے۔ تعمیر کعبہ کے لئے تمام قبائل جمع ہوئے اور اس کی تعمیر کے لئے اس کے حصوں کو تقسیم کیا گیا۔ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک بنی عبد دار قبیلہ تعمیر کرے گا، فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک بنی تمیم تعمیر کرے گا وغیرہ۔ مختلف قبائل میں یہ تعمیر تقسیم ہوئی۔ پلان اور منصوبہ تیار ہوا۔ لیکن کچھ اصول وضع کیے گئے اور طے کیے گئے۔ اس زمانے میں جب ایمان نہیں تھا، اسلام نہیں تھا، جب کفر کا دور دورہ تھا، جہالت کی تاریکیاں اور اندھیرے تھے، ظلمتیں عام تھیں، اُس زمانے میں کچھ اصول طے کیے گئے، اور وہ اصول کیا تھے؟ اُن اصولوں میں ایک اصول یہ

بھی تھا کہ لوگو! اللہ کا گھر بنانا ہے لیکن اس شرط پر کہ اللہ کے اس گھر کی تعمیر میں کسی کا حرام مال شامل نہ ہو۔ حلال مال کی کمائی سے اللہ کے گھر کو تعمیر کرنا ہے۔ اور صراحت کی گئی کیونکہ زنا کا دور تھا، عورتیں اپنی عزتیں اور عصمتیں نیلام کیا کرتی تھیں، بیچا کرتی تھیں۔ تو طے ہوا کہ کسی زانیہ کی کمائی اس میں شامل نہیں ہوگی۔ جوئے کی رقم اس میں شامل نہیں ہوگی اور سود کی رقم اس میں شامل نہیں ہوگی۔ رزقِ حلال میں سے اللہ کے گھر کی تعمیر کی جائے گی۔ یہ اصول طے ہوئے اور کعبۃ اللہ کی تعمیر کا فیصلہ ہوا۔ لیکن اس تعمیر سے پہلے کعبۃ اللہ کو منہدم کرنا تھا، کعبۃ اللہ کو گرانا تھا، اس کے لئے کسی کی جرأت نہیں تھی۔ سب ڈر رہے تھے کیا کریں گے؟ بالآخر اس خاموشی اور سکوت کو ولید بن مغیرہ نے توڑا۔ اس نے پھالہ ہاتھ میں لیا اور سب سے پہلے اس نے بیت اللہ کی دیوار پر پھالہ مارا۔ اس نے کہا اگر کچھ ہوگا تو رُک جانا، اور اگر کچھ نہ ہوا تو سب شامل ہو جانا۔ پرانی اور خستہ عمارت کو توڑ کر نئی عمارت بنالیں گے۔ چنانچہ سب ڈر کر پہاڑوں پر چلے گئے۔ یہ ولید ابن مغیرہ کعبہ گرانے جا رہا ہے۔ سب ڈر رہے تھے کہیں ایسا نہ ہو اس پر اللہ کا عذاب آئے۔ لیکن جب اس نے یہ پھالہ مارا تو کچھ نہ ہوا، تو اب سب دوڑ کر آئے اور کعبۃ اللہ کو شہید کر دیا، منہدم کر دیا۔ اور گراتے گراتے وہ بنیادیں نکل آئیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کی تھیں۔ ان بنیادوں پر پھالہ مارا گیا تو مکہ میں ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ اس دھماکے کے نتیجے میں سب رک گئے۔ اور فیصلہ ہوا کہ ان بنیادوں کو نہیں توڑنا۔ ان بنیادوں کے اوپر کعبۃ اللہ کی تعمیر کرنی ہے۔ اللہ نے میرے اور آپ کے آقا علیہ السلام کے دین کو بھی قیامت کی صبح تک محفوظ رکھنا تھا اور کعبے کو بھی محفوظ رکھنا تھا۔ عبادات، کتاب، سنت اور اعمال کو بھی محفوظ رکھنا تھا۔ تو ابھی سے اللہ نے حفاظت کا انتظام کیا کہ مشرکین مکہ کو قواعدِ ابراہیم سے نیچے نہیں جانے دیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کعبہ کی بنیادیں بدل ڈالیں، کعبہ کا حدود اربعہ اور جغرافیہ بدل ڈالیں، تو اللہ نے نہیں بدلنے دیا۔ سبق یہ ملا کہ اللہ جس چیز کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں، دنیا اس کو بدل نہیں سکتی۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ. [الحجر: ۹/۱۵]

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ. فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ. ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ. [القيامة: ۷۵/]

یہ آیات بتلا رہی ہیں قرآن بھی اسی طرح محفوظ رہے گا، نبی کی سنت بھی اسی طرح محفوظ رہے گی اور میرے آقا کا دین دینِ اسلام بھی قیامت کی صبح تک محفوظ رہے گا۔ قواعدِ ابراہیم نکل آئیں، تعمیر شروع ہوگئی۔ ایک بحری جہاز جدہ بندرگاہ کے ساتھ ٹکرا کر تباہ ہو گیا۔ ابواُمیہ مکہ کا آدمی تھا، وہ جدہ آیا، اُس نے چھت کے لئے لکڑیاں خرید لیں۔ چھت کا بھی انتظام ہوگیا۔

حضور انور ﷺ کے ہاتھوں حجر اسود کی تنصیب

تعمیر کرتے کرتے جب اُس جگہ تک پہنچے جس جگہ حجر اسود نصب کرنا تھا تو اختلاف ہوگیا۔ حجر اسود ایک مبارک پتھر ہے، یہ وہ پتھر ہے جس کو اللہ نے جنت سے نازل فرمایا تھا[1]۔ سفید رنگ کا تھا۔ انسانوں کے گناہوں نے اس کو کالا کر دیا۔ جب کوئی اس کو سلام کرتا ہے یا چومتا ہے یا استیلام کرتا ہے تو یہ اس کے گناہوں کو سلب کر لیتا ہے۔ اور یہ وہ مبارک پتھر ہے جس کے بارے میں اللہ کے نبیؐ نے ارشاد فرمایا، قیامت میں اس کی زبان[2] اور ہونٹ ہوں گے، یہ اپنے سلام، استیلام اور بوسہ دینے والوں کے لئے اللہ کے حضور قیامت میں سفارش بھی کرے گا۔ اس پتھر کو اپنی جگہ نصب کرنا تھا، ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ کام میں کروں گا، ہر قبیلے کی تمنا یہی تھی لیکن ظاہر ہے کہ پتھر ایک ہے اور قبیلے سات ہیں۔ تو کس کس قبیلے کو موقع دیا جائے کہ وہ پتھر کو نصب کرے۔ جبکہ کوئی کسی کو بھی یہ حق دینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ قریب تھا کہ تلواریں نیام سے باہر آ جاتیں اور ایک خون ریز جنگ شروع ہو جاتی۔ تو ایک شخص کھڑا ہوا اُس نے کہا کہ سارے چپ ہو جاؤ، ٹھہر جاؤ میں ایک تجویز دیتا ہوں۔ اس تجویز پر عمل کر لو تو فیصلہ ہو جائے گا۔ لڑائی رُک جائے گی۔ جنگ ختم جائے گی۔ اُس نے کہا کہ میری تجویز یہ ہے کہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ کل صبح جو شخص سب

1۔ جامع ترمذی جلد اول باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود والرکن والمقام، صفحہ ۱۷۷۔ قدیمی کتب خانہ

2۔ جامع ترمذی جلد اول باب۔ قبل از کتاب الجنائز بلا ترجمہ صفحہ ۱۹۰۔ قدیمی کتب خانہ

سے پہلے بیت اللہ میں داخل ہوگا تو وہ ہمارا حَکَم اور فیصل ہوگا، وہ جو بھی فیصلہ کردے گا ہمیں آپ کو، پورے قبیلے اور پورے مکہ کے لوگوں کو وہ قبول کرنا ہوگا۔ یہ بڑی اچھی تجویز تھی، سب اس پر راضی ہوگئے۔ اللہ کی قدرت اگلے دن علی الصبح میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے بیت اللہ میں تشریف لے آئے اور پیچھے سے لوگ لپکتے آئے۔ اور جب حضور علیہ السلام کو دیکھا تو سب نے اونچی آواز سے کہا اور سب کی زبانوں پر تھا:

هٰذا محمد هٰذا امين، هٰذا محمد هٰذا امين ......

لوگو! یہ تو محمد آ گئے ہیں، لوگو یہ تو امین آ گئے ہیں، لوگو یہ محمد آ گئے ہیں، لوگو یہ سراپا امانت آ گئے ہیں اور امانتوں والے آ گئے ہیں۔

اب فیصلہ اللہ کے نبیؐ نے کرنا تھا۔ کاش! مسلمان حضور علیہ السلام کی دیانت، امانت اور عدالت کو اختیار کرتے تو دنیا پر حکمرانی کرتے۔ اللہ کے نبیؐ نے جھگڑے مٹائے انصاف کے ساتھ۔ جھگڑے مٹائے حکمت کے ساتھ، جھگڑے مٹائے عدالت کے ساتھ، ابھی نبوت کا اعلان نہیں ہوا، جوانی کا عالم ہے، عین شباب کا زمانہ ہے، اللہ کے نبی کو فیصل بنا دیا گیا۔ میرے آقا نے اپنی دور اندیشی، فراست، زکاوت اور ذہانت کے ساتھ ارشاد فرمایا: سب بیٹھ جاؤ۔ سب بیٹھ گئے۔ اپنی کملی اور چادر اُتاری اور اس کو زمین پر بچھایا۔ اور حجر اسود[1] کو اپنے دست مبارک سے اس چادر پر رکھا اور پھر فرمایا اب تمام قبیلوں کے سردار آ جائیں۔ تمام قبیلوں کے ذمہ داران آ جائیں۔ سب آ گئے تو ارشاد فرمایا اس چادر کے کونوں کو پکڑ لو، چادر کے اطراف کو پکڑ لو اور چادر کے پہلوؤں کو پکڑ لو، کوئی محروم نہیں رہے گا، محمد کسی کو محروم نہیں رکھے گا۔ فیصلہ بھی ہوگا، تنازعہ بھی ختم ہوگا، جھگڑا بھی مٹ جائے گا اور سعادت بھی نصیب ہو جائے گی اور برکت بھی نصیب ہو جائے گی۔ سب نے چادر کو ہاتھوں سے پکڑ کر

1۔ حجر اسود رکھنے کے واقعہ سے متعلق درج ذیل حوالہ جات بھی قابل ذکر ہیں:
طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۴۶ طبع بیروت۔ ذکر حضور ہدم قریش الکعبۃ وبناؤھا، البدایہ والنہایہ جلد سوم فصل فی تجدید قریش بناء الکعبۃ صفحہ ۹۴ تا ۱۰۶۔ مکتبہ رشیدیہ

تھاما اور اٹھایا اور جب پتھر اپنی جگہ کے قریب چلا گیا، چادر اونچی ہوگئی تو میرے آقا نے پتھر اپنے دست مبارک سے اٹھا کر اس جگہ پر نصب کر کے ایسا فیصلہ فرمایا کہ تاریخ میں اللہ کے نبی کی یہ عدالت قیامت کی صبح تک لکھی جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس انصاف نے سب کو خوش کر دیا، کوئی محروم نہ رہا۔ اس کو عدالت کہتے ہیں، اس کو انصاف کہتے ہیں۔

اس کو عدالت نہیں کہتے اور اس کو انصاف نہیں کہتے کہ ملکی مفاد کا سودا کر لو، ایمان کا سودا کر دو۔ ضمیر کا سودا کر دو۔ ملکی خودداری اور ملکی مفاد کا سودا کر دو۔ جیسے آپ کے نا اہل ترین حکمرانوں نے کیا اور پوری قوم کے سر شرم سے جھک گئے۔ یہ وہ غنڈا ریمنڈ ڈیوس جو امریکی ایجنسیوں کا بہت بڑا بدمعاش ہے، جس نے پاکستان میں کئی دھماکے کروائے، اور پاکستان کی کئی پبلک اور سرکاری مقامات پر سینکڑوں لوگوں کو قتل کروایا۔ ایک خفیہ مشن پر وہ لاہور کی گلیوں اور سڑکوں پر اسلحہ لے کر جا رہا تھا، دو بے گناہ پاکستانی، لاہوری شہریوں کو اس نے اس اسلحہ سے قتل کیا کہ جس کی گولی ہڈیاں تک خراب کر دیتی ہے، ہڈیوں کو چُور کر دیتی ہے۔ بین الاقوامی طور پر اُس اسلحہ کا استعمال ممنوع ہے۔ اور پھر دانستہ یا نادانستہ اُس کو گرفتار کیا گیا لیکن جن کے یہ غلام ہیں اور جو اِن کا آقا ہے وہ پہلے بھی اِن سے ناراض ہوا۔ حکومت والے ہوں تب، اپوزیشن والے ہوں تب، اور دونوں کو ڈنڈا دِکھایا کہ یہ ہمارا شہری ہے واپس کرو۔ لوگ چیختے رہے کہ یہ بڑا بدمعاش ہے، اس کا اصلی نام ریمنڈ ڈیوس نہیں، یہ اس کا جعلی نام ہے، اس کا اصلی نام کچھ اور ہے اور اس کا مشن بڑا خطرناک تھا۔ اس سے تفتیش کرو، اس سے پوچھو کہ پاکستان میں دھماکے کون کروا رہا ہے؟ پاکستان میں بدامنی کون پھیلا رہا ہے؟ امریکی سفارتخانے میں کیا ہو رہا ہے؟ امریکی ایجنسیوں میں کیا کیا جا رہا ہے؟ پاکستان کے خلاف امریکی کیا پلان بنا کر آ رہے ہیں؟ یہاں کے علماء، یہاں کی عوام اور یہاں کے مسلمان اور یہاں کے سماجی لوگوں کے خلاف اس کا کیا منصوبہ ہے؟ لیکن آپ کے حکمرانوں نے آپ کی آنکھوں میں دھول ڈال دی۔ مہمان بنا کر اُس کو رکھا۔ اپنے تمام وسائل اس کے لئے صرف کیئے۔ وہ مہمانوں کی طرح اکڑ کر رہا، اور پھر آپ نے

دیکھا، پتہ چلا کہ حکمرانوں نے ثابت کیا کہ پاکستانی انسان نہیں ہیں، پاکستانی جانور ہیں، انسان صرف امریکی ہیں۔ یہ آپ کے حکمرانوں نے ثابت کیا ہے، جیسے کوئی جانور کو مار کر چلا جائے۔ تم پاکستانی قوم اب اپنے حکمرانوں کی نظر میں جانور بن گئے ہو، کہ اُس نے مارا، دو آدمیوں کو قتل کیا پھر گاڑی بچانے آئی تو اس نے ایک اور شہری کو شہید کیا۔ گاڑی چلی گئی۔ اور جب انہوں نے زور دیا۔ تو آپ کے حکمرانوں نے مقتولوں کے ورثاء کو اٹھا کر زبردستی پیسے کی کہانی بنا کر، انگوٹھے لگوا کر اور فوراً لسٹ سے نام خارج کر کے جہاز تیار کھڑا تھا، جہاز میں بٹھایا، اُس کو فرار کرا دیا۔ ڈھنس کے مر جاؤ حکمرانو! اگر تمہارے اندر غیرت ہوتی، حیا ہوتا، اور شرم ہوتا، تم نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہوتا تو سب سے پہلے چھوڑنا ہی تھا تو تم اُس معصوم کو، اُس عزت، عفت مآب خاتون کو چھڑواتے جس کا صرف ایک جرم ہے کہ وہ قرآن کی حافظہ ہے، وہ ایک سائنسدان ہے، اس کے پاس دین کا علم ہے۔ دنیا کا علم ہے اور نیفرالوجی میں اُس نے P.H.D کی ہے اور وہ امریکہ کی جیلوں میں برہنہ اور ننگے بدن، حواس باختہ ہو کر پڑی ہوئی ہے۔ وہ بھی تو کسی کی بیٹی ہے۔ وہ بھی تو کسی ملک کی رہنے والی ہے، اُس کے بھی تو کوئی چاہنے والے ہیں اور اس کے بھی تو کوئی خاندان والے ہیں۔ کوئی ڈوب کر مر جاؤ۔ اگر ذرا بھی قومی حمیت ہوتی تو تم عافیہ کو لے کر چھوڑتے۔ تو قوم بھی کہتی کہ تمہارے اندر کچھ صلاحیت ہے۔ لیکن تم نے پیسے کی بنیاد پر اِس بدبخت کو چھوڑا ہے۔ ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ اور آج کے بعد آپ دیکھ رہے ہیں۔ کہتے ہیں دہشت گردی کیوں ہے؟ اسی وجہ سے دہشت گردی ہے۔ جب تم قوم کے قاتلوں کو چھوڑ دو گے اور قوم کو انصاف نہیں دو گے، تو قوم کے نوجوان مایوس ہو کر وہ رائفل ہاتھ میں لیں گے، وہ مایوس ہو کر بم اٹھائیں گے اور اپنے جسم کے ساتھ باندھیں گے۔ اسی وجہ سے دہشت گردی ہے۔ اس دہشت گردی کو تمہاری اِن پالیسیوں نے جنم دیا ہے۔ اس دہشت گردی کو ڈراؤن حملوں نے جنم دیا ہے۔ آپ نے نہیں سنا؟ غریب شہری بے چارے پنچائت کر رہے تھے، لگاتار تین ڈرون حملے ہوئے، 46 آدمی شہید ہو گئے۔ آپ کے پاکستان میں یہ کیا ہو رہا

ہے؟ یہ آپ کو سلامی دی گئی ریمنڈ ڈیوس کی رہائی کی۔ تحفہ دیا گیا اُس کی رہائی کا۔ قوم کو بیدار ہونے کی ضرورت ہے۔ ملک بدامنی کا شکار ہے۔ آپ کے شجاع آباد میں پانچ قتل ہو چکے ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ملک میں امن عطا فرمائے۔ آمین

حضور ﷺ پر نزولِ وحی کا آغاز

الحمد للّٰہ نحمدهٗ ونستعینهٗ ونؤمن بهٖ ونتوکل علیه ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یهده اللّٰہ فلا مضل لهٗ ومن یضلله فلا هادی لهٗ ونشهد أن لا إلٰه إلّا اللّٰہ وحدهٗ لا شریک لهٗ ونشهد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدهٗ ورسولهٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وعلٰی اٰلهٖ واصحابهٖ واتباعهٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ.[العلق:۱-۵]

وقال تعالٰی: یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ. قُمْ فَاَنْذِرْ. وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ. وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ. وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ. وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ. وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ. [المدثر: ۱-۷]

عن عائشة رضی الله عنها قالت: [1] أوّل ما بدئ به رسول اللّٰہ الرّؤیاء الصالحة وکان لا یرٰی رؤیًا إلّا جاء مثل فلق

1۔ صحیح البخاری جلداول باب کیف کان بدء الوحی إلٰی رسول اللّٰہ ﷺ، صفحہ ۲۔ قدیمی کتب خانہ

الصبح او کما قالت.

صدق اللّٰہ ورسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

نبی کریم ﷺ کی معصومیت

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! سیرتِ نبویہ کا بیان دو ماہ سے چل رہا ہے۔ گذشتہ جمعہ بات پہنچی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شادی تک۔ آپ علیہ السلام کا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پچیس سال کی عمر میں نکاح ہوا۔ اور پھر اس کے بعد کے کچھ حالات آپ حضرات کی گوش گزار کیے تھے۔ حضور علیہ السلام قبل بعثت، نبوت سے پہلے بھی معصوم تھے۔ علماء لکھتے ہیں کہ نبی نبوت سے پہلے ولی ضرور ہوتے ہیں۔ گناہِ کبیرہ سے مجتنب ہوتے ہیں۔ دانستہ گناہِ صغیرہ بھی نہیں کیا کرتے۔ اس لئے کہ نبی ایسا سانچہ ہے جن سے شریعت ڈھل ڈھل کے نکلتی ہے۔ نبی کا عمل شریعت ہوتا ہے۔ نبی کا قول بھی شریعت ہوتا ہے۔ نبی کی تقریر وہ بھی شریعت ہوتی ہے۔ نبی نے کہا مسئلہ بن گیا، کیا، دین بن گیا۔ آپؐ کے سامنے کسی نے کیا، آپ خاموش ہو گئے، تو دین بن گیا۔ اگر نبی سے خدانخواستہ غلطیاں سرزد ہوں، گناہ کا ارتکاب ہو تو پھر شریعت محفوظ نہیں رہ سکتی۔ پھر یہ شریعت مشکوک ہو جائے گی۔ اس لئے اللہ غیب سے اپنے نبیوں کی حفاظت کا انتظام فرماتے ہیں۔ اللہ نبیؑ کی جان کی بھی حفاظت فرماتے ہیں، روح کی، افعال کی اور اعمال کی بھی حفاظت فرماتے ہیں۔

یہی وجہ ہے علماء کا اتفاق ہے، مؤرخین اور سیرت نگار اس پر متفق ہیں، اللہ کے نبیؐ نے نبوت سے پہلے عرب کے اس معاشرے میں جس معاشرے میں شراب پانی کی طرح استعمال ہوتی تھی، آپ پیپسی، کولا، سیون اپ، سپرائٹ اور کوک اتنی نہیں پیتے جتنے عرب کے لوگ شراب پیا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے کبھی ایک گھونٹ شراب کا نہیں پیا۔ نبوت سے قبل میرے آقا نے کبھی کسی بُت کو سجدہ نہیں کیا، کبھی کسی بُت کے نام کی قسم نہیں اٹھائی۔ شیوعِ شرک، عمومِ شرک کے باوجود، شرک کے پھیلاؤ کے باوجود، شرک کے زمانے اور دور کے باوجود، شرک کے رواج کے باوجود میرے آقا نے کبھی و اللّاتِ و العزیٰ نہیں کہا۔ کبھی بسم اللّٰہ و العزیٰ کہہ کر جانور کو ذبح نہیں کیا۔ کبھی کسی ایسے جانور جس کو بت کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، اللہ کے نبیؐ کو اس کی خبر ہو اور آپؐ نے وہ کھایا ہو، ایسا کبھی نہیں ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے زمانے میں بھی کبھی اللہ کی حفاظت کے پیشِ نظر ناشائستہ حرکت نہیں کی۔ کوئی کردار لیس اور کریکٹر لیس عمل نہیں کیا۔ آپؐ نے کبھی کوئی خلافِ شریعت عمل نہیں کیا۔ اللہ نے غیب سے آپؐ کی حفاظت فرمائی۔

اللہ کی طرف سے حضور ﷺ کی حفاظت

روایات میں آتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہو گئے، بکریاں چرایا کرتے تھے مکہ مکرمہ میں۔ میں پہلے یہ بتلا چکا ہوں کہ نبی بکریاں چرایا کرتے ہیں اور کیوں چرایا کرتے ہیں؟ اللہ نے نبیوں سے بکریاں چروانے کا یہ عمل کیوں کروایا؟ یہ تاریخ نہیں یہ حضور علیہ السلام کی اپنی حدیث ہے، اور صحیح بخاری میں ہے۔ ہر نبی سے اللہ نے بکریاں چروائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نبوت سے قبل بکریاں چرایا کرتے تھے۔ تو ایک دفعہ آپ کا جو دوسرا ساتھی تھا، جو آپ کے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یار تم بکریوں کا خیال کرو، میرا جی چاہتا ہے کہ میں ذرا مکہ میں جا کر کوئی گپ شپ کر آؤں، مکہ میں جا کر میں کوئی مکہ کے لوگوں کی باتیں سُن آؤں۔ اُس نے کہا، بڑی اچھی بات ہے۔ میں بکریوں کا خیال کروں گا، تم چلے جاؤ۔ بکریاں اُس کے حوالے کر کے

اللہ کے نبیؐ مکہ شہر میں آ گئے۔ مکہ شہر میں جونہی داخل ہوئے، سب سے پہلے گھر میں پہنچے تو آوازیں آ رہی تھیں۔ پوچھا کیا ہے؟ پتہ چلا کہ فلاں لڑکے کی فلاں لڑکی کے ساتھ شادی ہو رہی ہے۔ اللہ کے نبیؐ یہاں رُک گئے۔ گانا گایا جا رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اس شادی کی تقریب میں، اس فنکشن اور اس تفریح میں، اس خوشی میں شریک ہو جاؤں اور یہ باتیں سنوں جو یہاں ہو رہی ہیں۔ بس اللہ کے نبیؐ نے ارادہ کیا ہی تھا، ابھی آپ کے کانوں میں گانے بجانے کی آواز نہیں پڑی تھی، اچانک آپ پر نیند طاری ہو گئی۔ اللہ کے نبیؐ سو گئے۔ رات بھر سوئے رہے۔ اگلے دن جب سورج نکلا اور سورج کی حرارت، گرمی آپؐ کے وجود پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی، آپؐ اٹھ کر سیدھے بکریوں کے پاس چلے گئے۔ اگلی رات پھر ارادہ فرمایا کہ میں جاؤں آج رات مکہ کے لوگوں کے قصے، کہانیاں اور رات کی گپ شپ کو سُن کے آؤں، تو پھر وہی ہوا اللہ کے نبیؐ مکہ میں پہنچے ہی تھے، ارادہ کیا اس تقریب میں شرکت کرنے کا تو حضور علیہ السلام کو پھر بے ہوش کر دیا گیا،[1] اور اللہ کے نبی ﷺ کو اگلے دن ہوش آیا۔ تو اس سے یہ سبق ملتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے بھی گناہوں سے حفاظت فرمائی۔

جب تعمیر کعبہ ہو رہی تھی، میں تعمیر کعبہ میں آپ علیہ السلام کا کردار پچھلے جمعے بیان کر چکا ہوں۔ جو آپ نے تحکیم اور فیصلہ فرمایا تھا تعمیر کعبہ کے موقع پر، پورا مکہ ہی کعبے کی تعمیر کی سعادت میں شریک تھا۔ اللہ کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے چچاؤں کے ساتھ پتھر کندھے پر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپ اپنے کندھے پر پتھر اٹھا کر لاتے تو کندھے کے اوپر پتھر کی رگڑ آ جاتی، اور عرب میں ننگے ہونے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس قدر عریانی تھی کہ یہ بیت اللہ کا طواف ننگے کیا کرتے تھے۔ مرد اور عورتیں بالکل برہنہ، الف ننگا ہو کر یہ بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ نظریہ یہ تھا کہ ان کپڑوں میں تو ہم گناہ کرتے ہیں، بھلا

1۔ سیرت النبی ﷺ صفحہ نمبر ۱۲۵ مکتبہ الفیصل۔ سیرت مصطفیؐ صفحہ نمبر ۱۱۹ مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد

یہ گناہوں سے آلود کپڑے اللہ کے گھر میں کیسے لے جائیں؟ ان کو شیطان نے یہ پٹی پڑھائی تھی اور انہیں عریاں کر دیا تھا۔ تو ننگا ہونا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چچا نے کہا کہ محمد (ﷺ) تمہارے تو مونڈھے[1] اور کندھے زخمی ہو رہے ہیں، تہہ بند اتار کر یہاں رکھ دو اور اوپر پتھر رکھ کے آؤ تا کہ تمہارے کندھے محفوظ رہ جائیں۔ اللہ کے نبی کا تہہ بند کھلا ہی تھا، آپ کو اچانک جبرائیل نے اپنی آغوش میں لیا اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ اللہ کے نبیؐ کے ستر کو جب تک چھپایا نہیں گیا، حضور علیہ السلام کو ہوش نہیں آیا۔

اس سے سبق ملا ہے کہ میرے آقا نبوت سے پہلے بھی معصوم ہیں، گناہوں سے پاک ہیں۔ نہ شرک کیا، اللہ کے نبیؐ نے نہ غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح کیا، نہ غیر اللہ کا سجدہ کیا، نہ غیر اللہ سے دعائیں مانگیں، نہ غیر اللہ کے چڑھاوے چڑھائے، نہ غیر اللہ کی منتیں مانیں، نہ غیر اللہ کے آگے سر جھکایا، نہ غیر اللہ کے آگے قیام کیا، نہ شراب پی، نہ سود کھایا، نہ جوئے کا کاروبار کیا، نہ ہی شعر پڑھا۔ نہ ہی شعر کہا۔ اس لئے کہ اللہ کے نبیؐ شاعر بھی نہیں تھے۔ اللہ کے نبیؐ ساحر بھی نہیں تھے۔ اللہ کے نبیؐ نجومی اور کاہن بھی نہیں تھے اور اللہ نے اپنے نبی کو زنا سے بھی محفوظ رکھا، بے حیائی اور بدکاری سے بھی محفوظ رکھا۔ بلکہ جب اللہ کے نبیؐ جوان ہوئے تو ہر آدمی کی زبان پر ایک ہی کلمہ تھا: صادقؐ وامینؐ، صادقؐ وامینؐ...... یہ عرب کا سب سے سچا انسان ہے، اور یہ اللہ کا سب سے امانت دار انسان ہے۔ حضور علیہ السلام کی پہچان اور تعارف صادق اور امین کے طور پر تھا۔ نبوت سے پہلے بھی آپ کو ساری دنیا سچا کہتی تھی۔ یہ نوجوان جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ یہ نوجوان امانت میں خیانت نہیں کیا کرتا۔

نبوت ملنے سے قبل آپ ﷺ کی کیفیات

اب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال کے قریب ہو گئی، اللہ کے نبیؐ کی زندگی میں تغیر اور تبدیلی آنا شروع ہوئی۔ ترجیحات بدلنے لگیں۔ خواہشات الٹ پلٹ ہونے

1۔ صحیح البخاری جلداول باب بنیان الکعبہ، صفحہ ۵۴۰۔ قدیمی کتب خانہ

لگیں، اندر سے ایک انقلاب برپا ہونے لگا۔ زمانۂ نبوت قریب آ رہا تھا۔ رب تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے نبی میں نبوت کی استعداد اور صلاحیت اجاگر کریں اور اپنے نبی کو اس قابل بنا دیں کہ نبوت کے متحمل ہو سکیں۔ اس لئے نبوت سے چھ ماہ قبل آپ کو پہلے سچے خواب آنے شروع ہو گئے۔ حضور علیہ السلام کو خواب آتے رہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہم نے بخاری شریف میں پڑھی ہے، جس کا میں نے خطبے میں بھی ایک حصہ تلاوت کیا، فرماتی ہیں:

أوّل ما بدئَ به رسول الله (صلى الله عليه وسلم) الرّؤياء الصالحة ثم حبّب إليه الخلاء......

اللہ کے نبی کو سب سے پہلے جو نبوت کا آغاز ہوا، وہ خوابوں سے ہوا۔ آپ رات کو جو خواب دیکھتے تھے، **إلا ما جاء مثل فلق الصبح**، صبح کے چرچے کی طرح وہ خواب بالکل ظاہر اور سامنے نمایاں ہوتا۔ رات کو خواب دیکھتے تو صبح کو وہ خواب پورا ہو جاتا۔ رات کو ایک چیز دیکھتے تو صبح کو وہ پوری ہوتی۔ جو کچھ دیکھتے وہ پورا ہو جاتا۔ یہ سچے خواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے گئے۔ نبوت سے چھ ماہ قبل تک آپؐ سچے خواب دیکھتے تھے۔

سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء ہیں

اس لئے ذرا توجہ کریں۔ کچھ علمی باتوں کا بھی مزاج بنایا کرو۔ حضور علیہ السلام کی نبوت کے تیئس سال ہیں۔ چالیس سال میں آپ علیہ السلام کو نبوت ملی، اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ تو نبوت کا جو کل عرصہ ہوا وہ تیئس سال۔ اور سچے خواب آپؐ نے دیکھے چھ ماہ۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا، سچے خواب نبوت کے اجزاء میں چھیالیسواں جز ہیں[1]۔ ۲۳ کے ۴۶ اجزاء بنالو، ۶ ماہ بنتے ہیں۔ تو حدیث سمجھ میں آتی ہے۔

سچا خواب نبوت کے اجزاء میں سے چھیالیسواں جز ہے۔ اللہ کے نبی کو چونکہ چھ ماہ سچے خواب آئے ہیں اور عرصۂ نبوت ۲۳ سال ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یہ جز

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب الرؤیا الصالحہ جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ، صفحہ نمبر ۱۰۳۵۔ قدیمی کتب خانہ

اللہ نے اپنے نبی کے امتیوں کو بھی دیا۔ نبوت تو بند ہو گئی۔ اگر کوئی جز باقی رہے تو اس سے چیز باقی نہیں رہا کرتی۔ نبوت تو بند ہو گئی، نبوت کا دروازہ بند ہو گیا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ کے نبیؐ کے امتیوں کو اللہ نے سچے خواب عطا کر دیئے۔ اللہ کے نبیؐ کا مومن اور متقی، نیک اُمتی آج بھی سچا خواب دیکھ سکتا ہے اور یہ سچا خواب حضور علیہ السلام کی برکت ہے اور اللہ کی طرف سے بشارت ہے۔ اللہ کی طرف سے تبشیر ہے، اللہ کی طرف سے خوشی کا موقع ہے اور اللہ ہی کی طرف سے مومن کی نصرت ہے۔

خواب کی تین اقسام، اور علمِ تعبیر

چنانچہ علماء نے لکھا، خواب تین قسم [1] کے ہوتے ہیں۔ ایک رحمانی ہوتا ہے، ایک شیطانی ہوتا ہے اور ایک خواب وہ خیالاتِ نفسانی ہوتا ہے۔ رحمانی خواب سچا خواب ہوتا ہے۔ جو مومن کو دکھا کر اللہ مومن کو خوشخبری دیا کرتے ہیں۔ کبھی کبھی آپ بھی سچے خواب دیکھتے ہو۔ ہمارا تو کوئی کوئی خواب سچا ہوتا ہے نا! حضور علیہ السلام کا ہر خواب سچا ہوا کرتا تھا، اور ایک مسئلہ یاد رکھو! میرا اور آپ کا خواب غلط ہو سکتا ہے، شیطانی خواب بھی ہو سکتا ہے، ہم تو زیادہ تر شیطانی خواب دیکھتے ہیں۔ لیکن نبیؐ کا کوئی خواب شیطانی نہیں ہوتا۔ نبیؐ کا ہر خواب رحمانی ہوتا ہے۔ یہ خوابوں کی تعبیر بھی ایک مستقل علم ہے۔ صدیقین کو اللہ نے خوابوں کی تعبیر کا علم دیا تھا۔ یوسف علیہ السلام خوابوں کی تعبیروں کے ماہر تھے، اور یوسف علیہ السلام کے خوابوں کی تعبیر قرآن میں بھی مذکور ہے:

یوسف أیّها الصّدّیق أفتنا فی سبع بقراتٍ سمانٍ یاکلهن سبع عجاف...... [یوسف: ۱۲/۴۶]

یوسف علیہ السلام جیل میں وقت گزار رہے تھے۔ بے گناہی کی جیل کاٹ رہے تھے۔ ہر جیل میں جانے والا مجرم نہیں ہوا کرتا۔ بہت سے نیک لوگوں کو ناجائز جیل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اس لئے جیل میں جانے والے ہر آدمی کو بُرا نہ سمجھو۔ میں نے اپنے آقا کو

1۔ جامع ترمذی جلد دوم ابواب الرؤیاء صفحہ ۵۳۔ قدیمی کتب خانہ

پونے تین سال شعب ابی طالب میں محصور دیکھا ہے۔ آگے اس کا ذکر آئے گا۔ حضور علیہ السلام بھی گرفتار رہے ہیں شعب ابی طالب میں۔ اس لئے کہ جب جیلوں میں عدالت اور انصاف نہ ہو تو اس میں مجرم کم اور بے گناہ زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ یہ عاجز بھی جیل میں رہ کے آیا ہے اور جب جیل میں رہا تو اس وقت اکابرین کے جیل کے حالات پڑھے۔ ہمارے اکابرین نے کتنی جیلیں کاٹیں۔ اُن کی آدھی زندگی جیل میں گزر گئی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ عطاء اللہ کی تو آدھی زندگی ریل میں گزر گئی اور آدھی جیل میں گزر گئی۔ یعنی آدھی سفر میں اور آدھی جیل میں گزر گئی۔

نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو سچے خوابوں کی نعمت نصیب فرمائی۔ ہر خواب سچا ہوتا تھا۔ اور نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ میں آگے وحی کی قسمیں بھی ان شاء اللہ عرض کروں گا۔ وحی کی قسموں میں سے ایک قسم سچا خواب بھی ہے۔ نبیؑ جو خواب دیکھتے ہیں، رب کا حکم اور وحی ہوتی ہے۔ نبیؑ کو حکم ہوتا ہے کہ یہ کام کرو، نبیؑ کر گزرتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ بیٹے کی گردن پر چھری چلا رہا ہوں، پورا کر دیا۔ میں اور آپ اگر ایسا خواب دیکھیں تو ہمارے لئے چھری چلانا حرام ہے۔ لیکن نبیؑ کے لئے چھری چلانا فرض تھا۔ اس لئے کہ نبی کا خواب اللہ کی وحی اور حکم ہے۔ میرا اور آپ کا خواب شریعت کا پابند ہے۔ حکم شریعت کے مطابق مل گیا، خواب پورا کر ڈالو۔ اگر حکم شریعت کے خلاف ملا ہے سمجھ لو کہ ہمارے سمجھنے میں غلطی ہے اور اللہ شریعت کے خلاف حکم نہیں دیا کرتا۔ یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ یہ گمراہی کا دور ہے۔ بہت سے پیروں کو خواب آ جاتا ہے کہ پیر صاحب پر نماز معاف ہے۔

تعبیر کیلئے صالح اور مستند عالم سے رجوع کرنا چاہئے

آپ کو بھی اگر کبھی ایسا خواب آ جائے جو شریعت کے خلاف ہو تو اس کو شیطانی

خواب سمجھا کرو، وہ رحمانی خواب نہیں ہوتا۔ اس لئے میں نے کہا کہ یہ خوابوں کی تعبیر بھی ایک مستقل علم ہے، ہر ایرے غیرے کے سامنے خواب بیان کرنا بھی درست نہیں ہوتا۔ نیک، صالح اور مستند عالم کے سامنے خواب بیان کرو، اس لئے کہ خوابوں کی تعبیر میں یہ لکھا ہے کہ خواب کی تعبیر کسی عالم سے پوچھو، جو تعبیر وہ بیان کر دے تو ویسے ہی ہو جاتا ہے۔ یہ بڑا باریک علم ہے۔

امام ابن سیرینؒ اور خوابوں کی تعبیر

امام ابن سیرین رحمہ اللہ اس امت میں سب سے بڑے معبّر رؤیا گزرے ہیں۔ ایک آدمی نے خواب دیکھا اور اُن کو آ کر خواب سنایا۔ اس نے کہا کہ حضرت میں نے خواب دیکھا ہے، میری چارپائی کے نیچے آگ جل رہی ہے۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا جاؤ چارپائی ہٹاؤ، اس جگہ کو کھودو تمہیں خزانہ ملے گا۔ اُس نے ایسے ہی کیا تو خزانہ نکل آیا۔ ٦ ماہ کے بعد ایک اور آدمی آ گیا۔ اُس نے کہا، حضرت! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری چارپائی کے نیچے آگ ہے۔ فرمایا جلدی سے جاؤ اپنے کمرے سے سامان باہر نکالو، چھت گرنے والی ہے۔ وہ گھر واپس آیا اُس نے کمرے سے سامان نکالا تو چھت گر گئی۔ خواب Same ہے، ایک جیسا ہے۔ ساتھیوں نے پوچھا، حضرت! یہ عجیب بات ہے، اُس نے خواب دیکھا اُس کو آپ نے تعبیر بتائی سونا نکل آیا، اس غریب نے خواب دیکھا اس کو تعبیر بتائی تو چھت گر گئی۔ فرمایا، تم نہیں جانتے۔ اُس نے سردیوں میں خواب دیکھا تھا، اِس نے گرمیوں میں خواب دیکھا ہے۔ سردیوں میں آگ اچھی ہوتی ہے، گرمیوں میں آگ انسان کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اس لئے اللہ نے میرے دل میں ڈالا کہ اس نے سردیوں میں خواب دیکھا ہے اور سردیوں کی آگ اچھی ہوتی ہے اِسے کوئی نعمت ملنے والی ہے، اور اِس نے گرمیوں میں خواب دیکھا ہے اور گرمیوں میں چولہے کے باہر کی آگ خطرناک ہوتی ہے۔ تو میرے ذہن میں اللہ نے یہ ڈالا کہ اس کو کوئی نقصان ہونے والا ہے۔ اس لئے اس کے خواب کی تعبیر یہ ہو گئی اور اُس کے خواب کی تعبیر یوں ہو گئی۔ یہ بھی حضور علیہ السلام کے

طفیل ہمیں خوابوں کی تعبیر کا علم ملا۔ میں اس سیرت کے سلسلے کو پورا کرلوں، مجھے کبھی آپ یاد دلائیے گا ایک جمعہ میں صرف حضور علیہ السلام اور صحابہ کے خوابوں پر پڑھاؤں گا کہ آپؑ نے کیا خواب دیکھا، اس کی کیا تعبیر بتلائی؟ صحابہ نے کیا خواب دیکھے اور حضور علیہ السلام نے ان خوابوں کی کیا تعبیر بتلائی۔ یہ ایک دلچسپ مضمون ہے۔

حضور ﷺ کے دل میں گوشہ نشینی سے محبت ڈال دی گئی

اللہ کے نبیؑ نے چھ مہینے تک سچے خواب دیکھے۔

ثم حبّب إليه الخلاء ......

پھر طبیعت میں جلوت سے خلوت آ گئی۔ پھر طبیعت میں گوشہ نشینی آ گئی۔ پھر طبیعت میں تنہائی پن آ گیا۔ پھر طبیعت میں ایک طرف رہنا آ گیا۔ چنانچہ آپ آبادیوں سے کٹ کر رہنے لگے۔ مکہ سے باہر رہنے لگے۔

وکان یخلوا بغارِ حراء......

مکہ مکرمہ میں جبل نور کے دہانے پر اور چوٹی پر ایک غار ہے جس کی اونچائی 4 گز ہے، اور جس کی چوڑائی سوا ایک گز ہے، اور یہ آج بھی موجود ہے اور آج ہم جیسا صحت مند آدمی اُس کو چڑھتے ہوئے جان کے لالے پڑتے ہیں۔ جبلِ نور، یہ مکہ مکرمہ کا قریب ترین پہاڑ ہے۔ اللہ نے اپنے نبی کے لئے اس جگہ کا انتخاب کیا ہے۔ دور نہیں گئے۔ شہر کے قریب رہے۔ شہر کے قریب اس لئے رہے کہ گھر کی خبر گیری آسان ہو۔ آنا اور جانا آسان ہو۔ لیکن نبی سے گھر چھڑوایا ہے۔

گھر چھوڑے بغیر روحانی ترقی نہیں ملتی!

اور گھر چھڑایا اس لئے کہ گھر چھوڑے بغیر روحانی ترقی نہیں ہوتی۔ گھر چھوڑے بغیر اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب نصیب نہیں ہوتا۔ گھر چھوڑے بغیر ترقی کے مدارج طے نہیں ہوتے۔ گھر چھوڑے بغیر ماحول بدلتا نہیں ہے۔ اور جب تک ماحول بدلے نہ، آدمی بدلتا

نہیں ہے۔اس لئے تو اللہ نے اپنے نبی کو نبوت سے پہلے بھی گھر چھڑوایا ہے اور نبوت کے بعد بھی شہر چھڑا کر مدینے پہنچایا ہے۔ یہ تبلیغ والے کہتے ہیں کہ دین ہجرت سے پھیلا ہے۔ دین نصرت سے پھیلا ہے۔اس لئے یہ بھی آپ کا گھر چھڑواتے ہیں،۔اور آپ کو باہر لے جاتے ہیں۔ اللہ نے اپنے نبی کو نبوت اُس وقت دی جب نبی نے گھر چھوڑا۔گھر میں نبوت نہیں ملی۔گھر چھڑوایا ہے۔

حضور ﷺ غارِ حرا میں

اللہ کے فضل سے ہمارے اکابرین کا ہر کام سنت سے ثابت ہے۔ تصوف ہو، تبلیغ ہو، جہاد ہو، تدریس ہو، آدمی جب غور کرتا ہے تو عقل حیران رہ جاتی ہے کہ یہ حضرات علم اور عمل میں کتنے گہرے تھے۔ ہر ہر عمل میں حضور علیہ السلام کی سنت کو پیش نظر رکھا۔ آپ گھر چھوڑ کر حرا چلے جاتے۔ جانا، آنا۔ بہت سے احباب نے زیارت بھی کی ہوگی۔ اور سچی بات یہ ہے کہ میں مریض ہوں، دل میں بڑی تڑپ ہے لیکن میں چڑھ نہیں سکتا۔ اور وہاں سواری بھی نہیں جاتی۔ اس دفعہ بھی اللہ جب حج پر لے گئے تو قریب پہنچ کر کھڑا ہوگیا۔ اور میں جا کے گم صم ہوگیا۔ آج بھی وہ غار اسی طرح باقی ہے، میں گم صم کھڑا ہو گیا کہ یا اللہ تو نے اپنے نبی کو کتنا قوت اور طاقت والا بنایا تھا۔ اور نبی کی زندگی کتنی مجاہدے سے عبارت ہے۔ اور کتنی مشقت سے عبارت ہے۔ اور ہم کتنے آرام پرست اور تعیش پرست ہیں۔ اور ہمارے آقا کتنے نفیس ہونے کے باوجود مجاہدے والے تھے۔ حرا چلے آتے اور یہ حرا کی جو غار ہے بڑی پیاری غار ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے، میں نے اس کی پیمائش آپ حضرات کے سامنے عرض کردی ہے۔ اللہ کے نبیؑ کے جہاں قدم لگے ہیں اللہ نے اپنے نبی کی برکت سے اُن جگہوں کے تذکرے، نشان اور ان کی علامات بھی قیامت کی صبح تک محفوظ کردیں۔

غارِ حرا موجود ہے، اور ایک آدمی آسانی کے ساتھ کھڑے ہو کر عبادت کر سکتا ہے۔ دو بھی کھڑے ہو سکتے ہیں۔ تیسرے آدمی کی اندر کھڑے ہونے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہوا بڑی اچھی لگتی ہے، سایہ بھی بڑا اچھا پہنچتا ہے۔ دھوپ کے تقاضے بھی پورے ہوتے

ہیں۔اللہ کے نبی کو اللہ نے حرامیں پہنچایا ہے۔حرامیں آپ تشریف لے جاتے،

غارِحرامیں آپ ﷺ کی عبادت

وکان یخلوا بحرا......

غارِحرامیں خلوت اختیار کرتے،گوشہ نشینی اختیار کرتے۔تنہائی اختیار کرتے۔کیا کرتے؟

وما یتحنّثُ فیه ؟......

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں عبادت کیا کرتے تھے۔میں نے سوال کیا کہ نماز تو ابھی آئی نہیں تھی تو عبادت کیسے کرتے تھے؟ نبوت تو ابھی ملی نہیں تھی۔نماز تو آتی ہے نبوت کے بعد۔ابھی نبوت نہیں ملی تو آپ نماز کیا پڑھتے تھے؟ عبادت کیا کرتے تھے؟ تو علماء نے جواب دیا ہے اللہ کی خِلقت میں غور کرنا، یہ بھی عبادت ہے۔آسمان وزمین کی تخلیق میں غور کرنا، پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں، ستاروں اور پوری کائنات کی پیدائش اور تخلیق میں غور کرنا، یہ بھی عبادت ہے۔حضور علیہ السلام غور وفکر کرتے، تدبر کرتے اور اللہ نے دعوت دی ہے......سیروا فی الارضِ ......زمین میں چلو......اللہ نے قرآن میں دعوت دی ہے کہ آسمان وزمین کی بادشاہت کو تم دیکھتے کیوں نہیں ہو؟ دیکھو نا! تمہیں رَب سمجھ میں آئے گا۔اور جو جتنا اللہ کی قدرت میں غور کرتا چلا جائے گا، اُتنا قدرت پر ایمان بڑھتا چلا جائے گا۔اتنا وحدانیت پر ایمان بڑھتا چلا جائے گا۔

عقلمند لوگ اللہ کی تخلیق میں غور کرتے ہیں

اس لئے اللہ نے عقل مندوں کی قرآن میں نشانی یہ بیان کی ہے:

إِنَّ فِىُ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الۡاَلۡبَابِ. [ال عمران: ۱۹۰]

اس میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں، عقل مند لوگ اللہ کی تخلیق میں غور کر کے ذکر کرتے ہیں۔

اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِھِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. [آل عمران: ۱۹۱]

اللہ کے نیک بندے، عقل مند وہ ہیں جو آسمان و زمین کی خلقت میں غور کرتے ہیں اور بلا تعطل پکار اٹھتے ہیں:

ربّنا ما خلقت ھٰذا باطِلًا ......

یا اللہ! یہ تو نے فضول نہیں بنایا۔ ان کو بنانے والا بھی تو ہے۔ مقصد کے تحت بنانے والا ہے۔ اور انجام کار قیامت ہے اور قیامت میں فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، ربّا! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لینا۔ حضور علیہ السلام اللہ کی خِلقت میں غور کرتے تھے اور دینِ ابراہیمی کے مطابق عبادت کیا کرتے تھے۔

حضور ﷺ کی بعض سنتیں

اللہ کے نبی ﷺ غارِ حرا میں اعتکاف میں آ جاتے۔ ستو گھر سے لاتے، کھانے میں آپ ﷺ کی غذا ستو تھی۔ اس لئے ستو کھانا بھی سنت ہے۔ یہ شاید انگلینڈ سے ہماری جماعت آئی ہوئی ہے۔ یہ لوگ شاید ستو کو نہ جانتے ہوں، آپ کے علاقے میں تو ستو موجود ہے۔ کبھی کبھی ستو کو سنت سمجھ کر پھانک لیا کرو، اور کبھی کبھی چھان کی روٹی سنت سمجھ کر کھا لیا کرو۔ زندگی میں ایک دفعہ تو حضور علیہ السلام کی سنت پر عمل ہو جائے۔ کبھی کبھی ایک کرتا ایسا بھی بنوالو جو تنی والا ہو، بٹن جس کے نہ ہوں۔ حضور علیہ السلام نے تنی استعمال کی ہے۔ تسمہ استعمال کیا ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی سنت ادا ہو جائے۔ خدا کی قسم حضور علیہ السلام کی سنت میں جتنا نور ہے، کسی اور چیز میں اتنا نور نہیں۔ کبھی کبھی لُنگی اور دھوتی پہن لیا کرو، صرف سنت سمجھ کر۔ کہ اللہ کے نبیؐ نے چادر پہنی ہے۔ شلوار پہننا بھی ناجائز نہیں، جائز ہے۔ حضور علیہ السلام نے شلوار کو پسند فرمایا ہے۔ اس کو پہنا ہے یا نہیں پہنا، اس میں دو روایتیں ہیں۔ لیکن پسند فرمایا ہے۔ یہ بھی ناجائز نہیں ہے اس میں ستر زیادہ ہے اور بلکہ میں نے پڑھا:

اوّل من لبس السراویل ابراھیم علیه السلام......[1]

اس شلوار کے موجد ہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے شلوار پہنی تھی۔ اس لئے یہ بھی ناجائز نہیں، لیکن چادر پہننا یہ حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔

آقا ﷺ کا توکل اسباب والا تھا

آپ ﷺ ستو پھانکا کرتے تھے۔ توشہ ختم ہوجاتا تو اللہ کے نبیؐ واپس آتے، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر توشہ لے جاتے، کھانا اور ستو لے جاتے، تو پھر پہنچ جاتے۔ اور اللہ کے نبی ﷺ بھوکے نہیں رہے، پیاسے نہیں رہے، اللہ کے نبی ﷺ نے مجاہدہ ضرور کیا ہے، کم ضرور کھایا ہے لیکن جان پر ظلم نہیں کیا۔

وکان یتزوّد......

توشہ لے جاتے تھے۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ ایک توکل بغیر اسباب کے ہے اور ایک توکل اسباب کے ساتھ ہے۔ میرے آقا کا توکل اسباب والا تھا۔ آپ علیہ السلام توشہ لے گئے، اور آپ نے ستو کھائے ہیں۔ زندگی گزاری ہے۔ تو اگر کوئی آدمی توکل بغیر اسباب کے کرتا ہے تو کر لے لیکن جو مسنون توکل ہے، وہ اسباب والا ہے۔ اب اس کو اگر کھولوں تو وقت یہیں پورا ہوجائے گا۔ توکل اسباب کے ساتھ کیا ہوتا ہے اور بغیر اسباب کے کیا ہوتا ہے؟ بغیر اسباب کے توکل یہ ہے کہ جنگل میں اونٹ کو کھلا چھوڑ دو، اللہ حفاظت کرے گا اور اسباب کے ساتھ توکّل یہ ہے کہ جنگل میں اونٹ کا گھٹنہ باندھ دو۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ گھٹنا باندھ دو اور اللہ کے سہارے چھوڑ کر چلے جاؤ، اللہ حفاظت کرے گا۔ لیکن اعتماد اس کے گھٹنے کے بندھنے پر نہ کرنا بلکہ اعتماد رب تعالیٰ پہ کرنا۔ دکان کھول لو، بیٹھ جاؤ لیکن اس دکان کو اپنا رازق نہ سمجھنا، دکان کو رازق سمجھ لیا تو شرک ہوجائے گا۔ رازق کون ہے؟ اللہ تعالیٰ! یہ سوچ کر کہ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا ہے نا!

وأجمِلوا فی الطّلَب وتوکّلوا علیه ......

1۔ فتح الباری باب واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلًا، صفحہ ۳۹۰ جلد ۶

اللہ کے نبیؐ نے فرمایا ہے، رزق اللہ نے دینا ہے، اور تم طلب کرو۔ اور اچھے انداز میں طلب کرو۔

رب تعالیٰ نے کہا ہے:

وابتغوا من فضل اللّٰہ...... [الجمعۃ: ۶۲/ ۱۰]

اللہ نے رزق کو اپنا فضل قرار دیا ہے۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ.

[الجمعۃ: ۶۲/ ۱۰]

جمعہ کی اذان ہو، دکانیں، دفاتر، ریڑھیاں اور اپنے چھابڑے بند کر دو اور مسجد میں آ جاؤ، جمعہ پڑھو۔ نماز پوری ہو تو:

فانتشروا فی الارضِ ......

چلے جاؤ اب، دفاتر کھول لو اور کاروبار کھول لو،

وابتغوا من فضلِ اللّٰہ......

اب تم جو کماؤ گے یہ صرف رزق نہیں ہوگا، بلکہ یہ رزق بھی ہوگا اور اللہ کی کرم نوازی بھی ہوگی۔ رزق بھی ہوگا اور اللہ کا فضل بھی ہوگا۔ اور اگر جمعہ کے وقت دکان کھلی ہے، اذان کے وقت دکان کھلی ہے، جمعہ پڑھنے نہیں آئے تو اللہ نے فرمایا یہ مال ہے، **وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور.** [آل عمران: ۳/ ۱۸۵] ، یہ تو دھوکے کا سامان ہے، اور اگر نماز بھی پڑھ لی اور اس مال کی زکوٰۃ بھی دے دی تو یہ تیرا رزق یہ بھی اللہ کا فضل بن گیا۔ چیز ایک ہی ہے تھوڑی سی احتیاط کر لو تو اللہ کا فضل ہے اور اگر احتیاط نہ کر و تو یہ دوزخ اور جہنم کے انگارے ہیں۔ تو پھر یہ رزق نہ رہا بلکہ جہنم کے انگارے ہوئے۔ تھوڑا سا اپنے آپ کو سنوارنا ہے۔ اپنی لگام شریعت کو دے دو۔ جیسے شریعت پھیرتی چلی جائے تو ویسے ہی پھرتے چلے جاؤ۔ خدا کی قسم! تمہارا دکان پر بیٹھنا بھی ثواب ہے، تمہارا بیوی اور بچوں کو کھلانا بھی ثواب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اپنی بیوی کے منہ میں اٹھا کر لقمہ دے دو اللہ اس پر بھی تمہیں صدقے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

بعثتِ نبویؐ کی تاریخ کا تعین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں تھے۔ رمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ آپؐ کے پاس جبرائیل امین آئے۔ وحی آئی۔ نبوت سے سرفراز ہو رہے ہیں۔ چھ مہینے تک خواب آتے رہے۔ گویا کہ نبوت کا آغاز ربیع الاول سے ہوا۔ روایات مختلف ہیں کہ پہلی وحی کب آئی؟ بعض علماء نے لکھا کہ ربیع الاوّل میں آئی۔ بعض نے لکھا کہ رجب میں آئی۔ بعض نے لکھا کہ رمضان میں آئی۔ لیکن سب روایات کو دیکھو اور قرآن کو دیکھو۔

قرآن کہتا ہے:

انا انزلنٰه فی لیلة القدر. [القدر: ۱]...... قرآن لیلۃ القدر میں آیا ہے۔

قرآن کہتا ہے:

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن......

قرآن رمضان میں آیا ہے۔

تو پھر سمجھ میں آتا ہے کہ سچے خواب تو ربیع الاول سے شروع ہوئے، نبوت کا مقدمہ تو ربیع الاول سے شروع ہوا۔ اور حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے اللہ نے پیر کے دن مجھے پیدا کیا، پیر کے دن مجھے نبوت دی۔ پیر کے دن اللہ نے مجھے وحی دی ہے تو پیر کا دن جو رمضان اللہ کے نبیؐ کے چالیس سال کی عمر میں ہوا ہے۔ اس رمضان میں جو پیر کا دن ہے۔ ایک ۷ رمضان کو آتا ہے، ایک ۱۴ رمضان کو آتا ہے، تیسرا ۲۱ رمضان کو آتا ہے اور ایک اٹھائیس رمضان کو آتا ہے، تو ان تمام حدیثوں کو، علم حساب و ریاضی کو جمع کرو، علم تاریخ اور علم ہندسہ کو جمع کرو تو تاریخ ملتی ہے ۲۱ رمضان المبارک کی تاریخ تھی۔ پیر کا دن تھا۔ حضور علیہ السلام کی عمر مبارک چاند کے مطابق چالیس سال چھ مہینے اور بارہ دن ہو چکی اور شمسی اعتبار سے ۳۹ سال ۳ مہینے اور ۱۲ دن ہو چکی تھی۔

پہلی وحی اور اس کے اسرار و رموز

اب اللہ کے نبیؐ غارِ حرا میں تھے۔ جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئے اور آ کر حضور

کوقرآن اوروحی دی۔ کیسے دی؟ آیئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، آکر فغطنی مجھے دبادیا، بھینچا۔ اور مجھے کہا اِقراء، پڑھیئے۔ فقلت ما انا بقاریٔ، آپ اکثراس کا ترجمہ سنتے پڑھتے ہیں کہ میں پڑھا ہوانہیں۔ لیکن یہ ترجمہ ذوق کے خلاف ہے۔ علماء، خاص طور پر میرے اکابراور میرے اساتذہ، حدیث کے جو ہمارے اساتذہ ہیں، وہ اِن کے ذوق کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ نورانی قاعدے والا بچہ جب اُس کو بھی پڑھاؤ تو وہ بھی ساتھ پڑھتا ہے۔ آپ بچے کو بسم اللہ پڑھائیں وہ بھی پڑھے گا۔ ہاں وہ تحریراورلکھا ہوانہیں پڑھ سکتا۔ لیکن پڑھاؤ، تلقین کروتو وہ بھی ساتھ ساتھ پڑھتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما أنا بقاریٔ، میں پڑھا ہوانہیں۔ یہ معنی ذوق کے خلاف ہے۔ اس کا صحیح معنی ہونا چاہئے۔ ما أنا بقاریٔ، جبرائیل کہتے ہیں پڑھو، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ''میں پڑھ نہیں سکتا''۔ یہ جو آنے والا کلام ہے اس کا ثقل اور بوجھ اتنا ہے، اس میں اللہ کا نور اتنا ہے، اس میں وحی الٰہی کی شدت اتنی ہے۔ جبرئیل تمہاری شکل کا رعب اتنا ہے، تمہاری ملاقات کا رعب اتنا ہے، میں ڈرا ہوا ہوں، مجھ پر رعب ہے، اور ڈرنا اور رعب کا ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے سانپ دیکھا تھا اور اس سے ڈر گئے تھے۔

رب تعالیٰ نے کہا تھا:

یٰموسیٰ لا تخف. [النمل: ۲۷/۱۰] میرے موسیٰ مت ڈرو!

یہ تقاضۂ بشری ہے۔ اللہ کے نبیؐ پراس آنے والے کلام کا ثقل تھا، بوجھ تھا، اس قرآن کے ثقل، بوجھ اور ملاقاتِ جبرئیل سے فرماتے ہیں جبرائیل! ما أنا بقاریٔ، میں پڑھ نہیں سکتا۔ تو پھر تیسری بار دبایا۔ اور کہا، اقراء باسم ربک الذی خلق، اب تو حضور علیہ السلام کی زبان مبارک فرفر چل پڑتی ہے۔ جبرائیل پڑھا رہے ہیں، حضور علیہ السلام پڑھ رہے ہیں۔ پہلی وحی آ گئی ہے۔ قرآن آ گیا ہے۔ ۵ آیات مل گئی ہیں۔

اقراء باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق. اقراء وربک الاکرم. الذی علم بالقلم. علم الانسان ما لم یعلم. [العلق: ۱۔۵]

یہ پہلی وحی ہے۔اللہ کے نبی کا پہلا سبق ہے۔حضور علیہ السلام کو اللہ نے قرآن کا پہلا حصہ دیا ہے۔جس کا آغاز، ابتدا اور افتتاح اقراء سے ہے، اور اقراء نبی علیہ السلام کی وحی کا پہلا کلمہ بتلا رہا ہے کہ یہ نبی بھی علم والا ہے اور اس کی امت بھی علم والی ہوگی۔اقراء کا معنی ہے "پڑھیے"۔

دشمنانِ دین یاد رکھیں......!

قرآن کو جہالت کا طعنہ دینے والے بدبختو! قرآن تو علم والی کتاب ہے۔خدا کی قسم! پوری دنیا نے علوم قرآن سے لئے ہیں اور آج امریکی کتے اللہ کی اس کتاب کو آگ میں ڈال کر جلا رہے ہیں۔مقدمے چلا رہے ہیں۔تم اللہ کی کتاب کی توہین کر رہے ہو، خدا کی قسم! تم اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔جب گیدڑ کو موت آتی ہے تو وہ شہر کا رُخ کرتا ہے۔جب قومیں اللہ کے شعائر کی توہین کرتی ہیں تو پھر وہ اپنی موت کو دعوت دے رہی ہوتی ہیں۔امریکی کتو! یہ تو کتاب اللہ ہے۔ہم نے تو ناقۃ اللہ کے گستاخوں کو ذلیل ہوتے دیکھا ہے۔وہ صالح علیہ السلام کی ناقۃ اللہ، جو صالح علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی تھی، کہ اونٹنی پتھروں اور پہاڑوں سے نکلی تھی۔

فَعَقَرُوْهَا. فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا. وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا. [الشمس: ۹۱/۱۴،۱۵]

اونٹنی کی ٹانگیں کاٹیں ایک بدمعاش نے۔اللہ نے پوری قوم کی بستیوں کو الٹ کر مارا اور تباہ کر کے رکھ دیا۔جب ناقۃ اللہ کی توہین پر رب تعالیٰ دنیا کو اُلٹ دیتا ہے، بیت اللہ کی توہین پر رب عذاب بھیجتا ہے، کتاب اللہ کی توہین پر امریکی کتو! ہم نہیں تو ہماری نسلیں دیکھیں گی، تم بھیک مانگو گے اور دنیا تمہیں جوتے مارتی ہوگی۔اور تمہیں دنیا کا سمندر بھی چھپنے کا موقع نہیں دے گا۔ان شاء اللہ وہ وقت آنے والا ہے، آنے والا ہے، تڑپاتے ہو، ہمیں تڑپاتے ہو، کبھی ہمارے آقا کے خاکے بنا کر اور کبھی کتاب اللہ کی توہین کر کے آج

مجھے نظر آ رہا ہے، یہ پچاس اسلامی ممالک ہیں، اور یہ جھاگ کی طرح ہیں۔ ایمان سے خالی ہیں۔ ان کے اندر غیرتِ ایمانی اور جرأتِ ایمانی ہوتی تو یہ سب امریکی سفیروں کو پکڑ کر جیل میں بھیج کر، مشترکہ طور پر اللہ کی کتاب کے دشمنوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیتے۔ لیکن آج وہی منظر ہے جو عبدالمطلب کے دور میں ہوا تھا۔ ساری دنیا بے بس ہو گئی تھی، وہ کعبہ ڈھانے آئے تھے۔ تو عبدالمطلب نے کہہ دیا تھا: ربّا تو جانے اور تیرا گھر جانے۔ تو رب تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت کا انتظام کیا تھا۔ ربا یہ ہماری اسلامی ملکوں کی فوج بے بس ہے اور یہ بزدل اور ایمان سے عاری ہیں۔ ربّا تو اپنی کتاب کی حفاظت فرما۔ مجھے یقین ہے اللہ اپنی کتاب کا خزانۂ غیب سے، حفاظت کا ایسے ہی انتظام فرمائیں گے کہ اللہ اِن کو نشانِ عبرت بنا دیں گے۔

ہمیں نہ تڑپاؤ، جس کی کتاب ہے وہ دیکھ رہا ہے۔ کہتے ہیں قرآن کی جزا اور سزا کا جو نظام ہے وہ غلط ہے۔ ہائے قرآن کی سزا اور جزا کا نظام تو بڑا کامیاب ہے۔ جب قرآن کی دنیا پر حکومت تھی تو 0.00% جرم نہیں تھے۔ امریکی کتو! تمہاری جمہوریت کے دور میں تو سب سے زیادہ جرائم تو تمہارے امریکہ میں ہوتے ہیں۔ میں خلفاءِ راشدین کا دور پیش کرتا ہوں۔ جو قرآن کا دور ہے۔ بنواُمیہ اور بنو عباس کے دور میں بھی کسی حد تک عدالتی نظام قرآنی تھا۔ میں وہ دور پیش کرتا ہوں مجھے جرائم دکھاؤ۔ جرائم دکھاؤ۔ وہاں تو عدل وانصاف نظر آتا ہے۔ وہاں تو غیروں کو بھی انصاف ملتا ہے......!!

تمہارے دور میں تو مجھے ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیلوں میں برہنہ نظر آتی ہے۔ تمہارے دور میں تو عزتیں نیلام ہو رہی ہیں۔

انشاءاللہ حضور علیہ السلام کو نبوت کیسے ملی؟...... یہاں سے پھر آئندہ جمعہ۔

......☆......

پہلی وحی سے دوسری وحی تک

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ. قُمْ فَاَنْذِرْ. وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ. وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ. وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ. وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ. وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ. [المدثر: ۷۴/ ۱ تا۷] صدق اللّٰہ العظیم.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

پہلی وحی کے بعد آپ ﷺ کی کیفیت اور سیدہ خدیجہؓ کی دلجوئی

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے حوالے سے بات پہنچی تھی آپؐ پر پہلی وحی کب، کیسے اور کیا نازل ہوئی؟ اور آپ حضرات نے سنا تھا کہ جب اللہ کے نبیؐ کی عمر مبارک چالیس سال چھ مہینے کی ہوئی تو غارِ حراء میں جبرائیل امین آپؐ کے پاس تشریف لائے اور آپؐ پر سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیات نازل فرمائیں۔ اللہ کے نبیؐ یہ وحی لے کر گھر لوٹے۔ دہشت کے آثار اور خوف کی وجہ سے کپکپی طاری تھی۔ چادر اوڑھ کر سو گئے۔ جب یہ کیفیت دور ہوئی تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارے حالات بتلائے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو اُم المومنین ہیں اور آپ علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ ہیں، انہوں نے آپ کو بڑے خوبصورت الفاظ میں تسلی دی۔ آپ کا فرمان یہ تھا کہ خدیجہ، یہ اتنا بوجھل اور اتنا مشکل کام ہے اور وحی اتنی ثقیل ہے کہ "**خشیت علی نفسی**"، مجھے اپنی جان کے نکلنے کا خطرہ ہے، میں تو اپنی جان گنوا بیٹھوں گا۔ تو اس وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی غمگسار بیوی نے آپ کو اِن الفاظ سے تسلی دی، فرمایا:

اِنّک لتصل الرّحم وتحمل الکلّ وتقریٔ الضیف وتکسب المعدوم وتعین علیٰ نوائب الحق......

میرے سر کے تاج! آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں، آپ تو اعلیٰ صفات کے حامل ہیں......

اِنّک لتصل الرَّحِمَ......

آپ تو رشتوں کو جوڑنے والے ہیں،

وتکسب المعدوم......

آپ اَنہونے کام کرنے والے ہیں،

وتحمل الکلّ......

دوسروں کا بوجھ اپنے سر اور کندھے پر اٹھانے والے ہیں،

وتقری الضیف......

مہمان نوازی کرنے والے ہیں،

وتعین علٰی نوائب الحق......

اور لوگوں کے حادثات میں لوگوں کی امداد کرنے والے ہیں۔

یہ صفات جو اللہ تعالیٰ نے آپ میں رکھی ہیں، وہ کسی اور میں تو نہیں ہیں نا!

فإذًا لا یخزیک اللّٰہ ابدًا.

جو لوگوں کا ہمدرد ہو، جو مخلوقِ خدا کا خیر خواہ ہو، جو شرافت اور دیانت کا علمبردار ہو، جو حُسنِ اخلاق کا پیکر ہو، اُس کو اللہ کبھی ضائع نہیں کرتے۔ آپ کو بھی اللہ کبھی ضائع نہیں کریں گے۔

ورقہ بن نوفل کی آپ ﷺ سے گفتگو

پھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے چچازاد ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ یہ ورقہ بن نوفل زمانۂ اسلام سے قبل عیسائی بن گئے تھے۔ اور عیسائی بن کر وہ انجیل کے حافظ بن گئے تھے اور انجیل کا عبرانی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ بھی کیا کرتے تھے۔ انہیں تورات بھی یاد تھی۔ وہ آسمانی دینوں سے بھی واقف تھے۔ آسمانی دینوں کی تعلیمات سے بھی واقف تھے اور وحی کو بھی جاننے والے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گئیں اور جا کر ورقہ بن نوفل سے کہا:

إسمع من ابن أخیک......

اپنے بھتیجے کی بات سنو، محمد عربی (ﷺ) کی بات کو سنو،

تو ورقہ بن نوفل نے حضور علیہ السلام کی گفتگو کو سنا۔ سارا واقعہ اور سارے حالات و واقعات سنے اور سن کر کہا:

ھٰذا الناموس الذی أنزل علٰی موسٰی......

یہ وہ فرشتہ ہے، یہ آنے والا وہ جبرائیل ہے جو اللہ کے نبی موسیٰ (علیہ السلام) پر

بھی اترا کرتا تھا۔ اور یہ جو آپ کے پاس چیز آئی ہے یہ اللہ کی وحی ہے۔ اور پھر اس وقت وہ کہنے لگا:

یا لیتنی فیہ جذعًا......

اے کاش کہ میں اُس وقت قوت والا اور طاقت والا رہوں، زندہ رہوں، جب آپ کو آپ کی قوم اور برادری شہر سے نکال دے گی۔ حضور علیہ السلام اس سے چونکے اور فرمایا: **او مُخرجیَّ هُمْ**...... کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟...... ورقہ بن نوفل نے کہا کہ ہاں، جو شخص بھی یہ پیغام لایا، جو پیغام آپ لائے ہیں، اس کے ساتھ دشمنی کی گئی اور وہ دشمنی آپؐ کے ساتھ بھی ہوگی۔ اے کاش کہ میں اُس وقت تک زندہ رہوں، جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔

فترتِ وحی کا زمانہ

تو یہ پہلی وحی تھی، حضور علیہ السلام ورقہ بن نوفل سے یہ حال احوال سن کر اور سنا کر واپس تشریف لائے۔ مکہ مکرمہ اور اپنے گھر میں واپس تشریف لائے۔ اور پھر وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ یہ پہلی وحی آئی اور اس پہلی وحی کے بعد وحی رُک گئی۔ **وفتر الوحی**...... وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ کتنا عرصہ منقطع رہا؟...... بعض سیرت نگار کہتے ہیں تین سال تک پھر وحی نہیں آئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اڑھائی سال تک یہ وحی کا سلسلہ پھر رُک گیا اور منقطع ہو گیا۔ گویا یہ پہلی وحی آئی اور پہلی ہی وحی کے بعد اللہ نے پھر وحی کو روک دیا۔ حضور علیہ السلام کے ان دنوں کی کیفیات اور حالات یہ تھے کہ آپؐ سرگرداں رہتے تھے، حیران پریشان رہتے تھے۔ جو لذت، چاشنی، مٹھاس ملی اور جو مزہ اللہ کی وحی کے اظہار میں اور وحی کے لینے میں بوجھ اور تکلیف کے باوجود آپؐ کو نصیب ہوا تھا، آپ اُس مزے کے حصول کے لئے، اُس وحی کی طلب میں، جستجو میں پریشان رہتے تھے۔ طبیعت گھٹی گھٹی رہتی تھی۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ اللہ کے نبیؐ کے بارے میں بخاری شریف کی روایت [1] ہے، آپؐ جنگلوں میں چلے

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب اول ما بدئ بہ رسول اللہ ﷺ کتاب التعبیر، صفحہ ۱۰۳۴۔ قدیمی کتب خانہ

جاتے، پہاڑوں پر چڑھ جاتے اور پہاڑ پر چڑھ کر اپنے آپ کو نیچے گرانے کا ارادہ فرماتے، کہ میں اپنے آپ کو نیچے گرا دوں۔ فطری بات ہے کہ جب غم زیادہ ہو، تکلیفیں اور پریشانیاں زیادہ ہوں تو اس طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں کہ میں خودکشی کرلوں۔ اور یہ خیال کا درجہ ہے اور خیال پر مؤاخذہ نہیں ہے اور ابھی احکام بھی نازل نہیں ہوئے تھے۔ صرف خیال کے درجے میں آپ علیہ السلام کو خیال آتا کہ میں اپنے آپ کو نیچے گرا دوں، میں خودکشی کرلوں، لیکن نبی معصوم ہوتے ہیں، گناہوں سے پاک ہوتے ہیں، اللہ انہیں گناہوں سے بچاتے ہیں۔ تو حدیث میں آتا ہے کہ جبرئیل امین آتے اور آ کر آپ علیہ السلام کو تسلی دیتے، آپ کو سہارا دیتے۔ یوں تین سال کا عرصہ آپ کا اس پریشانی اور تکلیف میں گزرا۔ اس غم، جستجو اور وحی کی طلب میں گزرا۔ اور جب یہ تین سال یا اڑھائی سال پورے ہو گئے تو پھر اللہ نے دوبارہ آپؐ پر وحی کا سلسلہ جاری فرما دیا۔

جبریل علیہ السلام کی اصلی شکل میں زیارت

یہ اڑھائی یا تین سال تک وحی کا سلسلہ بند رکھنے میں حکمت کیا تھی؟ اس میں حکمت یہی تھی کہ جستجو اور بڑھ جائے۔ شوق اور قدر، طلب پیدا ہو اور پھر وحی کے تحمل کی مزید صلاحیتیں پیدا ہو جائیں۔ وحی کو لینے اور مضبوطی سے تھام لینے کی صلاحیتیں نکھر آئیں۔ اب جب فترۃ وحی کا عرصہ ختم ہوا، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں، میں اجیاد میں تھا۔ اور یہ مکہ کا ایک محلّہ ہے۔ میں نے اوپر دیکھا تو آسمان اور زمین کے درمیان فضا اور خلا میں وہ فرشتہ جو میرے پاس حرا میں آیا تھا، جالسٌ...... وہ بیٹھا ہے، علی الکرسی...... ایک کرسی پر، یعنی جبرائیل امین اپنی اصلی شکل میں نظر آئے۔ وہ کرسی پر بیٹھے تھے۔ اور پھر اللہ کے نبیؐ پر وحی نازل ہوئی اور دوسری وحی کیا ہے؟

دوسری وحی اور اس کا پیغام

جو آیات میں نے خطبے میں پڑھیں:

يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ. قُمْ فَأَنْذِرْ. وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ. وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ.
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ. وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ. وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ.[المدثر:]

یہ آیات دوسری وحی ہیں۔ پہلی وحی اقراء باسم ربک الذی خلق، پہلی پانچ آیات ہیں، وہ پہلی وحی ہیں اور سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات دوسری وحی ہیں۔ سورۃ المدثر کی اِن ابتدائی آیات میں بہت بڑا پیغام تھا۔ اور بہت سارے احکام اللہ نے اپنے نبی کو دے دیئے۔ اِن آیات پر غور کریں پہلے ان کا ترجمہ دیکھیں۔

یاایھا المدثر قم فانذر...... اے چادر اوڑھنے والے نبیؐ اٹھئے،

فانذر، ڈرایئے......

وربک فکبّر اپنے رب کی عظمت بیان کیجئے......

وثیابک فطھر، اپنے لباس کو پاک رکھئے......

والرجز فاھجر، بتوں سے بچئے......

ولا تمنن تستکثر، احسان کر کے اس کے بدلے کی اُمید نہ رکھئے۔ اور احسان کر کے کسی سے اضافہ نہ چاہیئے۔

ولربک فاصبر، اپنے رب کے لئے جم جایئے اور صبر کا مظاہرہ کیجئے۔ یہ وہی آیات ہیں جو اللہ کے نبی پر اڑھائی سال کے بعد اتری ہیں اور ان آیات میں اللہ نے اپنے نبی کو چند پیغام دیئے۔ ایک پیغام ہے اللہ کی وحدانیت کا، ایک اللہ کے نبیؐ کی رسالت کا پیغام ہے، ایک پیغام اللہ کے نبیؐ کی آنے والی زندگیوں میں مصائب اور مشکلات، تکالیف اور حوادث کے آنے کا ہے۔ ایک پیغام قیامت کے دن پر ایمان لانے کا ہے۔ یہ اللہ نے پیغام دیئے......

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو نام لے کر نہیں پکارا

یاایھا المدثر ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت جبرائیل کو اصلی شکل میں دیکھا تو کپکپی سی طاری ہوگئی۔ آپ علیہ السلام نے چادر اوڑھ لی۔ تو فرمایا: یاایھا

المدثر ،نام نہیں لیا اللہ نے۔ یہ ادب کا مقام ہے۔ یوں نہیں فرمایا، یا محمد! یوں نہیں کہا "یا احمد"۔ نہیں نہیں پورے قرآن میں یا محمد، یا احمد نہیں آیا۔ بلکہ اس سے تو منع فرمایا گیا ہے کہ نام لے کر حضور علیہ السلام کو بلواؤ۔

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا۔[النور: ۲۴/۶۳]

حضور علیہ السلام کو ایسے نہ بلاؤ جیسے تم ایک دوسرے کو نام لے کر بلاتے ہو۔ بلکہ ادب کے ساتھ بلاؤ۔ اللہ نے بھی جب بھی مخاطب کیا اپنے حبیب کو، ادب کے دائرے میں اور آداب ملحوظ رکھ کے کیا ہے۔ اس لئے یہ جو تم لکھتے ہو یا اللہ، یا محمد......اس یا محمد کے لکھنے میں بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے۔ یہ نہ لکھا کرو۔ ایک تو ویسے ہی نداء لغیر اللّٰہ جائز نہیں ہے۔ پکار صرف اللہ کی ہونی چاہئے۔ جو موجود ہے۔ اُس کو کہہ سکتے ہو یا اللہ جو ہر وقت اور ہر جگہ سن بھی رہا ہے۔

روضۂ نبوی عرشِ الٰہی سے بھی افضل ہے

حضور علیہ السلام کہاں ہیں؟......

پوری امتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے ، اللہ کے نبیؐ اُس جگہ پر ہیں جو جگہ عرش، کعبہ، کرسی اور جنت سے بھی اعلیٰ ہے۔ اور وہ ہے مدینہ منورہ میں۔ آپ کا روضۂ اطہر اللہ کے نبیؐ کا وہ مسکن ہے۔ وہاں حضور علیہ السلام موجود ہیں۔ اور اس جگہ کا مقام اور مرتبہ یہ کوئی جذباتی بات نہیں بلکہ عقیدے کی بات ہے۔ وہ اللہ کی تمام مخلوقات سے بہتر ہے۔ چونکہ حضور علیہ السلام افضل المخلوقات ہیں۔ تو آپؐ کے لئے جو جگہ منتخب کی گئی وہ افضل الامکنہ ہے۔ وہ تمام جگہوں سے افضل ہے۔ تو عرش یہ بھی تو اللہ کی ایک مخلوق ہے۔ کرسی اور کعبہ یہ بھی تو اللہ کی ایک مخلوق ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِن سب سے افضل ہیں اور یہ ایک مکان بھی ہے اور آپؐ کی جو جگہ اور مکان ہے وہ افضل الامکنہ ہے۔

''یا محمد'' کہنے میں بے ادبی کا پہلو ہے

اس لئے ایک تو اس میں نداء لغیر اللہ ہے، اور دوسرا یہ کہ اس میں بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے۔ یوں لکھا کرو، ''یا اللہ، محمد رسول اللہ''...... تاکہ اللہ کے نام کی نداء ہو جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت ہو جائے۔ اور اللہ کے نبی کا پیغام دنیا کو پہنچ جائے۔ اور حضور علیہ السلام کا اپنا پیغام یہی تھا: لا الٰہ إلا اللّٰہ محمد رّسول اللّٰہ. یہ محمد رسول اللہ ہمارے کلمہ طیبہ کا حصہ ہیں۔ محمد رسول اللہ قرآن کا بھی لفظ ہے۔ محمد رسول اللّٰہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار، الخ یہ جملہ اللہ نے استعمال کیا اور تم بھی کرو۔ اس لئے آئندہ اپنے ڈرائنگ روم میں یوں لکھا کرو ''یا اللہ، محمد رسول اللہ''۔

''اقراء'' میں فریضہ تعلیم ''فانذر'' میں فریضہ تبلیغ کا بیان!!

تو پہلا پیغام اس دوسری وحی میں حضور کے ادب کا دیا گیا۔ کہ اللہ کے نبی کو جب بھی بلاؤ، اللہ کے نبیؐ سے جب بھی کسی کا تخاطب ہو تو ادب کے دائرے میں ہو کہ رب تعالیٰ خود ادب سکھلا رہا ہے۔ یا ایھا المدثر...... اور اس میں اللہ نے اپنے نبیؐ کی نبوت کا بھی اشارہ دیا ہے، کیوں؟ فوراً فرمایا: قم فانذر، اٹھیئے، اب آپ کے آرام کا وقت ختم ہو چکا۔ اب آپ کے سکون کا وقت جا چکا۔ اب آنے والی آپؐ کی زندگی تحرک سے عبارت ہے۔ اب آنے والی آپؐ کی زندگی محنت سے عبارت ہے۔ آنے والی زندگی میں آپ کو ایک بہت بڑا منصب عطا کیا گیا ہے۔ آپ کو بہت بڑا فریضہ عطا کیا گیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی تعمیل اس طرح کی، ایسے اٹھے، ایسے اٹھے کہ اٹھتے چلے گئے، آتے چلے گئے، بڑھتے چلے گئے حتیٰ کہ پورے عالم پر آپ کا پیغام پہنچ گیا۔ قم، اٹھیئے میرے محبوب۔ اٹھ کر کیا کریں؟ فَاَنْذِرْ، فریضہ تبلیغ سرانجام دیجئے۔ اقراء میں فریضہ تعلیم کا بیان تھا، انذر میں فریضہ تبلیغ کا بیان ہے۔ تبلیغ تب آئے گی جب تعلیم ہوگی۔ علم ہوگا تو آگے پہنچاؤ گے۔ جہالت سے تبلیغ نہیں ہوا کرتی۔

تبلیغ کے لیے مکمل عالم ہونا ضروری نہیں!

اس لئے پہلا پیغام علم کا ہے۔ جب علم آ گیا اور جتنا آ گیا، فأنذِر، میرے حبیبؐ اس کو آگے پہنچاؤ۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ آگے پہنچانے کے لئے مکمل عالم ہونا ضروری نہیں ہے، جتنا تمہارے پاس آ چکا ہے، اتنا آگے پہنچا دو۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں، بلّغوا عنی ولو اٰیة، [1] تمہارے پاس ایک نشانی بھی آ گئی، دین کا علم آ گیا اِس کو آگے پہنچا دو۔ ابھی ایک وحی آئی تھی۔ جبکہ دوسری وحی میں رب نے پیغام دے دیا تھا، أنذِر، میرے حبیب آپ لوگوں کو ڈرایئے۔ کس چیز سے؟ اس میں قیامت کا بھی بیان ہے۔

قرآن چار عقائد کے گرد گھومتا ہے!

دیکھو اسلام کے جو بنیادی عقائد ہیں، ان میں پہلا عقیدہ توحید کا ہے۔ دوسرا رسالت کا ہے۔ تیسرا قیامت اور چوتھا صداقتِ قرآن کا ہے۔ یہ چار اسلام کے بنیادی عقائد ہیں۔ قرآن سارا انہی چار عقیدوں کے اردگرد گھومتا ہے۔ الحمد سے والناس تک، جس سورۃ کو اٹھا لو، جس پارے کو پڑھ لو، پارے کے جس رکوع کو پڑھ لو، رکوع کے جس حصے کو پڑھ لو، یا تو تمہیں رب کی وحدانیت ملے گی یا رب کے حبیبؐ کی رسالت ملے گی۔ اور یا پھر قرآن کی صداقت یا یومِ حشر، یومِ آخرت اور قیامت کے دن پر ایمان ملے گا اور وہ سارا قرآن کا خلاصہ اللہ نے دوسری وحی میں بیان کر دیا۔

یا ایھا المدثر ...... قم میں رسالت کا بیان ہے۔ فانذر، اللہ نے اپنے حبیب کو قیامت کا عقیدہ دیا ہے۔ فانذر، ڈرایئے قیامت کے دن سے۔ ڈرایئے انصاف کے دن سے، ڈرایئے سزا کے دن سے، شفقت اور پیار کے ساتھ ڈرایئے، جہنم کے عذاب سے، شفقت اور پیار سے ڈرایئے قبر کے عذاب سے، شفقت اور پیار کے ساتھ ڈرایئے اللہ کے ہاں حاضری اور پیشی سے۔ فانذر، ڈرایئے۔

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب ما ذکر عن بنی اسرائیل صفحہ نمبر ۴۹۱۔ قدیمی کتب خانہ

ڈراوے کی دو قسمیں

ڈرانا کس چیز سے ہے؟ ڈرانے ڈرانے کے معنی میں بھی فرق ہے۔ اس لئے کہتے ہیں قرآن اور عربی کا اردو میں صحیح معنے میں ترجمہ جو قرآن کی رُو سے ہے، ہو ہی نہیں سکتا۔ اُس کے لیے ضروری ہے اگر آپ کو قرآن سمجھنا ہے تو پہلے عربی میں کمال پیدا کرو۔ ڈرانا ڈرانا بھی مختلف قسموں کا ہوتا ہے۔ ایک یہ ہے کہ کسی کو تم ڈراتے ہو، ''وہ شیر آ رہا ہے''...... خواہ مخواہ خوف و ہراس پھیلاتے ہو۔ ڈاکو آ گئے، فلاں بندہ قتل ہو گیا، یہ بھی ایک ڈرانا ہے۔ یہ اور طرح کا ڈرانا ہے۔ ایک ڈرانا ہے کسی کو شفقت، رحمت، پیار، مودت اور محبت کی بنیاد پر، خیر خواہی کے لئے کسی نقصان دہ چیز سے ڈرانا محتاط رکھنا، بچانا۔ یہ اور طرح کا ڈرانا ہے۔ باہر صحن میں سانپ پھر رہا ہے، بچہ باہر جانا چاہتا ہے، ماں اسے بڑے پیار سے کہتی ہے بیٹا! باہر نہیں جانا، باہر سانپ ہے۔ یہ ایک ڈرانا ہے جو شفقت کی بنیاد پر ہے۔ اس کو اِنذار کہتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب قرآن مجید میں آیا ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا.

حضورؐ شاہد بھی ہیں اور حضورؐ نذیر بھی ہیں۔ نذیر کا معنیٰ شفقت کی بنیاد پر ڈرانے والا۔ میرے حبیب، فانذر! شفقت کی بنیاد پر ڈرایئے۔ یہ آپؐ کی اُمت دوزخ میں نہ جائے۔ دوزخ اور جہنم کا ایندھن نہ بنے۔ یہ آپ کی امت دوزخ کے زنجیروں، طوقوں اور ہتھکڑیوں وغیرہ سے محفوظ رہے۔ اپنے آپ کو ہلاکت سے بچائے۔

اللہ کی عظمت و کبریائی کا بیان

وربک فکبّر، ڈرایئے بھی سہی اور ڈرا کر اگلا فریضہ بھی سرانجام دیجئے۔ تو اللہ کے نبی کو **یاایھا المدثر قم** میں رسالت کا پیغام ہے۔ انذر میں قیامت کا بیان ہے۔ **وربک فکبر** میں اللہ کی وحدانیت کا بیان ہے۔ **وربک فکبر**، میرے حبیب اپنے

رب کی کبریائی بیان کیجئے۔ عظمت اور بڑائی بیان کیجئے اور اپنی امت کے دل اور دماغ میں پیوست کر دیجئے۔

أن العظمة لِلّٰه...... عظمت اللہ کے لئے ہے۔

الکبریاء لِلّٰه...... کبریائی بھی اللہ کے لئے ہے۔

العزة للّٰه...... عزت بھی اللہ کے لیے ہے۔

الکرامة لِلّٰه ...... شرافت اور کرامت بھی اللہ کے لئے ہے۔

ان القوّة لِلّٰه ، وأن القدرة لِلّٰه...... قوت اور قدرت بھی اللہ کے لئے ہے۔

وان الغلبة لِلّٰه ، وان الملکوت للّٰه...... غلبہ اور ملک وحکومت بھی اللہ کے لئے ہیں۔ اور مالک الملک بھی وہی ہے۔

وربک فکبّر...... گلیوں، بازاروں، مجمعوں اور مجلسوں میں، جلوت وخلوت میں، گھر اور باہر، اپنی ہر مجلس میں اپنے رب کی عظمت، بڑائی، کبریائی اور اپنے رب کی قدرت وطاقت کے بول بول کر لوگوں کو ڈرایئے۔ اللہ کی عظمت دلوں میں بٹھا کر، لوگوں کا خوف اپنے صحابہ کے دلوں سے نکال دیجئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کی کبریائی کا نعرہ اپنایا

اور پھر حضور علیہ السلام نے اپنے رب کی کبریائی ایسے بیان کی اور صحابہ کے دلوں میں ایسی کبریائی بٹھائی کہ وقت کی سپر طاقت نے، روم وایران، اٹلی وجاپان دنیا میں جتنے جتنے ممالک تھے، سب کی ہیبت دلوں سے نکل گئی۔ سب کی شوکت دلوں سے نکل گئی اور وہ صرف ایک ہی نعرہ لگاتے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ایک ہی نعرہ تھا اور وہی صحابہ کی زبان پر تھا۔ ایک ہی نعرہ آپؐ کی نبوت میں تھا، ایک ہی نعرہ آپؐ کے عہد میں تھا اور وہ تھا اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ ہر جگہ اللہ اکبر کہتے تھے اور شرک کا منہ توڑ دیتے تھے۔

وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ...... کس ماحول میں یہ کہا جا رہا ہے؟ جب کبریائی لات و عزیٰ، منات اور غیر اللہ کی بولی جاتی تھی۔ جب بڑا روم کو سمجھا جاتا تھا۔ ایران و فارس اور

حکومتوں کو بڑا سمجھا جاتا تھا۔اس وقت اللہ نے فرمایا وربک فکبّر ، اِن کی نفی کیجئے اور رب کا اثبات کیجئے۔ان کی نفی اور صرف ایک کا اثبات۔یہی خلاصہ ہے لا اِلٰہ الا اللہ کا، کہ سب کی نفی کردو، کسی کے پاس کچھ نہیں ہے، سب کچھ اُسی ایک کے پاس موجود ہے۔یہی ہے وربک فکبر ،اپنے رب کی عظمت، بڑائی اور کبریائی بیان کیجئے۔

اللہ کی کبریائی عقیدۂ توحید میں ہے

اور آپ بھی اپنے بچوں کے دلوں میں اپنے رب کی کبریائی بٹھایا کرو اور انہیں کہا کرو اور سبق پڑھایا کرو کہ طاقت والا کون ہے؟ حکومت والا کون ہے؟ عزت اور ذلت دینے والا کون ہے؟ مشکل کشا اور حاجت روا کون ہے؟ ڈوبانے والا کون ہے؟ کہ اگر ساری دنیا الٹی سیدھی ہو جائے تو اس کے علاوہ کوئی بچا نہیں سکتا۔اور اگر وہ بچانے پر آئے تو کوئی ڈوبا نہیں سکتا۔آج دلوں میں غیر اللہ کی کبریائی ہے۔اس لئے کہتے ہیں کیا کریں مولانا! بات تو آپ کی درست ہے پر امریکہ کو کیا جواب دیں؟ یہ امریکہ کو جواب دینے کے لیے پہلا پیغام اللہ کے نبیؐ کے پاس آیا ہے اور دوسری وحی آئی ہے وربک فکبر۔ عظمت اللہ کی ہے اور اسی پر ایمان رکھو۔اور اس کی ایک تفسیر یوں بیان کی گئی، وربک فوحّد، اپنے رب کی توحید بیان کیجئے۔اپنے رب کی وحدانیت کا اعلان کیجئے۔شرک اور کفر کے ماحول میں اور اُس ماحول میں جب ساری دنیا شرک کے نشے میں مدہوش تھی، تو آپ کھڑے ہو جایئے، بیت اللہ کے وسط میں اور اعلان کر دیجئے لا الٰہ الا اللہ۔اعلان کر دیجئے اشھدأن لا الٰہ اِلا اللہ۔اعلان کر دیجئے کسی سے کچھ نہیں بنتا، سب کچھ ایک اللہ سے ہوتا ہے۔

وثیابک فطھر ...... میرے حبیب اپنے کپڑوں کو بھی پاک کیجئے۔اپنے ظاہر اور باطن کو بھی پاک رکھئے۔

والرجز فاھجر ...... بتوں سے بچنا۔پہلے پیغام میں ہی نفی کر دی کہ بتوں سے بچنا ہے۔اللہ! جب میں بتوں کے خلاف تقریر کروں گا تو دنیا تو میری دشمن بن جائے

گی۔ مکہ والے تو میرے مخالف ہو جائیں گے۔

اللہ نے فرمایا، میرے حبیب، **ولربک فاصبر** ......

تُو توحید کی بات کرے گا تو لوگ گالیاں بکیں گے صبر کرنا......

تُو لات ومنات کی نفی کرے گا تو لوگ پتھر ماریں گے صبر کرنا......

تُو غیر اللہ کی نفی کرے گا لوگ طعنے دیں گے، گھروں سے نکالیں گے، ہجرت پر مجبور کریں گے صبر کرنا......!!

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ...... اللہ نے فرمایا، میرے حبیب کسی پر احسان کرنا تو اس کا بدلہ بھی اللہ سے لینا۔ کسی پر اس لئے احسان نہ کرنا کہ وہ زیادہ دے دے۔ بلکہ دینے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔ یہ دوسری وحی ہے جو اللہ کے نبیؐ پر اُتری۔ جب آپ علیہ السلام کی عمر ساڑھے ۴۳ سال یا ۴۵ سال ہوگئی۔ ۴۰ سال کی عمر میں نبوت ملی، اب یہ دوسری وحی آئی۔ اس کے بعد اللہ کے نبیؐ اللہ کی توحید اور نبیؐ کی رسالت اور تبلیغ کے فریضے کو لے کر چل پڑے ہیں۔ سفر شروع کیا ہے۔ نبوت اور رسالت کے پیغام کو لے کر آپ بڑھنا شروع ہو گئے۔ باقی آئندہ۔

وما علینا إلا البلاغ

......☆......

اولین اسلام قبول کرنے والے خوش نصیب

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم. وَأَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ. وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ. [الشعراء: ۲۶/۲۱۴،۲۱۵]

وقال تعالٰی فی موضعٍ اٰخر: وَقُلْ إِنِّیْٓ أَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ. کَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ. الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِیْنَ. فَوَ رَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ. عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ. فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ. [الحجر: ۱۵/۸۹ تا ۹۴]

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یا بنی عبد المطّلب[1]

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب وأنذر عشیرتك الاقربین کتاب التفسیر صفحہ ۷۰۲
الصحیح لمسلم جلد اول باب دعاء النبی ﷺ لامتہ، صفحہ نمبر ۱۱۴

لا اغنی عنکم من اللّٰہ شیئًا ویا حمزۃ عم محمّدٍ لا اغنیک عنک من اللّٰہ شیئًا ویا صفیۃ عمۃ محمّدٍ لا اغنیک عنک من اللّٰہ شیئًا. او کما قال

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین. اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

تمہید

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! سلسلۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ وار درس جاری ہے۔ گزشتہ مجلس میں بات یہاں تک پہنچی تھی کہ اللہ کے نبیؐ، دو جہاں کے سردار، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر میں نبوت سے نوازے گئے۔ پہلی وحی ساڑھے چالیس سال کی عمر میں آئی، پھر اڑھائی سال یا تین سال تک وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا، عمر مبارک جب تقریباً ۴۳ سال کی ہوئی تو پھر دوسری وحی آئی۔ سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں:

یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ. قُمْ فَاَنْذِرْ. وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ. وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ. وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ. وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ. وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ. [المدثر: ۱ تا ۷]

یہ دوسری وحی ہے، اس کی تفصیل، تشریح اور تفسیر گذشتہ مجلس میں عرض کی جا چکی ہے۔ اس کے بعد وحی کا سلسلہ لگا تار شروع ہو گیا۔ اور قرآن کریم اللہ کے نبیؐ پر لگا تار صبح، شام، دن رات اور سفر وحضر میں نازل ہوتا رہا۔ وحی آپؐ کی رہنمائی کرتی رہی۔ وحی آپ کو ہدایات دیتی رہی، لیکن ابھی تک اعلانیہ دعوت اور اعلانیہ تبلیغ کی اجازت نہیں ملی تھی۔

قبولیتِ اسلام کا اولین شرف عورت کو ملا!

حضور علیہ السلام نے خفیہ دعوت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ آپ ؐ کی اس خفیہ دعوت پر جو لوگ سب سے پہلے آپ ؐ کی دعوت کو قبول کر کے حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے، اُن میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ پہلی وحی لے کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ ؐ نے سب سے پہلے وحی اپنی اہلیہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو سنائی۔ ورقہ بن نوفل نے آپ ؐ کے نبی ہونے کی تصدیق کی تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہو گئیں۔ صحابیہ بن گئیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اسلام نے عورت کو نہ دین سے محروم کیا اور نہ تعلیم سے محروم کیا اور نہ ہی شرف اور فضیلت سے محروم کیا۔ اس قرآن کے نزول کے بعد سب سے پہلی قرآن کی متعلمہ ایک عورت ہے، مرد نہیں ہے۔ سب سے پہلے قرآن سیکھنے والی اور حضور علیہ السلام سے قرآن لینے والی شخصیت عورت کی ہے، مرد بعد میں اور عورت کو پہلے قرآن ملا۔ اور حضور علیہ السلام کی اس دعوت پر لبیک کہنے میں عورت پیچھے نہیں ہے۔

شرفِ صدیقؓ و علیؓ

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہو گئیں اور ورقہ بن نوفل جن کا میں پہلے تذکرہ کر چکا ہوں کہ وہ جاہلیت میں عیسائی ہو چکے تھے، وہ بھی اسلام میں آ گئے، اور آپ ؐ کے غلام حضرت زید ؓ بھی اسلام میں آ گئے۔ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو حضور علیہ السلام کی کفالت اور پرورش میں تھے اُن کو اللہ کے نبی ؐ نے دعوت دی تو فرمایا میں اپنے ابا سے مشورہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی! اگر اسلام قبول نہیں کرتا، تو فلا تخبر احدًا، کسی کو اطلاع مت دینا۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ راز لوگوں کے سامنے کھل جائے۔ لیکن اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی اسلام ڈالا اور دس سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے۔ اور آپ ؐ کے بچپن کے رفیق، یار، دوست،

حب دار، جان نثار حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب اطلاع ملی وہ بھی حضور علیہ السلام کے گھر حاضر ہوئے اور اللہ کے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھ کر صحابیت کے شرف میں داخل ہو گئے۔ یہ اوّلین مسلمان ہیں[1]۔

آزاد مَردوں میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ......

عورتوں میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا......

بچوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ......

غلاموں میں سیدنا زید رضی اللہ عنہ......

ابوبکر، سیدہ خدیجہ، حضرت زید اور حضرت علی رضی اللہ عنہم، یہ چار شخصیتیں ایسی ہیں، اور ان کے ساتھ پانچویں ورقہ بن نوفل، یہ پانچ شخصیتیں ایسی ہیں جنہیں رب نے توفیق دی اور وہ سب سے پہلے اس شرف کے حامل بن کر، اس شرف کے لینے والے بن کر اسلام کے سب سے پہلے سپاہی بنے۔ اسلام کے جاں نثار بنے اور اللہ کے نبی ﷺ کی دعوت کو قبول کیا۔

سب سے زیادہ کمال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے

اور اگر آپ غور سے دیکھیں تو ان سب میں سب سے زیادہ کمال سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے، اس لئے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اہل بیت میں سے ہیں اور گھرانے میں سے ہیں اور وہ بیوی ہیں اور گھر والے اور بیویاں وفادار ہوا کرتی ہیں، اطاعت کرتی ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ ابھی بچے ہیں اور زید رضی اللہ عنہ غلام ہیں۔ اور غلام اور خادم اپنے مخدوم اور آقا کی اطاعت اور پیروی کیا کرتا ہے، لیکن اکیلے ابوبکرؓ ہیں جو غلام بھی نہیں، بچے بھی نہیں، عاقل و بالغ اور آزاد ہیں۔ تاجر، معزز ہیں۔ مکہ کے شریف شہری ہیں ایسی اور سب سے پہلے اللہ کے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے ہیں۔

تین سال تک اللہ کے نبی ﷺ کی دعوت کا یہ خفیہ سلسلہ چلتا رہا۔ تین سال کے اس

1۔ اولین مسلمان میں تطبیق کا حوالہ۔ البدایہ والنہایہ جلد سوم فصل فی ذکر اول من اسلم، صفحہ نمبر ۲۲۳۔ مکتبہ رشیدیہ

عرصے میں جو مسلمان ہوا وہ آگے داعی بنا اور اس نے دین کی دعوت دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تو اور کوئی کام ہی نہیں تھا۔ وہ دن بھر محنت کرتے، اور محنت کر کے لوگوں کو حضور علیہ السلام کی خدمت میں لاتے اور کلمہ پڑھواتے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محنت سے جن کو اسلام ملا

عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محنت سے مسلمان ہوئے۔ پھر صحابی ہوئے اور عشرہ مبشرہ میں آئے۔

حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محنت سے مسلمان ہوئے، صحابی بنے اور عشرہ مبشرہ میں سے بنے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہو کر عشرہ مبشرہ میں سے بنے......

اور حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہوئے، اور عشرہ مبشرہ ہو کر ذوالنورین بنے......!!

یہ تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محنت، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آگئے، یہ اُمیہ کے غلام تھے۔ اب تو آزاد بھی آنے لگ گئے اور غلام بھی آنے لگ گئے۔ مرد اور عورتیں آنے لگے۔ حضرت بلالؓ آئے، عمارؓ آئے، یاسرؓ آئے، عمروؓ بن عنبسہ آئے، عمروؓ کے ساتھ ابوذر غفاریؓ آئے اور مختلف اطراف واکناف سے جیسے جیسے اسلام کی خوشبو پھیلتی گئی لوگ خود بخود اسلام کے قریب آتے چلے گئے۔

کیا اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا؟

آج لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا۔ میں کہتا ہوں کہ ابھی تو اللہ کے نبیؐ نے تلوار کا تصور ہی نہیں کیا، ابھی تو خفیہ دعوت ہے۔ ابھی تو اللہ کے نبیؐ کی رسالت کا چرچا بھی نہیں ہوا۔ ابھی تو عوام میں دعوت نہیں چلی۔ ابھی تو گشت اور تعلیم کا سلسلہ شروع

نہیں ہوا۔لوگ کشاں کشاں حضور علیہ السلام کی طرف آ رہے ہیں۔اسلام میں کشش ہے۔ اسلام میں تاثیر ہے اور اسلام مقناطیس ہے۔ کھینچتا ہے قریب سے، دور سے۔ اپنوں کو، پرائیوں کو، دوستوں اور دشمنوں کو، سب کو کھینچتا ہے۔ کوئی کتنی پابندی لگا دے نہ یہ رُک سکتا ہے اور نہ ہی دب سکتا ہے۔ نہ یہ تھم سکتا ہے اور نہ یہ ختم ہو سکتا ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے

اُتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دَبا دو گے

جتنا دباؤ گے اُتنا یہ اُبھرے گا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا سبب

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک پھوپھی تھی جو کہ کاہنہ تھی۔ کاہن اُس آدمی کو کہتے ہیں جس کے پاس جنوں کی آمد و رفت ہو اور جنات جو ایک آدھ خبر جو اوپر سے چُرا کر لاتے ہیں، وہ کاہنوں کو آ کر بتلاتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنی پھوپھی کے پاس گیا، تو میری پھوپھی نے مجھے دیکھ کر خوش ہو کر اشعار پڑھے:

ابشر وحییت ثلاثًا وترًا

ثم ثلاثًا اخرٰی

ثم ثلاثًا ثم اخرٰی کَیْ تتم عشرًا

أتاکَ خیر وقیتَ شرًّا

کہتی ہے، عثمان تجھے مبارک ہو، تین بار مبارک ہو، پھر تین بار مبارک ہو، پھر تین بار مبارک ہو، پھر ایک بار مبارک ہو، میری طرف سے تجھے دس مبارکیں ہوں عثمان، اور ساتھ میری یہ دعا ہے، أتاک خیرًا وقیت شرًّا، رب تجھے ہمیشہ خیر نصیب کرے، رب تجھے ہمیشہ شر سے بچائے اور پھر کہا،

نکحت واللّٰہ حصانًا زھرا

انت بکرٌ ولقیتَ بکرًا

اے عثمان! تیری شادی ہوگی خوبصورت اور پاک دامن لڑکی سے، تو بھی کنوارہ ہے اور تیری شادی بھی کنواری سے ہوگی۔

یــاعثــمــان یــاعثــمــان

لک الــجــمــال ولک الشــان

عثمان! تو خوبصورت بھی ہے، عثمان تیری شان بھی ہے، اور پھر کہا کہ اللہ نے ایک نبی بھیجا ہے اور اللہ کا یہ نبی حق لے کر آیا ہے۔

وجــاء ه التــنــزیــل والــفــرقــان

اپنے ساتھ قرآن بھی لایا ہے،

فــاتّبــعــه ولا تــغــتــا لک الاوثــان

''عثمان جلدی کرو، اس نبی کا کلمہ پڑھو تمہیں بت گمراہ نہ کریں۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی نے جب یہ شعر پڑھے تو عثمان رضی اللہ عنہ حیران و پریشان ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ پھوپھی! میں نے تو یہ نام ہی کبھی نہیں سُنا۔ تو پھوپھی نے تعارف کرایا، اُس نے کہا:

محمد ابن عبداللّٰہ، رسول اللّٰہ، جاء بوحی اللّٰہ......[1]

وہ محمد بن عبداللہ ہیں، اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ کی وحی لائے ہیں۔

قوله جميل ......ان کی بات بہت خوبصورت ہے۔ اُن کا معاملہ بہت مضبوط ہے۔

لا تــنــفــع ...... لوگوں کا چیخنا اور چلاّنا کام نہیں آئے گا، اگر چہ تلواریں چلیں، ہوائیں چلیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں یہ بات سن کر نکلا تو مجھے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مل گئے، اور ابوبکرؓ نے مجھے کہا عثمان! بیٹھو۔ اور کہنے لگے کہ عثمان تم جانتے ہو کہ یہ جو بُت ہیں اور جن کو ہماری قوم پوجتی ہے، جن کے آگے سجدے کرتی ہے اور جن کی نیازیں دیتی ہے، نہ یہ سنتے ہیں نہ یہ بولتے ہیں اور نہ ہی یہ جواب دیتے ہیں۔ نہ نفع ان کے ہاتھ

1۔ الخصائص الکبریٰ جلد اول باب ماوقع فی اسلام عثمان بن عفان۔ صفحہ ۲۱۸۔ مکتبہ حقانیہ

میں ہے اور نہ نقصان ان کے ہاتھ میں ہے۔ تو پھر ہم ان کو کیوں پوجیں؟ پھر ہم ان کی عبادت کیوں کریں؟ تو پھر کیوں ہم ان کے غلام بنیں، ہم ان کی غلامی میں جکڑتے چلے جائیں؟

ابوبکرؓ یہی باتیں مجھ سے کہہ رہے تھے، اتنے میں اللہ کے نبی ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا۔ ابوبکرؓ اٹھے اور آپؐ کے کان میں کوئی بات کہی، حضور ﷺ وہیں تشریف فرما ہو گئے۔ اللہ کے نبیؐ بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے برجستہ مجھے خطاب کر کے فرمایا: عثمان! میں حق لایا ہوں اور تمہیں حق کی دعوت دیتا ہوں۔ اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ بس دیر نہ لگی۔ جب حضور ﷺ نے مجھے دعوت دی تو مجھے ہمت اور جرأت نہ ہوئی کہ میں حضور ﷺ سے انکار کروں۔ تو میں نے فوراً کہا:

أشهد ان لا إله إلا الله واشهد ان محمدا رسول الله......

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بُت نہیں بلکہ اللہ میرا اللہ ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

میں نے کلمہ پڑھا اور میں نے آ کر پھوپھی کو بتلایا تو وہ خوش ہو گئی۔ اور اس نے مجھے مبارک باد دی۔ اور کچھ عرصہ گزرا، اللہ کے نبیؐ نے اپنی لختِ جگر، نورِ نظر اور صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مجھ سے کر دیا۔

سیدنا عثمانؓ "ذی النورین" کیسے بنے؟

حضرت عثمانؓ حضور ﷺ کے داماد بن گئے، اور پھر جب وہ وفات پا گئیں تو سیدہ اُم کلثوم بنتِ رسولؐ کے ساتھ اللہ کے نبیؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی کر دی اور عثمانؓ ذوالنورین بن گئے، ذوالنورین کا معنیٰ "دو نوروں والا"۔ عثمان ذوالنورین بھی ہیں اور عثمانؓ ذوالہجرتین بھی ہیں۔ ایک ہجرت حبشے کی طرف کی اور ایک ہجرت مدینہ میں کی۔ ذوالنورین یہ ہیں۔ نبیؐ کے دو نور اِن کے حصے میں آئے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے امتیوں میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واحد اُمتی ہیں جن کے نکاح میں کسی نبی

کی یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں آئیں۔

یہ حضور علیہ السلام کا ابتدائی زمانہ ہے، نبوت اور دعوت کا ابتدائی عرصہ ہے۔ اور خفیہ دعوت چل رہی ہے۔

ہم نوا ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے اور یاسر ﷺ بھی مسلمان ہو گئے۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھائی کو بھیجا، عُمیس کو، کہ جاؤ تحقیق کر کے آؤ، وہ آئے اور واپس جا کے رپورٹ پیش کی اور کہا کہ جب میں مکہ میں پہنچا تو کچھ لوگ انہیں کاہن کہتے تھے، کچھ لوگ شاعر کہتے تھے، کچھ ساحر کہتے تھے، عُمیس خود بھی بہت بڑے شاعر تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا اپنا مطالعہ یہ ہے کہ وہ نہ تو کاہن ہیں، نہ ساحر ہیں، اور نہ شاعر ہیں۔ وہ سچے ہیں۔ جو کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا مزہ نہیں آیا تمہاری رپورٹ میں، میں خود جاؤں گا اور جا کر تحقیق کروں گا۔ خود مکہ میں آئے اور چھپ کر رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ اللہ کے نبی کی خدمت میں رہے اور حضور ﷺ سے جب ملاقات ہوئی، اللہ کے نبیؐ نے قرآن سنایا۔ دعوت دی تو فوراً حلقۂ اسلام میں شامل ہو گئے۔

سب سے پہلے نماز کا حکم

جب یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے تو اب اسلام کا پہلا حکم آیا، اور وہ تھا نماز کا۔

ابھی صرف دو نمازیں آئیں اور وہ صبح اور شام کی نماز ہیں۔ **سبح بالغداة والعشي**، صبح اور شام کو اللہ کی تسبیح ادا کیجئے۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ جبرائیل ایک موقع پر آئے اور انہوں نے اللہ کے نبی کو نماز سکھائی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز بھی خفیہ خفیہ پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوطالب نے نماز پڑھتا دیکھ لیا، تو ابوطالب حیران۔ ابھی تک ابوطالب کو حضور علیہ السلام کی نبوت کا پتہ نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے احکام کو خفیہ رکھتے تھے۔ جب اور جیسے حکم آیا ویسے ہی اُس کی ابتداء کی۔ تین سال تک یہ خفیہ دعوت چلی، لیکن اس کا ایک ہیڈ کوارٹر اور مرکز بنایا اور وہ ہیڈ کوارٹر اور مرکز حضرت

ارقم رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ دارِ ارقم میں سب جمع ہوتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے۔ اللہ کے نبی نماز پڑھتے تھے، قرآن سکھاتے اور سمجھاتے تھے۔ یوں قافلہ بنتا چلا گیا اور جماعت بنتی چلی گئی۔

قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کا حکم

اب حکم آ گیا ہے سورۃِ شعراء کا:

وأنذِر عشیرتک الاقربین...... [الشعراء: ۲۶/۲۱۴]

میرے حبیب! اب ایک قدم آگے بڑھایئے، اب خفیہ دعوت سے اعلانیہ کیجئے، اور اس دعوت کو سب سے پہلے اپنے رشتے داروں تک پہنچایئے۔ قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔

وأنذِر عشیرتک الاقربین......

میرے نبی! قریبی رشتے داروں کو ڈرایئے۔ اللہ کے نبیؐ نے اللہ کے اس حکم کی بلاتوقف تعمیل شروع فرمائی۔ سوچا نہیں اور رُکے بھی نہیں کہ لوگ کیا کہیں گے؟ فوراً دعوت کا سلسلہ شروع کیا۔

اللہ نے دعوت کے آداب خود سکھا دیئے

لیکن اللہ نے خود پہلے دعوت کے آداب بھی بتائے۔ دعوت کے نتائج بھی بتائے اور دعوت کے سلسلے میں سامنے آنے والے حالات بھی سمجھا دیئے۔ سورۃ شعراء اٹھاؤ، اس میں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور فرعون کے حالات کو بیان کیا۔ اور آپ یاد رکھیں کہ قرآن کریم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے صرف چوبیس انبیاء کا تذکرہ کیا ہے۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ.

[النساء: ۴/۱۶۴]

ہم نے بہت سے رسولوں کا آپ کے سامنے تذکرہ کیا اور قصے بیان کیے اور بہت سے رسولوں کے قصے بیان نہیں کیے۔ قرآن میں صرف چوبیس انبیاء کے نام آئے

ہیں۔ان انبیاء میں سب سے زیادہ جس نبی کا قصہ اللہ نے قرآن میں بیان کیا وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کثرت کے ساتھ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ قرآن میں کیا ہے۔ بہت سی سورتوں میں تذکرہ کیا ہے۔شاید قرآن کا کوئی سپارہ ایسا نہ ہو جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ نہ کیا ہو۔اس کی وجہ یہ تھی کہ:

موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا انداز اور حضور علیہ السلام کی دعوت کا انداز ایک جیسا ہے، مثلاً
موسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمتیں ایک جیسی تھیں...... مثلاً
موسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ایک جیسا تھا......
موسیٰ علیہ السلام کا دشمن فرعون تھا جبکہ اللہ کے نبی کا اُس دور میں دشمن ابوجہل تھا اور ہر زمانے میں اللہ کے نبی کا دشمن رہا ہے، فرعون کی طرح رہا ہے۔ جیسے آج کا فرعون دشمن کے نقشے پر کبھی بُش آتا ہے تو کبھی اوباما آتا ہے...... تو اللہ تعالیٰ نے کثرت کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا اور فرعون کا تذکرہ کر کے نبی کو اور نبی کی امت کو دعوت سکھلائی ہے اور طریقہ سکھایا ہے...... نتائج اور ردِّعمل پر صبر سکھایا ہے...... اور ضرورت پڑنے پر ہجرت سکھائی اور اپنی نصرت بتائی ہے کہ میری نصرت یوں آیا کرتی ہے۔

سورۃ شعراء میں بھی اللہ نے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے حالات بیان کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چل گیا کہ دعوت کیسے دی جاتی ہے؟

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے پاس گئے تو اللہ کی طرف سے ہدایات لے کر گئے۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى۔ [طٰہٰ: ۲۰/۴۴]

اے موسیٰ! تبلیغ نرمی سے کرنی ہے، دعوت نرمی سے دینی ہے۔

جہاد میں سختی ہوتی ہے، دعوت میں نرمی!

جہاد میں سختی ہوتی ہے اور دعوت میں نرمی ہوتی ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔
قرآن کہتا ہے:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاوٰهُمْ جَهَنَّمُ.

[التوبہ: ۹/ ۷۳]

یہ جہاد کے میدان کے لئے ہے۔ لیکن آپ جب کسی کو دعوت دینے جائیں تو اس کے لئے بڑی حکمت کی ضرورت ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ. [النحل: ۱۶/ ۱۲۵]

اللہ نے فرمایا، جب دعوت دینی ہو تو حکمت کے ساتھ دعوت دو۔

جس کو دعوت دے رہے ہو اور جو مدعو ہے اُس کے مزاج کو سامنے رکھ کر دعوت دو اور اس کے مزاج کی گفتگو کرو۔ اُس کی نفسیات کے مطابق گفتگو کرو......

حکمت، نرمی اور دانائی کے ساتھ گفتگو کرو......

گپ شپ کے انداز میں گفتگو کرو......

اثر کن انداز میں گپ شپ کرو......

اور اگر کبھی دلائل کی ضرورت پیش آجائے، اور مناظرہ کی ضرورت پیش آجائے،

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ......

''خوبصورت انداز میں مجادلہ بھی کرو اور مناظرہ بھی کرو''۔

اخلاق اور حکمت کے ساتھ دعوت دو، دلائل کے انبار لگا دو۔ پھر کیا ہوگا؟

فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ. [حم سجدہ: ۴۱/ ۳۴]

یہ کل تمہارا دشمن تھا، تمہاری دعوت، تبلیغ، تعلیم اور تمہاری محنت کی برکت سے یہ کلمہ پڑھ کر تمہارا جگری دوست بن جائے گا۔

اسلام غالب آکر رہے گا

اللہ نے نبی کو دعوت کا طریقہ بھی سکھایا، اور نبی کا یہ دعوت والا کام بھی قیامت تک زندہ رہے گا۔ اور یہ کام زندہ بھی ہے اللہ کے فضل سے۔ مولانا الیاس دہلوی رحمہ اللہ کی

اس جماعت نے دنیا کا کوئی خطہ، کوئی ملک، کسی ملک کا کوئی صوبہ، اور صوبے کا کوئی ضلع نہیں چھوڑا جہاں پر اللہ کے دین کی دعوت کو نہ پہنچا دیا ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے، مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یبقیٰ علی ظھر الارض بیت مدرٍ ولا وبرٍ اِلّا أدخلہُ اللّٰہ کلمة الاسلام وبعزّ عزیزٍ او بذلّ ذلیلٍ. [1]

ہر کچے گھر میں، پکے گھر میں، ہر خیمے میں، ہر کچی اور پکی اینٹ والے گھر میں رب تعالیٰ اسلام کو داخل کرے گا، کسی کو عزت ملے تب اسلام کو غلبہ ملے گا، کسی کو ذلت ملے تب بھی اسلام کو غلبہ ملے گا۔ کوئی مرے، کوئی جیے اسلام غالب آ کر رہے گا۔ اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

اسلام کی نشاۃِ ثانیہ شروع ہو چکی

اور اسلام کی وہ نشاۃِ ثانیہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شروع ہو چکی ہے۔

تم قرآن جلا رہے ہو لوگ قرآن کو سینے کے ساتھ لگا رہے ہیں......

تم قرآن جلا کر قرآن کو روکنا چاہتے ہو، قرآن اپنی دعوت کے ساتھ لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے اور کھینچ رہا ہے......

تمہاری کوشش ہے کہ قرآن جلا کر امریکہ سے قرآن اور اسلام کو روک دو۔ لیکن قرآن کا چیلنج اور اعلان ہے:

هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا. [الفتح: ۲۸/۴۸]

اور ایک جگہ فرمایا وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ، مشرکوں کو اچھا لگے یا نہ لگے اسلام غالب آ کر رہے گا۔ اب تمہاری انٹیلی جینس رپورٹ آ گئی ہیں۔ مستقبل میں امریکہ کو سب

1۔ مشکوٰۃ المصابیح جلد اول کتاب الایمان صفحہ ۱۶۔ قدیمی کتب خانہ،　مسند احمد بن حنبل جلد ۱۲ حدیث مقداد بن الاسود۔ صفحہ نمبر ۱۳۵، حدیث نمبر ۲۳۷۰۴ طبع دار الحدیث القاہرہ

سے اکثریت والا مذہب اسلام نظر آ رہا ہے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بُجھایا نہ جائے گا

یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِئُوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوۡرِهٖ. [الصف: ۸/۶۱]

اللہ نے اپنا نور مکمل کرنا ہے۔ یہ قرآن کوئی جلنے کے لیے آیا ہے؟ نہیں، بلکہ یہ تو چھا جانے کے لیے آیا ہے۔

وإنّهٗ لیعلوا ولا یُعلٰی......

کافر نے بھی کہا تھا، ایک میٹنگ ہوئی تھی، فیصلہ تو کرو یہ شخص ہے کیا؟...... تو ولید بولا تھا کہ ایسا کلام بولتا ہے:

واللّٰہ ان بقوله الذی یقولهٗ لحلاوۃً......

اس میں مٹھاس بہت ہے، اس میں چاشنی اور بلندی بہت ہے۔ اور جب یہ قرآن پڑھتا ہے تو یہ کلام اونچا ہوتا ہے، بڑھتا ہے، اور چڑھتا ہے، دَبتا نہیں۔ یہ قرآن دبنے والا کلام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو قیامت تک رکھنا ہے......
یہ قرآن رہے گا اور قرآن والے بھی رہیں گے......!!

حضور ﷺ کی دعوت اور کھانے میں برکت

بات کر رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرکز بنا لیا، حضرت ارقم بن ارقم کا گھر۔ اب اعلان آیا کہ: وانذر عشیرتک الاقربین. [الشعراء:۲۱۴/۲۶]، آدابِ دعوت سکھا کر اعلان کیا۔ اللہ کے نبیؐ نے فوراً عمل فرمایا۔

فرمایا علی! ایک دستی گوشت کا انتظام کرو۔ بکری کی ایک دستی، کتنے کلو کی ہوگی؟ دو کلو، اڑھائی کلو یا تین کلو۔ ایک پیالے دودھ کا انتظام کرو، ایک صاع غلے کا انتظام کرو، ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے...... انتظام ہو گیا۔ حضرت حاضر ہے۔ فرمایا، جاؤ۔

خاندان کو بلا کر لے آؤ...... حمزہؓ بھی آ گئے ...... عباسؓ بھی آ گئے...... ابوطالب بھی آ گئے...... ابولہب بھی آ گیا...... سارے بیٹھ گئے۔ گنتی کرائی، 40 آدمی خاندان کے اکٹھے ہو گئے...... اللہ کے نبیؐ نے کھانا پیش فرمایا۔ جب کھانا پیش کیا، ایک دستی جس کو بھون کر ایک برتن میں رکھا تھا۔ اُس کو سب نے کھانا شروع کیا۔ چالیس آدمیوں نے پیٹ بھر کر اس دستی کو کھایا۔

فرمایا، علی! دودھ کا پیالہ لاؤ...... حضرت علی ﷺ دودھ کا پیالہ لائے...... سب کو پلاؤ۔ سب نے ایک پیالہ دودھ کا سیر ہو کر پیا...... اللہ نے اتنی برکت دی کہ سب نے سیر ہو کر پی لیا۔ سارے سیر ہو گئے۔ کھانا کھلاؤ۔ کھانا بھی کھلا دیا۔

تبلیغی جماعت کا اکرام، نبی ﷺ کی سنت ہے

جب یہ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے، یہ تبلیغی جماعت والے جو کام کرتے ہیں ذرا گہرائی سے دیکھو تو ایک ایک عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔ یہ لوگوں کو بلا کر لاتے ہیں اور اکرام کرتے ہیں۔ اکرام کر کے پھر بات کرتے ہیں۔ تو حضور علیہ السلام نے بھی ان کا اکرام کیا۔ کھانا کھلایا ہے۔ اور اکرام کر کے گفتگو کرنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی گفتگو کرنا چاہ ہی رہے تھے کہ ابولہب جو آپ کا چچا تھا، وہ بول پڑا، کہتا ہے اس کی کیا بات سنو گے؟ اس نے تو کھانے میں بھی جادو کر دیا ہے۔ ایسا جادو تو ہم نے زمین پر کبھی نہیں دیکھا، اور اٹھ کر چلا گیا۔ اور سب کو لے کر چلا گیا۔

دوسرے دن کی دعوت اور اقرباء کا ردِّعمل

اللہ کے نبیؐ نے اگلے دن پھر دعوت کی، اور سب کو بُلایا۔ کل تو بات نہیں ہوئی تھی۔ آج سب کو دوبارہ دعوت پر بُلایا ہے۔ پھر اسی طرح ایک دستی، دودھ اور ایک صاع غلے کا انتظام کرایا اور سب کو کھانا کھلایا۔ جب سب کھانا کھا چکے اب اللہ کے نبیؐ نے دعوت دی۔ فرمایا، میاں دیکھو! سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔ مخلوق کے اختیار میں کچھ نہیں

ہے۔اِن بتوں کے پاس کچھ نہیں ہے۔ مجھے اللہ نے نبیؐ بنا کر بھیجا ہے۔

حضور علیہ السلام کی جب یہ تقریر سنی تو ابوطالب کہنے لگا، آپ کی بات تو بڑی پیاری ہے اور بڑی اچھی ہے لیکن میں اپنے باپ کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اور ابولہب نے تو بڑے سخت جملے کہے تھے۔ کہنے لگا یہ بہت بُری بات ہے جو تم کہہ رہے ہو، اور اٹھ کر چلا گیا۔

کوہِ صفا پر اعلانیہ تبلیغ اور نتائج

لیکن اللہ کے نبیؐ نے آج سے دعوت کا یہ اعلانیہ سلسلہ شروع فرما دیا، اور پھر کچھ دنوں کے بعد آپؐ نے کوہِ صفا پر لوگوں کو جمع کیا۔

یاصباحاہ یا صباحاہ......

یہ جملہ اس وقت کہا جاتا تھا جب خطرہ ہوا کرتا تھا۔ جب یہ جملہ کہا جاتا تھا تو لوگ دوڑ پڑتے تھے اور سرپٹ دوڑتے تھے، کہ کوئی خطرہ ہے، کوئی حادثہ ہے۔ فوراً پہنچو۔ حضور علیہ السلام کوہِ صفا پر چڑھ کر اعلان فرماتے ہیں، **یا صباحاہ، یا صباحاہ**...... کاشتکار نے کاشتکاری چھوڑ دی، مزدور نے مزدوری چھوڑ دی۔ دکاندار نے دکان چھوڑ دی اور سارے جمع ہو گئے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! مجھے بتلاؤ کہ میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

لوگوں نے کہا: **جربناک مرارًا ما وجدناک إلا صدقا......**

ہم نے بار بار آزمایا ہے، ہمارا تجربہ یہ ہے آپؐ سچوں کے سچے ہیں۔ آپ سب سے اونچے سچے ہیں۔ آپ جیسا سچا کوئی ہے ہی نہیں۔ پھر فرمایا اگر میں تمہیں یہ کہوں:

إنّ عینًا بالوادی یغار علیکم......

ایک لشکر ہے وادی میں اور وہ تم پر حملہ کرنے والا ہے، کیا کہو گے؟

وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کی بات کی تصدیق کریں گے۔

تو اللہ کے نبیؐ نے فرمایا: پھر

إنّی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید.

میں تمہیں دوزخ کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔

قولوا لا إله إلا الله تفلحون......[1]

کلمہ پڑھ لو، کامیاب ہو جاؤ گے۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اعلانیہ دعوت ہے۔ ابولہب نے تو پتھر اٹھا لیا۔ پتھر اٹھا کر اشارہ کیا، کہنے لگا:

تبا لک یا محمد الھذا جمعتنا (نقل کفر کفر نباشد)

محمد! تیرے ہاتھ گر جائیں، تُو نے اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا؟

ادھر حضور علیہ السلام کی توہین ہوئی، اُدھر محمد ﷺ کا رب بول پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود جواب دینے کی نوبت نہیں آئی۔

تبت یدآ أبی لھب......

ابولہب تباہ ہوا، برباد ہوا، اور خطرناک بیماری میں مبتلا ہو کے مرا۔ محمد ﷺ آج بھی موجود ہیں اور روضۂ اطہر میں زندہ ہیں۔ نام قیامت کی صبح تک اور کام قیامت کی صبح تک، شریعت قیامت کی صبح تک زندہ رہے گی۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ **وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ......** میرے نبی کا چرچا رہے گا۔

......☆......

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب قولہ وأنذر عشیرتک الاقربین، صفحہ نمبر ۷۰۲۔ قدیمی کتب خانہ

اعلانیہ دعوتِ اسلام......اور آپ ﷺ پر سلسلۂ مصائب

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. وَدُّوْا لَوْ تُدْھِنُ فَیُدْھِنُوْنَ. [القلم: ۶۸/۹]
وقال فی موضع اٰخر: وَقَالُوْا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ. [الحجر: ۱۵/۶]
وقال تعالٰی: قل یا ایھا الکافرون. لا اعبد ما تعبدون. ولا انتم عابدون ما اعبد. ولا انا عابد ما عبدتم. ولا انتم عابدون ما اعبد. لکم دینکم ولی دین. [الکافرون: ۱۰۹]
صدق اللّٰہ العظیم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین

والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ کمابارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

اعلانیہ دعوت پر اہلِ مکہ میں اضطرابی کیفیت

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! بات یہاں پہنچی تھی کہ اللہ کے نبیؐ نے اللہ کے حکم پر قریبی رشتہ داروں کو دعوتِ دین شروع فرمائی۔ پھر اس کے تین سال بعد آپؐ نے اعلانیہ تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا اور یہ اعلانیہ سلسلہ کوہِ صفا سے شروع فرمایا۔ صفا پر چڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: واصباحاہ...... سارے قبائل جمع ہو گئے تو آپؐ نے وہیں اس وقت سب کو دعوتِ دین اور دعوتِ اسلام دی۔ جس پر ابولہب نے پتھر اٹھا کر آپؐ سے مخاطب ہو کر کہا تھا:

تبًّا لک یا محمد ألھٰذا جمعتنا؟......

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ تبت یدآ أبی لھب نازل فرمائی۔ اعلانیہ دعوت اور اعلانیہ تبلیغ نبوت کے چھٹے سال شروع ہو گئی۔ اللہ کے نبیؐ اللہ کے حکم سے ہر مجلس میں، ہر علاقے میں، ہر محلے میں اور ہر قبیلے کے لوگوں کو جا کر دین کی دعوت دیتے۔ پورے مکہ میں ہلچل مچ گئی۔ اضطراب برپا ہو گیا۔ اور پورے مکہ میں ہر گھر میں، ہر مجلس میں اور ہر محفل میں یہی ایک موضوع تھا، سب کی زبانوں پر کہ عبدالمطلب کے پوتے نے ایک نیا دین پیش کیا ہے۔ عبدالمطلب کا پوتا اور محمد عربی وہ ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتے ہیں، وہ ایک اللہ کی بات کرتے ہیں، وہ سب کی نفی کرتے ہیں، وہ سب کا انکار کرتے ہیں اور وہ سب کو دل سے نکالنے کی بات کرتے ہیں اور ایک اللہ کا اثبات کرتے ہیں۔ اُس کی بات اور اس کا کلام عجیب ہے۔ تو بڑی چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بڑے بڑے مشرکین اور کفار،

وہ کبھی آپؐ کے قریب آ کر آپؐ کی بات کو سنتے اور متاثر ہوتے، اور کبھی پیچھے ہٹ جاتے۔

ولید بن مغیرہ کی بدنصیبی

انہی کفارِ مکہ میں ایک شخص تھا جس کا نام تھا ''ولید ابن مغیرہ''۔ جس کے بیٹے حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ اسلام کے سپہ سالار ہیں۔ ولید کافر تھا۔ قرآن نے اس کا کئی جگہ تذکرہ کیا ہے اور اس کی مذمت کی ہے۔ اس کے اٹھارہ بیٹے تھے۔ مال دار اور سرمایہ دار انسان تھا۔ تھوڑا سا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور ابو جہل کو پتہ چلا کہ یہ اللہ کے نبیؐ کے قریب ہوا ہے تو اُس نے فوراً جا کر طعنہ دیا کہ ولید! سنا ہے تیرے پاس کھانا ختم ہو گیا ہے، تیرا غلہ ختم ہو گیا ہے، اور تو وہاں جاتا ہے اور جا کر کھانا کھاتا ہے۔ اس پر اُس کے جی اور غیرت میں آیا اور آ کر کہنے لگا کہ ایسی بات نہیں۔ پھر انہوں نے ایک مجلس اور میٹنگ بلائی، اور اس میں یہ ایجنڈا رکھا کہ حج کا موسم آ رہا ہے، یہ سلسلہ اگر اسی طرح چلتا رہا، محمد عربی کی دعوت اسی طرح اگر چلتی رہی تو حج پر جو لوگ آئیں گے اور حج کا جو مجمع ہے اُن کو بھی یہ شخص دعوتِ دین دے گا، توحید و رسالت کی دعوت دے گا، اور اس کی زبان کی تاثیر بتاتی ہے، چاشنی اور مٹھاس بتاتی ہے۔ اس کے بارے میں طے کرو اور ایک متفقہ لائحہ عمل بناؤ، ایک متفقہ موقف اختیار کرو کہ یہ کون شخص ہے؟ اس کا کیا لقب ہونا چاہئے؟ اس کو کیا قرار دینا چاہئے؟ میٹنگ میں ولید کو بھی بُلایا گیا تو مشورہ شروع ہوا، کسی نے کہا کہ یہ شخص مجنون ہے، کسی نے ساحر کہا، کسی نے کاہن کہا۔ ہر ایک پر ولید نے تبصرہ کیا۔ جب یہ بات آئی کہ کاہن ہے تو ولید کہنے لگا...... اللہ کی قسم یہ کاہن نہیں[1]، میں نے کاہن دیکھے بھی ہیں اور کاہنوں کی باتیں بھی سنی ہیں، یہ کاہنوں جیسی باتیں نہیں کرتا...... مجنون ہے؟ تو کہنے لگا نہیں میں نے مجنونوں کو دیکھا ہے اور دیوانوں کو بھی جانتا ہوں، اور ان کی باتیں بھی سنی ہیں۔ اور یہ مجنون اور دیوانہ بھی نہیں ہے...... کسی نے شاعر کہا، تو کہنے لگا یہ شاعر بھی نہیں۔ تو کیا ہے؟ قرآن نے نقل کیا، اس نے منہ بنایا اور سوچ بچار کی، اللہ نے فرمایا:

1۔ تفسیر روح المعانی جلد ۱۵ صفحہ ۱۴۰۔ مکتبہ امدادیہ، تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ نمبر ۵۶۹۔ طبع بیروت

إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ. فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ. ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ. ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ. فَقَالَ إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ. [المدثر: ۱۸/۷۴ تا ۲۴]

إِنَّهُ فكر وقدّر، سوچا، پھر ایک بات ٹھہرائی۔ فقتل کیف قدر ، اللہ نے فرمایا وہ مارا گیا۔ کیسے اُس نے بات ٹھکرادی۔ کیسے فیصلہ کرلیا۔ ثم نظر ثم عبس وبصر ثم ادبر واستکبر، پھر اس نے دیکھا، ماتھے پہ شکن لایا اور منہ پھیر کے کہنے لگا: إن ھذا إلا سحر یوثر، یہ پہلے سے جو چلا آیا ہے اور یہ جادو ہے۔ اور یہ اُسی جادو کا تسلسل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر ٹھہرایا گیا اسی میٹنگ میں، کہ ان کے بارے میں ایک موقف اختیار کرو، نعوذ باللہ یہ ساحر ہیں، یہ جادوگر ہیں۔

اِدھر اللہ کے نبی کی دعوت بڑھتی چلی گئی، اور اُدھر مخالفت بڑھتی چلی گئی......

اُدھر قرآن بڑھتا چلا گیا اور اِدھر الزامات بڑھتے چلے گئے......

اُدھر اللہ کے نبی کی دعوت میں تیزی آئی اور اِدھر مخالفت میں تیزی آئی......

اور سب سے زیادہ مخالف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تھے جو سب سے قریبی تھے۔ اللہ کے نبی کا رشتے میں چچا اللہ کے نبی کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل تھا۔

ابولہب کی کارستانیاں اور سورۃ اللہب کا نزول

اور ابوجہل کے بعد سب سے بڑا دشمن ابولہب تھا۔ ابولہب کے گھر کا دروازہ حضور علیہ السلام کے گھر کے دروازے کے قریب قریب تھا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ پڑوسیوں سے جب کسی کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ کتنی ہوتی ہے؟

ایک دشمن باہر کا ہوتا ہے، ایک دشمن گھر کا ہوتا ہے......

گھر کے دشمن کی ایذاء ہر وقت ہوتی ہے......

ابولہب بھی دشمن، اس کی بیوی بھی دشمن......

اس کا ایک بیٹا بھی دشمن، دوسرا بیٹا بھی دشمن......

اور یاد رکھو یہ ابولہب وہ بد بخت ہے جو رشتے میں حضور علیہ السلام کا چچا تھا۔ لیکن شروع سے موت تک حضور علیہ السلام کی مخالفت میں اس نے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ اللہ کے نبیؐ کی مخالفت، الزام تراشی میں کبھی بھی پیچھے نہیں رہا۔ ہمیشہ اللہ کے نبیؐ کو تکلیف پہنچائی۔ ہمیشہ اللہ کے نبیؐ کو جھٹلایا۔ ہمیشہ اللہ کے نبیؐ نے رشتے داروں کی دعوت کی اور ان کو کھانا کھلایا۔ یہ کھانا کھا چکے تو حضور علیہ السلام دعوت دینے لگے اور بات شروع کرنے لگے تو یہ اُٹھ کے چلا گیا۔ کہتا ہے کہ یہ تو جادو والا ہے، دیکھو! ایک دستی گوشت کی چالیس آدمیوں کو کافی ہوگئی...... ایک پیالہ دودھ کا چالیس آدمیوں کو کافی ہوگیا...... چند کلو جو چالیس آدمیوں کو کافی ہوگئے...... یہ تو جادوگر ہے۔ اس کی بات ہی کیا سننی؟...... پھر اللہ کے نبیؐ کے لیے پتھر اٹھایا...... پھر اس کی بیوی حضور علیہ السلام کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھی۔ اللہ کے نبیؐ کے لیے گڑھے کھود کر اوپر کانٹے رکھا کرتی تھی...... اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا دشمن تھا، اللہ کے نبیؐ کی نبوت اور بعثت سے پہلے آپؐ نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح ابولہب کے دو بیٹوں سے کیا تھا۔ ایک بیٹی کا نام رقیہ اور دوسری کا اُم کلثوم تھا۔ ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور عُتیبہ تھے۔ عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں یہ مذکورہ صاحبزادیاں تھیں (ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی)۔ اللہ کے نبیؐ نے جب دعوت دی تو اللہ کے نبیؐ کو دین کی دعوت کے صلے میں ابولہب نے جو ایذائیں پہنچائی ہیں اُن ایذاؤں اور تکالیف میں ایک ایذاء یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا، جاؤ محمد عربی کے پاس جا کر منہ پر طلاق دے کر آؤ۔ سختی کرو۔ وہ حضور علیہ السلام کے سامنے آئے۔ اللہ کے نبیؐ کو برا بھلا بھی کہا، توہین کی، اور منہ پر اللہ کے نبیؐ کی دو بیٹیوں کو اِن دونوں نے طلاق دے دی۔ اور حضور علیہ السلام کو تڑپایا، ستایا۔ اس ابولہب اور اس کے دو بیٹوں نے اور اس کی جو بیوی ہے اللہ کے نبیؐ کی دشمن جس کا نام اُم جمیل تھا، وہ اللہ کے نبیؐ کو گالیاں بکا کرتی تھی۔ قرآن نے جب یہ سورۃ اتاری تبت یدا ابی لھب و تب، اس سورۃ کا نام سورۃ ''مسد'' بھی ہے، اس کا نام سورۃ ابی لہب بھی ہے۔

تبت یدا ابی لھب و تب ......[اللھب:۱۱۱]

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ اور برباد ہو گیا۔

ما اغنی عنه مالهٗ وما کسب......[ایضاً]

ابولہب کو نہ مال بچا سکا، نہ کمائی بچا سکی۔

سیصلٰی نارًا ذات لهبٍ...... یہ خوبصورت ہے، حسن و جمال والا ہے، اس کے منہ پر شعلے ہیں، سورج کی طرح اس کے منہ سے چمک نکلتی ہے، اللہ نے فرمایا اس کا حسن بھی ختم، سیصلٰی......شعلے مارنے والی آگ میں داخل ہو گیا، شعلے مارنے والی آگ کا ایندھن بنے گا۔

وامرأتهٗ حمالة الحطب...... اس کی بیوی اُم جمیل لکڑیوں کے گٹھڑے اٹھاتی پھرتی ہے۔ دوسرا معنی حضور ﷺ کی غیبت کیا کرتی ہے،

فی جیدها حبل من مسدٍ...... [اللہب:۱۱۱] اس کے گلے میں مونج کی رَسی ہے، اُس رَسی سے اس نے تباہ ہونا ہے۔

ابولہب کی بیوی کی کارستانی

یہ سورۃ اُتری تو ابولہب کی بیوی اُم جمیل ایک مٹھی میں کنکر اٹھا کر اللہ کے نبیؐ کی تلاش میں نکلتی ہے۔ حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ خانہ کعبہ کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ صدیق ؓ اور حضور ﷺ موجود تھے۔ یہ آئی اللہ کے نبیؐ کو ڈھونڈتی، اللہ نے اس کی آنکھوں کو اندھا کر دیا، اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکی۔ اللہ کے نبیؐ اسے نظر نہ آئے۔ ابوبکر کو دیکھا اور پوچھتی ہے کہ کہاں ہے تیرا ساتھی؟ کہاں ہے محمد؟...... یہ میرے ہاتھ میں کنکریاں ہیں، میں اس کے منہ پر مارنے کے لیے آئی ہوں اور کہتی ہے کہ میں بھی شاعرہ ہوں۔

مذمم من اجینا مذمم من امینا...... یہ محمد نہیں نعوذ باللہ یہ مذمم ہے، مذمت اور برائیوں والا ہے۔ میں اس کا انکار کرتی ہوں۔ میں اس کو نہیں مانتی۔

ودینهٗ اقل...... میں اس کے دین کو توڑتی ہوں۔ اگر یہ میرے سامنے آتا تو میں

اس کے منہ پر کنکر مار دیتی۔ واپس چلی گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت اس نے آپ کو نہیں دیکھا؟ فرمایا، اللہ نے اسے اندھا کر دیا ہے اور یہ مجھے نہیں دیکھ سکی۔

''لہابیوں'' کی بد فکری

یہ ابولہب ہے رشتے میں حضور ﷺ کا چچا ضرور ہے لیکن گستاخِ رسول ہے، موہنِ رسول ہے، عدوّ رسول ہے۔ اللہ کے نبی کا مخالف ہے۔ حضور علیہ السلام کے دین کی بھی مخالفت کرنے والا ہے۔ اس کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس کے جہنمی ہونے پر قرآن کی پوری سورۃ اتری۔

بعض کچے عقیدے کے لوگ عجیب عجیب باتیں کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کسی نے ابولہب کو خواب میں دیکھا تھا تو پوچھا ابولہب کیا ہوا؟ تو کہنے لگا کہ ہر پیر کو مجھے پانی پلایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابولہب نے چونکہ ثویبہ کو حضور علیہ السلام کی میلاد میں آزاد کیا تھا۔ اس وجہ سے اسے جنت کا پانی ملتا ہے۔ ہوش کرو اور عقل سے کام لو۔ اگر ابولہب بخشا گیا تو پھر کون نہیں بخشا جائے گا۔ یہ پیغمبر کا گستاخ، اللہ کے نبی کو پتھر مارنے والا، حضور علیہ السلام کی بیٹیوں کو طلاقیں دلوانے والا، اللہ کے نبیؐ کے راستے میں کانٹے بچھوانے والا، اللہ کے نبیؐ کے گِلے اور شکوے کرنے والی اس کی بیوی، اللہ کے نبی کو زخمی کرنے کے لئے آگے بڑھنے والا ابولہب، ہر مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والا، ہر وقت حضور کا دشمن، ہر مجلس میں اللہ کے نبیؐ کے خلاف محاذ بنانے والا اس کو تم جنتی کہتے ہو؟ ہوش سے کام لو۔ خواب کی بات کرتے ہو؟ قرآن کے مقابلے میں خواب کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ قرآن کے مقابلے میں کسی قول کی کوئی حیثیت نہیں۔ خواب وہ قبول ہوتا ہے جو قرآن کے مطابق ہو، سنت کے مطابق ہو۔ اور قرآن کہتا ہے ابولہب جہنمی تھا۔ تبت یدا ابی لھب وتب. قرآن کی اس سورۃ کو تم کہاں لے جاؤ گے؟ اور تم ایک غلط مسئلہ ثابت کرنے کے لئے قرآن کا مقابلہ نہ کرو، قرآن کی صراحت ہے۔ مسلمانوں کا اعتماد اور اعتقاد ہے کہ جو نبی کا دشمن ہے وہ جہنمی ہے، اور جو

نبیؐ کا خادم ہے اگرچہ حبشہ کا رنگ کا کالا بلال (رضی اللہ عنہ) ہو، وہ جنتی ہے۔

ابولہب ذلیل ہو کر مرا

ابولہب نبیؐ کا گستاخ تھا اور اللہ نے اُسے دنیا میں بھی ذلیل کیا، آخرت میں بھی وہ رُسوا ہوگا۔ اللہ نے اُسے دنیا میں ذلیل کیا۔ وہ بیمار ہوا۔ اللہ نے حضور ﷺ کے گستاخوں کو ہمیشہ دنیا میں بھی ذلیل کیا ہے۔ بڑے سے بڑا گستاخ ہو، ہر عمل پر اللہ ڈھیل دیتے ہیں، موہنِ رسول اور گستاخِ رسول کے لیے کوئی ڈھیل نہیں۔ بیمار ہوا۔ بغل کے نیچے ایک پھوڑا نکلا، اطباء اور حکماء نے کہا یہ متعدی مرض ہے جو اس کو ہاتھ لگائے گا وہ بھی اس بیماری میں مبتلا ہو جائے گا۔ جو اس کو پانی پلائے گا وہ بھی اس بیماری میں مبتلا ہو جائے گا۔ کھانا کھلائے گا وہ بھی اس میں مبتلا ہو جائے گا۔ چنانچہ اسے گھر والے چھوڑ گئے، بیٹے اور رشتے دار چھوڑ گئے۔ اکیلا پڑا رہتا تھا۔ اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ جب مرا تو نہ اسے کسی نے غسل دیا، نہ کسی نے کفن دیا، نہ کسی نے اس کی قبر کھودی، نہ کسی نے اس کا جنازہ اٹھایا۔ اللہ نے اپنے نبیؐ کے دشمن اور گستاخ کا انجام یہ کرایا کہ تین دن تک لاش پڑی رہی اور لاش پھول گئی۔ بدبو ہو گئی۔ پھٹ گئی، گھر والوں نے تنگ آ کر حبشی غلاموں کو بلوایا، وہ لکڑیاں لائے، لکڑیوں سے لاش کو گھسیٹا، ایک گڑھا کھودا، اس میں لکڑیوں سے لاش کو ڈالا اوپر سے مٹی ڈال دی۔ یہ نبیؐ کے دشمن اور گستاخ و مخالف کا انجام تھا۔ چاہے وہ نبی کا چچا ہے۔ اللہ نے یہ حشر دنیا کو دکھایا ہے۔ اور اگر آج بھی جو نبیؐ کی گستاخی کرتا ہے وہ دنیا میں نشانِ عبرت بنتا ہے اور آخرت میں بھی بنے گا۔

مشرکین کی پروپیگنڈا مہم

حضور کی دعوت چل پڑی ہے۔ اس دعوت کو روکنے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ تدبیریں استعمال کی جا رہی ہیں۔ سب سے پہلے اس دعوت کو روکنے کے لئے پروپیگنڈا مہم شروع کی گئی۔ اعلان کیا گیا:

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ...... [الانعام: ۶/۲۵]

لوگو! اس کی باتوں میں نہ آنا، اس کی گفتگو نہ سننا، اس کی دعوت و تقریر کو نہ سننا، اس کے جلسے اور وعظ میں نہ جانا۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ.

یہ پچھلے لوگوں کی کہانیاں پڑھتا ہے، پچھلے لوگوں کے قصے بیان کرتا ہے۔ یہ پرانی سٹوریاں بیان کرتا ہے۔ یہ پرانی اور سُنی سنائی باتیں ہیں جو تمہارے سامنے نقل کرتا ہے۔ پروپیگنڈا کیا گیا۔ جگہ جگہ پر پروپیگنڈا اور کبھی الزام تراشیاں بھی کی گئیں۔ یہ جادوگر ہے، یہ جادو کرتا ہے۔ مکے کے راستے پر آدمی بٹھا دیئے گئے، ہر آنے والے کو خبردار کیا جارہا ہے، یہاں ایک جادوگر ہے، اس کی بات نہ سننا۔ اس کی باتوں میں نہ آنا۔

أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ. [صٓ: ۳۸/۵]

کہنے لگے، کہ یہ عجیب بات ہے سارے خداؤں کو ایک خدا بناتا ہے۔ کہتا ہے کہ سب کی ضرورت نہیں۔ صرف رب کی ضرورت ہے۔ کہتا ہے سب درباروں پر نہ جاؤ، ایک دربار پر آجاؤ اور اللہ کے دروازے پر آجاؤ۔ یہ سارے آستانے اور سارے دربار چھڑواتا ہے، سارے خدا چھڑواتا ہے۔

اِنَّ هٰذا لشیءٌ عجاب...... یہ بڑی عجیب بات ہے۔

أجعل الاٰلهة اِلٰهًا واحدًا...... یہ ایک اور ایک ہی کی بات کرتا ہے۔

اِنْ هٰـــذَا اِلَّا اخْتِلَاق...... کہنے لگے، یہ تو گھڑی ہوئی بات ہے۔ یہ تو اپنی طرف سے من گھڑت بات ہے۔ جو شخص یہ کر رہا ہے غلط کر رہا ہے۔ ایک طرف یہ پروپیگنڈا ہے، لوگوں کو روکا جارہا ہے اور دوسری طرف اللہ کے نبی کو دھمکیاں بھی دی جارہی ہیں کہ قتل کر دیئے جاؤ گے، مار دیئے جاؤ گے۔ ابوطالب کے پاس وفد جارہے ہیں۔ اپنے بھتیجے کو سمجھا دو۔ ورنہ راستے سے ہٹا دیں گے۔ قرآن نے نقل کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ کافر لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کو راستے سے ہٹا دیں۔ آپ کو اپنی آنکھوں سے دور کر دیں۔

اس جرم میں کہ آپ قرآن سناتے ہیں، آپ ذکر سناتے ہیں اور آپ اللہ کی باتیں کرتے ہیں۔ آپ اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ آپ کو ہٹانا اور مٹانا چاہتے ہیں۔

ابوجہل کی بدبختی

اور کئی دفعہ منصوبے بنے۔ ایک مرتبہ ابوجہل اپنی جماعت میں مشورہ کر کے اللہ کے نبیؐ پر حملہ کرنے کے لیے دوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہی تو پیچھے ہٹ گیا۔ کسی نے کہا کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ جب میں قریب جانے لگا تو محمد (ﷺ) اور میرے درمیان آگ کی ایک خندق حائل ہوگئی۔ اگر میں آگے بڑھتا تو آگ میں گر جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر یہ آگے بڑھتا تو اللہ کے فرشتے اس کو اپنے پروں میں اُچک لیتے اور یہ ہلاک ہو جاتا۔

آج کے ابوجہلوں کا وطیرہ

حملے کیے گئے، منصوبے بنائے گئے، پروپیگنڈا کیا گیا، الزامات لگائے گئے۔ آج بھی جو دین کی دعوت دے گا، دین کی باتیں کرے گا، توحید کی باتیں کرے گا وہی کچھ ہو گا جو حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ پروپیگنڈا بھی ہوگا۔ الزامات بھی لگائے جائیں گے۔ دھمکیاں بھی ملیں گی۔ ساتھیوں کو ستایا بھی جائے گا۔

بدءَ الاسلام غریبًا فسیعود کما بدأ غریبًا فطوبیٰ للغرباء.[1]

جیسے اسلام کی ابتداء ہے ویسے ہی اسلام کی انتہاء ہے۔ جو حالات شروع زمانے میں آئے ویسے حالات آخر زمانے میں آنے ہیں۔ آپ نہیں سنتے؟ باقاعدہ دعوت دی جاتی ہے، ''یہ گستاخِ رسول ہیں، یہ کافر ہیں، ان کی مسجدوں میں نہ جاؤ، یہ آج مسجد میں آئے تو مسجدوں کو غسل دو، مسجدوں کو دھوڈالو''......

اور آپ کی تحصیل میں ایک واقعہ ایسا بھی ہوا، کہ ایک تقریر کرنے والے علامہ صاحب نے ترغیب دی کہ یہ تبلیغی جماعت آئی ہوئی ہے، اِن کا مال لوٹ لو۔ رات کو

1۔ جامع ترمذی جلد دوم باب ماجاء ان الاسلام بدأ غریباً الخ صفحہ نمبر ۹۱، قدیمی کتب خانہ

کلاشنکوفیں لے کر آئے۔ مال لوٹ لیا، یہ موضع ڈھونڈو آپ سے دور نہیں ہے، لیکن دوستو! یہ اس دین کا مزاج ہے جب یہ دین آیا تھا اور دعوت شروع ہوئی تھی تو اللہ کے نبیؐ کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا تھا۔ اور آج بھی وہی سلوک ہو رہا ہے، گھبراؤ نہیں۔ حضور علیہ السلام کی دعوت سے سبق حاصل کرو۔ آپؐ کی استقامت سے سبق حاصل کرو۔ مسجدیں ویران ہوں وہاں کتے اپنا مسکن بنالیں، کسی کو تکلیف نہیں...... اور اگر کوئی اللہ کے بندے آ کر مسجد میں جھاڑو دے کر، اذان کہہ کر نماز شروع کر کے، لوگوں کو نماز کے لئے بلا کر لے آئیں تو کہتے ہیں مسجد ناپاک ہوگئی۔ جاؤ مسجد کو دھودو...... لوگوں کو کیا ہو گیا؟؟

اللہ کے رسولؐ پر جانور کی غلاظت ڈالی گئی

اللہ کے نبیؐ نے جب دین کی دعوت دی، دھمکیاں ملیں اور کیا کیا سلوک کیا گیا؟ یہ جو پڑوسی تھے ان پڑوسیوں میں ابولہب کا سب سے پہلا نمبر تھا۔ حکیم اس کا دوسرا نمبر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے یہ لوگ بکری کی اوجھڑی لاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ڈال دیتے۔ گند ڈال دیتے۔ بخاری شریف کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں نماز ادا فرما رہے ہیں [1] آپ سجدے میں گئے۔ ابوجہل اور اس کی جماعت بیٹھی تھی، یہ سات آدمی تھے۔ ابوجہل تھا، عتبہ، شیبہ، ولید، عمارہ اور اُمیہ تھا۔ ابوجہل نے کہا:

أَيُّكم يجيئُ بشلاثِ...... بني فلان.

بنی فلاں کا جانور مردار ہو گیا ہے، کون ہے جو اُس کے بچہ دانی کو اٹھا کر لائے اور یہاں ڈال دے۔ ایک شخص گیا، وہ بچہ دانی یا اوجھ بڑے جانور یعنی اونٹ کا اٹھا کر لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے کہ آپؐ کے اوپر ڈال دیا۔

میں تاریخ بیان نہیں کر رہا بلکہ حدیث اور بخاری بیان کر رہا ہوں۔ اللہ کے نبی کو طاقت اور استطاعت نہ ہوئی کہ سجدہ سے اٹھ سکیں۔ حضور علیہ السلام سجدے میں پڑے

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب اذا القی علی ظہر المصلی قذرٌ او جیفۃ الخ صفحہ نمبر ۳۷۔ قدیمی کتب خانہ
صحیح بخاری جلد اول باب ذکر مالقی النبی ﷺ واصحابہ من المشرکین بمکۃ صفحہ نمبر ۵۴۳۔ قدیمی کتب خانہ

رہے، کتنا لمبا سجدہ ہو گا رب کے حبیب کا؟ رب کے حضور اور رب کے گھر میں؟ آپ کی چھوٹی صاحبزادی سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا، وہ آئیں انہوں نے اوجھ ہٹایا۔

ساتوں گستاخوں کا عبرتناک انجام

حضور علیہ السلام اٹھے، نماز مکمل فرمائی۔ ہاتھ اٹھالئے، فرمایا:

اللھم علیک بأبی جھل، اللھم علیک بعتبہ، علیک بشیبہ، اللھم علیک بولید، اللھم علیک بأمیہ، اللّٰھم علیک بعمارہ......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی۔ یا اللہ ابوجہل کو پکڑ لے، عتبہ کو پکڑ لے، شیبہ، ولید، امیہ اور عمارہ کو پکڑ لے۔ پیغمبر علیہ السلام کا بددعا کرنا تھا، رب نے یہ بددعا ایسی قبول کی کہ یہ سات آدمی تھے، ساتوں کے ساتوں ہلاک ہوئے۔ ان سات میں سے چھ تو بدر میں قتل ہوئے اور ان چھ میں سے پانچ کو بدر کے کنویں میں ڈالا گیا۔ چھٹا بھاگتے ہوئے مارا گیا۔ عمارہ نکل کر حبشہ چلا گیا۔ حبشے میں جا کر بادشاہ کی بیٹی پر عاشق ہو گیا۔ بادشاہ کو پتہ چلا تو اس نے ایک جادوگر بلوایا اور کہا کہ اس کی شرمگاہ پر جادو کر دو۔ جادوگر نے اس کی شرمگاہ پر جادو کیا تو یہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا، رب نے اسے دنیا میں بھی ذلیل کیا وہ آخرت میں بھی ذلیل ہو گا۔

دین کی دعوت پر نبیؐ نے یہ تکالیف اٹھائیں۔ لوگو! سوچو تو سہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے وقت گزارا ہو گا؟

اصحابِ رسولؐ پر ظلم وستم کی داستان

یہ تیرہ سال مکہ کے اس ماحول میں کیسے گزرے ہوں گے؟

پڑوسی ستانے والے، رشتے دار ستانے والے، زمیندار ستانے والے......اور یہ تو نبیؐ کے ساتھ سلوک ہے اور ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک ہے؟ وہ دیکھو عثمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، عثمانؓ کے چچا نے عثمان کو پکڑا، ایک چٹائی میں لپیٹا اور چٹائی کو آگ لگا دی۔ اس سے دھواں نکلنے لگا تاکہ عثمان کے دماغ اور دل پر، کانوں اور ناک میں دھواں چڑھ جائے اور یہ باز آجائے۔ لیکن یہ ایمان ہے، جب دلوں میں داخل ہوتا ہے تو انسان اور مسلمان کے ٹکڑے ٹکڑے تو ہو جاتے ہیں لیکن ایمان دل سے نکلتا نہیں ہے۔ جن لوگوں کے دلوں سے ایمان نکلتا ہے وہ ان کے دلوں میں ایمان ہوتا ہی نہیں۔ یہ عثمانؓ کے ساتھ سلوک ہو رہا ہے، اور اللہ کے نبیؐ کے دوسرے صحابہؓ کے ساتھ کیا کیا سلوک کیا جا رہا ہے؟ ان کو کھالوں میں بند کیا جا رہا ہے، اونٹ کی کھال، بکری کی کھال، اور بڑی بڑی کھالیں لاکر کھال میں ڈالا اور اوپر سے کسا، پہاڑ کے اوپر گرمی اور دھوپ میں ڈال دیا۔

اور مکہ کی گرمی کو تو آپ جانتے ہیں۔ تڑپ رہے ہیں نبیؐ کے صحابہؓ۔ عمارؓ یاسرؓ اور عمارؓ کی والدہ مسلمان ہو گئے۔ غریب، مظلوم غلام تھے۔ عمارؓ کو تو مار کر شہید کر دیا گیا۔ عمار کی والدہ کو برچھا مارا ابوجہل نے تو یہ ان کی شرم گاہ پر لگا تو یہ شہید ہو گئیں۔ اور یہ اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں۔ سب سے پہلی شہید اسلام میں عورت ہے اور وہ حضرتِ سمیّہ رضی اللہ عنہا ہیں (حضرت عمارؓ کی والدہ) حضرتِ خباب رضی اللہ عنہ، یہ بھی ایک غریب انسان تھے، حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو تو مار مار کر پھینک دیا جاتا۔

اور بلالؓ کا حشر تو سب سنتے ہو، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اُن کا آقا امیہ مار مار کر سینے کے اوپر ایک چٹان رکھتا، گلے میں رسی ڈالتا، کھنچوا کر پہاڑوں پر ڈالتا، گلے میں رسی کے نشان پڑ گئے تھے۔ یہ اللہ کے نبیؐ کے ساتھیوں کے ساتھ سلوک ہو رہا ہے۔ ابوفکیہہ کو تڑپایا گیا، کسی کو تیل کے کڑاھے میں ڈالا گیا۔ دعوت کو روکنے کی شکلیں ہیں۔ مارا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا: حتّٰی تکفّر بمحمّدٍ، محمد کے ساتھ کفر اور ان کا انکار کرو، کبھی کہا جاتا تھا لات کی عظمت کو بیان کرو۔ اور کبھی کہا جاتا تھا عزّیٰ کی عظمت بیان کرو۔ یہ دین کی دعوت کو روکنے

کے لئے تشدد تھا۔ تشدد سے بھی کام نہ چلا۔ تشدد بھی دین کی دعوت کو نہ روک سکا۔ تو اب نرمی پر آ گئے۔ پیغام بھیجا، محمدؐ! صلح کرلو، صلح کرلو، مل جل کر رہیں اور مل جل کر چلیں۔ مل جل کر زندگی گزاریں۔ صلح کرلو۔ آج کل بھی اسلام اور کفر میں صلح کے بہت سے مشن چل پڑے ہیں۔

اتحاد بین المذاہب کا ڈھونگ

اتحاد بین المذاہب، یہ کیا ہے اتحاد بین المذاہب؟...... کبھی اسلام اور کفر جمع ہو سکتے ہیں؟ بولو! کبھی آگ اور پانی جمع ہو سکتے ہیں؟ یہ امریکا کا لایا ہوا ایک فارمولہ ہے بین المذاہب ہم آہنگی۔ امن کمیٹی برائے بین المذاہب ہم آہنگی۔ یہ سب امریکا کی چالیں اور امریکی منصوبے ہیں۔ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں، نہ تم ان کے فریب میں آیا کرو۔ ٹکے ٹکے کے لوگ سرکاری اعزازات لے کر پھرتے ہیں۔ مسجدوں کے اماموں کو پکڑتے پھرتے ہیں، آؤ تمہارا کارڈ بن جائے گا، تھانے میں جاؤ گے تمہاری بات سنی جائے گی، افسران تمہاری بات سنیں گے، اگر افسران ہماری بات سنیں گے اور ہم دین سے ہٹ جائیں ہم ایسے اثر ورسوخ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جس سے ہمارے دین میں کمی آئے۔ رب تعالیٰ نے کہا:

ودّوا لو تدھن فیدھنون......

وہ چاہتے ہیں کہ تم ڈھیلے پڑ جاؤ، وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ لیکن رب تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے کہا، دین پر جم جاؤ، ہمیں ان کے ڈھیلے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب امریکی چالیں ہیں۔ ہم تمہارے اثر و رسوخ کو جانتے ہیں، اور تمہارے طریقِ واردات کو جانتے ہیں۔ یہ بھولے بھالے لوگ ہیں بے چارے۔ جس کو کوئی کام نہیں ملتا اُسے حکومتی عہدہ چاہئے۔ نہ دین کا اور نہ دنیا کا۔ نہ قرآن نہ سنت، نہ حدیث اور نہ دین کی کوئی خدمت۔ پس اتحاد بین المذاہب۔ سرکار کی نوکری کرنی ہے۔

مومن کی آزمائش لازمی ہے

اللہ کے نبیؐ کو اللہ نے آزمایا اور مسلمانوں کو بھی آزمایا۔

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوْٓا أَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ.
[العنکبوت:۲۹/۲۵]

تم کیا سمجھتے ہو، کہ ایمان لائے اور تمہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ بلکہ نہیں، تم آزمائے جاؤ گے اور تمہاری آزمائش ہوگی۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی آزمایا اور اپنے نبیؐ کے صحابہ کو بھی آزمایا۔ اب ڈھیلے پڑ گئے اور کہتے ہیں صلح کرلو۔ ایک دن تم ہمارے خداؤں کی عبادت کرلیا کرو ایک دن ہم تمہارے خدا کی عبادت کرلیا کریں گے۔ جیسے آج کل کہا جاتا ہے، تم ہمارے چرچ میں آجاؤ ہم تمہاری مسجد میں آجائیں گے۔ تمہارے مندر میں آجاؤ ہم تمہاری مسجد میں آجائیں گے۔ تم ہماری عبادت گاہوں میں آجاؤ ہم تمہاری عبادت گاہوں میں آجائیں گے۔ تم آ کر گھنٹیاں بجاؤ ہم آ کر نمازیں پڑھیں گے۔ تم آ کر بائبل پڑھو ہم آ کر قرآن پڑھیں گے۔ یہ دعوت آج سے نہیں بلکہ شروع سے ہے۔

اللہ کے نبی کو دعوت ملی، تم ہمارے خداؤں کی عبادت کرو ہم تمہارے خدا کی عبادت کریں گے۔ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے جواب دیا:

قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ......

نہ حال میں میں تمہارے خدا کی عبادت کرسکتا ہوں اور نہ مستقبل میں کرسکتا ہوں۔ تمہاری راہ جدا ہے میری راہ جدا ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی دعوت کا یہ سلسلہ ان حالات میں چلتا گیا۔ اب وقت آ گیا ہجرتِ حبشہ کا۔ ان شاء اللہ آئندہ مجلس میں اس کا بیان ہوگا۔

......☆......

حضور ﷺ کا سفرِ طائف

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا.یَّھْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ وَلَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا. وَّاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا.[الجن: ۷۲/۱ تا ۳]

وقال فی مقامٍ اٰخر: سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. [الاسراء: ۱/۱۷]

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اللّٰھم انّی اشکوا إلیک ضعفًا.[1] اوکما قال

1۔ کنز العمال جلد دوم الفصل السادس فی جوامع الادعیۃ صفحہ نمبر ۱۷۵۔ حدیث نمبر ۳۶۱۳ طبع بیروت

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسوله النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاهدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

حضور ﷺ کا سفرِ طائف

محترم بزرگو، عزیزو اور دوستو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے سلسلہ وار درس کا ہم نے گذشتہ جمعہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور خواجہ ابوطالب کی وفات کا تذکرہ سنا تھا۔ اسی سال اللہ کے نبی مکہ والوں سے مایوس ہو کر مکہ سے ہجرت فرما کر طائف تشریف لے گئے۔ اس امید اور اس خیال سے کہ مکہ والے نہیں مانتے، طائف والے شاید مان لیں۔ مکہ والے بات نہیں سنتے شاید طائف والے سن لیں۔ مکہ والوں کو بات سمجھ نہیں آئی شاید طائف والوں کو بات سمجھ آ جائے۔ طائف مکہ سے قریب شہر ہے۔ بڑا سرسبز اور شاداب ہے۔ موسم بھی بڑا خوشگوار رہتا ہے۔ یہاں تین سردار تھے۔ ایک کا نام عبد یالیل تھا، ایک کا مسعود اور تیسرے کا نام حبیب تھا۔ یہ طائف کے لوگوں کے سردار تھے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے اور ایک ایک سردار کے پاس گئے۔ عبد یالیل کو دعوت دی، مسعود کو دعوت دی اور حبیب کو بھی دعوت دی۔ اِن میں سے ایک بد بخت اور ظالم نے یہ کہا کہ اللہ نے کعبے کا پردہ چاک کرنے کے لئے تجھے نبوت دی ہے؟ دوسرے نے کہا کہ کیا نبوت کے لیے اللہ نے تجھے ہی چُنا تھا۔ اور تو ہی اللہ کو ملا تھا؟ تجھے اللہ نے نبی بنانا تھا؟ اور تیسرے نے یوں مذاق اڑایا کہ میں تجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ تو اگر جھوٹا ہے تو اس قابل نہیں کہ تجھ سے بات کی جائے اور اگر تو سچا ہے تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ اس وجہ سے میں تو تجھ سے

بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔ مشرک کی عقل نے یہ کام نہ کیا کہ وہ جو بات اور جس انداز سے بات کر رہا ہے اُس سے بھی اللہ کے نبیؐ کی توہین ہو رہی ہے۔ پھر اِن تینوں نے توہین، تردید اور مخالفت کی۔

آپ ﷺ پر ظلم وتشدد کی داستان

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپسی کی طرف چل پڑے۔ تو اِن ظالموں نے آوارہ چھوکرے اور نوجوان لڑکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیئے۔ انہوں نے اللہ کے نبیؐ پر سنگریزی کی۔ آپؐ اس سنگریزی اور ان پتھروں کی وجہ سے زخمی ہو گئے۔ یہ ایک جلوس تھا لڑکوں اور چھوکروں کا جو آپؐ کے پیچھے لگا دیا گیا تھا۔ زبانی اذیت الگ، جسمانی اذیت الگ اور روحانی اذیت الگ۔ آپؐ کا جسم مبارک ٹوٹ گیا۔ جسم سے خون کے فوارے چل پڑے۔ آپ ﷺ زخمی ہو گئے۔ پاؤں مبارک تک خون آ پہنچا۔ اللہ کے نبیؐ وہاں سے ہٹے، نکلے اور چلے راستے میں مشرکین مکہ کے دو بڑے سردار عتبہ اور شیبہ کا باغ پڑتا تھا۔ یہ انگوروں کا باغ تھا۔ اللہ کے نبیؐ یہاں آ کر کچھ دیر ستائے۔ جوتا مبارک اتارنے کی کوشش کی لیکن وہ خون سے چپکا ہوا تھا۔ آپؐ درد سے کراہ رہے تھے۔ اللہ کے دین کی خاطر آپؐ یہ دُکھ اٹھا رہے ہیں۔ بدن زخموں سے چُور رہے اور خون بہہ رہا ہے۔

آپ ﷺ کی اللہ کے حضور دعاء ومناجات

یہاں اللہ کے نبیؐ نے اپنے ہاتھ اللہ کے حضور اٹھا لئے اور ایک عجیب دعا فرمائی۔ اس دعا کو پڑھ کر اور سن کر بھی آدمی کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس دعا میں اللہ کے نبیؐ نے اپنی بے دردی، بے بسی، اپنے عجز اور اللہ کی قوت وقدرت کا اظہار کیا، اپنے آپ کو صبر کی تلقین فرمائی۔ صبر کا اظہار فرمایا۔ اور یوں ہاتھ اٹھا لئے:

اللّٰھم إنّی أشکوا إلیک ضعف قوّتی وقلّة حیلتی وھوانی علی الناس. او کما قال

اے اللہ میں آپ کے دربار میں اپنی طاقت کی کمزوری کی شکایت کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سارے قضیے میں کسی پر الزام نہیں لگایا کہ طائف والے بدتمیز ہیں، بے قدر ہیں، ذلیل ہیں، اللہ کے نبیؐ کے موہن اور گستاخ ہیں۔نہیں، یہ داعی کا کمال ہے کہ کمزوری کی نسبت اپنی طرف فرمار ہے ہیں۔اور اللہ کے حضور شکایت کر رہے ہیں:

اللّٰھم إنّی أشکوا إلیک ضعف قوّتی......

یا اللہ میں اپنی قوت کے ضعف و کمزوری کی آپ کے دربار میں شکایت کرتا ہوں۔

وقلّة حیلتي...... میں اپنی تدبیر کی کمی کی شکایت کرتا ہوں۔میں کمزور ہوں اور میری تدبیر ناقص ہے۔میں ضعیف ہوں اور میرا حیلہ اور میری تدبیر کمزور ہے۔مولا! میں ان کو سمجھا نہیں سکا۔اللہ میں ان کو قائل نہیں کر سکا۔

أشکوا إلیک ضعف قوّتی وقلّة حیلتي وھوانی علی الناس.

یا اللہ میں آپ کی دربار میں لوگوں میں اپنی بے وقعتی کی شکایت کرتا ہوں۔میں لوگوں میں اتنا بے وقعت ہو گیا ہوں اور بے قدر ہو گیا ہوں کہ یہ مجھے پتھر بھی مار رہے ہیں، یہ مجھے الزام بھی دے رہے ہیں اور یہ میری بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔یہ مجھے لہولہان بھی کر رہے ہیں اور پھر فرمایا یا ارحم الراحمین!......او ارحم الراحمین! آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں؟

إلٰی عدوّ یتجھمنی ام إلی صدیق ......

یا اللہ! آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں، مجھے دشمن کے حوالے کر رہے ہیں۔جو مجھے نچوڑ لے، جھنجھوڑ لے:

ام إلی قریب ملکته أمری.

یا آپ مجھے میرے کسی دوست کے حوالے کر رہے ہیں اور میرا اُس کو مالک بنا رہے ہیں۔میرے معاملے کا اس کو مختار بنا رہے ہیں۔

إن لم تكن ساخطًا عليّ فلا اُبالي غير ان عافيتك اوسع لي.[1]

مولا! اگر آپ مجھ پر ناراض نہیں، یا اللہ اگر آپ مجھ پر ناراض نہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ مجھے یہ تکلیف قبول اور برداشت ہے اور مجھے یہ پریشانی بھی قبول ہے۔ الٰہ العالمین، مولائے کائنات!

إن لم تكن ساخطًا عليّ فلا اُبالي......

مجھے کوئی پرواہ نہیں......

غير ان عافيتك اوسع لي.

اللہ! تیری عافیت میرے لئے بہت وسعت والی ہے۔ تکلیف تو کبھی کبھی آتی ہے، عافیت تو ہر لحظہ آتی ہے۔ یا اللہ! پریشانی تو آج آئی ہے، دُکھ تو آج آیا ہے، سُکھ تو ہمیشہ آتا ہے۔

اعوذ بنور بوجهك الكريم الذى اضاء ت له السمٰوات واشرقت له الظلمات......

"میں اُس ذاتِ اقدس کے نور کی پناہ مانگتا ہوں، جس نے اندھیروں کو دور کر دیا۔ جس نور سے اندھیرے چھٹ گئے۔ یا اللہ میں آپ کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں، اور آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کی رحمت مجھ پر نازل ہو"۔

اللہ کے نبیؐ نے یہ دعا فرمائی تو دعا فوراً قبول ہوئی۔ عتبہ اور شیبہ یہ دونوں آپؐ کے دشمن تھے۔ وہ بیٹھے یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ان سنگ دلوں کا دل بھی موم ہو گیا۔ شیبہ نے اپنے غلام کو بلایا، اس کا نام عداس تھا، عداس! یہ طشتری اور پلیٹ لے جاؤ، اس میں انگور کے خوشے اور گچھے رکھو اور اس مسافر کو جا کر دے آؤ، اور اگر وہ نہ کھائے تو ان کی منت کر لینا کہ تھوڑا کچھ تو ضرور کھا لو۔ عداس طشتری اور پلیٹ میں انگور رکھ کر اللہ کے نبیؐ کی خدمت میں لایا۔ اوئے لوگو! حضور علیہ السلام کی مظلومیت کو تو دیکھو، دشمن کو بھی ترس آ گیا ہے۔ اللہ

1۔ البدایہ والنہایہ جلد سوم فصل فی ذہابہ ﷺ الی الطائف۔ صفحہ نمبر ۳۸۱، ۳۸۲۔ مکتبہ رشیدیہ

کے نبیؐ کی مقبولیت کو تو دیکھو کہ آج انسانی بنیاد پر عتبہ اور شیبہ جیسے ظالم، گستاخ اور موہن و مخالف ان کے دلوں میں بھی آج رحمت نے انگڑائی لی ہے، یہ حضور علیہ السلام کی مظلومیت کی برکت ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی دعا کی برکت ہے۔ بترس از آہِ مظلوم...... مظلوم کی بددعا سے ڈرا کرو، اور یہ تو سید المظلومین ہیں۔ سید النبیین ہیں۔ خاتم المرسلین ہیں۔ شفیع المذنبین ہیں، مسافر بھی ہیں اور مظلوم بھی۔ مسافر کی دعا بھی قبول ہوتی ہے اور مظلوم کی دعا اور بددعا بھی قبول ہوتی ہے۔ ان پتھر دلوں کو بھی موم کر دیا۔ اور طشتری میں انگور بھجوا رہے ہیں۔

عداس سے آپ ﷺ کی گفتگو اور اس کا اثر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انگور لانے والے، اس غلام عدّاس سے پوچھا: عداس! کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا کہ شام کا رہنے والا ہوں۔ عیسائی تھا۔ تو اس نے کہا کہ میں شام کے فلاں علاقے کا رہنے والا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، تم تو یونس ابن متّٰی کے علاقے کے ہو۔ کہنے لگا کہ میں حضرت یونس علیہ السلام کے علاقے کا ہوں، لیکن آپ یہ بتائیں کہ آپ کو یونس کی خبر کس نے دی؟ آپؐ نے فرمایا، یونس علیہ السلام میرے بھائی تھے۔ وہ بھی اللہ کے نبی تھے اور میں بھی اللہ کا نبی ہوں۔ اُس نے اللہ کے نبیؐ کی گفتگو کو سنا، ایسا متاثر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ، پاؤں اور چہرے کو چومنے لگا۔ عتبہ اور شیبہ سامنے سے بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ عدّاس واپس آیا تو عداس سے یہ کہنے لگے کہ خیال کرنا یہ شخص تجھے تیرے دین سے نہ ہٹا دے، تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔ عداس خاموش ہو گیا۔ عداس کو تو شرفِ صحابیت حاصل ہو گیا تھا۔ جب بدر کی جنگ ہوئی اور عتبہ و شیبہ بدر میں جا رہے تھے تو عداس بیٹھا رو رہا تھا، کسی نے کہا عداس! کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اپنے سردار کی بدبختی پر رو رہا ہوں۔ کیا ہوا؟ کہا یہ اس نبیؐ کے مقابلے میں جا رہے ہیں۔ تو پوچھا گیا کہ واقعی وہ نبی ہیں؟ کہنے لگا، اللہ کی قسم میں جانتا ہوں یہ سچے نبی ہیں۔ اور یہ لوگ جنگ میں نہیں جا رہے بلکہ یہ اپنے مقتل میں جا رہے ہیں۔ یہ اپنی قتل گاہ میں جا رہے ہیں۔ وہاں انہوں نے قتل ہونا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے اس واقعے سے بڑے دُکھی تھے، مکہ کے قریب قرن الثعالب ایک جگہ کا نام ہے۔ یہاں پہنچے جبرائیل امین آئے، بادلوں نے سایہ کرلیا۔ جبرائیل نے سلام کیا، عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ یہ میرے ساتھ جبال اور پہاڑوں کا فرشتہ موجود ہے۔ یہ آپ سے اجازت مانگ رہا ہے کہ آپ اجازت مرحمت فرمائیں۔ طائف دو پہاڑوں کے درمیان ہے، اگر آپ کی اجازت ہوتو اس فرشتے کو دیر نہیں لگنی، اس کو کوئی مشقت اور تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی۔ اس نے دونوں پہاڑوں کو ملانا ہے اور ان کا کچومر نکل جائے گا اور یہ ریزہ، ریزہ ہو جائیں گے۔ اللہ کے نبیؐ نے اجازت نہیں دی۔ اور اللہ سے دعا کی:

اَللّٰھم اھد بنی ثقیف......

یا اللہ! طائف کے باسی جو قبیلہ بنوثقیف کے رہنے والے ہیں تو انہیں ہدایت نصیب فرما۔

کافر کو بددعا کب دی جائے!

حضور علیہ السلام نے ہدایت کی دعائیں مانگیں۔ بددعا نہیں فرمائی۔ اگر آج حضور علیہ السلام چاہتے تو یہ سارے ہلاک ہو جاتے۔ لیکن یہ اللہ کے نبیؐ کے حلم کی برکت ہے، صبر، حوصلہ، تحمل اور برداشت کی برکت ہے کہ یہ طائف والوں کی نسلیں اسلام کے سپاہی بنیں۔ طائف والے اسلام کے سپاہی بنے۔ اللہ نے انہیں دولتِ ایمان سے مالا مال فرمایا اور آج تک طائف اسلام کا مرکز ہے۔ اس لئے علماء نے لکھا کہ کسی کافر کی ہلاکت کی اُس وقت تک بددعا نہ کرو جب تک کہ اس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو۔ ورنہ ہدایت کی دعا مانگو۔ اللہ اسے ہدایت نصیب فرمائے۔ اور یوں بھی دعا مانگ سکتے ہو۔ مولا! انہیں ہدایت نصیب فرما۔ اگر اس کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے تو انہیں تباہ و برباد فرما۔

قرآن سن کر جنات کا قبولِ اسلام

حضور علیہ السلام کو وحی کے ذریعے پتہ چل گیا تھا کہ اس قوم کی نسل نے ایمان لانا

ہے۔اس قوم کے لوگوں نے ایمان لانا ہے۔اس لئے آپؑ نے بددعانہیں فرمائی۔حضور علیہ السلام طائف سے واپس ہوئے، زخموں سے چُور چُور تھے اور مکہ واپس آرہے تھے۔ وادیٔ نخلہ کے مقام پر اللہ کے نبیؐ نے فجر کی نماز ادا فرمائی۔فجر کی نماز آپ پڑھارہے تھے تو جنات کی ایک جماعت آئی۔[1] یہ سات یا آٹھ جن تھے۔اللہ کے نبیؐ کی اس نماز کو دیکھا، آپؐ سے قرآن کی تلاوت کوسنا تو جن بھی قرآن سن کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔اور جن قرآن کو سن کر چُپ ہوگئے، واپس گئے اپنی قوم کو جاکر اطلاع دی اور حضور علیہ السلام کے احوال بتائے۔اللہ کے نبیؐ کے صحابی بن کے گئے اور مبلغ بن کے گئے۔جاکر جنات نے دعوتِ ایمان دی۔یہ قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کی تاثیر ہے۔جنات نے قرآن سنا اور وہ مسلمان ہوگئے۔سورۃ احقاف اور سورۃ جن دونوں میں اللہ تعالیٰ نے جنوں کی حاضری کا ذکر کیا ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ.[الاحقاف: ۲۹/۴۶]

فرمایا، میرے حبیب اُس وقت کو یاد کرو جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت آپ کے پاس بھیجی۔جو قرآن سن رہے تھے۔

فَلَمَّا حَضَرُوْہُ قَالُوْآ اَنْصِتُوْا...... [الاحقاف: ۲۹/۴۶]

جب اللہ کے نبیؐ کی خدمت میں یہ جن پہنچے، حضور علیہ السلام قرآن پڑھ رہے تھے تو جنوں نے آدابِ قرآن معلوم کیے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خبردار! قرآن پڑھا جارہا ہے، أنصتوا، خاموش ہوجاؤ اور چپ ہوجاؤ، کان لگاؤ اس لئے کہ یہ قرآن کا ادب ہے۔

اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ.

[الاعراف:۷/۲۰۴]

جب قرآن پڑھا جائے تو چپ ہوجایا کرو، کان لگالیا کرو، اگر قرآن کی تلاوت پر چپ رہوگے، سنوگے، خاموش رہوگے اور کان لگاؤگے، لعلکم ترحمون تو رب کی رحمتیں تم پر موسلا دھار برسیں گی۔

1۔ صحیح البخاری جلد دوم کتاب التفسیر، سورۃ الجن قل اوحی إلیّ صفحہ نمبر ۷۳۲۔قدیمی کتب خانہ

فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ

یہ قرآن کا ادب ہے، جن قرآن کا ادب جانا کرتے تھے۔ اس لئے تو، ہم کہتے ہیں کہ اگر اکیلی نماز پڑھ رہے ہو تو ہر رکعت میں فاتحہ پڑھا کرو اور پہلی دو رکعتوں میں سورۃ بھی ملایا کرو، اور اگر امام کے پیچھے پڑھ رہے ہو تو پھر امام کی فاتحہ اور امام کی قرأت پر اکتفاء کیا کرو۔ نماز سرّی ہو یا جہری، امام اونچا پڑھ رہا ہو یا آہستہ۔ امام کی آواز سنائی دے یا امام کی آواز سنائی نہ دے۔ اس قرآن کا جو اَدب ہے چپ اور خاموش رہو۔ سورت جب پڑھی جائے پوری دنیا کہتی ہے خاموش رہو۔ قرآن پڑھا گیا۔ حنفی، حنبلی، شافعی، مقلد، غیر مقلد سب یہی کہتے ہیں جب سورت شروع ہو چپ رہو۔ تو جب اللہ کی کتاب، سورت شروع ہوئی تو چپ رہنے کا حکم ہے۔ تو سورۃ فاتحہ تو اعظم السّور ہے، سورۃ فاتحہ تو پورے قرآن کا خلاصہ ہے۔ جب فاتحہ پڑھی جائے تو اُس وقت بھی چپ رہو۔ مسلم شریف میں یہ روایت موجود ہے۔ دوسری کتب حدیث میں بھی موجود ہے:

إنّما جعل الامام ليؤتمّ به ، إذا كبّر فكبّروا إذا رجع فارجعوا، إذا قرء فانصتوا...... [1]

امام اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کیا کرو۔ امام کہے اللہ اکبر، تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔ امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع میں جایا کرو۔ امام کی اقتداء یہ ہے وہ اللہ اکبر کہے تم اللہ اکبر کہو، وہ رکوع کرے تم رکوع کرو، وہ سجدہ کرے تم سجدہ کرو، وہ کھڑا ہو جائے تم کھڑے ہو جاؤ، وہ بیٹھا کرے تم بیٹھ جاؤ اور اللہ کے نبیؐ نے آگے فرمایا، قرأت میں امام کی اقتداء یہ ہے:

إذا قرأ فأنصتُوا......

وہ پڑھا کرے تو تم چپ رہا کرو۔

اور دوسری روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

1۔ ابن ماجہ باب إذا قرأ الامام فانصتوا صفحہ ۶۱۔ قدیمی کتب خانہ

من کان لهٗ امامٌ فقراۃ الامام لهٗ قراۃٌ......[1]

جو امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے تو سب کو پڑھنے کی ضرورت نہیں، امام سب کی طرف سے قرأۃ کر رہا ہے۔ ایک اذان پوری جماعت کی طرف سے کافی، ایک اقامت پوری جماعت کی طرف سے کافی، ہر آدمی کو اذان کہنے کی ضرورت نہیں، ہر آدمی کو اقامت کہنے کی ضرورت نہیں۔ آج جمعہ پڑھو گے ایک امام کا خطبہ پوری قوم کی طرف سے کافی، ہر مقتدی کو الگ خطبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، ایسے ہی جیسے ایک خطبہ پوری جماعت جمعہ کی طرف سے کافی، مؤذن کی ایک اذان پوری مسجد کی طرف سے کافی، مکبر کی ایک تکبیر پوری جماعت کی طرف سے کافی، ایسے ہی امام کی ایک فاتحہ پوری جماعت کی طرف سے کافی، سب کی طرف سے کافی ہے......!!

جنات کی اپنی قوم کو تبلیغ

جن آئے اور کہا أَنْصِتُوا چپ رہو۔ اور جب واپس گئے تو إذا ولوا ...... منذرین...... سب دین کے داعی اور سپاہی بن کے گئے اور مبلغ بن کے گئے اور جا کر کہا :

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا......[الجن۷۲/۱] بڑا عجیب وغریب قرآن سنا ہے۔

يَهْدِيْٓ إِلَى الرُّشْدِ ......[ایضًا] سراپا ہدایت ہے۔

فَاٰمَنَّا بِهٖ ...... ہم سے رہا نہ گیا، ہم نے سنا مان کر آئے، ایمان لے کر آئے۔

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ أَحَدًا ...... [الجن۷۲/۲] ہم اعتقاد بدل کر آئے ہیں۔ عقیدہ بنا کر آئے ہیں۔ کل تک شرک کرتے تھے آج ہم قرآن و توحید کا پیغام سن کر رب اور رب کے رسولؐ سے سودا کر کے آئے ہیں کہ ہم شرک نہیں کریں گے۔

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ أَحَدًا ......[الجن۷۲/۲] اللہ کا کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اس لئے کہ یہ حقیقت آج ہم پہ قرآن نے کھول دی ہے۔

وَأَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا. [الجن ۷۲/۳]

1۔ ابن ماجہ باب إذا قرأ الامام فانصتوا صفحہ ۶۱۔ قدیمی کتب خانہ

ہمارے رب کی شان بڑی بلند و بالا ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے نہ اس کی اولاد ہے۔

وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا. [الجن ۷۲/۴]

ہم کیسے بے وقوف اور کم عقل تھے، نادان اور جاہل تھے، جو اللہ پر فضول باتیں کیا کرتے تھے۔ حد سے بڑھی ہوئی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور یوں کہا کرتے تھے کہ جناب والا اللہ کی بھی بیوی ہے، اور اللہ کی اولاد بھی ہے اور وہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور جنوں کے سردار جن نعوذ باللہ اللہ کی بیویاں ہیں۔ اور بعض کہا کرتے کہ مریم اللہ کی بیوی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ عزیر (علیہ السلام) بھی اللہ کے بیٹے ہیں۔ ہم جاہلیت میں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ وہ ہماری سُنتا نہیں اور ان کی موڑتا نہیں۔ ہماری اِن کے آگے اور ان کی اُس کے آگے۔ ہم شرک کیا کرتے تھے، آج قرآن سن کر حقیقت کھل گئی ہے۔ ہمارا اللہ ان کمزوریوں سے بلند و بالا ہے۔ آج کے بعد ہم نے شرک نہیں کرنا۔ جن بھی مسلمان ہو گئے۔ سب کہو سبحان اللہ!

جنات کا مقدمہ اور شاہ عبدالعزیزؒ کا فیصلہ

جنوں کا ایمان...... اور جن بڑی لمبی عمر کے ہوتے ہیں۔ علمی لطیفہ ہے۔ ہمارے بزرگوں میں ایک بزرگ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ گزرے ہیں، یہ دہلی کا جو شاہ ولی اللہؒ کا خاندان ہے یہ پورے برصغیر کا محسن ہے۔ پورے برصغیر میں حدیث بھی اسی خاندان کی معرفت آئی اور تفسیر قرآن بھی اسی خاندان کی معرفت آئی۔ اور برصغیر میں قرآن کا سب سے پہلا ترجمہ لکھنے والے اردو زبان میں شاہ ولی اللہؒ کے بیٹے ہیں اور فارسی زبان میں برصغیر میں قرآن کا ترجمہ سب سے پہلے خود حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا تھا۔ شاہ عبدالعزیزؒ بہت اونچے محدث، مفسر اور فقیہ بھی تھے۔ ان کی تفسیر کی صرف دو جلدیں چھپ سکیں۔ ایک تیسویں پارے کی ہے اور ایک پہلے پارے کی۔ شاہ صاحب کے پاس ایک مقدمہ آیا۔ جنوں نے یہ مقدمہ آپ کی عدالت میں دائر کیا۔ اور وہ یہ تھا کہ ہمارا ایک جن سانپ کی شکل میں ایک جگہ پھر رہا تھا، ایک آدمی نے اُس کو قتل کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ جن کا

قاتل ہے۔ تو ہمیں خون کا بدلہ قصاص چاہئے۔ اسلام کا قانون ہے کہ خون کا بدلہ خون ہوا کرتا ہے۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ، [المائدہ ۵/۴۵] نفس کا بدلہ نفس ہوتا ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّآ أُولِي الْأَلْبَابِ [البقرہ: ۲/۱۷۹]...... تمہارے لئے قصاص میں زندگیاں ہیں۔ ہمیں بدلہ دلواؤ اور ہمیں قصاص دلواؤ۔ شاہ صاحب نے قاتل کو بھی بلوالیا، وہ انسان تھا اور مقتول کے ورثاء کو بھی بلوالیا جو کہ جن تھے۔ قاتل بھی آ گیا اور مقتول (جن) کے ورثاء بھی آ گئے اور ایک عدالت قائم تھی۔ شہادتیں قائم ہوئیں تو قاتل کے خلاف شہادتیں مکمل ہو گئیں کہ اس نے قتل کیا ہے، لیکن قتل کیا تھا جب جن اصلی شکل میں نہیں تھا۔ جن سانپ کی شکل میں تھا۔ شاہ صاحبؒ نے فیصلہ کیا اور فرمایا میرا فیصلہ یہ ہے کہ قصاص نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مخلوق اپنی اصلی شکل کو بدل دے اور اُسے کوئی مار دے تو قصاص نہیں ہوگا۔ اپنے اصلی حلیے سے نکل جائے اور پھر اُسے کوئی مار دے تو قصاص نہیں ہوگا۔ شاہ صاحبؒ نے فیصلہ کیا۔ کونے میں ایک بزرگ جن بیٹھے تھے، وہ فیصلہ سن کر کہنے لگے، **هكذا سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم،** اللہ کے نبیؐ سے میں نے ایسے ہی سنا تھا۔ گویا وہ صحابی جن تھے۔ جن کو اللہ کے نبیؐ کے دستِ حق پر بیعت، ایمان اور اسلام کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اتنی لمبی عمر پائی کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے زمانے تک وہ زندہ اور موجود تھے، اور شاہ صاحب کو اللہ نے ان کی زیارت کا شرف نصیب کیا۔ تو گویا اس لحاظ سے حضرت شاہ صاحب تابعی بن گئے۔

قرآن جنات پر بھی اثر کرتا ہے مگر......!

یہ جن مسلمان ہوئے۔ اللہ نے اپنے نبی کو تسلی دی۔ میرا نبی! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، انسان نہیں مانتے تو میں آپ کی بات جنوں سے منواؤں گا۔ اگر انسانوں نے آپ کے اللہ کے دین کو چھوڑ دیا، طائف والے ایمان قبول نہیں کرتے، مکہ والے قبول نہیں کرتے، تو میں اِن جنوں کو آپ کے تابع بنا رہا ہوں۔ آپ کے دین کا خادم بنا رہا ہوں، آپ کے دین کا سپاہی اور چوکیدار بنا رہا ہوں۔ یہ دین پھیل کر رہے گا۔ اور یہ دین

غالب آ کر رہے گا۔ یہ دین ہر کچے اور پکے گھر میں پہنچے گا۔ یہ دین ہر شہر اور دیہات میں پہنچے گا۔ یہ دین ہر براعظم اور ملک میں پہنچے گا۔ یہ دین ہر صوبے اور ہر شہر میں پہنچے گا۔ ہر شہر کی گلی میں پہنچے گا۔ یہ دین غالب آنا ہے اور پہنچ کر رہنا ہے۔ آج کے بعد جن بھی مسلمان ہو گئے۔ قرآن کو سن کر یہ جن بھی مسلمان ہو گئے۔ قرآن اتنی تاثیر والی کتاب ہے۔ ہم انسان سنگ دل ہیں ہم پر اثر نہیں ہوتا۔ جنوں پر بھی اثر ہو گیا۔ آج اس قرآن کی بڑے سے بڑے شیطان جن بھی قدر کرتے ہیں، اگر تم معوذتین (قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس) کر لیا کرو۔ اور قل ھو اللہ، فلق اور ناس اور آیۃ الکرسی پڑھ کر سویا کرو، شیطان اور جن تمہارے قریب نہیں آئیں گے۔ اپنے بچوں پر بھی پڑھ کر دم کر دیا کرو، شیطان اور جن ان کے قریب نہیں آئیں گے۔ بشرطیکہ دائمی معمول بناؤ۔ جن قریب نہیں آتے۔ آج بھی قرآن کا اثر ہے۔ لیکن ہم انسان ہیں ہمارے سامنے روزانہ قرآن پڑھا جاتا ہے ہم اثر نہیں لیتے۔ نماز بھی پڑھتے ہیں اور کم بھی تولتے ہیں۔ نماز بھی پڑھتے ہیں اور ملاوٹ بھی کرتے ہیں۔ ناراض نہ ہونا، میں اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ پھل اور گوشت، یہ دو چیزیں خریدنا بڑا مشکل ہے۔ صحیح گوشت مل جائے اور صحیح پھل مل جائیں، بہت مشکل بات ہے۔ چاہے جتنے پیسے بھی دے دو۔ تجربہ ہوا، اثر ہو تو خیال آئے۔ بھائی اللہ کا خوف کیا کرو۔ میں باہر دنیا میں بھی جایا کرتا ہوں۔ ہر کوئی پھل اٹھاتا ہے اور جا کر لے لیتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ سامنے خوبانی اچھی رکھی ہے اور پیچھے خراب ہے۔ اور بس نظر ہٹنے کی دیر ہے۔ پانچ سات اچھی اور آٹھ دس خراب خوبانیاں اور آلو بخارے۔ ہم طلبہ کو بھیجتے ہیں بعض اوقات شرمساری اٹھانی پڑتی ہے کہ جب وہ مہمان کے سامنے آتا ہے تو ایک بھی دانہ کھانے کا نہیں ہوتا۔ یہ مثال دے رہا ہوں۔

جن اثر لیتے ہیں قرآن کا۔ میں اور آپ قرآن کا اثر کیوں نہیں لیتے؟ اللہ ہمیں قرآن کا خادم بنائے۔ قرآن والا بنائے۔ یہ ۱۰ ھ نبوی کی باتیں ہیں۔ اسی سال اللہ نے اپنے حبیب کو آسمانوں پر بلا کر معراج بھی کرایا۔ ادھر خدیجہ رضی اللہ عنہا اور جناب

ابوطالب کی وفات کا غم تھا، ادھر طائف والوں کا صدمہ تھا، ایک تسلی تو اللہ نے دی جنات کو ایمان کی توفیق دے کر اور اس سے اللہ کے نبیؐ کی مدارات پوری نہ ہوئی تو اللہ نے مدارات کا وہ طریقہ اختیار کیا جو حضور علیہ السلام سے پہلے اور آپؐ کے بعد کسی کو نہیں دیا گیا۔ اللہ کے نبیؐ کو اللہ نے معراج کروایا۔ ساتوں آسمان پر، عرشِ معلیٰ تک، جنتوں کی سیر کروائی، رات کے ایک حصے میں کروائی۔ اور کر کرا کے واپس مکہ میں پہنچا دیا۔ اپنی نوازشات کی بارش کر دی۔ انعامات کی بھی بارش کر دی۔ ہم کلامی کا شرف نصیب فرمایا۔ جہاد، نصرت، سورۃ بقرہ کا آخری رکوع، سورۃ فاتحہ کی نعمتیں نصیب فرمائیں،۔ اور نماز جیسی دولت امت کو عطا کر دی معراج کی برکت سے۔ اور حضور علیہ السلام واپس بھی تشریف لے آئے۔ اور یہ نبوت کا دسواں سال تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق یہ رجب کا مہینہ تھا۔

ان شاءاللہ معراج پر آئندہ۔

......☆......

حضرتِ حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام سے ہجرتِ حبشہ تک

الحمد للّٰه نحمدهٗ ونستعينهٗ ونؤمن بهٖ ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيّئٰت اعمالنا من يهده اللّٰه فلا مضل لهٗ ومن يضلله فلا هادى لهٗ ونشهد أن لا إلٰه إلّا اللّٰه وحدهٗ لا شريك لهٗ ونشهد أن سيّدنا ومولانا محمّدًا عبدهٗ ورسولهٗ . صلى اللّٰه تعالٰى عليه وعلٰى اٰلهٖ واصحابهٖ واتباعهٖ اجمعين. اما بعد. فاعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم. بسم اللّٰه الرحمن الرحيم. عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ. [الانعام: ۵/۶] وقال تعالٰى: قُلْ لَّآ أَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ. [الانعام: ۵۰/۶] وقال فى موضعٍ اٰخر: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا. فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا. إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا. [النازعات: ۷۹/۴۲ تا ۴۴] وقال فى مقامٍ اٰخر: وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَىْءٍ إِنِّىْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ. [الكهف: ۱۸/۲۳، ۲۴]

صدق اللّٰہ العظیم وبلّغنا رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.
اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللّٰھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! ہمارا سلسلہ وار سیرت النبی کا درس حضور علیہ السلام کی نبوت کے پانچویں سال تک پہنچا تھا۔ گویا جب حضور علیہ السلام کی عمر مبارک پینتالیس سال ہوئی تو اس وقت آپؐ پر کیا حالات گزرے، اور اللہ کے فضل وکرم سے ہم آپؐ کی حیات طیبہ کے ۴۵ سال کی سیرت وحالات اور واقعات جمعہ کی مجلس میں عرض کر چکے۔ بات یہاں تک پہنچی تھی کہ جب اسلام کی دعوت حجرے سے بازار تک پہنچی، گھر سے حرم تک پہنچی، دارِ ارقم سے کوہِ صفا تک پہنچی تو مشرکینِ مکہ نے اللہ کے نبیؐ پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیئے اور آپؐ کے صحابہ پر ظلم وستم کا ہر تجربہ آزمایا گیا۔

میں نے اپنے پچھلے بیان میں چند صحابہ کی مظلومیت کے کچھ واقعات بھی آپ حضرات کے سامنے عرض کیے تھے۔ اسی طرح دھمکیوں اور لالچ، ٹیبل ٹاک، مذاکرات و ڈائیلاگ کا سلسلہ بھی حضور علیہ السلام سے شروع کیا گیا۔ کچھ صلح جُو لوگ آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ ایک سال محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے خداؤں کی عبادت کیا کریں اور ایک سال ہم محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خدا کی عبادت کیا کریں گے۔ اس کا جواب اللہ نے سورۃ کافرون میں نازل فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ابو جہل نے حملے کی ناپاک جسارت کی، اللہ نے اپنے حبیب کا تحفظ فرمایا اور حفاظت فرمائی۔ یہ واقعہ بھی عرض کیا جا چکا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

اسی دوران ایک اور واقعہ رونما ہوا۔ حضور علیہ السلام حرمِ کعبہ کے پاس تھے تو ابو جہل کا گزر ہوا، ابو جہل نے اللہ کے نبی ﷺ کی شان میں حد سے بڑھ کر گستاخی کی، توہین کی اور بُرا بھلا کہا۔ اور اللہ کے حبیب ﷺ، حلم وصبر کے ساتھ اس کی بات کو سن کر آگے بڑھ گئے۔ عبداللہ بن جدعان نامی ایک آدمی کی باندی ابو جہل کی یہ گفتگو سن رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد یہاں سے آپ ﷺ کے رضاعی بھائی اور آپ ﷺ کے چچا سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ تو اُس باندی نے ازراہِ رحم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حمزہ! کاش تم اس وقت موجود ہوتے جب تمہارے بھتیجے کے ساتھ ابو جہل نے بدتمیزی، توہین اور گستاخی کی۔ اور بہت بُرا سلوک اور رویّہ اپنایا۔ حمزہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن اللہ کے نبی ﷺ کی مظلومیت کو سن کر برداشت نہ ہوا۔ خون بھی تھا۔ رضاعت بھی تھی۔ رشتہ بھی تھا اور اس سب سے بڑھ کر آپ ﷺ مظلوم بھی تھے۔ تو حضرت حمزہ سیدھے ابو جہل کی طرف لپکے۔ وہ ایک جماعت اور مجلس میں بیٹھا ٹھٹھا مذاق کر رہا تھا۔ حضرت حمزہ نے جاتے ہی اُس کے سر پر تیر کی کمان ماری۔ ابو جہل کا سر پھٹ گیا۔ کچھ لوگ ابو جہل کی حمایت میں حمزہ کے سامنے آنے لگے تو ابو جہل نے منع کیا کہ آج واقعتاً میں نے اس کے بھتیجے کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ اور پھر حضرت حمزہ نے کہا او دین کے دشمن! اللہ کے دشمن! تو نے ظلم اور زیادتی کی ہے۔ آج میرا دل بھی گواہی دے رہا ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور میرا بھتیجا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا نبی اور رسول ہے۔[1]

کل کے صابی... آج کے وہابی

لوگوں نے طعنے دیئے کہ حمزہ! تم صابی ہو گئے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ یہ صابی مکہ کی ایک اصطلاح تھی، جو دینِ حق کو قبول کرتا

1۔ البدایہ والنہایہ جلد سوم باب ذکر اسلام حمزہ صفحہ نمبر ۲۳۳۔ مکتبہ رشیدیہ

تھا لوگ کہتے تھے کہ تم صابی ہو گئے۔ جیسے آج کوئی بدعت کو چھوڑ کر سنت کی راہ اپنا لے اور شرک کو چھوڑ کر توحید کی راہ اپنا لے اور رسومات کو چھوڑ کر شریعت کی راہ اپنا لے تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہو گیا۔ اُس وقت بھی لوگ ایسے ہی کہتے تھے کہ یہ صابی ہو گیا۔ تو سیدنا امیر حمزہؓ نے اُن کی بات کا کوئی اثر نہ لیا۔ اُن میں سے ایک نے غیرت دلائی اور طعنہ دیا کہ حمزہ! تو نے اپنے باپ، دادے اور پردادے کے دین کو چھوڑا، تو نے کلاب بن مُرہ کے دین کو چھوڑ دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں کچھ تردّد سا آیا کہ میں کیا کروں؟ اُدھر جاؤں یا اِدھر جاؤں۔ میں نے فوراً اللہ کے حضور ہاتھ کھڑے کر دیئے۔ میں نے کہا:

اللّٰھم إن کان ھٰذا حقًّا ......

یا اللہ! اگر یہ دین اور یہ معاملہ، میرے بھتیجے کا مذہب حق ہے تو میرے سینے کو کھول دے اور اگر یہ معاملہ حق نہیں ہے تو میں جس دین میں داخل ہو رہا ہوں، مجھے اُس سے نکال دے۔ فرمایا یہ دعا کرنا تھی میرے دل کا تردّد، حیرانگی، پریشانی اور شکوک وشبہات تمام ختم اور کافور ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ایمان قبول کیا۔ یہ مظلومیت کی برکت ہے۔ حضور علیہ السلام کی مظلومیت کی وجہ سے حمزہ رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام میں آئے۔ اسلام پر جب ظلم بڑھتا تو اسلام دبتا نہیں بلکہ اسلام بڑھتا ہے۔ کسی کو تم مارو، کسی کو تم قتل کرو، کسی کو تم بین الاقوامی سازش کا حصہ قرار دو تو بھی یہ دین رُکے گا نہیں بلکہ دین بڑھے گا۔ تمہارے عزائم کبھی پورے نہیں ہوں گے۔ یہ اس دین کی فطرت ہے۔ اس دین کی ابتداء یہی ہے۔ مشرکین مکہ کا حلقہ سکڑتا جا رہا ہے۔ اور اسلام کا حلقہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اُن کا اثر ورسوخ گھٹتا جا رہا ہے اور اسلام کا اثر ورسوخ بڑھتا جا رہا ہے۔ **اولم یرو انا ناتی الارض ننقصھا، الخ**

مشرکینِ مکہ کے مطالبات

مشرکین کو تشویش لاحق ہوئی اور پریشانیاں لاحق ہوئیں کہ کریں تو کریں کیا؟ نضر بن حارث کھڑا ہوا اور اس نے میٹنگ میں کہا کہ آج میں ایک سوال کروں گا محمد عربی

(صلی اللہ علیہ وسلم) سے۔ اُس سوال کے جواب میں حیران و پریشان اور لاجواب ہو جائے گا۔ تو اُس کی حقانیت وصداقت کا پتہ چل جائے گا۔ عقبہ کھڑا ہوا، عقبہ نے کہا او محمد! اگر تمہارا دین سچا ہے، تمہاری کتاب و شریعت سچی ہے اور تم اللہ کے نبی اور رسول ہو تو اپنے اللہ سے کہہ دو ناں کہ یہ مکہ کا شہر، آبادی اور مکہ کی بستی، یہ پہاڑوں والی بستی ہے، کھلے میدان اور گراؤنڈ نہیں، نشیب و فراز ہے۔ اپنے اللہ سے کہو کہ یہ پہاڑ ہٹا دیں، اور شام کی طرح مکہ کو بھی کھلا کر دیں۔ یہ پہلا مطالبہ ہے۔ اور دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ اپنے رب سے کہو کہ تمہارے ساتھ آسمان سے ایک فرشتہ آئے جو زمین پر آ کر شہادت و گواہی دے کہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ آسمان سے فرشتہ آئے اور آپ کی صداقت کی گواہی بھی ہو اور ساتھ زمین سے پانی کے چشمے بھی پھوٹیں۔

حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا...... [بنی اسرائیل:۱۷/۹۰]

زمین سے چشمے پھوٹ پڑیں......

اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ ...... [ایضاً]

یا تم ہی آسمان پر چڑھ جاؤ اور آسمان پر ہم تمہیں چڑھتا دیکھیں......

وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَءُہٗ. [ایضاً:۹۳]

اور تمہارے چڑھنے پر بھی ہم ایمان نہیں لائیں گے، تمہیں چڑھتا بھی دیکھیں اوپر سے تم کتاب بھی لے کر آؤ اور کتاب ہمیں دو ہم اُس کو پڑھیں۔ اگر تم سچے ہو تو پھر مکہ میں باغات لگ جانے چاہئیں۔ چشمے پھوٹنے چاہئیں۔ آسمان سے فرشتہ اترے، آپ آسمان پر چڑھ جائیں، ہم آپ کو چڑھتا دیکھیں، اوپر سے آپ کتاب لے آئیں، پڑھیں اور اس کتاب میں آپ کی نبوت ورسالت کی حقانیت ہو، صداقت اور سچائی ہو۔

توحید اور شرک کی حدود

تو اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: میرے حبیب آپ ان سے فرما دو، میں تو صرف اللہ کا نمائندہ ہوں، سب کچھ میرے اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

مختارِ کل اللہ ہے، میں نہیں ہوں......

وہ جو کچھ مجھے دیتا ہے میں تمہیں پہنچا دیتا ہوں۔

میں اللہ کا نمائندہ ہوں اور اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ میں تو اس کے حکموں کا پابند ہوں۔

اور یاد رکھو یہ عقیدے کی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنا بڑھاؤ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن اللہ سے گھٹانا پڑے گا، اللہ کے برابر قرار دو گے تو شرک ہو جائے گا۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بخاری شریف میں موجود ہے۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں: مجھے حد سے ایسے مت بڑھاؤ جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو حد سے بڑھا دیا تھا۔ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کی کرسی پر بٹھا دیا تھا۔ فرمایا مجھے حد سے نہ بڑھاؤ۔ اس لئے اہل سنت کا یہی ایمان ہے:

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

اللہ کے بعد حضور علیہ السلام کا درجہ ہے لیکن اللہ کے برابر نہیں ہے۔ وہ مختارِ کُل ہے، یہ اُس کا پابند ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے اور یہ مقدور ہے۔ وہ مالک ہے یہ مملوک ہے...... اور لوگو! یہ عابد ہے وہ معبود ہے۔ یہ ساجد ہے وہ مسجود ہے۔ یہ مانگنے والا ہے وہ دینے والا ہے...... یہ جھولی پھیلانے والا ہے اور وہ جھولی بھرنے والا ہے۔ وہ آمر ہے، یہ مامور ہے۔ وہ حکم دیتا ہے اور نبی اُٹھ کر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔

مختارِ کل صرف اللہ کی ذات ہے

مختارِ کل اللہ ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی مختارِ کل نہیں ہے۔ یہ لفظ تو آپ سنتے ہیں لیکن اس کے معنی پر کبھی غور نہیں کیا؟ کہ مختارِ کل کس کو کہتے ہیں؟ جس کو کُلی اختیار ہو، کلی اختیار ہو آسمان توڑنے کا، زمین پھاڑنے کا، درخت اکھیڑنے کا، درخت لگانے کا۔ چشمے بہانے اور نہریں چلانے کا، پانی خشک کرنے کا، بنجر زمینیں آباد کرنے کا، آباد کو برباد کرنے کا۔ شاہ کو گدا بنانے کا اور گدا کو شاہ بنانے کا۔ غنی کو فقیر اور فقیر کو غنی بنانے کا۔ جسے چاہے اُٹھا دے اور جسے چاہے جھکا دے۔ جسے چاہے رزق دیدے، جس کا چاہے رزق بند کر دے۔

اس کو مختارِ کل کہتے ہیں، اور یہ اللہ کی صفت ہے۔ یہ ہمارے ایمان اور عقیدے کی بات ہے۔ لڑائی اور جھگڑے کی بات نہیں ہے۔

شانِ رسالت میں بے ادبی، ایمان سے محرومی ہے

باقی جہاں تک حضور علیہ السلام کا معاملہ ہے، اللہ نے اپنے نبی کو جو مقام، مرتبہ اور شان دی ہے وہ پوری کائنات اکٹھی ہو جائے اللہ کے نبیؐ کی ایک انگلی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ فرق کرنا پڑے گا۔ سرحدیں اور باؤنڈری وال رکھو۔ نہ ولیوں کو نبی بناؤ اور نبیوں کو خدا بناؤ۔ اگر سرحد نہیں رکھو گے تو بھٹک جاؤ گے۔ معاملے کو خلط ملط نہ کیا کرو۔ اللہ کی توحید کو خالص رکھو، توحید خالص ہی ایمان کا ذریعہ ہے۔ نبی کی ساری محنت توحید کے لئے تھی لیکن توحید آئے گی رسالت کے راستے سے۔ اگر رسالت میں ذرا سا بھی بے ادبی ہو گئی توحید سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ خالی توحید اللہ کو قبول نہیں ہے۔ ایک آدمی ساری زندگی لا الٰہ الا اللہ کی ضربیں لگائے جب تک محمد رسول اللہ نہیں کہے گا خدا کی قسم اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔

نبی ﷺ سے یہودیوں کے تین سوال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے وہ لاجواب ہو گئے۔ اب مشورہ ہوا کہ کیا کریں؟...... خود تو تھے اَن پڑھ اور جاہل۔ فیصلہ ہوا کہ کسی کو یہودِ مدینہ کے پاس بھیجو اُن سے کوئی سوالات درآمد کر کے لے آؤ، اور محمد عربی سے سوال کرو۔ اسے لاجواب کرو اور فتح و کامیابی کے جشن مناؤ۔ ایک وفد مدینہ روانہ ہوتا ہے کہ ایسے سوالات پوچھ کر آؤ جو صرف نبی ہی جانتا ہو، تا کہ ہم پوچھیں اور اپنا مقصد حاصل کریں۔ تو مدینہ کے علماءِ یہود نے کہا کہ اس نبی سے تین سوال پوچھو۔

پہلا یہ پوچھو کہ روح کیا ہے؟......

دوسرا سوال کہ اصحاب کہف کا واقعہ کیا ہے؟ یہ اصحاب کون تھے؟......

اور تیسرا سوال یہ پوچھو کہ ذوالقرنین کون تھا؟......

یہ تین سوال ہیں ان کا جواب نبی ہی دے سکتا ہے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو یہود ایسے سوالات خود بھی کیا کرتے تھے۔ جب ہم مدنی زندگی تک پہنچیں گے تو یہود نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لیا اور سوالات پوچھے تھے تو میں وہ بھی عرض کروں گا۔ یہ تین سوالات در آمد ہوئے۔ مجمع اکٹھا ہو گیا۔ محمد عربی! جواب دیجئے۔ نبوت کا دعویٰ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ آسمان سے وحی آتی ہے۔ ہمارا پہلا سوال یہ ہے کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟ **ویسئلونک عن الروح**، اللہ نے ان کا یہ سوال نقل کیا ہے کہ روح کیا چیز ہے؟......اور دوسرا سوال یہ ہے کہ اصحابِ کہف کون تھے؟ تیسرا سوال یہ ہے کہ ذوالقرنین کون تھا؟......اس نے کیا کچھ کیا؟......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فوراً ایک بات کہی۔ نقد جواب نہیں دیا۔ فرمایا، کل ان کا جواب دوں گا۔ کیا فرمایا؟ کل جواب دوں گا۔ کبھی کبھی اللہ اپنے نبی سے چھوٹی موٹی بھول کروا دیتے ہیں تا کہ نبی کی بھول کی برکت سے امت کو دین کے مسئلے معلوم ہو جائیں۔ امت کو معاشرت، شریعت، طریقت اور دین کے اصول و رہنمائی مل جائے۔ اس موقع پر اللہ کے نبیؐ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے، اتنا فرمایا کہ کل جواب دوں گا۔ یہ نہیں فرمایا کہ ان شاء اللہ کل جواب دوں گا۔ کل گزر گئی جواب نہ آیا۔ پرسوں گزر گئی کوئی جواب نہ آیا، حتیٰ کہ دنوں کے دن گزرتے چلے گئے۔ کوئی جواب نہ آیا۔ ادھر تالیاں بجنے لگ گئیں۔ تبصرے ہونے لگ گئے کہ دیکھو جی لاجواب کر دیا ہے۔ دیکھو اتنے دن گزر گئے ابھی جواب نہیں ملا۔

اس واقعہ کے ماحصل نتائج

اللہ کو کچھ اور منظور تھا۔ اللہ اپنے نبیؐ کی اُمت کو چند مسئلے سمجھانا چاہتے تھے۔ پہلا مسئلہ یہ سمجھایا کہ جب نبی سے سوال ہوا ہے، نبیؐ نے جواب نہیں دیا، کل بھی نہیں دیا، پرسوں بھی نہیں دیا، جب تک اوپر والے نے بتایا نہیں جواب دیا نہیں۔ مسئلہ معلوم ہوا کہ عالم الغیب اوپر والا ہے، فرش والا نہیں بلکہ عرش والا ہے۔ یہ بھی عقیدے کی بات ہے۔ بچیاں کھیل رہی تھیں عید کے دن۔ اللہ کے نبیؐ کے سامنے بچیوں نے ایک شعر پڑھا۔ بخاری

شریف میں موجود ہے۔

فینا نبی یعلم ما فی غدٍ [1]

''ہمارے اندر ایک نبی ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے۔ ہمارے اندر ایک نبی ہے جو غیب دان ہے۔''

حضور علیہ السلام نے ٹوک دیا اور فرمایا او بچیو! اس بات کو چھوڑو، وہی بات کہو جو تم پہلے کہہ رہی تھیں۔ کیوں؟ یہ عقیدے کی بات ہے اور وہ عقیدہ کیا ہے؟ وہ قرآن بتاتا ہے:

عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ...... [الانعام: ۶/۵۹]

نوجوانو! ایسی آیتیں یاد کرو، کوئی ڈاکو تمہیں تمہارے عقیدے سے بہکا نہیں سکے گا۔ اور توحید پر کوئی ڈاکہ نہیں ڈال سکے گا۔ قرآن کو یاد کیا کرو۔ تم گانے اور شعر یاد کرتے ہو قرآن سے دور ہو گئے ہو۔ ہماری یہ مجلس نظریاتی مجلس ہوتی ہے۔ ہماری اس مجلس میں دین کا ہر قسم کا مسئلہ ملتا ہے۔

عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ...... [الانعام: ۶/۵۹]

فرمایا، غیب تو غیب ہے غیب کے تالوں کی چابیاں بھی اللہ جانتا ہے۔ غیب کو تشبیہ دی ہے خزانوں کے ساتھ اور اس خزانے کو تالے لگ گئے۔ فرمایا کوئی خزانوں تک کیسے پہنچے گا، اُن کے تالوں کی چابیاں بھی صرف اُسی کے پاس ہیں کسی اور کے پاس نہیں ہیں۔ **لایعلمھا إلّا ھو** کا ترجمہ یہی ہے کوئی ترجمہ اٹھاؤ، **لایعلمھا إلا ھو** کون جانتا ہے؟ وہی ایک ہی جانتا ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے۔

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ......

بر و بحر کو بھی جاننے والا ایک اللہ ہے، اور فرما دیا میرے حبیب! ذرا آپ اپنی

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ صفحہ نمبر ۷۷۳۔ قدیمی کتب خانہ
صحیح بخاری جلد دوم باب بلا ترجمہ صفحہ نمبر ۵۷۰ کتاب المغازی

زبان مبارک سے بھی اِن کا یہ نظریہ صاف کروا دیجئے۔

قُلْ لَآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ ...... [الانعام: ۶/ ۵۰]

میں نے تمہیں کبھی نہیں کہا کہ میں مختارِ کل ہوں،

وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ ......

میں نے تمہیں کبھی نہیں کہا کہ میں عالم الغیب ہوں۔ اور یہ بھی قرآن بتا رہا ہے کہ میرے نبی سے کئی مرتبہ سوال ہوا کہ قیامت کب آئے گی؟

یَسْـئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا. فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰهَا.

اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَهٰهَا...... [النازعات]

بتایئے نا! قیامت کب آئے گی؟ اوپر سے جواب آیا، میرے حبیب! ان سے کہہ دیجئے فیم انت من ذکرٰها، تم کیوں قیامت کا تذکرہ چھیڑتے ہو؟ کیا تم نے اس کی تیاری کر رکھی ہے؟

اِلٰی ربّک منتهٰها......

قیامت کا علم کس کے پاس ہے؟ اللہ کے پاس ہے۔ اِلٰی ربک، رب کے پاس ہے۔ میں قرآن کھولوں تو مجھے ایک ایک صفحہ بتاتا ہے کہ غیب دان صرف اللہ ہی ہے۔ اٹھاؤ سورۃ تحریم، وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا. [التحریم: ۶۶/ ۳]، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپ کر ایک بیوی کے کان میں ایک بات کہی۔ فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهٖ، ...... منع کیا تھا کہ کسی کو نہ بتانا، اور وہ آگے عائشہ رضی اللہ عنہا، حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتلا بیٹھیں۔ ادھر سے عائشہؓ نے حفصہؓ کو بتایا، اِدھر سے عائشہؓ کے رب نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، اور بتا دیا کہ آپ نے جو بات کہی تھی وہ آگے نکل چکی ہے۔

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ کیا، فلمّا نبأت بهٖ، بتایا کہ تم نے یہ بات آگے بتا دی؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اگلا سوال تھا:

قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَکَ هٰذَا......

آپ کو کس نے بتایا؟...... کہ میں نے حفصہؓ کو بتا دی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا نظریہ بھی یہی تھا کہ حضور علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے۔ عالم الغیب صرف اللہ ہے۔ ورنہ یہ سوال تو نہ کرتیں، من أنبأک هذا...... آپ کو کس نے بتایا؟...... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جواب میں یہ نہیں کہا کہ عائشہ! تم بھولی بھالی ہو، تم نہیں جانتی کہ میں عالم الغیب ہوں۔ نہیں نہیں، قرآن اٹھاؤ۔ جواب میں کہا:

قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ...... [التحریم:۶۶/۳]

مجھے کس نے خبر دی؟ علیم وخبیر نے۔ اللہ نے۔ جاننے والے نے خبر دی۔ میں کسی پر چوٹ مارنے اور کسی کو گالی دینے کا عادی نہیں ہوں۔ لیکن اس کا ضروری عادی ہوں کہ اللہ کی وحدانیت پر اگر پختہ ایقان نہیں ہے تو نجات نہیں۔ نجات کے لیے توحید پر ایمان لانا، اور توحید پر مرنا ضروری ہے۔ نبیؐ کی ساری محنت توحید کے لئے تھی۔

مرضی فقط اللہ کی چلتی ہے

تین سوالوں کا جواب نہ آیا۔ مہینہ گزر گیا تو جبرائیل آئے، سب سے پہلے امت کے لیے مسئلہ بتایا۔ فرمایا، محبوب! وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّيْ فَاعِلٌ ذَالِکَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ. [الکهف:۱۸/۲۳، ۲۴] کبھی یہ نہ کہو کہ کل یہ کام کروں گا، بلکہ جب بھی یہ کہنا ہو تو یوں کہا کرو ان شاء اللہ کل یہ کام کروں گا۔ اللہ نے چاہا تو یہ کام کروں گا۔ بھولے بھالے مسلمانو! یہ کلمہٴ ان شاء اللہ بھی توحید کا درس ہے۔ تم نہیں چاہتے ہو، تمہاری چاہت نہیں چلے گی۔ کسی چھوٹے، بڑے کی چاہت نہیں چلے گی۔ چاہت صرف اور صرف اللہ کی چلے گی۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ إِلَّا أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ. [التکویر:۸۱/۲۹]

تم نہیں چاہتے، اللہ چاہتا ہے، تب چاہتے ہو اور اگر وہ نہ چاہے تو کسی کی چاہت چاہت نہیں بن سکتی۔ کسی کی چاہت پوری نہیں ہو سکتی۔ پانچ سال تک تمہارے بقول شیخ اُسامہ ایبٹ آباد کے مکان میں رہا، تم نے پکڑنا اور گرفتار کرنا چاہا، تمہارے ڈرون آنے

چاہے اور تمہاری ٹیکنالوجی نے اسے ڈھونڈنا چاہا، تم نہ ڈھونڈ سکے۔ کیوں نہ ڈھونڈھ سکے؟ اربوں، کھربوں اور ملین ڈالر لگا دیئے، فوجی مروا دیئے، بیڑا غرق کرا دیا۔ دنیا کو آگ کے منہ میں دھکیل دیا۔ مار نہ سکے۔ کیوں نہ مار سکے؟ اُس نے چاہا تھا کہ یہ ابھی نہ مرے۔ جب اُس نے چاہا کہ میں اب اپنے دین کے ایک مجاہد کو جنت کے اعلیٰ مقام تک پہنچاؤں تو پھر تم چاہتے ہوئے بھی گرفتار نہ کر سکے۔ شہید ہوا، وہ جنت میں پہنچ گیا۔ سپر طاقت کی چاہت بھی نہیں چلتی۔ چاہت کس کی چلتی ہے؟...... اللہ کی چلتی ہے۔

وَمَا تَشَآءُ وْنَ إِلَّا أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ.

اُسامہ بن لادن شہیدؒ کا پیغام

اور حکمرانو! اُسامہ مرتے مرتے بھی تمہیں پیغام دے گیا ہے۔ وہ شہید ہو کر تمہاری آنکھیں کھول گیا ہے۔ وہ یہی کہا کرتا تھا کہ غلامی کی زندگی نہ گزارو، غلامی کی زندگی سے موت اچھی ہے اور تم نے غلامی کی زندگی گزاری وہ تمہاری سرحدیں عبور کر کے آئے، خودمختاری کو پامال کر کے آئے۔ وہ ملک میں دراندازی کر کے آئے، غیر قانونی طور پر اور دندناتے آئے اور حساس علاقے میں آئے۔ ایٹمی اور فوجی علاقے میں آئے۔ تمہاری خودداری کو پامال کیا، تمہیں غلام سمجھ کر آئے، نوکر اور بھکاری سمجھ کر آئے، تمہارے منہ پر جوتا مارا۔ کاروائی کی، چلے گئے۔ یہی تو وہ کہتا تھا کہ غلامی کی زندگی کا نتیجہ غلط نکلا کرتا ہے اور اس کی موت نے اُس کے پیغام کو سچا اور تمہیں جھوٹا کر دیا ہے۔ اُس کے طریقہ کار سے تو اختلاف ہوسکتا ہے، طریقہ کار ہر کسی کا اپنا اپنا ہے۔ ممکن نہیں بلکہ بہت سارے مسلمانوں کو اُسامہ کے طریقہ کار سے اختلاف تھا۔ لیکن وہ جو بات کہا کرتا اُس بات میں کوئی شبہ نہیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ یہ بین الاقوامی طاقت جہاں، جب چاہے گھس جائے، یہ آزادیٔ فطرت کے خلاف ہے۔ یہ حریت کے خلاف ہے اور یہ دین کے تقاضے کے خلاف ہے۔ عرب کے جزیرے میں یہودی و عیسائی فوجوں کا رہنا شریعتِ محمدی کے خلاف ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا تھا:

أخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب...... [1]

اس نے جو بات کہی تھی وہ غلط نہیں تھی۔ طریقۂ کار سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ اور مفتی اوباما صاحب آپ کو کس نے کہا کہ فتوے صادر کرو، اسامہ شہید نہیں ہے، دہشت گرد ہے۔ اپنے فتوے اپنے پاس رکھو، تمہارا نظام تمہارے غلاموں تک چلتا ہے، شہادت اور جنت کا نظام کسی سپر پاور کے پاس نہیں ہے۔ شہادت و جنت کا نظام صرف میرے رب کے پاس ہے۔ تم دہشت گرد کہو کسی کو، کسی کو شہید کہو، تمہارے کسی کو شہید کہہ دینے سے وہ شہید بن نہیں جائے گا اور تمہارے کسی کو دہشت گرد کہہ دینے سے وہ دہشت گرد نہیں بن جائے گا۔ جو اللہ کی راہ کے لئے کٹا ہے، مرا ہے، دل میں اخلاص ہے وہ اُسامہ ہو یا کوئی اور ہو، وہ اگر اللہ کے لئے مرا ہے اللہ اس کی خود قدر کرنے والے ہیں۔ تم فتوے نہ جھاڑو اور ہمیں سبق نہ پڑھاؤ۔ ہمیں قرآن نہ پڑھاؤ۔ ہمیں حدیث نہ پڑھاؤ۔ ہم مسلمان اللہ کے فضل سے اپنے نبی کی حدیث کو بھی تھامے ہوئے ہیں اور اپنے رب کا قران بھی تھامے ہوئے ہیں۔

یہودیوں کے سوالوں کا جواب

اب اللہ نے سورۃ کہف بھیجی۔ تینوں سوالوں کے جواب اللہ نے اس سورۃ میں دے دیئے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا. [بنی اسرائیل:۱۷/۸۵]

روح کے بارے میں فرمایا کہ یہ میرے رب کا خاص امر ہے۔ یہ ایک علمی بات ہے۔ اگر کبھی ذوق ہو تو مدرسہ میں شعبان و رمضان میں دورۂ تفسیر میں آؤ پھر پتہ چلے کہ امر کس کو کہتے ہیں۔ ایک عالم امر ہے اور ایک عالمِ خلق ہے۔ آ کر قرآن تو سمجھو۔ اصحاب کہف والے سوال کا جواب آیا:

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب صفحہ نمبر ۴۴۹ قدیمی کتب خانہ
الصحیح لمسلم جلد دوم باب اجلاء الیہود من الحجاز۔ صفحہ نمبر ۹۴۔ قدیمی کتب خانہ

اِنَّھُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ وَزِدْنٰھُمْ ھُدًی. [الکھف:۱۸/۱۳]

وہ چند نوجوان تھے جو پکے مومن بنے، ہم نے ان کو ہدایت میں بڑھا دیا اور جب قوم نے ان کی بات نہ مانی تو وہ ہجرت کر کے غار میں چلے گئے۔

فَأْوٗا اِلَی الْکَھْفِ ...... [الکھف:۱۸/۱۶]

غار میں چلے گئے۔ اور ذوالقرنین کون تھا؟......تو ذوالقرنین بادشاہ کے حالات بھی بتا دیئے۔ مشرکین کو یوں ان سوالات کے جوابات ملے اور مسلمانوں کو مستقبل کا لائحہ عمل تیار کرنے کا موقع ملا۔ سورۃ کہف نے مسلمانوں کو بتایا کہ اصحابِ کہف کا طریقہ یہ تھا کہ اگر ایک گز زمین پر رہ کر توحید پر قائم رہنا مشکل ہو تو توحید کو بچاؤ اور وطن کو قربان کر دو اور ہجرت کر کے کہیں اور چلے جاؤ۔

ہجرتِ حبشہ کی تفصیلات

یہ صحابہ کو سمت مل گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا حبشہ چلے جاؤ۔ ۵ نبوی کی بات ہے۔ گیارہ مرد، پانچ عورتیں، دوہرے دامادِ رسولؐ، ذوالنورین، ذوالہجرتین سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ حبشہ ایک عیسائی ریاست تھی، لیکن انصاف پسند بادشاہ نجاشی یہاں کا حاکم تھا۔ وہاں پہنچ گئے۔ ادھر اللہ کے نبیؐ ابھی مکہ میں تھے۔ رب تعالیٰ نے سورۃ نازل کی، اس کا نام سورۃ النجم ہے۔ اللہ کے نبیؐ بیت اللہ میں آ گئے۔ اعلانیہ اس سورۃ کی تلاوت کر ڈالی۔

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی. مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی. وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی. اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی. عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی. ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰی. وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی. ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی. فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی. فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی. [النجم:۵۳/۱ تا ۱۰]

اتنی صداقت، اتنی روانی اور اتنا مٹھاس و چاشنی، فصاحت و بلاغت اور اتنا کلام کا نشیب و فراز آج تک نہ کسی مکی نے عرب میں سنا تھا اور نہ عجم میں سنا تھا۔ نہ کتابوں میں پڑھا

تھا، نہ جلسوں میں سنا تھا۔ نہ ادیبوں نے بیان کیا تھا اور نہ ہی شاعروں نے بیان کیا۔ نجم کی سورۃ سن کر ہکے بکے رہ گئے۔ اور سارے سرگرداں رہ گئے۔ سورۃ ختم ہوئی اور سورۃ کے آخر میں اللہ نے ذکر کیا،

أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى. وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى. أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى. تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى. [الکھف:۵۳/۱۹ تا ۲۲]

اللہ کے نبیؐ پڑھتے جا رہے تھے اور پہلی دفعہ یہ اعلانیہ قرآن سن کر اپنی انگلیاں منہ میں ڈال کر کاٹ رہے تھے۔ اور ادھر سے اللہ کے نبی پہنچے:

فاعبدوا واسجدوا......

اللہ کی عبادت کرو اور سجدہ کرو۔ پیغمبر نے سجدہ کیا نجم کا۔ تو قرآن کا اتنا اثر ہوا کہ یہ مشرک بھی بے اختیار اللہ کے سامنے جھک گئے۔ سب نے سجدہ کیا سوائے ایک بوڑھے کے، جس کا نام اُمیہ تھا۔ اس نے سجدہ نہ کیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے اُس نے زمین سے مٹی اٹھالی اور پیشانی کے ساتھ لگا دی۔ اِن کا یہ سجدہ غیر اختیاری طور پر تھا۔ مجبور ہو گئے۔ قرآن کے کمال کو سن کر مجبور ہو گئے۔ بعد میں لوگوں نے طعنے دیئے کہ تم نے کیا کیا؟ محمد عربی کے سجدے سے سجدہ کر لیا؟ محمد عربی کے رب کو سجدہ کر لیا؟ اب باتیں بنائیں۔ ادھر سے کسی نے حبشہ جا کر اطلاع دے دی کہ مکہ والے تو سارے مسلمان ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے رب کو سجدہ کر لیا۔ یہ سارے بیچارے دھوکہ کھا کر واپس آ گئے۔ مکہ کے قریب آ کر پتہ چلا کہ یہ خبر تو جھوٹی ہے۔

پھر کہتا ہوں عالم الغیب کون ہے؟......اللہ! ساری کائنات کے ولی اکٹھے کر لو ایک صحابی کی جوتی کی مٹی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ولایت کا درجہ کم ہے اور صحابیت کا درجہ زیادہ ہے۔ صحابہؓ واپس آ گئے۔

ہجرتِ حبشہ ثانیہ

کچھ عرصہ بعد اللہ کے نبیؐ کے حکم سے دوبارہ ہجرت کی۔ یہ ہجرتِ حبشہ ثانیہ ہے۔

اور یہ بھی ۵ نبوی میں ہے۔ ۳۸۰ مرد، گیارہ عورتیں ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ حبشہ پہنچ گئے۔ اتنی بڑی تعداد مکہ سے نکلی تو مکہ بھی ہل گیا۔ دشمنوں کو چین نہ آیا۔ انہوں نے کہا یہ دہشت گرد ہیں، تعاقب کرو اور انہیں ڈھونڈو۔ واپس لاؤ اور گرفتار کرو۔ آج بھی وہی حالات ہیں، جو کوئی حق اور سچ بات کہتا ہے یا سینے میں گولی اس کا استقبال کرتی ہے یا پھر اسے پسِ دیوارِ زنداں جانا پڑتا ہے۔ اور وہ کہیں بھی ہو اُس کو ڈھونڈ لاؤ یہ پالیسی تھی، وفد گیا۔ دو آدمی عمرو بن عاص، عبداللہ بن ربیعہ شاہِ حبشہ کے پاس گئے۔ گفٹ، تحفے، مراعات کی لسٹ لے کر مذاکرات کے لیے پہنچ گئے۔ آپ کے پاس بھی تو آ رہے ہیں۔ ایک جاتی ہے دوسرا آ تا ہے۔ وہ جاتا ہے تیسری آتی ہے۔ اور ہمارے چیف آف آرمی سٹاف، صدر اور وزیراعظم اللہ کے فضل و کرم سے روزانہ ملاقاتوں کے مزے لے رہے ہیں۔ حکمرانو! قرآن پڑھتے تو دھوکہ نہ کھاتے۔ قرآن کہتا ہے:

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ. [البقرہ:۲/۱۲۰]

تم یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کی لاکھ کوشش کرو، یہ خوش نہیں ہوں گے۔ جب تک کہ تم یہود و نصاریٰ نہ بن جاؤ۔ تم سے انہوں نے لاجسٹک فوج مانگی، تم نے دی یہ خوش نہ ہوئے۔ انہوں نے مجاہد مانگے تم نے گرفتار کر کے ان کے حوالے کیے، یہ خوش نہ ہوئے۔ انہوں نے قوم کی بیٹی تمہاری عزت عافیہ صدیقی مانگی، تم نے حوالے کر دی۔ یہ خوش نہ ہوئے۔ انہوں نے ڈرون حملوں کی اجازت مانگی تم نے خفیہ اجازت دے دی اور آج میڈیا میں آیا ہے چیف آف آرمی سٹاف نے 2008ء میں خود حملے تیز کرنے کا کہا تھا۔ یہ پھر بھی خوش نہ ہوئے اور آج انہوں نے تمہارے ملک کی خود مختاری کو پامال کیا اور کاروائی کر کے چلے گئے، پھر بھی خوش نہ ہوئے۔ یہ کبھی خوش نہیں ہوں گے۔ اب تمہارا کام پورا ہو گیا۔ تم ٹشو پیپر کی طرح استعمال ہو گئے، اب کوئی اور آئیں گے لیکن کوئی ضروری نہیں کہ ہر خواہش سپر طاقت کی پوری ہو۔ کبھی چڑیوں اور ابابیلوں سے اللہ سپر طاقتوں کے کام تمام کروا دیا کرتے ہیں۔ وقت دور نہیں ہے۔ کسی کی موت یا کسی کی شہادت فتح شکست نہیں ہوتی۔

حسین ابن علی بھی شہید ہو گئے۔ بدر میں تو ستر (۷۰) صحابہ شہید ہو گئے تھے۔ اللہ نے فرمایا تھا، کیوں پریشان ہوتے ہو؟

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ. [ال عمران:۳/۱۳۹]

فتح تمہاری ہے، ایمان میں پختہ ہو جاؤ، بلندیاں ملیں گی۔

إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ...... [ایضا: ۱۴۰]

آج تم زخم خوردہ ہو کل کو تم نے زخم لگایا تھا، یہ ایام آتے جاتے ہیں۔ اس دور میں اپنا اور اپنی نسل کا ایمان بچاؤ۔ میڈیا بک چکا ہے۔ ٹی وی اینکرز ٹی وی پر بیٹھ کر دین اور شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اگر تم نے دین ٹی وی سے سیکھا تو یاد رکھو مرتد ہو جاؤ گے۔ اپنے بڑوں سے تعلق مضبوط کرو، علماء کے بیانات سنو۔

......☆......

شعبِ ابی طالب سے ہجرتِ حبشہ تک

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَۃً یُّعۡرِضُوۡا وَیَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ. [القمر:۲/۵۴] وقال تعالٰی: لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ.[الاحزاب:۲۱/۳۳]

صدق اللّٰہ العظیم. ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

محترم بزرگو! عزیزو اور بھائیو! رحمت عالم جناب رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ کا سلسلہ وار درس پہنچا تھا، ہجرتِ حبشہ تک۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام کفار سے برداشت نہ ہوا

اللہ کے نبی ﷺ کے اصحاب نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور آپ ﷺ کے ان جان نثاروں کے تعاقب کے لیے مشرکین کا ایک وفد شاہ حبشہ نجاشی کے پاس گیا جسے شکست و ہزیمت اٹھانی پڑی اور وہ خائب و خاسر ہو کر واپس آیا۔ اور نجاشی نے مسلمانوں کے وفد کا بہت ہی اکرام کیا۔ انہیں انعامات اور ہدایا سے نوازا اور انکی عزت و تکریم کی۔ ایک تو اللہ نے اسلام کو یہ فتح نصیب فرمائی۔ اور دوسری اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کو یہ فتح نصیب فرمائی کہ ہجرت حبشہ کے بعد مکہ کے عظیم جرنیل اور بہادر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ مشہور و معروف ہے حضور ﷺ کو قتل کرنے کی نیت سے چلے۔ لیکن راستے میں ہی پتہ چلا کہ میری بہن اور بہنوئی بھی کلمہ گو ہو چکے ہیں۔ اُن کے پاس آئے اور قرآن پاک سنا تو قرآن پاک کی برکت سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور اسی طرح آپ ﷺ کے رضاعی بھائی اور چچا سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی عظیم بہادر، جرنیل اور بہت سی صفات والے انسان تھے۔ اللہ نے انہیں بھی اسلام کی توفیق نصیب فرمائی۔ مسلسل یہ تین فتوحات اسلام کو حاصل ہوئیں۔ ایک طرف شاہ حبشہ نجاشی کی حمایت، دوسری جانب سیدنا فاروق اعظم جیسے جری شخص کا صحابی رسول بن جانا۔ اور تیسری جانب سیدنا امیر حمزہ جیسے جلیل القدر شخص کا اللہ کے نبی ﷺ کا رفیق اور ساتھی بن جانا۔ تو یہ تین مسلسل فتوحات مشرکین کو برداشت نہ ہوئیں۔ کیونکہ ان حضرات کو دیکھ کر اور بہت سے لوگ بھی مسلمان ہونے لگے۔ تو اب کفار و مشرکین نے اپنے ظلم کی آخری حد تک پہنچنے کا فیصلہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ کا معاشرتی بائیکاٹ

چنانچہ تمام قبائل اکٹھے ہوئے، مکہ بیت اللہ میں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اصحاب اور خاندان رسول ﷺ کے ساتھ بائیکاٹ کا، مقاطعہ کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ کیا کہ بس آج کے بعد کوئی شخص آلِ بنی ہاشم سے ان کے معاونین سے اور ان کے کلمہ پڑھنے والوں سے

لَا یُنَاکِحُوْھُمْ ...... نہ ان کو کوئی رشتہ دے گا، نہ ان سے کوئی رشتہ لے گا۔

وَلَا یُبَایِعُوْھُمْ...... نہ ان کو کوئی چیز بیچے گا، نہ ان سے کوئی چیز خریدے گا۔

وَلَا یُجَالِسُوْھُمْ ...... کوئی انکے ساتھ بیٹھے گا بھی نہیں۔ کوئی ان سے سلام و دعا نہیں کرے گا۔ کوئی انکے ساتھ ابتداء بالکلام نہیں کرے گا۔ بس سوشل بائیکاٹ، ان کو ایک طرف کر دو۔ نہ سودا دو، نہ سودا لو، نہ رشتہ دو، نہ رشتہ لو، نہ سلام کرو، نہ کلام کرو، نہ کوئی چیز ادھار دو، نہ کوئی چیز قیمتاً دو اور نہ ہی کوئی چیز ان کو ہدیہ کرو، بس جو بھی اس نبی کے ساتھ ہے، چاہے وہ خاندان کا ہے، چاہے غیر خاندان سے ہے اس کے ساتھ بائیکاٹ ہوگا۔ یہ معاہدہ لکھا گیا حرم اور بیت اللہ میں، اور لکھنے والے کا نام منصور تھا۔ اس شخص نے یہ معاہدہ لکھا اور کعبۃ اللہ کا دروازہ کھول کر بیت اللہ کے اندر وہ معاہدہ لٹکا دیا گیا۔ یہ ظلم کی آخری حد تھی۔

اس کے بعد وہ کبھی کچھ نہ لکھ سکا

اللہ کے نبی ﷺ کو جب پتہ چلا کہ منصور نے یہ معاہدہ لکھا ہے۔ تو آپؐ نے اللہ کے حضور ہاتھ اٹھا لیے، فرمایا: یا اللہ اس کو پکڑ لے، اس سے انتقام لے۔ بس آپؐ کا بددعا کرنا تھا، اس منصور کا ہاتھ شل ہو گیا اور لکھنے والی انگلیاں شل ہو گئیں۔ اُس نے حضور ﷺ کے خلاف یہ معاہدہ، مقاطعہ اور بائیکاٹ لکھا۔ تو بس یہی ہی کچھ لکھا۔ اس کے بعد کبھی بھی اور کچھ بھی نہ لکھ سکا۔ اُس کے بعد اس کی انگلیاں نہ ہل سکیں۔ اس کے بعد اس کی انگلیاں نہ چل سکیں۔

نبیؐ اور آپؐ کے رفقاء شعبِ ابی طالب میں

حضورﷺ کا خاندان جس میں ابو طالب بھی شامل تھے۔ اللہ کے نبیﷺ کا خاندان [1] حضرت ہاشم کی اولاد میں سے تمام خاندان کچھ اسلام کی وجہ سے کچھ قرابت کی وجہ سے شعب ابی طالب میں بند ہوگیا۔ شعب بمعنی گھاٹی۔ یہ ابو طالب کی گھاٹی کہلاتی ہے یہاں یہ حالت ہوگئی کہ کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا۔ اشیاء ضرورت ختم ہوگئیں۔ اس بائیکاٹ اور معاہدہ کے تحت کوئی غلہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس معاہدہ کے تحت کوئی کھانے کا سامان دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ حضورﷺ اور آپؐ کے خاندان پر ایک یہ آفت ٹوٹ پڑی۔

لوگو! آج لوگ اپنا ایمان چند ٹکوں کے بدلے بیچتے ہیں۔ اللہ کے نبیﷺ کی سیرت کو پڑھو۔ حضورﷺ کے صحابہ کے کردار کو پڑھو۔ اس ایمان کی حفاظت کے لیے اس کلمہ، دین اور اپنے ضمیر کی حفاظت کے لیے انہوں نے کتنی قربانیاں دیں؟ کیکر کے پتے چبا چبا کے زندگی گزاری ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی انہی محصورین میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بھوک سے یہ حالت ہوگئی کہ ایک مرتبہ کوئی تر چیز میرے پاؤں کو لگ گئی بس پھر کیا ہوا؟ میں نے اسے اٹھایا اور منہ میں ڈال کر نگل گیا آج تک مجھے پتہ نہیں کہ وہ کیا چیز تھی، اسی طرح کسی کو ایک خشک چمڑا مل گیا۔ اس چمڑے کو لے آیا اور اسے پانی سے بھگو کر پکایا اور خشک کر کے کاٹا، کوٹا اور اُس کو سفوف بنایا۔ اور اُسے منہ میں ڈال کر اوپر پانی پی کر نگل جاتا تھا۔ بھوک کی وجہ سے بچے چیختے تھے۔ اور ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہوگئے تھے۔ بچوں کے لیے دودھ نہ رہا۔ یہ صرف ایک دو دن کی بات نہیں تھی۔ بلکہ یہ مقاطعہ اور بائیکاٹ و پابندیاں تین سال تک رہیں۔ آپﷺ اور اصحابؓ اسی انتظار میں تھے، اسی مشقت میں رہے اور اسی تکلیف میں رہے۔ سوچو تو، تین سال میرے آقا کے اور میرے آقا

1۔ طبقات ابن سعد جلد اول ذکر حصر قریش رسول اللہﷺ و بنی ہاشم فی الشعب۔ صفحہ نمبر ۲۰۸۔ طبع بیروت

کے اصحاب کے کیسے گزرے ہونگے؟

ابولہب خاندان کا بھی غدار تھا!

جب سے روٹی کی محبت ہمارے اندر آئی ہے اس نے ہمیں ایمان سے فارغ کر دیا۔ آج ہمیں امریکی کہتے ہیں کہ ہماری امداد کے بغیر تم کیسے جیو گے؟ اگر ہم آج پکے مسلمان ہوں تو ہم جواب دے سکتے ہیں کہ ہم ایسے جئیں گے، جیسے ہمارے آقا جئے تھے۔ ہم ایسے جئیں گے جیسے حضرت سعد جیئے تھے۔ ہم جئیں گے جیسے اللہ کے نبی ﷺ کا خاندان اور آپ ﷺ کے اصحاب جیئے تھے، سوائے ابولہب کے۔ یہ بھی آل ہاشم میں سے تھا۔ لیکن اس غدار نے مشرکین کا ساتھ دیا تھا اور روزانہ آپ ﷺ کے خلاف مہم جوئی اور منصوبہ سازیاں کرتا تھا۔ سارا خاندان ایک طرف تھا۔ یہ ایک طرف تھا۔ اور حضور ﷺ کے اصحاب آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ 3 سال تک یہ مقاطعہ اور بائیکاٹ رہا۔

ظلم کی یہ دستاویز کیسے چاک ہوئی؟

اور مکہ کے رحم دل اور صلح جو انسان اس معاہدہ پر پریشان تھے۔ تڑپتے اور کڑھتے رہے۔ یہ ظلم کا کیا معاہدہ ہے؟ یہ ظلم کا کیا آئین اور قانون ہے؟ ٹوٹنا چاہیے لیکن کوئی ہمت نہیں کرتا تھا۔ 3 سال گزر گئے۔ بالآخر ایک شخص کو اللہ نے ہمت دی، اس کا نام ہشام ابن عمرو تھا۔ یہ عبدالمطلب کے نواسے زبیر ابن امیہ کے پاس آیا۔ یہ زبیر، حضرت عاتکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں انکا بیٹا تھا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔ اور عمرو نے ایک کام تو یہ کیا کہ رات کو جب سب لوگ سو جاتے تو یہ شخص ہشام ابن عمرو اللہ کے نبی ﷺ کے خاندان کے پاس خفیہ طریقے سے غلہ لاتا اور چوری چھپے کچھ نہ کچھ غلہ پہنچا جاتا تھا۔ کچھ دن اس نے یہ سلسلہ رکھا۔ مظلومیت کی بناء پر کہ یہ خاندان مظلوم ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا خاندان ظلم وستم کا تختہ مشق بن چکا ہے۔ سیدہ خدیجہؓ کے عزیز حکیم ابن حزام وہ کچھ سامان لاد کر آرہے تھے اپنی پھوپھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پہنچانے کے لئے۔ ابو

جہل نے دیکھ لیا اور کہتا ہے کہ تم یہ نہیں پہنچا سکتے کسی صورت بھی نہیں پہنچے گا۔ حکیم ابن حزام نے جب یہ دیکھا کہ مجھے یہ بھی حق نہیں کہ میں اپنی پھوپھی کو کھانے کیلئے دے سکوں؟ اُسے غصہ لگا، اُسکے ساتھ ایک اور شخص کھڑا ہوا اس نے کہا کہ اے ابوجہل! تجھے کیا حق پہنچا ہے؟ ایک بھتیجا اپنی پھوپھی کو ہدیہ دینا چاہتا ہے تم کون ہو اسے روکنے والے؟ ابوجہل نے گالی بکی تو کھجور کا ایک تنا اس نے اٹھا کر ابوجہل کے سر پر دے مارا۔ ابوجہل کا سر پھٹ گیا۔

تو جب بھی ظلم ہوتا ہے اور ظلم کے خلاف بغاوت پیدا ہوتی ہے اور اللہ ظالم کا انجام بد کیا کرتے ہیں۔ تو اندر سے بغاوت ہوئی۔ ہشام ابن عمرو نے سب سے پہلے غلہ دینا شروع کیا۔ پھر ہشام ابن عمرو عاتکہ بنت عبد المطلب کے بیٹے زبیر ابن امیہ کے پاس آیا اور زبیر ابن امیہ سے کہا کہ ایک بات پوچھتا ہوں ایمان داری سے بتلاؤ۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم شادی کرو اور آل ہاشم بغیر شادی کے رہیں۔ تم کھانا کھاؤ وہ بغیر کھانے کے رہیں، تم پانی پیو اور وہ بغیر پانی کے رہیں۔ تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر ابوجہل کے ننہیال پر یہ ضابطے ہوتے اُن کے لیے یہ قواعد ہوتے، اُن کے ساتھ یہ بائیکاٹ ہوتا تو کیا ابوجہل کھانے، پینے کا سامان اپنے ننہیال کو نہ دیتا۔ اپنے بھانجوں کو نہ بھیجتا؟ اُس نے کہا کہ وہ ضرور بھیجتا۔ تو ہشام نے کہا کہ پھر تم بھی اٹھو اور اس معاہدے کو توڑ دو۔

زبیر نے کہا کہ میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں؟ ایک آدمی میرے ساتھ اور ملاؤ۔ ہشام نے کہا دوسرا میں تیرے ساتھ ہوں۔ زبیر نے کہا کہ نہیں ایک تیسرا بھی ہونا چاہیے۔ ہشام مطعم بن عدی کے پاس آیا۔ مطعم سے یہی باتیں کیں اور کہا کہ یہ ظلم کا ضابطہ ہے اسے توڑنا چاہیے۔ ہشام نے کہا دوسرا میں چاہتا ہوں۔ لیکن میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں؟ ہمارے ساتھ کوئی اور بھی ہونا چاہیے۔ ہشام نے کہا دوسرا میں ساتھ ہوں۔ اس نے کہا کہ تیسرا بھی ہونا چاہیے تو اس نے کہا کہ تیسرا بھی ہمارے ساتھ ہے تو اس نے کہا چوتھا بھی ہونا چاہیے کہا بڑی اچھی بات ہے۔ یہاں سے ہشام چل کر اسود بن زمعہ کے پاس پہنچے۔ اسود سے بھی یہی باتیں کیں۔ اسود بھی ساتھ ہو گئے۔ تو اس نے کہا کہ پانچواں بھی ہونا چاہیے۔ ایک پانچواں

آدمی بھی تیار کیا۔ جب نو آدمی تیار ہو گئے تو زبیر نے کہا کہ سب سے پہلے میں بولوں گا۔ سب سے پہلے یہ بائیکاٹ نامہ اور معاہدہ میں توڑوں گا۔

رات گزر گئی صبح ہوئی مجلس برپا تھی ابوجہل کی۔ تو زبیر کھڑا ہوا اُس نے کہا او مکہ کے لوگو! ایک بات بتلاؤ تم سب شادیاں کرو آل ہاشم بغیر شادی کے رہیں۔ تم کھانا کھاؤ وہ بغیر کھانے کے رہیں، تم پانی پیو وہ بغیر پانی کے رہیں، تم لباس پہنو وہ ننگے رہیں، وہ بھوکے پیاسے رہیں؟...... یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اور میں یہ ضابطہ توڑتا ہوں۔ زبیر کی یہ بات سن کر ابوجہل کہنے لگا خبردار! یہ ضابطہ نہیں ٹوٹ سکتا۔ یہ پکا ضابطہ ہے۔ تو فوراً مطعم بولے اور کہا کہ یہ ضابطہ ٹوٹے گا۔ ان کے ساتھ ہی اسود بولے اور کہا کہ یہ ضابطہ ٹوٹے گا۔ پھر ہشام بول پڑے اور کہا یہ ضابطہ ٹوٹے گا۔ پانچ آدمیوں نے کہا کہ یہ ضابطہ ٹوٹے گا ابوجہل ہکا بکا رہ گیا کہ یہ کیا ماجرا ہو گیا ہے؟

کعبہ شریف کے اندر لٹکا ہوا یہ معاہدہ دیمک کھا گئی

اتنے میں اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کو بلایا۔ فرمایا چچا جان! جا کر اپنی قوم سے کہہ دو وہ جو تم نے ضابطہ لکھا تھا، وہ جو تم نے بائیکاٹ اور مقاطعہ لکھا تھا اور اُسے کعبہ کے اندر لگایا تھا، ان کو بتلا دو کہ سب کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ صرف ایک لفظ باقی ہے اور وہ **باسمک اللھم** ہے۔ اللہ کا لفظ باقی ہے باقی سب کچھ دیمک چاٹ گئی۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ ابوطالب کونے میں بیٹھے تھے یہی بتانے کے لیے اور بول پڑے فرمایا کہ میرے بھتیجے نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ تمہارا جو مقاطعہ کعبہ میں ٹانکا ہوا تھا، اس کو زمین کا کیڑا اور دیمک چاٹ گئی ہے۔ صرف اللہ کا نام باقی ہے میں تمہیں ایک انصاف اور عدل کی بات کہتا ہوں جا کر تحقیق کر لو اور اگر میرے بھتیجے کی بات جھوٹی نکلے تو میں اسے تمہارے حوالے کرتا ہوں چاہو تو اس کو قتل کر دو اور چاہو تو اُس کو قید کر دو۔ اور اگر میرے بھتیجے کی بات سچی نکلے تو پھر یہ بائیکاٹ اور مقاطعہ توڑ دو، ختم کر دو۔

ماحول پہلے سازگار بن چکا تھا۔ ابوطالب نے جب یہ بات کہی تو اکثر مکہ والے

کہنے لگے۔

قد انصف ابو طالب......

ابوطالب نے انصاف کی بات کی ہے۔کھری اور سچی بات کی ہے

چنانچہ ایک ٹیم اٹھ کر گئی اور کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولا۔اور اُس تحریر کو دیکھا تو سوائے اللہ کے نام کے باقی پوری تحریر کو دیمک چاٹ چکی تھی۔اللہ کے نبی ﷺ کا یہ فرمان پورا ہوا۔ تب ہی تو کہنے لگے وہ کہ یہ جادوگر ہے۔قرآن نے نقل کیا ہے:

وان یروا ایۃ یُّعرِضُوا ویقولوا سحرٌ مُّستَمِرٌّ. [القمر:]

جب دیکھتے یہ اللہ کے معجزے کو اللہ کے نبی ﷺ کی صداقت کی آیات اور نشانیاں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے آج بھی یہی کہا گیا۔

......اور معاہدہ ٹوٹ گیا!

لیکن ایک معاہدہ ہو چکا تھا۔اللہ کے نبی ﷺ کی اس پیش گوئی پر یہ معاہدہ ٹوٹ گیا۔لیکن تین سال بعد اور نبوت کے دسویں سال۔ یہ معاہدہ جب ٹوٹا تو آپ ﷺ کا خاندان اور اصحاب اس آفت سے باہر نکلے۔3 سال کا یہ عرصہ ہے تین سال کا۔کیا بیتی ہوگی اللہ کے نبی ﷺ پر؟

یہ مجاہدے ہیں۔یہ تکلیفیں ہیں جو حضور ﷺ نے اٹھائیں۔اور یہ ساری اللہ کے دین کی خاطر تھیں۔

مسلمانو! یہ دین تعیش کے ساتھ نہیں آیا۔ یہ دین سہولت اور آرام پسندی کے ساتھ نہیں آیا۔امت کے اول طبقہ نے اس کے لیے اپنی جان کے نذرانے دیئے ہیں تب ہی تو ہم آج کلمہ پڑھ رہے ہیں۔اور اگر آج امت کا یک طبقہ اس دین کے لیے قربانیاں دینے والا نہ ہو تو خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں۔آئندہ نسل تک یہ ایمان نہیں پہنچ سکتا۔یہ ایمان پہنچا ہے صرف امت کے ایک طبقے کی قربانی دینے سے۔اس لیے قربانی دینے والے طبقہ کو برا نہ جانا کرو۔خود نہ کر سکو تو جو کر رہے ہیں ان کے لیے دعائیں ضرور کیا کرو۔

عام الحزن......غم کا سال

نبوت کا دسواں سال ہے آپ ﷺ کی عمر مبارک پچاس سال کو پہنچ گئی۔آپ کو یاد ہوگا۔میں نے ولادت سے پہلے کا یہ سلسلہ شروع کیا تھا۔اوراب ہم اللہ کے فضل سے پچاس سال کی عمر مبارک تک پہنچ گئے ہیں۔رحمت عالم ﷺ کے لیے یہ سال عام الحزن کہلاتا ہے۔اسی سال ہجرت سے 3 سال قبل اللہ کے نبی ﷺ کو دو اکٹھے صدمے اٹھانے پڑے۔ایک صدمہ تو یہ اٹھانا پڑا کہ آپ ﷺ کے عم محترم (چچا جان) جناب خواجہ ابو طالب فوت ہو گئے دوسرا صدمہ یہ اٹھانا پڑا کہ آپ ﷺ کی غم گسار اہلیہ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔عالم اسباب میں یہ دو بڑے سہارے تھے اللہ نے جو اپنے نبی سے لے لیے۔اللہ کا اپنا نظام ہے۔

ابو طالب بھی فوت ہوئے لیکن ایک غم تو ابو طالب کی وفات کا حضور ﷺ کو لگا۔ ایک غم اور لگا۔جب ابو طالب فوت ہو رہے تھے، اللہ کے نبی ﷺ ابو طالب کے پاس گئے۔ابو طالب کے پاس ابو جہل، عتبہ، شیبہ اور دوسرے کفار بھی بیٹھے تھے۔آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے جا کر کہا کہ میرے چچا! وہ کلمہ کہہ دو جو کلمہ میں نے قریش کو پیش کیا اور انہوں نے انکار کیا تا کہ قیامت کے دن میں تمہاری سفارش کرسکوں۔تو چچا نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے ان مشرکین مکہ کی طرف دیکھا اور پھر دیکھ کر کہنے لگے:

انا علی ملة عبد المطلب......

میں عبدالمطلب کی ملت پر مرنا چاہتا ہوں۔

اور روح پرواز کر گئی۔اللہ کے نبی ﷺ کو اس سے بڑا صدمہ ہوا۔اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ابو طالب کو جب حضور ﷺ نے دعوت اسلام دی تا کہ قیامت کے دن میں سفارش کرسکوں۔تو ابو طالب نے چند شعر پڑھے اور ساتھ ہی ایک جملہ کہا۔وہ شعر بہت عجیب ہیں وہ کہتے ہیں۔

دعــوتــنــي وزعــمــتُ انــک صــادق
وصـدقـت فيــه وکـنـت فيـه ثم امينا
ولــقــد عــلــمــت بــان ديــن مــحــمــدٍ
خيــر مـــن اديـــان الـبــرية ديـنـــا
لـــو لا الـــمـــلامة او حـــضـــار مسبّةٍ
لـوجـدتـنــي بـذاک سـمـحًـا مبينًا

اور یوں کہنے لگا: اخترت النار علی العار ......

کہتا ہے، دعوتني وزعمت انک صادق، میرے بھتیجے تم نے مجھے دعوت اسلام دی اور مجھے بھی یقین ہے کہ تم سچے ہو، ولقد علمت بأنّ دين محمد میں جانتا ہوں کہ محمد عربی ﷺ کا دین خير من اديان البرية دينا، یہ کائنات کے تمام ادیان سے بہتر ہے۔ لیکن کیا کروں؟

لـــو لا الـــمـــلامة او حـــضـــار مسبّةٍ

مجھے خطرہ ہے کہ گالی دینے والی عورت کا، مجھے خطرہ ہے مکہ کے مشرکین و کفار کے طعنوں کا، وہ طعنہ دیں گے کہ ابو طالب موت سے ڈر گیا۔ اور باپ دادے کے دین کو چھوڑ گیا۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا

لوجدتني بذاک سمحًا مبينًا . تو آپ مجھے اپنا مددگار پاتے۔

اور پھر کہا اخترت النار علی العار میرے بھتیجے! مجھے دوزخ تو منظور ہے۔ مجھے یہ طعنے اور عار منظور نہیں اور فوت ہو گئے۔

حضور ﷺ کا دم گھٹنے لگا۔ پریشان ہو گئے اور پھر فرمایا کہ میں اپنے چچا کے لیے استغفار کرتا رہوں گا، ما لم اُنْهَ عنه، جب تک کہ مجھے اس سے روکا نہیں جائے گا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے ابو طالب کے لیے استغفار کرنا شروع کیا۔

اس پر یہ آیت اتری

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوْٓا أُولِىْ قُرْبٰى......[التوبہ: ۹/۱۱۳]

نبی کو یہ نہیں جچتا اور ایمان والوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں اگر چہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

اور ساتھ ہی اللہ نے یہ مسئلہ بھی سمجھایا کہ میرے حبیب:

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ.[القصص:۲۸/۵۶]

میرے حبیب! آپ کا کام راستہ دکھلانا ہے آپ کا کام راستہ بتانا ہے۔آپ کا کام راہنمائی کرنا اور پہنچانا ہے۔ہدایت دینا آپ کے اختیار میں نہیں۔بلکہ یہ تو مختار کل کے اختیار میں ہے۔اور وہ اللہ ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔اللہ جسے چاہتا ہے محروم رکھتا ہے۔آپ نے کام پورا کر دیا ہے۔رب نے ہدایت نہیں دی،تو جس کو رب ہدایت نہ دے آپ اور پوری کائنات اس کو ہدایت دے نہیں سکتے۔

یادرکھو۔ابوطالب کے اسلام پر بڑے احسانات ہیں اور ابوطالب نے اللہ کے نبی ﷺ کے بارے میں گواہی بھی دی ہے۔لیکن اہل علم کہتے ہیں کہ آدمی مومن اس وقت تک نہیں بنتا جب تک کہ اپنے اختیار کے ساتھ تصدیق نہ کرے۔اپنے اختیار سے دل کے ساتھ تصدیق نہ کرے۔دوسرے ادیان سے اظہار برأت نہ کرے۔اُس وقت تک مومن نہیں بن سکتا۔حضور ﷺ سے آپ کے چچا حضرت عباس نے پوچھا تھا،ابوطالب نے آپ کی اتنی خدمت کی ہے۔کیا وہ دوزخ میں جائے گا۔[1] تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے چچا ابوطالب کو دیکھا وہ گھٹنوں تک آگ میں ہے۔اشارہ فرمایا کہ اگر وہ میری خدمت نہ کرتے تو پورے آگ میں ہوتے۔لیکن چونکہ میری خدمت کی تو اُس خدمت کے صلے میں اور بدلہ میں اللہ نے انہیں دوزخ میں آگ تک رکھا ہے۔لیکن وہ جو گھٹنوں تک دوزخ میں ہیں اور باقی جسم ان کا اللہ نے بچایا ہے۔اُس آگ کا یہ اثر ہے کہ اُس کا دماغ کھول رہا ہے۔

1 صحیح البخاری جلداول باب قصۃ ابی طالب صفحہ ۵۴۸،جلد دوم تفسیر سورۃ قصص صفحہ ۷۰۳۔قدیمی کتب خانہ
الصحیح لمسلم،جلداول باب شفاعۃ النبی ﷺ لأبی طالب والتخفیف عنہ الخ صفحہ ۱۱۵۔قدیمی کتب خانہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اسی سال فوت ہوگئیں۔ یہ عام الحزن کہلاتا ہے اوراسی سال حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی ہجرت کا فیصلہ فرمایا۔ حبشہ کی جانب ہجرت کا سفر شروع فرمادیا۔ سیدنا صدیق اکبر اپنا سامان سفر باندھ کر حبشہ کی جانب چل پڑے۔ راستہ میں ایک جگہ ہے ''برق الغماد''، اس مقام تک پہنچے تو کافروں کا ایک سردار ابن الدغنہ اس سے ملاقات ہوگئی۔

پوچھا! ابوبکر أین ترید کہاں جارہے ہو؟

فرمانے لگے کہ میں حبشہ جارہا ہوں۔

پوچھا کیوں جارہے ہو؟

فرمایا تیری قوم مجھے یہاں مکہ میں ستاتی ہے اور اللہ کی عبادت نہیں کرنے دیتی۔ میں چاہتا ہوں کہ سیاحت بھی کروں اور اللہ کی عبادت بھی کروں۔

ابن الدغنہ بڑے اونچے آدمی تھے اور سردار بھی تھے۔ تو کہنے لگے:

مثلک ابابکر لا یَخرج ولا یُخرَج.

ابوبکر! تجھ جیسا آدمی نہ خود جاسکتا ہے اور نہ ہی نکالا جاسکتا ہے۔ میں تمہیں اپنی امان میں لیتا ہوں۔ تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ کیوں؟ کہنے لگا۔

انّک تکسب المعدوم وتحمل الکل وتقریُ الضیف وتعین علی نوائب الحق.

ابوبکر! تم کون ہو؟

انک لتصل الرحم...... رشتوں کو جوڑنے والے ہو۔

وتحمل الکل...... لوگوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر لینے والے ہو۔

وتقریُ الضیف...... مہمان نوازی کرنے والے ہو۔

وتکسب المعدوم...... انہوں نے کام کرنے والے ہو۔

وتعین علیٰ نوائب الحق...... لوگوں کے حوادثات میں لوگوں کی مدد کرنے والے ہو۔تم جیسا آدمی بھلا مکہ سے چلا جائے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ واپس چلو! میں تمہیں اپنی امان میں لیتا ہوں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ ابن الدغنہ کی امان میں

ابن الدغنہ نے ابوبکر کو ساتھ لیا اور واپس مکہ آ گیا۔ مکہ کے چوک پر کھڑے ہوکر اعلان کر دیا۔لوگو! میں نے ابوبکر کو پناہ دی ہے۔ابو جہل اور اسکی جماعت کہنے لگی۔ اگر آپ نے ابوبکر کو پناہ دی ہے تو ایک عہد ابوبکر سے لے لو کہ اپنے گھر میں عبادت کرے، تلاوت کرے، ریاضت کرے اپنے گھر میں نماز پڑھے۔ انہیں اجازت ہے لیکن تلاوت کریں گے آہستہ آواز سے اس لیے کہ ابوبکر کی آواز میں سوز ہے اور تاثیر و کیفیتِ سحر ہے۔ ہمارے بچے ابوبکر کی تلاوت سنتے ہیں ہماری عورتیں ابوبکر کی تلاوت سنتی ہیں تو ابوبکر کے نبی کا کلمہ پڑھنے لگتی ہیں۔ یہ وعدہ لے لو کہ تلاوت آہستہ ہوگی۔ اور عبادت خفیہ ہوگی۔ حضرت ابوبکر سے عہد لے لیا گیا۔ابن الدغنہ چلے گئے۔ابوبکر نے گھر میں ایک مسجد بنالی۔ مسجد میں اللہ کی عبادت شروع کر دی۔ اور ابوبکر صدیق سے رہا نہ گیا۔ تلاوتِ قرآن کرتے تھے اور ان کی حالت یہ تھی:

کان رجلًا بکاءً......

ابوبکر رضی اللہ عنہ جب قرآن پڑھتے تھے تو گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ اور جب روتے تو اس رونے والی آواز میں قرآن تلاوت کرتے تو مکہ کی عورتیں اور بچے ابوبکر کے اردگرد جمع ہو جاتے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابن الدغنہ کی امان واپس کر دی

ابوبکر رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے جاتے وہ سنتے جاتے اور اُن کے دل اللہ کی کتاب کے قریب آتے جاتے جب یہ سب کچھ ہوا تو لوگوں نے ابن الدغنہ کو شکایت کی ابوبکر نے عہد

شکنی کی ہے، اونچی آواز سے قرآن پڑھتا ہے ہماری عورتیں اور پیارے بچے ابوبکر کے دین کو اختیار کر رہے ہیں۔ ابن الدغنہ ابوبکر کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ جیسے آدمی کی عہد شکنی ہو میں اسے قبول نہیں کروں گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے تیری امان نہیں چاہیے، میں اپنے آپ کو اپنے اللہ کی امان میں دیتا ہوں۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ آج سے میری ابوبکر سے امان ختم۔ فرمایا میں بھی اللہ کی امان میں آتا ہوں۔ اور یہ بھی اُسی سال کا واقعہ ہے۔

(اختتام)

ہجرتِ حبشہ کے واقعات کی تکمیل

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. فَأَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا. يَآ أُخْتَ هَارُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا. فَاَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا. قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتَانِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا. وَجَعَلَنِيْ مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا. وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا. وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ أَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا. [مریم: ۱۹/ ۲۷ تا ۳۳] صدق اللّٰہ العظیم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ کمابارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! حضورﷺ کی سیرت طیبہ کے عمر مبارک کے ۵۵سال تک کے حالات گذشتہ جمعہ آپ سُن چکے ہیں۔ بات یہاں تک پہنچی تھی کہ رسول اللہﷺ کے صحابہؓ نے آپﷺ کی اجازت سے اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کے لیے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ ایک دفعہ ہجرت فرمائی۔ غلط افواہ کی وجہ سے واپس آنا پڑا۔ مکہ کے قریب پہنچے یہ پتا چلا کہ یہ خبر جھوٹی ہے خبر یہ پہنچی تھی کہ سارے مکہ والے ایمان اور اسلام لا چکے ہیں۔ پھر دوبارہ ہجرت کی تو 380 مردوں نے اور تقریباً 11 عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی۔[1]

اِن مہاجرین حبشہ میں حضرت سیدنا جعفر طیار، جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ۳۹۰ یا ۳۹۱/افراد جب مکہ سے نکلے اور مکہ چھوٹا سا شہر تھا، تو مکہ مکرمہ میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ اسلام کے حاسدین اور دشمنانِ اسلام سے یہ برداشت نہ ہوا کہ مسلمان کسی سلطنت میں امن، سکون اور چین سے زندگی گزاریں۔ امن، چین اور سکون سے ساتھ اللہ کی عبادت کریں، دین کا پیغام آگے پہنچائیں، اللہ کی وحدانیت اور حضورﷺ کی رسالت کے مشن کو پھیلائیں۔

مشرکین کے وفد کی حبشہ روانگی اور نجاشی سے ملاقات

تو مشرکین مکہ نے مشورہ کیا کہ مسلمانوں کو حبشہ سے واپس منگوایا جائے۔ یہ

1۔ ہجرت حبشہ کا تفصیلی حوالہ: البدایہ والنہایہ جلد سوم باب ہجرۃ من ہاجر من اصحاب رسول اللہﷺ إلی الحبشۃ، صفحہ نمبر ۲۸۱۔ مکتبہ رشیدیہ، مسند امام احمد بن حنبلؒ جلد دوم صفحہ نمبر ۳۵۴ حدیث نمبر ۱۷۴۰، مسند جعفر بن ابی طالب۔ طبع دار الحدیث القاہرہ

ہمارے قومی مجرم ہیں۔ یہ ہمارے وطنی دشمن ہیں۔ ہماری ریاست چھوڑ کر یہ لوگ فرار ہوئے ہیں۔ ان کو حبشہ سے واپس بلوا کر انہیں سزا دی جائے۔

چنانچہ حبشہ کے لیے ایک وفد تشکیل دیا گیا۔ یہ دورُکنی وفد تھا۔ عمرو ابن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہما یہ دونوں مکہ مکرمہ کے لوگوں کے سفیر بن کر حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس گئے۔ اور جاتے ہوئے بہت سے ہدایا، تحفے، تحائف اور گفٹ ساتھ لے گئے۔ اور بادشاہ سے ملاقات سے پہلے بادشاہ کے دربانوں سے ملاقاتیں کیں۔ ان درباریوں کو رشوت میں یہ تحفے اور تحائف دیئے اور انہیں اپنا ہمراز بنایا کہ ہم بادشاہ سے ملنے والے ہیں۔ ہمارا تقاضا اور مطالبہ یہ ہے کہ ہمارے وطن اور شہر کے کچھ لوگ بے دین ہو گئے۔ باپ دادے کے دین کو چھوڑ بیٹھے اور باپ دادے کے دین سے باغی ہو گئے اور وہ اپنا آبائی دین چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہو گئے ہیں۔ وہ ہمارے خداؤں کو بھی برا بھلا کہتے ہیں۔ وہ ہمارے طریقے کے بھی باغی ہیں۔ وہ ہمارے رسوم و رواج، تمدن و تہذیب کے بھی باغی ہیں۔ ہمیں مکہ والوں نے بھیجا ہے، ہم بادشاہ سے مطالبہ کرنے آئے ہیں کہ ان لوگوں کو ہمارے سپرد کیا جائے۔ درباریوں سے مل کر انہیں رشوت دی اور تحفے تحائف پہنچائے اور پھر بادشاہ کی دربار میں پہنچ گئے۔

بادشاہ سے جا کر عمرو بن العاص نے کہا کہ بادشاہ سلامت! آپ کی سلطنت، وطن اور آپ کے ملک میں کچھ لوگ ایسے رہ رہے ہیں جو ہمارا وطن چھوڑ کر آئے ہیں اور ہمارے رشتے دار ہیں۔ انہوں نے اپنا دین تبدیل کر لیا ہے اور وہ ہمارے دین کے نہیں رہے اور وہ آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے (حبشہ کا بادشاہ عیسائی تھا)۔ وہ نئی نئی باتیں کرتے ہیں۔ ہمیں مکہ والوں نے بھیجا ہے۔ آپ انہیں ہمارے حوالے کیجیے۔

نجاشی بہت انصاف پسند بادشاہ تھے۔ اصحمہ اُن کا نام تھا۔ نجاشی حبشہ کے ہر بادشاہ کا لقب ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح مصر کے ہر حکمران کو فرعون کہتے تھے۔ روم کے ہر حکمران کو قیصر کہتے تھے۔ فارس اور ایران کے ہر بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا تھا۔ جیسے آپ کے

پارلیمانی نظام میں جو سربراہِ حکومت ہو اُس کو وزیراعظم کہتے ہیں۔اور اگر صدارتی نظام ہو تو جو ملک کا سربراہ ہو اُسے صدر کہتے ہیں۔

اس وقت کا جو نجاشی تھا، یہ بڑا انصاف پسند بادشاہ تھا۔ اُس کے پاس شکایت پہنچی تو اس نے کہا کہ میں ایسے تو ان کو حوالے نہیں کروں گا۔ میں اس فریق کی بھی سنوں گا اور ان کا موقف بھی جانوں گا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔اور کیا کہتے ہیں؟

نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی تقریر

بادشاہ کی طرف سے نوٹس ملا مسلمانوں کو کہ آپ کو بادشاہ سلامت طلب کر رہے ہیں، فوراً بادشاہ کے دربار میں پہنچیے۔ مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ کڑا وقت آرہا ہے۔ ہمیں کیا کہنا چاہئے؟ طے یہ ہوا کہ بادشاہ کے دربار میں بھی اپنے اصول اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھایا ہوا طریقہ نہیں چھوڑنا۔ سچ بولنا ہے اور حق کہنا ہے۔ بات بھی کھل کر کرنی ہے۔ نتیجہ اللہ کے سپرد کرنا ہے۔ وہ جو چاہے گا ہمارے ساتھ ہوگا۔

بادشاہ سلامت نے طلب کیا۔ حضرت جعفر طیار، جعفر ابن ابی طالب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی متکلم قرار پائے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے اور تمہارا کیسا دین ہے؟ حضرت جعفر طیارؓ بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہوئے اور بڑی خوبصورت تقریر فرمائی اور اپنا موقف دوٹوک الفاظ میں بیان فرمایا۔ فرمایا:

ایھا الملک! کنا نعبد الاصنام......

اے بادشاہ! ہم بتوں کے پجاری تھے۔

ونأكل الجزور...... ہم حرام اور مردار کھانے والے تھے۔

ونقطع الرحم...... ہم رشتوں کو توڑنے والے تھے۔ اور ہم شراب پینے والے تھے، بدکار اور برائیاں کرنے والے تھے۔ اللہ نے ہماری طرف ایک نبی بھیجا۔ اُس نے ہمیں فرمایا:

أن نّعبد اللّٰه وحدهٗ......

اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم سب کی نہیں بلکہ ایک رب کی عبادت کیا کریں، اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم بتوں کی نہیں بلکہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور ہم حلال کھایا کریں، حرام نہ کھایا کریں۔ اور ہم رشتوں کو جوڑا کریں۔ اور اُس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم نماز ادا کیا کریں، صدقہ کیا کریں اور پاک دامنی اختیار کیا کریں۔ اُس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم شراب سے اجتناب کیا کریں۔ ہمیں وہ دین اچھا لگا اور ہم اس میں داخل ہو گئے۔ یہ لوگ ہمارے دشمن بن گئے۔ انہوں نے ہمارے دین میں رکاوٹیں ڈالیں۔ انہوں نے ہمیں مجبور کر دیا تو ہم وطن چھوڑ کر آپ کی ریاست میں آگئے۔ ہم نے ان سے کچھ نہیں مانگا۔ ہم نے ان کا کوئی نقصان نہیں کیا۔ اب یہ ہمارے پیچھے آئے ہوئے ہیں۔ بادشاہ سلامت! میرا آپ کی معرفت ان سے سوال ہے اور آپ ہمیں جواب لے کر دیں کہ ہم نے کیا مکہ میں کسی فرد کو قتل کیا ہے؟ اگر ہم قتل کر کے یہاں آئے ہوں تو آپ کا حق بنتا ہے اور ہم مجرم ہیں آپ ہمیں واپس کر دیں۔ آپ ان سے پوچھئے کہ ہم مکہ سے کوئی مال لوٹ کر آئے ہوں، چوری ڈکیتی کر کے آئے ہوں اور کسی کا قرض لیکر آئے ہوں تو ہم اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں، آپ ہمیں ان کے حوالے کر دیں۔

اور تیسرا سوال یہ ہے کہ ہم اگر مکہ میں کسی کی آبروریزی کر کے آئے ہوں، کسی کی عزت لوٹ کر آئے ہوں، ہم کوئی اخلاقی یا گھناؤنے جرم کا ارتکاب کر کے آئے ہوں تو ہم اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ آپ ہمیں ان کے حوالے کر دیں اور ہم مکہ جانے کے لیے تیار ہیں۔ اور اگر ہم نے کسی کو قتل بھی نہ کیا ہو، کسی کا حق بھی نہ دبایا ہو، اخلاقی جرم بھی نہ کیا ہو تو یہ لوگ ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے؟ اور ہمیں کیوں چھیننا چاہتے ہیں اور ہمیں کیوں غلام بنانا چاہتے ہیں؟ اور ان سے یہ پوچھئے کہ ہم غلام ہیں یا آزاد؟ اگر ہم غلام ہیں تو ہمیں ان کے حوالے کر دیجئے اور اگر ہم آزاد ہیں تو یہ ہمیں کیوں غلام بنانا چاہتے ہیں؟

نجاشیؓ کی کفار کے وفد سے گفتگو

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی پر جوش اور پر اثر تقریر نے بادشاہ کو ہلا دیا۔

بادشاہ کے اندر ایک اضطراب پیدا ہوا۔ تو بادشاہ نے اس دور کنی وفد سے پوچھا کہ سچ بتانا جھوٹ نہ بولنا یہ قاتل ہیں؟ کہنے لگے کہ یہ قاتل نہیں۔ چور ہیں؟ چور نہیں ہیں۔ مجرم ہیں؟ مجرم نہیں۔ اور اخلاقی جرم کیا ہے؟ جرم نہیں کیا۔ غلام ہیں؟ غلام بھی نہیں آزاد ہیں۔ لیکن یہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتے ہیں، ہمارے سمجھدار لوگوں کو بے وقوف کہتے ہیں۔ ہمارے دین کے منکر اور مخالف ہیں۔

بادشاہ سلامت نے کہا کہ جاؤ واپس چلے جاؤ۔ مجھے یوں لگ رہا ہے کہ یہ دین اسی راستے سے آیا ہے جس راستے سے عیسیٰ علیہ السلام کا دین آیا تھا۔ کسی صورت میں ان کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ نکل جاؤ۔ یہ تمہارے حوالے نہیں ہونگے۔

مشرکین کے وفد کی دوبارہ نجاشی سے ملاقات

مسلمانوں کو اس طرح فتح نصیب ہوئی۔ مشرکین کا یہ وفد خائب وخاسر دربار سے لوٹا۔ عمرو بن عاص نے عبداللہ ابن ربیعہ سے کہا کہ گھبراؤ نہیں میں کل ایک ایسی بات کہوں گا کہ اِن کو ہمارے حوالے کرنے پر بادشاہ مجبور ہو جائے گا۔ ایک رات مزید صبر اور انتظار کرو۔ اگلے دن جب نجاشی کا دربار لگا تو یہ وفد پیش ہوا۔ اور بادشاہ کو اشتعال دلانے کی کوشش کی۔ بادشاہ عیسائی تھا۔ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ جو ہمارے قومی مجرم ہیں، ہم جن کو گرفتار کرنے کیلئے آئے ہیں، یہ لوگ آپ کے نبی عیسیٰ (علیہ السلام) کے بھی دشمن ہیں، اور ان کو بُرا بھلا کہتے ہیں، یہ ان کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ یہ ان کو اللہ نہیں مانتے۔ آپ ان کو بلا کر ان سے پوچھ لیجئے۔

نجاشی کی طرف سے مسلمانوں کی دوبارہ طلبی

اور بات بھی حقیقت تھی، مسلمانوں کا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بڑا اعتدال والا مذہب اور عقیدہ ہے۔ نجاشی یہ بات سن کر چونک گیا، ایک بار پھر نوٹس گیا۔ بادشاہ سلامت اپنے مہمانوں کو بُلا رہے ہیں۔ دربار لگا ہے اور فوراً پہنچو۔

اسلام کی کیا سنہری تاریخ ہے۔ آج بھی دنیا میں اگر کوئی اللہ کی وحدانیت کی بات کرے اور اللہ کے نظام کی بات کرے تو اسے ملک چھوڑنا پڑتا ہے، اور اگر وہ کسی ملک میں جائے تو اُسے طلب کیا جاتا ہے کہ یہ ہمارا مجرم ہے، اس کو ہمارے حوالے کرو۔ آپ موجودہ حالات کو حضور علیہ السلام کے دور کے حالات کے ساتھ موازنہ کریں۔

مسلمانوں کو جب اطلاع ملی کہ اب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہم سے سوال ہونے والے ہیں، اور ہمارا نظریہ موجودہ عیسائیت کے نظریے کے بالکل برعکس ہے اور ٹکراتا ہے۔ تو فوراً مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے۔ تو بلا روک ٹوک یہ بات طے ہوئی کہ سچ بولنا ہے اور حق بولنا ہے اور وہی کہنا ہے جو ہمارے اللہ نے بتایا ہے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی تلاوت

بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے پوچھا کہ مسلمانو! بتاؤ تمہارا سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں نظریہ کیا ہے؟ تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بلا جھجک کھڑے ہو گئے۔ کھڑے ہو کر پڑھنا شروع کر دیا:

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

کٓهٰیٰعٓصٓ. ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا. اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا. [مریم: ۱۹/۱، ۲]

سورۃ مریم کی تلاوت شروع فرما دی۔ سورۃ مریم کا آغاز حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام کے قصے سے ہے اور یہ تھوڑا سا قصہ بیان کر کے اللہ نے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان کیا۔

حضرت مریمؑ کے بارے میں قرآن کا بیان

فرمایا:

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا...... [مریم: ۱۹/۱۷]

مریم (علیہا السلام) بیٹھی تھیں، جبرائیل علیہ السلام آئے، پھونک ماری۔ تو حضرت مریم علیہا السلام کو حمل ہو گیا۔

فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا...... [مریم: ۲۲/۱۹]

ولادت کا وقت آیا، شرقی مکان میں منتقل ہو گئیں۔

فَأَجَاءَ هَا الْمَخَاضُ إِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ...... [مریم: ۲۳/۱۹]

دردِ زِہ ہوا تو کھجور کے تنے کے نیچے آ گئیں اور چھپ کے کہتی ہیں:

قَالَتْ يَا لَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا. [مریم: ۲۳/۱۹]

میرے ربا! کس امتحان میں تُو نے مجھے ڈال دیا ہے، شادی کوئی نہیں ہوئی، شوہر نہیں ہے۔ بن بیاہی اور کنواری ہوں، حمل ہو گیا، بچے کی ولادت قریب آ گئی، اب کس کس کو جواب دوں گی؟...... يَا لَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا، کاش! میں پہلے مرجاتی، وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا، "اور آج کے دن سے پہلے میں مرجاتی، لوگ مجھے بھول چکے ہوتے"۔

اللہ سے یہ دعا کر رہی ہیں۔ اب بچے کی ولادت ہو گئی۔ اللہ نے کہا، میری بندی مریم! تو کیوں گھبراتی ہے؟ اس کو قوم کے پاس لے جا...... اللہ میاں! کیسے لے جاؤں؟ قوم کو جا کر کیا جواب دوں گی؟...... فرمایا، قوم کو جواب دینا اور قوم کو صفائی دینا تیرا کام نہیں بلکہ یہ تو رب ذوالجلال کا کام ہے...... بچے کو لے کر آ گئیں۔ قوم نے بچے کو دیکھ کر فوراً الزام لگا دیا۔

قَالُوْا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا...... [مریم: ۲۷/۱۹]

مریم! بڑا بے ہودہ کام کر کے لائی ہو، یہ کیا کیا؟ کنواری بچی اور بیٹا پیدا ہو گیا؟

اور پھر قوم نے طعنہ دیا:

يَآ اُخْتَ هَارُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا. [مریم: ۲۸/۱۹]

نہ تمہارا باپ بُرا تھا اور نہ ہی تمہاری ماں بری تھی، تمہارا والد بیت المقدس کا متولی، مسجد اقصیٰ کا امام و خطیب، تمہارا والد اللہ کے نبیوں کا جانشین و وارث اور تمہاری امی انبیاء کے خاندان کی...... تمہاری امی حضرت زکریا علیہ السلام کی خالہ...... تمہاری امی اللہ

کے نیک بندوں کے خاندان کی ایک خاتون...... جس نے یہ منّت مانی تھی، ربا! مجھے بچہ دینا، میں بیت المقدس کے نام پر وقف کردوں گی، تیرے دین کے لیے وقف کردوں گی۔ اور تم یہ کام کر کے آئی ہو۔ کیا منظر ہوگا اُس وقت حضرت مریم پر؟ سوچیں ذرا۔ مریم کوئی عام خاتون ہے؟ یہ عیسائی بڑے بے غیرت ہیں۔ قرآن نے عائشہؓ کا نام نہیں ذکر کیا، خدیجہؓ کا نام نہیں ذکر کیا، فاطمہؓ، زینبؓ، رقیہؓ، اُم کلثومؓ کا نام نہیں ذکر کیا، حضور علیہ السلام کی گیارہ بیویوں میں سے کسی کا نام بھی قرآن میں نہیں، چار بیٹوں میں سے کسی کا نام قرآن میں نہیں، صحابیات میں سے کسی کا نام قرآن میں نہیں، کسی اور عورت کا نام قرآن میں نہیں ہے، ایک عورت کا نام ہے قرآن میں اور وہ حضرت سیدہ مریم علیہا السلام ہیں۔ اور صرف ان کا نام ہی نہیں آیا بلکہ اللہ نے پوری ایک سورت کا نام رکھوایا۔

عیسائیوں کی بے حمیتی

عیسائیو! تمہارے نبی کی والدہ کا قرآن نے احترام کیا ہے اور ان کو عزت دی ہے، اور تم ہمارے نبی کو بھونکتے ہو؟ تمہیں شرم نہیں آتی؟ تم ڈوب کر نہیں مرتے؟ مریم علیہا السلام کے بارے میں یہودی آج تک بدزبانی کرتے ہیں اور بہتان لگاتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا. [النساء: ۱۵۶/۴]

وہ مریم پر باتیں کرتے ہیں، بہت بڑا بہتان لگاتے ہیں۔

یہودیوں نے کہا کہ مریم زانیہ تھی (نعوذ باللہ) اور عیسیٰ (علیہ السلام) ناجائز اولاد ہیں اپنی والدہ کی...... (نعوذ باللہ)...... یہ یہودی بکتے ہیں، اُن یہودیوں کے ساتھ اِن عیسائیوں کی دوستی ہے اور جو کتاب حضرت مریم علیہا السلام کی صفائی دے رہی ہے اُس کتاب کے ساتھ بھی دشمنی، نبیؐ کے ساتھ بھی دشمنی اور اس ملت و دین کے ساتھ بھی دشمنی ہے۔ شراب خور اور زانیہ قوم کی غیرت نہیں ہوتی۔ اگر ان کو غیرت ہوتی تو یہ مسلمانوں کے جوتے اٹھاتے پھرتے۔ اور یہ ہمارے پاؤں دھو کر پیتے۔ ہم تو ان کی امی کی صفائی دینے

والے ہیں۔قرآن صفائی دیتا ہے۔قرآن حضرت مریم علیہا السلام کی طہارت، نزاہت، عفت، عصمت، پاکدامنی، حیا اور شرم بیان کر رہا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کا پنگھوڑے سے بیان

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ...... حضرت مریم نے کہا، مجھ سے کیوں پوچھتے ہو کہ یہ بچہ کیسے پیدا ہوا؟ تم اسی بچے سے پوچھو ناں، کہ یہ آیا کیسے ہے؟

قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا. [مریم:]

کہنے لگے، مریم! تو بھی عجیب خاتون ہے، بھلا پنگھوڑے میں لیٹا ہوا ایک دن کا، چند گھنٹوں کا بچہ بھی کبھی بولا کرتا ہے؟ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اللہ نے بچے کو زبان دی اور وہ بچہ بول پڑا۔عیسیٰ علیہ السلام پنگوڑے میں بول پڑے۔

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا. وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا. وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا. وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ أَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا. [مریم:]

فرمایا، إنّی عبداللّٰہ، پنگوڑے میں لیٹے ہوئے بچے نے کلام کی، فرمایا لوگو! میری امی کو برا بھلا مت کہو، إنّی عبداللّٰہ، میں اللہ کا خاص بندہ ہوں۔عیسیٰ علیہ السلام کون تھے؟ سارے بولو، اللہ تھے یا عبداللہ تھے؟ ...... عقیدہ ہے اس کے بغیر آدمی مسلمان نہیں بنتا۔کیا تھے، اللہ تھے یا عبداللہ؟ ...... عیسیٰ علیہ السلام نے خود کہا، إنی عبداللّٰہ ...... نہ کہ إنّی ابن اللّٰہ...... وہ ابن اللہ نہیں بلکہ وہ عبداللہ ہیں۔عیسائیوں نے کہا کہ وہ ابن اللہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر قرآن نے نقل کی اور فرمایا، إنّی عبداللّٰہ...... میں ابن اللہ نہیں بلکہ عبداللہ ہوں۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔

نبی اور پیغمبر بھی اللہ کے بندے ہیں

آج کچھ لوگ اپنے آپ کو اللہ کا بندہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔کس کے بندے

ہو؟ سارے بولو، اللہ کے! عیسیٰ علیہ السلام کس کے بندے تھے؟ میرے آقا کس کے بندے تھے؟ اللہ کے!! کلمہ میں کہتے ہو کہ اشھد أن لا إلٰہ إلا اللّٰہ وأشھد أن محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ، جب تک یہ نہ کہو کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول تھے، ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ اور کچھ لوگوں نے کیا کہا؟

جو بجاتے تھے اِنی اَنا اللہ کی بانسری
وہ اُتر پڑے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

نعوذ باللہ...... کہ اللہ خود مصطفیٰ بن گیا۔ یہ جاہلوں والے عقیدے ہیں۔ اللہ، اللہ ہے۔ اور نبی، عبداللہ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام اور لقب عبداللہ بھی ہے۔

وَأَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ...... [الجن: ۱۹/۷۲]

سارے مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں عبداللہ سے مراد حضور علیہ السلام ہیں۔ تو اللہ جب اپنے نبیوں کو اور خود نبی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں، تو تمہیں مجھے کیا تکلیف ہے کہ ہم نبیوں کو بشریت اور عبدیت سے نکال دیں؟ کہو نبی بشروں میں سے بشروں کے سردار ہوتے ہیں۔ صرف بشر نہیں ہوتے بلکہ ساتھ ہی اللہ کے رسول بھی ہوتے ہیں اور نبی بھی۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ أَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِلّٰهِ. [النساء: ۱۷۲/۴]

قرآن کے دروازے پر تو آتے نہیں ہو، قرآن پڑھو تو سہی کہ قرآن کیا کہتا ہے۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ أَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ. [النساء:]

تم عبدالمصطفیٰ بنتے ہو، تم عبدالنبی بنتے ہو، تم رسول بخش اور نبی بخش بنتے ہو، تم پیراں دِتہ بنتے ہو، تم علی بخش بنتے ہو...... فرمایا میرا مسیح اور عیسیٰ اللہ کا بندہ بننے سے نہیں شرماتا۔ تم شرماتے ہو تو شرماؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام تو فخر سے کہتے تھے إنّی عبداللّٰہ ، محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فخر سے کہتے تھے أنا عبدہٗ ورسولہٗ ، میں اللہ کا بندہ بھی ہوں اور اللہ کا رسول بھی۔ عقیدے کی بات ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے بارے میں بیان

إنّي عبداللّٰه...... میں اللہ کا بندہ ہوں۔

اٰتاني الكتاب وجعلني نبيًا...... اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

وجعلني مباركًا أينما كنت ...... برکتوں والا بنایا ہے، جہاں بھی ہوں گا،

وأوصاني بالصلوٰة والزكوٰة ......

مجھے نماز ادا کرنے کی اور زکوٰۃ دینے کی تاکید کی،

ما دُمتُ حيًا......

جب تک جیتا رہوں گا نماز پڑھتا رہوں گا اور زکوٰۃ دیتا رہوں گا۔

وبَرًّا ؑ بوالدتي...... اور امی کا فرمانبردار رہوں گا۔

ولم يجعلني جبّارًا شقِيًا...... مجھے سخت اور محروم نہیں بنایا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں، نماز روزے والا ہوں۔ اس لئے:

وَالسَّلام عَلَيَّ يوم وُلِدْتُ ويوم أموتُ ويوم اُبْعَثُ حيًا.

آج پیدا ہوا ہوں، اللہ کی سلامتی اُتری ہے، کل دنیا سے جاؤں گا سلام لے کر جاؤں گا اور جب قیامت میں اٹھوں گا تو مجھ پر سلامیاں ہی سلامیاں ہوں گی۔

اللہ کا قرآن، نجاشیؒ کے دل میں اُتر گیا

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے یہ تقریر کی اور تلاوت کی۔ ایک قرآن کی تاثیر اور ایک حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے اخلاص کی تاثیر...... فرمایا، قرآن کہتا ہے:

ذَالِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِيهِ يَمْتَرُوْنَ. [مریم:۳۴]

یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم، وہ نہیں جو تم بتلاتے ہو۔ **ذالک عیسی ابن مریم**، یہ ہیں عیسیٰ بن مریم اور یہ ہے سچی بات جس میں تم جھگڑ رہے ہو۔

ادھر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ قرآن پڑھ رہے تھے ادھر جناب نجاشی کی

آنکھوں سے آنسو چھم چھم ٹپک رہے تھے۔ اُدھر حضرت جعفر طیار کی تلاوت میں روانگی ہوتی گئی ادھر نجاشی کی آنکھوں سے پانی اور آنسوؤں کا سمندر اُبلتا چلا آیا۔ داڑھی تر ہوگئی۔ اور نجاشی کی داڑھی کا تذکرہ بھی اللہ کے نبی کی حدیث میں موجود ہے۔ روتے روتے نجاشی کی داڑھی تر ہوگئی۔ اور جب ذالک عیسیٰ ابن مریم پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ پہنچے تو نجاشی نے کہا بس کرو۔ اور ایک تنکا اٹھایا اور کہا لوگو! میں انصاف کی بات کہتا ہوں کہ جو کچھ جعفر طیار نے قرآن کی زبانی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتایا ہے، اللہ کی قسم عیسیٰ علیہ السلام اس تنکے کے برابر نہ اس سے کم تھے اور نہ ہی اس سے زیادہ۔

مشرکین کے وفد کی ذلت وخواری

اور پھر متوجہ ہوئے نجاشی ان مشرکین کے وفد کی طرف۔ فرمایا، نکل جاؤ! میرے وطن سے، میرے ملک اور ریاست سے۔ اور پھر سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا، رہو مزے سے رہو۔ میری ساری ریاست تمہارے لئے حاضر ہے۔ آج کے بعد تم میرے مہمان اور نجاشی تمہارا میزبان ہوگا۔ او عیسائیو! مسلمانوں کو عرصۂ دراز سے تنگ کرنے والو! جو سچے عیسائی تھے وہ مسلمانوں کے میزبان تھے۔ اور پھر درباریوں سے کہا کہ ان کی رشوت واپس کرو۔ ان کے تحفے اور ہدایا بھی۔ تو یہ منہ لٹکا کر مکہ میں ناکام وخائب و خاسر ہو کر واپس آئے۔

نجاشی کا قبولِ اسلام اور سعادتمندی

ادھر نجاشی کو اللہ نے ایمان کی توفیق دی اور ایک سلطنت کا بادشاہ اللہ کے نبی کا غلام بن گیا۔ اسلام قبول کیا، اور اس کا کیا مقدر ہے؟ حضور علیہ السلام کی خدمت کی۔ آپ کے علم میں ہونا چاہئے، اس نے آپ ﷺ کی خدمت میں ہدایا بھیجے۔ ایک باندی بھیجی، بڑی خوبصورت باندی تھی اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ابوسفیان کی بیٹی، ان کا پہلا شوہر وہ مرتد ہو کر حبشہ سے نکل گیا۔ تو ان کا نکاح ختم ہوا تو حضور علیہ السلام کی طرف سے نجاشی وکیل بنے اور

اللہ کے نبیؐ کی توکیل اور وکالت پر حضرت اُم حبیبہ کا نکاح حضور علیہ السلام سے کیا۔ اپنی جیب سے چار سو مثقال سونا جو آج کے اس دور کے مطابق کروڑ روپے سے زیادہ مالیت کا بنتا ہے، حضرت اُم حبیبہ کو اللہ کے نبیؐ کی طرف مہر ادا کیا۔ حضور علیہ السلام کا نکاح ہوا اور جب نجاشی فوت ہوئے تو حضور علیہ السلام کو وحی کے ذریعے اطلاع دی گئی۔ اللہ کے نبیؐ نے مدینہ میں خود اطلاع دی اور صحابہ کرامؓ کو جمع کیا۔ تو اللہ نے درمیان کے سارے پردے ہٹا دیئے۔ حضور علیہ السلام نے مدینہ میں کھڑے ہو کر نجاشی کا جنازہ پڑھایا۔[1] حضرت نجاشی صحابی بن گئے۔ یہ اللہ کے نبی کی نبوت کا پانچواں سال تھا۔ اور چھٹا سال، آپؐ کے اوپر مشرکین کی طرف سے ظلم کے پہاڑ ٹوٹے۔ ان شاء اللہ آئندہ

......☆......

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب موت النجاشی، صفحہ نمبر ۵۴۷۔ قدیمی کتب خانہ

معجزاتِ رسول ﷺ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. اقتربت الساعۃ وانشق القمر.[القمر:۵۳/۱]

صدق اللّٰہ مولانا العظیم. وبلّغنا رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صلّ علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

معجزہ نبی کی نبوت کی دلیل ہوتا ہے

محترم بزرگو! عزیزو، اور ساتھیو، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ہدایت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے، نبی دنیا میں آئے اور اپنی نبوت پر اللہ کی طرف سے برہان اور دلیل لے کر آئے، اس برہان اور دلیل کو جو نبی اللہ کی طرف سے لے کر آئے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ معجزہ، معجز ہوتا ہے عاجز کرنیوالا ہوتا ہے۔ معجزہ اس کام کو کہتے ہیں جو کام اللہ کے کسی نبی سے صادر ہو اور وہ کام عادۃً نہ ہوسکتا ہو کوئی اور وہ کام نہ کرسکتا ہو۔ عام انسان وہ کام کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ ایسا خرقِ عادت کام جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ یہ معجزہ اس نبی کی نبوت کی دلیل ہوتی ہے، اور اس معجزہ سے عام آدمی پہچان لیتا ہے کہ یہ شخصیت اللہ کے نبی ہیں۔

معجزہ میں قدرت اللہ کی ہوتی ہے، اختیار اللہ کا ہوتا ہے حکم اللہ کا ہوتا ہے، امر اللہ کا ہوتا ہے۔ لیکن ظہور اس کام کا نبی کے ہاتھ پر ہوتا ہے نبی کے جسم سے ہوتا ہے، اللہ کے کسی نبی سے وہ کام صادر ہوتا ہے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ اور دنیا ساری مل کر وہ کام نہیں کر سکتی جو کام اللہ اپنے نبی سے کرواتے ہیں، مثلاً قوم نے کہا حضرت صالح علیہ السلام کو کہ ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ اس چٹان سے اس پہاڑ سے دس ماہ کی گابھن اونٹنی نہ نکال دیں، وہ اونٹنی نکلے اور نکل کر یہ گواہی دے کہ صالح علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں ہم پھر ایمان لائیں گے۔ دنیا کا کوئی انجینئر، دنیا کا کوئی سائنسدان دنیا کا کوئی حکمران اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی شخصیت، دنیا کی کوئی ٹیکنالوجی پہاڑ سے اونٹنی نہیں پیدا کرسکتی۔ پتھر سے زندہ اونٹ نہیں بناسکتی وہ پہاڑوں سے گابھن اونٹنی نہیں نکال سکتی۔ یہ کام کہ پہاڑ سے اونٹنی نکلے، زندہ ہو صرف ڈھانچہ نہ ہو، اس میں روح بھی ہو وہ صحیح سلامت بھی ہو اور صحیح سلامت ہونے کے ساتھ اس کے پیٹ میں بچہ بھی ہو، اور پھر وہ شہادت بھی دے بول کر کہے، صالح علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں یہ کام عادۃً ممکن نہیں ہے، یہ کام روٹین کا نہیں ہے، یہ کام عام ظاہر ہونے والا نہیں ہے، لیکن اللہ نے اپنے نبی

سے یہ کام کروایا اور صالح علیہ السلام کی دعا پر چٹان پھٹی اس سے اونٹنی نکلی، وہ زندہ صحیح سلامت اونٹنی تھی اس کے پیٹ میں بچہ تھا وہ اونٹنی شہادت دے رہی تھی، صالح علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اس معجزے کو دیکھ کر اب ہر انسان کا دل یقین کرتا ہے کہ جو کام عام انسان نہیں کرسکتا۔ سائنسدان، انجینئر، حکمران اور طاقتور ڈاکٹر بھی نہیں کرسکتے، وہ کام جو اس نبی کے ہاتھ پر ہوا ہے تو دلیل ہے اس بات کی کہ یہ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ یہ صالح علیہ السلام کا معجزہ تھا اس معجزے نے صالح علیہ السلام کے اس معجزے نے دنیا کو لاجواب کردیا۔

سابقہ پیغمبروں کے معجزات

معجزہ لاجواب کردیتا ہے۔ ہر نبی کو اللہ نے معجزہ عطا کیا ہے، ہر نبی کو اللہ نے یہ دلائل عطا کیے ہیں۔ ہر نبی کو اللہ نے یہ برہان عطا کیے ہیں۔ میں نے گزشتہ جمعہ سیدنا آدم علیہ السلام کا قصہ چھیڑا تھا، وہ آگے چل کر انشاء اللہ عرض کروں گا۔ آئندہ جمعہ آج ذرا معجزات پر میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے مسجود ملائک بنایا یہ آدم علیہ السلام کا معجزہ تھا سب فرشتوں کو کہا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو...... "**اسجدوا لآدم**"۔

داؤد علیہ السلام کو اللہ نے معجزہ عطا کیا "**والنا له الحديد**" ہم نے لوہا داؤد علیہ السلام کے لیے نرم کردیا تھا۔ "**ان اعمل سبغت وقدر فی السرد**" [سبا:۳۴/۱۱] میرا داؤد علیہ السلام لوہا نرم ہے آپ کے لیے، دیگیں بناؤ ہنڈیاں بناؤ، برتن بناؤ "**یعملون له مایشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدورٍ رّٰسِیٰتٍ اعملو ال داود شکرا وقلیل من عبادی الشکور**۔ [سبا:۳۴/۱۳] اللہ کہتے ہیں لوہا نرم تھا، جو چاہتے تھے وہ بنالیتے تھے۔ مورتیاں بنالیتے تھے، ٹپ بنالیتے تھے، دیگیں بنالیتے تھے، ہنڈیاں بنالیتے تھے، برتن بنالیا کرتے تھے۔ میرے اللہ نے معجزہ دیا اور ساتھ فرمایا "**اعملو ال داود شکرا**" آل داؤد! اللہ کا شکر ادا کرو۔ اللہ نے تمہیں یہ کمال عطا کیا۔ یہ لوہے کا نرم ہونا حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت کی دلیل تھی۔ کوئی ایسا فارمولا اب تک دنیا میں نہیں آیا کہ لوہا نرم ہوجائے بغیر آلات کے لوہا نرم ہوجائے۔ کوئی آلہ نہیں کوئی کیمیکل

نہیں، گرم نہیں کیا۔ اتنا موٹا سریا ہے۔ انگلی کے ساتھ اسکو پھیر لیا، سوراخ کر لیا۔

موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے معجزات

حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی میرے اللہ نے معجزات عطا فرمائے ہر نبی کو معجزے ملے۔ کسی کو ایک کسی کو دو کسی کو تین۔ میرے آقا کو اللہ نے بے شمار معجزات عطا فرمائے۔ اور اس سے کہیں بڑھ کر بھی عطا فرمائے۔ قرآن نے انبیاء کے جو معجزات ذکر کیے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزے ذکر کیے بڑے...... لاٹھی سانپ بن جاتی تھی سانپ لاٹھی بن جاتا تھا، ہاتھ گریبان میں ڈالتے سفید ہو جاتا من غیر سوء بغیر کسی بیماری کے۔ چاندی کی طرح ہو جاتا۔ واپس نکالتے تو اپنی شکل میں آجاتا۔ ویسے تو اللہ نے یہ بھی معجزہ دیا کہ آسمان سے من وسلویٰ اترے، یہ بھی معجزہ دیا کہ آسمان پر بادل نے سایہ کر دیا۔ یہ بھی معجزہ دیا کہ پتھر سے پانی کے چشمے جاری کر دے یہ سارے معجزات تھے، لیکن معجزات تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے معجزات عطا کیے ایک معجزہ یہ عطا کیا کہ وہ بچپن میں پنگھوڑے میں بول پڑے:

قال اِنی عبداللہ اٰتنی الکتاب وجعلنی نبیا۔ [مریم:۱۹/۳۰]

یہ بھی معجزہ ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے کہ ان کا والد کوئی نہیں۔ یہ بھی معجزہ ہے کہ حضرت عیسیٰ فرمایا کرتے تھے

اُبرِئُ الأکمه والابرص وَاُحیِی الموتیٰ باذن اللّٰه. [ال عمران:۳/۴۹]

دنیا کی کسی میڈیکل میں کسی طب میں مردہ انسان کے زندہ کرنے کا کوئی علاج نہیں ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر لیا کرتے تھے۔ عیسیٰ برص کی بیماری والے کو ٹھیک کر دیا کرتے تھے، عیسیٰ علیہ السلام مادرزاد اندھے کی بینائی اللہ کے حکم سے واپس کروایا کرتے تھے، اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو معجزہ دیا۔ وہ مٹی کا چمگاڈر بناتے اور چمگاڈر بنا کے پھونک مارتے فیکون طیرا باذن اللہ وہ پرندہ بن جاتا۔ یہ پانچ سات معجزات عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ نے عطا کیے۔

لیکن میرے آقا کے اگر آپ معجزات دیکھیں گے تو وہ پانچ سات نہیں دس بیس نہیں وہ چالیس پچاس نہیں وہ سو دو سو نہیں وہ ہزار دو ہزار نہیں حضور کے معجزات بے شمار ہیں گنتی میں بھی نہیں آتے۔ حضور ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے پھر یہ بھی ایک بات یاد رکھیں۔ ہر نبی کو وہ معجزہ دیا گیا، اس فن میں معجزہ دیا گیا جس فن میں اس کی قوم نے عروج حاصل کیا، کمال حاصل کیا مثلاً داؤد علیہ السلام کی قوم صنعتکار تھی، اللہ نے لوہا نرم کر دیا صنعتکار جانتے ہیں کہ لوہے کو ایسے پھیرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ دلیل ہے داؤد علیہ السلام کی نبوت کی۔

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جادو میں کمال پیدا کیا تھا جادوگر تھے، بہت بڑے:

واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علیٰ ملک سلیمان وما کفر سلیمان ولکنّ الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر.

[البقرہ: ۲/۱۰۲]

ان یہودیوں نے **واتبعوا ماتتلوا الشّیاطین** اس کی اتباع کی جو شیطان سلیمان علیہ السلام کے ملک میں تلاوت کیا کرتے تھے۔ پڑھا کرتے تھے، فرمایا کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ جادو سلیمان علیہ السلام نے دیا، فرمایا نہیں نہیں **وما کفر سلیمان** جادو تو کافرانہ عمل ہے جادو تو کفر والا کام ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا تھا۔ شیطان نے جادو سکھایا لوگوں کو، یہ یہودی جادوگر تھے۔ جب کسی قوم میں انحطاط آتا ہے، تو وہ تعویذ گنڈے کا سہارا لیتی ہے وہ جادوں کا سہارا لیتی ہے، جب کوئی قوم کوتاہ ہو جاتی ہے، کم ہمت ہو جاتی ہے تو پھر وہ تعویذ گنڈے پہ اتر آتی ہے۔

تعویذ جائز اور جادو حرام ہے

میں یہ نہیں کہہ رہا کہ تعویذ ناجائز ہیں۔ حدود قیود میں اجازت ہے مباح ہیں، لیکن کوئی فرض واجب سنت مستحب بھی نہیں۔ صحابہ میں تعویذ گنڈے کا کوئی کوئی رواج نہیں تھا۔ تعویذ جاہل کے لیے ہوتا ہے جو نہیں پڑھ سکتا، تم خود پڑھو تعویذ سے زیادہ اثر ہوگا۔ تو

تعویذ جائز ہے جادو جائز نہیں ہے، جادو حرام ہے۔ بعض اہل علم نے کہا جادو کفر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات گناہ گنوائے کہ یہ تباہ و برباد اور ہلاک کر دینے والے ہیں ان میں جادو کا بھی ذکر فرمایا۔ آج قوم جادووں کے چکر میں لگی ہوئی ہے۔ جادو کے ساتھ کاروبار باندھ لو جادو کے ساتھ کاروبار کھول دو۔ جادو کے ساتھ ہمیں بچے چاہئیں، جادو کے ساتھ ہمیں سیٹ چاہیے۔ بدھو کہیں کے، ایم۔ این۔ اے۔ بننے کے لیے جادوگروں کے پاس چکر لگاتے ہیں۔ منسٹری مل جائے جادوں گروں کے پاس جا رہے ہیں۔ اللہ نے شکوہ کیا کہ یہودی یہ کام کرتے تھے، تو موسیٰ علیہ السلام کے دور میں لوگ جادوگر تھے تبھی تو فرعون نے سینکڑوں جادوگر اکٹھے کیے تھے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں اور موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا معجزہ ظاہر کیا تو فرعون نے کہا یہ تو جادوگر ہے اور بڑا جادوگر ہے، تمہیں شکست دینا چاہتا ہے اپنے جادو کی وجہ سے، اور اس نے اعلان کیا کہ ملک کے جادوگر آ جاؤ، ہرادو موسیٰ علیہ السلام کو اپنے جادو کے ساتھ، تمہیں انعام دوں گا۔ جادوگروں نے پوچھا کیا انعام ہوگا؟ اس نے کہا میں تمہیں مقرب بنا لوں گا۔ تمہیں اپنے ایوان کا رکن بنا لوں گا۔ جادوگر سامنے کھڑے ہیں مقابلہ شروع ہوگیا۔ جادوگروں نے کہا تم ڈالتے ہو یا ہم ڈالیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا القوا ما انتم ملقون . [یونس: ۱۰/۸۰] دکھاؤ اپنے کرتب ڈالو جو ڈالنا چاہتے ہو۔ انہوں نے ڈالیں رسیاں، ڈالے ڈنڈے سانپ بن گئے۔ اللہ کے کلیم نے کہا:

ما جئتم به السحر اِنّ اللّٰه سیبطله اِنّ اللّٰه لا یصلح عمل المفسدین. [یونس: ۱۰/۸۱]

یہ جادو ہے میرا رب تمہارے جادو کو ناکام کر دے گا۔ جھوٹ ناکام ہوتا ہے سچ کامیاب ہوتا ہے، اور پھر ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ڈنڈا، عصا ڈالا بس عصا کیا ڈالا وہ تو ان سارے سانپوں کو نگل گیا، کھا گیا ان کو، جادوگر دیکھ رہے تھے اپنی آنکھوں کے ساتھ، کہ ہمارا کرتب ہے، ہماری شعبدہ بازی ہے۔ یہ مداری کرتے ہیں نا شعبدہ بازیاں! پیٹ میں

چھریاں گھسا رہے ہوتے ہیں۔ادھر سے چھری ڈالی ادھر سے چھری ڈالی نظر یہی آ رہا ہوتا ہے کہ چھری آر پار ہے، ہوتی نہیں ہے۔شعبدہ بازی ہوتی ہے ایک سے کئی نوٹ نکال دیے۔نکلتے نہیں ہیں،شعبدہ بازی ہوتی ہے۔ ہوں!اگر ایک سے کئی نوٹ نکالنے کا ماہر ہوتا تو فٹ پاتھ پہ کھڑے ہو کر کرتب دکھاتا؟ آپ سے روپیہ روپیہ مانگتا،آپ سے پانچ پانچ روپے مانگتا؟طوطے لے کر لوگوں کی قسمتیں بتانے والے،اگر یہ مشکل کشا حاجت روا ہوتے تو یہ فٹ پاتھوں پہ بیٹھ کے سارا دن دھول اور مٹی کھاتے؟ تخیل،تو ہم پرست، نہ بنا کرو، جرأتمند بنا کرو،اللہ کی وحدانیت پہ ایمان رکھا کرو۔اور اللہ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھا کرو۔مومن دلیر ہوا کرتا ہے۔مومن بزدل نہیں ہوا کرتا مومن کا عقیدہ ہوتا ہے کہ میرا نفع بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور میرا نقصان بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔موسٰی علیہ السلام کا جب یہ عمل ظاہر ہوا تو سمجھ گئے یہ جادوگر یہ جادو نہیں اور معجزہ ہے۔پھر کہنے کی ضرورت نہیں پیش آئی:

فالقی السحرۃ ساجدین...... [الشعراء: ۲۶/۴۶]

یہ سارے جادوگر سجدے میں گر گئے، جادوگر فیل ہو گئے نبوت جیت گئی کہو نا

سبحان اللہ! یہاں ایک جملہ کہتا ہوں چلوں مولوی صاحب! جادو ہو گیا جی، اچھا جی یہاں قرآن پڑھو یہ یہ سورتیں پڑھو ٹھیک ہو جاؤ گے نہیں جی نہیں یہ کالا جادو ہے، یہ تو میرے عمل سے ٹھیک نہیں ہوگا، آپ کے پاس کالے جادو کا عمل ہو تو کالا جادو کالے جادو کو توڑے گا۔ کس پاگل نے تمہیں پٹی پڑھا دی۔قرآن تو کہتا ہے کہ نبوت اور آسمانی علم جیت گیا اور فرعون کی جادوگری ہار گئی۔تو تم بھی یقین رکھا کرو۔دنیا کا کوئی جادوگر رب سے زیادہ طاقتور نہیں اس کی قوۃ میرے اللہ کی قوت سے زیادہ نہیں، اور دنیا کا کوئی جادو قرآن سے زیادہ تاثیر نہیں رکھتا۔اللہ کے کلام سے زیادہ تاثیر نہیں رکھتا، یہ کفر بکتے ہو۔کالا جادو ہے قرآن سے نہیں جائے گا، یہ تیری غلاظت کھانے سے جائے گا۔اور جب اللہ کے دروازے کو چھوڑتے ہیں، اپنا ایمان بھی برباد کرتے ہیں آپ کا ایمان بھی لوٹتے ہیں آپ کی دولت بھی

لوٹتے ہیں آپ کی عزتیں بھی لوٹتے ہیں تو ّہم پرست مت بنا کرو۔ نمازیں بھی پڑھتے ہو، جمعہ بھی پڑھتے ہو اور ان ڈاکوؤں کے پاس جا کر اپنا ایمان بیچ آتے ہو۔

آقائے کائنات ﷺ کے معجزات

میں عرض کر رہا ہوں، آج پتہ چل گیا جادوگروں کو کہ یہ جادو نہیں یہ اللہ کی قدرت ہے، یہ معجزہ ہے۔ میرے آقا کی امت قیامت کی صبح تک ہے اور ہر طبقے کے لوگ ہیں۔ اس لیے میرے اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات بھی ہر طرح کے عطا فرمائے۔

میرے آقا ﷺ کے معجزات روحانی بھی ہیں، جسمانی بھی ہیں۔
علوی بھی ہیں سفلی بھی ہیں......
میرے آقا کے معجزات ارضی بھی ہیں، سماوی بھی ہیں۔
میرے آقا کے معجزات دنیوی بھی ہیں اور برزخی بھی ہیں۔
میرے آقا کے معجزات قولی بھی ہیں فعلی بھی ہیں......
اور میرے آقا کے معجزات نباتات میں بھی ہیں......
میرے آقا کے معجزات جمادات میں بھی ہیں......
میرے آقا کے معجزات حیوانات میں بھی ہیں......
میرے آقا کے معجزات انسانوں میں بھی ہیں......
میرے آقا کے معجزات مسجد میں بھی ہیں......
میرے آقا کے معجزات گھر میں بھی ہیں......
میرے آقا کے معجزات سفر میں بھی ہیں، حضر میں بھی ہیں......
جنگوں میں بھی ہیں، امن میں بھی ہیں، صلح میں بھی ہیں......

ایسے بھی میرے آقا ﷺ کے معجزات ہیں جو قیامت کی صبح تک جاری وساری ہیں۔ اللہ نے اپنے نبی کو معجزات دیے۔

حضور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ

یاد رکھو، حضور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے۔ حضور کا سب سے بڑا معجزہ کیا ہے؟ (سارے بولو) قرآن ہے! پھر حضور ﷺ کا معجزہ حضور ﷺ کی حدیث ہے۔ قرآن معجزہ آپ ﷺ فرماتے ہیں اللہ نے ہر نبی کو معجزہ عطا کیا۔ مجھے وہ معجزے دیے لیکن مجھے اللہ نے وحی بھی عطا فرمائی۔ اس وحی کے معجزے کی برکت سے روز محشر میری امت تمام نبیوں کی امت سے بڑھ کر ہوگی، قرآن معجزہ ہے اس لیے آج تک کوئی قرآن کا بدل نہیں پیش کر سکا قرآن کی مثل نہیں پیش کر سکا۔ قرآن کی نظیر نہیں پیش کر سکا، نہ کوئی قرآن کو بدل سکا، نہ کوئی قرآن کو مٹا سکا۔ نہ کوئی قرآن کو دبا سکا۔ نہ کوئی کر سکتا ہے۔ تم الٹے ہو جاؤ، تم سیدھے ہو جاؤ، تم زندہ رہو، تم مر جاؤ، تم دنیا جہاں کا بارود اکٹھا کرو، اسلحہ اکٹھا کرو، تم قرآن والوں کو قتل کرو، قتل عام کرو، میرا ایمان میرا عقیدہ ہے قرآن تابندہ تھا زندہ ہے، اور قیامت کی صبح تک یہ تابندہ رہے گا۔

یہ قرآن کا معجزہ ہے، یہ حضور ﷺ کا معجزہ ہے قرآن۔ وہ بڑے فصیح تھے، وہ بڑے بلیغ تھے، وہ بڑے شاعر تھے، وہ بڑے نظم گو تھے، بڑے نثر نگار تھے، وہ ایک سانس میں کئی کئی شعروں کے قصیدے پڑھ دیا کرتے تھے، ایک ایک مجلس میں فی البدیہہ ایک ایک ہزار اشعار کہہ دیا کرتے تھے، پڑھ لیا کرتے تھے۔ وہ چاندنی راتوں میں بیٹھتے تھے ایک بولتا تھا اور اشعار پڑھتا تھا، پھر دوسرا کھڑا ہو جاتا تھا جواب دیتا تھا، پھر تیسرا کھڑا ہو جاتا تھا جواب دیتا تھا، ان کی بچیاں شاعرہ تھیں ان کی عورتیں شاعرہ تھیں لیکن ان کے سامنے قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ

انا اعطینک الکوثر. فصل لربک وانحر. ان شانئک هو الابتر. [الکوثر: ۱۰۸]

یہ چھوٹی سی سورۃ سب سے چھوٹی سورۃ قرآن کی آئی تو وہ چیخ اٹھے......

ما هذا کلام البشر......

یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے،

یہ اللہ کا کلام ہے، قرآن حضور ﷺ کا معجزہ ہے اور قرآن کی خبریں بھی معجزہ ہیں۔ قرآن نے بہت سے خبریں دی ہیں۔ پوری ہو رہی ہیں۔ صبح سورج کے نکلنے پہ مجھے یقین نہیں ہے، لیکن میرا ایمان اور یقین کہتا ہے کہ جو قرآن نے پیشین گوئیاں کی ہیں وہ ہو کر رہیں گی۔ پوری ہوں گی۔ ان کو کوئی نہیں روک سکتا، ان کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ کچھ ہو چکی ہیں کچھ ہو رہی ہیں، کچھ ہو کر رہیں گی۔ 1

یہ ایک مستقل موضوع ہے قرآن نے کہا تھا:

وھم من بعد غلبھم سیغلبون...... [الروم:۳۰/۳]

رومی غالب آئیں گے ایرانی مغلوب ہوں گے۔

اس وقت کہا تھا جب روم شکست کھا چکا تھا عرصہ نو سال کا گزرا قرآن کی پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے تو شرط لگا دی تھی اور جیت گئے شرط۔ اس وقت شرط اور جوا حرام نہیں ہوا تھا، جیت گئے، سو اونٹ جیت گئے، اور قرآن کی پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ اللہ نے فرمایا دیا تھا۔ اللہ نے فرما دیا تھا بدر سے پہلے یہ ہار جائیں گے، مسلمان جیت جائیں گے۔ مشرکین ہار گئے۔ یہ پیشین گوئیاں پوری ہوئی ہیں، ہو کے رہیں گی۔

قرآن حضور ﷺ کا معجزہ، اور بھی بے شمار معجزات ہیں۔ حضور ﷺ سے مشرکین مکہ نے کہا کہ ہمیں جادو دکھاتے ہو، جادو کا اثر زمیں پہ چلتا ہے، آسمان پہ جادو کا اثر نہیں چلا کرتا، تم ذرا چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ نا، تمہاری نبوت کا پتہ چلے۔ میرے آقا نے فرمایا اگر ہو گیا تو پھر؟ کہنے لگے مان لیں گے، تسلیم کر لیں گے۔ چاندنی رات تھی رات کا وقت تھا میرے آقا نے اللہ سے دعا فرما دی۔

معجزہ اور کرامت کا فاعلِ حقیقی اللہ ہے!

یاد رکھو معجزہ برحق ہے نبی کا، کرامت برحق ہے ولی کی۔ لیکن معجزہ بھی میرے اللہ

1۔ سنن ترمذی: ۱۵۴/۲، ابوب التفسیر، سورۃ الروم، المیز ان ناشران وتاجران کتب

کے ہاتھ میں اور ولی کی کرامت بھی میرے اللہ کے ہاتھ میں، جو لوگ معجزے کے منکر ہیں کرامت کے منکر ہیں، وہ اللہ کی توحید کے منکر ہیں، اللہ کی قدرت کے منکر ہیں۔ بتاؤ ولی اپنے ہاتھ سے دریا خشک کر سکتا ہے؟ یا اللہ کے حکم سے خشک ہوتا ہے؟ اللہ کے حکم سے!!

میرے نبی ﷺ کے صحابہؓ نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیے کسی کے پاؤں نہیں بھیگے، دریا پار کیا بغیر کشتی کے، بغیر پل کے یہ کس کا امر تھا؟ سارے بولو! (اللہ کا)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو شیر نے اپنی پشت پہ سوار کر لیا بتاؤ کس کا حکم تھا؟ (اللہ کا)

کچھ لوگ معجزوں کا انکار کرتے ہیں کرامتوں کا انکار کرتے ہیں، میں کہتا ہوں کرامت کا انکار رب کی قدرت کا انکار، معجزے کا انکار رب کی قدرت کا انکار ہے اور کچھ لوگ کرامات ولی اور معجزہ نبی کا امر مانتے ہیں، میں کہتا ہوں یہ توحید کا انکار ہے۔ کرامت بھی برحق، معجزہ بھی برحق۔ پر ماننا پڑے گا امر رب کا ہے قدرت رب کی ہے، برکت نبی کی ہے، برکت ولی کی ہے۔

حضور ﷺ کا معجزہ شق قمر

ٹھیک کہہ رہا ہوں غلط کہہ رہا ہوں؟ برکت ولی کی ہے، برکت نبی کی ہے، دعا کی۔ اگر اللہ کی قدرت نہ ہوتی تو دعا کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر یوں کیا، یوں اشارہ کیا، بس! کہتے ہیں جبل نور تھا، غار حرا کے اوپر چاند کھڑا تھا حضور ﷺ نے یوں ہاتھ کیا دو ٹکڑے ہو گیا۔ چاند دو ٹکڑے ہو کر ایک حصہ حرا کے ایک طرف دوسرا حصہ اس غار کی دوسری طرف۔ پورے ملک نے دیکھا اور مکہ نے دیکھا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ [1]

میرے رب نے یہ اعلان کیا۔

اقتربت الساعة وانشق القمر...... [القمر:۱/۵۴]

لوگو اب تو قیامت پر ایمان لاؤ! قیامت کو تسلیم کرو، قریب آچکی قیامت۔

''وانشق القمر'' چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے......

1۔ صحیح البخاري: ۵۴۶/۱، باب بنیان الکعبة، باب انشقاق القمر، قدیمی کتب خانہ۔
سنن ترمذی: ۱۶۴/۲، ابوب التفسیر، سورۃ القمر، المیزان ناشران وتاجران کتب۔

کہنے لگے اچھا محمد کا جادو تو آسمانوں پہ بھی چل گیا۔ ہماری آنکھوں نے بھی دیکھا ہے کہ چاند کے دوٹکڑے ہو گئے، ہمارا قافلہ تجارت کا باہر ہے جب تک وہ آ کر گواہی نہیں دے گا کہ ہم نے بھی دیکھا ہے کہ چاند کے دوٹکڑے ہو گئے اس وقت تک نہیں مانیں گے۔ قافلہ تجارت بھی آ گیا، اور آتے ہی پہلی خبر یہی دی کہ فلاں رات تھی رات کا فلاں وقت تھا ہم نے دیکھا آسمان پر چاند کے دوٹکڑے ہو گئے، چاند کے دوٹکڑے ہو گئے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے چاند کے دوٹکڑے ہونے کو قیامت کی نشانی بتائی کہ لوگو آج چاند کے دوٹکڑے ہو گئے، ایک وقت آئے گا، چاند فنا ہو جائے گا اور وہ وقت ہو گا جب چاند فنا ہو گا، جب سورج بے نور ہو گا......

اذا الشمس کوّرت، واذا النجوم انکدرت. واذا الجبال سیرت.

[التکویر: ۸۱/۱ تا ۳]

وہ وقت ہو گا جب سورج لپیٹ لیا جائے گا، ستارے جھڑ جائیں گے، پہاڑ چلا دیے جائیں گے۔ دریا سمندر میں آگ لگا دی جائے گی......

وہ قیامت ہو گی قیامت کا آنا برحق، آج چاند دوٹکڑے ہوا تو دلیل ہے کل قیامت بھی آنیوالی ہے، یہ معجزہ وانشق القمر ہے، اور مزے کی بات یہ ہے کچھ کافروں نے کہا کہ اگر چاند دوٹکڑے ہوتا تو باقی زمین پہ بھی نظر آتا، تاریخ میں اس کا ذکر ہوتا، یہ مسلمانوں کی گپ ہے۔ یہ مولویوں کی بات ہے، آج لوگ قرآن کی جو بات انہیں سمجھ نہ آئے نا کہتے ہیں یہ مولویوں کی بات ہے۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے، ہندوستان کی ایک قدیم تاریخ کی کتاب ہے، اس کا نام ہے ''تاریخ فرشتہ'' اس کتاب میں لکھا ہوا موجود ہے۔ اس وقت کے بادشاہ اس زمانے میں جو ہندوستان کا بادشاہ تھا، اس کے حالات میں لکھا ہوا ہے کہ ایک رات ایسی بھی آئی تھی کہ آسمان پر چاند دوٹکڑے ہو گیا تھا۔ میرے اللہ کا فرمان سچا ثابت ہوا نبی کے معجزے کی ہندو نے بھی تائید کر دی، حضور ﷺ کے معجزے کی ہندو نے بھی تائید کر دی۔[1]

1۔ تفسیر عثمانی: ۶۲۲/۲، تفسیر سورۃ القمر، دارالاشاعت اردو بازار کراچی

چند دیگر معجزات

معجزوں کا انکار نہ کرو، اللہ نے اپنے نبی کو ہر طرح کے معجزے دیے۔ صحابہ کہنے لگے سفر میں، میں ابھی حدیبیہ سے گزر آیا حدیبیہ ایک مقام ہے، آقا وضو کے لیے پانی نہیں ہے تقاضا شرعی کے لیے پانی نہیں ہے کیا کریں، سفر کی حالت ہے۔ حضور ﷺ نے ایک پیالہ منگوایا پیالے میں ہاتھ رکھا! توجہ کیجئے پیالے میں ہاتھ رکھا، انگلیاں رکھیں، صحابہ کرامؓ کہتے ہیں رب کعبہ کی قسم حضور ﷺ کا پیالہ میں ہاتھ رکھنا تھا، پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی بہنے لگ گیا۔ لوگ کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کا کمال ''فانفجرت منه اثنتا'' ...... پتھر پر عصا مارا بارہ چشمے پھوٹ پڑے، پتھروں سے چشمے تو پھوٹا کرتے ہیں۔ کمال تو میرے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، پتھروں سے چشمے پھوٹے معجزہ بنا کلیم کا اور انگلیوں سے پانی نہیں نکلا کرتا۔

میرے آقا ﷺ نے انگلیاں رکھیں، پانی کے پانچ چشمے پھوٹ پڑے۔ صحابہ کہتے ہیں ہم نے وضو کیا پانی پیا۔ شاگرد نے پوچھا سائیں کتنے لوگ تھے۔ آپ جنہوں نے حضور ﷺ کی انگلیوں سے نکلے ہوئے پانی سے وضو کیا، بندے کتنے تھے؟ وہ فرمانے لگے تھے تو ہم پندرہ سو، کتنے تھے؟ پندرہ سو،[1] اگر ایک لاکھ ہوتے تو نبی کی برکت سے وہ پانی ایک لاکھ کو بھی پورا ہو جاتا، ایک لاکھ کو بھی پورا ہو جاتا۔ یہ دیکھو میرے مدنی کا معجزہ ہے۔ حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔ بے شمار معجزات۔

حضرت ابو ہریرہؓ کو بھوک لگی۔ بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کے پاس تھے۔ میرے نبی کے طالبعلم مہمان بیٹھے تھے، فرمایا ابو ہریرہؓ کچھ ہے؟ آقا اس تھیلے میں تھوڑی سی کھجور ہیں۔ نکالو دستر خوان پر۔ دستر خوان بچھایا نکال دیں، کھجوریں گنیں تو اکیس تھیں کتنی کھجوریں تھیں؟ اکیس۔ نبی کے ہاتھ اٹھ گئے۔ میں پھر کہہ رہا ہوں اپنے عقیدے ٹھیک کرو۔ نبی کے ہاتھ تبھی اٹھے نا، کہ معجزہ کس کے ہاتھ میں ہے؟ (اللہ) برکت دینے والا ہے

1۔ صحیح البخاری: ا/۵۰۴، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، قدیمی کتب خانہ

کون ہے (اللہ)

فتبارک اللہ ربّ العٰلمین......[المومن:۴۰/۶۴]

اللہ تو برکت دینے والا ہے، تو رب العالمین ہے، اسی لیے تو کہتے ہو،

اللّٰھم بارک لنا فیما اعطیت......

اللہ برکت عطا فرما۔ برکت اللہ کے ہاتھ میں اور معجزہ نبی کا ہوا کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا لیے دعا فرمائی میرے نبی کے مہمانوں نے اکیس کھجوروں کو کھایا، ایسی برکت ہوئی، پیٹ بھر گئے۔ جب پیٹ بھر گئے، تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہؓ! تو بھی کوئی لینڈ لارڈ نہیں، زمیندار نہیں، بزنس مین نہیں، اور تو بھی کوئی کاروباری نہیں اور صنعتکار نہیں ہے، میرے مدرسہ کا غریب طالب ہے۔ تیرے محدود وسائل ہیں ان بچی ہوئی کھجوروں کو تھیلے میں ڈال دو۔ رب برکت دے گا۔

اکیس کھجوریں ہیں مہمانوں نے کھائی بچی ہوئی ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے تھیلے میں ڈالی۔ میرے آقا کی حیات طیبہ پوری گزر گئی، میں کھاتا رہا، صدیق اکبرؓ کا زمانہ پورا گزر گیا، میں کھاتا رہا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ پورا گزر گیا میں کھاتا رہا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آدھے سے زیادہ گزر گیا میں کھاتا رہا......اسی میں سے، میں نے اسی میں سے کئی وسق لوگوں میں تقسیم کی۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا۔ ایک صاع تین سیر کا۔ تین سیر کا ایک صاع اور ساٹھ صاع کا ایک وسق۔ کئی وسق اس تھیلے میں سے نکال کر خیرات بھی کی۔ حضرت عثمان کے زمانے تک وہ کھجوریں پھر بھی ختم نہ ہوئیں، یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔ یہ آقا کا معجزہ تھا۔[1]

دودھ کا ایک پیالہ ہے اسی صحابہ پییں، ابوہریرہؓ نبی ﷺ کے مدرسہ کا غریب طالب ہے۔ بھوک بہت لگی ہے، ایک پیالہ آیا خوشی بھی ہوئی افسوس بھی ہوا۔ خوشی اس بات

1۔ حیاۃ الصحابۃ: صفحہ نمبر ۱۱۹۳، باب التائیدات الغیبیۃ للصحابۃ، البرکۃ فی مزود تمر الخ، دار الکتاب العربی بیروت۔ سنن ترمذی: ۲۲۳/۲، باب مناقب ابی ھریرۃ، المیزان ناشران وتاجران کتب۔
البدایہ والنہایہ: ۱۷۴/۳/۶، ۱۷۴، کتاب دلائل النبوۃ، باب ذکر مزود ابی ھریرۃ، مکتبۃ الرشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

کی کہ پیٹ بھر لیں گے، دودھ کے پیالے کے ساتھ، اور غم اس بات کا کہ اُسی لوگ ہیں۔ حضور ﷺ تو انصاف والے ہیں کہ وہ تو سب کو پینے کے لیے بلائیں گے۔ کون پیئے گا، کون دیکھے گا۔ یہ تو حلق بھی تر نہیں ہو گا۔ قطرہ قطرہ بھی نہیں آئے گا۔ تو میں نے سوچا حضور ﷺ کو پتا ہے میں زیادہ بھوکا ہوں حضور ﷺ مجھے ترجیح دیں گے۔ اچانک میرے آقا نے فرمایا قم یا ابوھریرۃؓ...... اٹھ ابو ہریرہؓ! میں کھڑا ہو گیا میرے آقا نے فرمایا سب کو پلاؤ۔ ضابطہ یہ ہے تقسیم کرنے والے کو چیز آخر میں ملا کرتی ہے اور برابر ملا کرتی ہے۔ ابو ہریرہ سب کو پلا۔ میں نے تعمیل ارشاد میں دائیں طرف سے شروع کر دیا۔ سب نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا پیتے چلے گئے، اُسی کے اُسی پیٹ بھر کے پی چکے۔ حضور ﷺ نے پیا، حضور ﷺ پی چکے، فرمایا اب تو بھی پی لے، ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے بھی پیٹ بھر کر وہ دودھ پی لیا اور پھر دیکھا تو دودھ اسی طرح پیالے موجود تھا۔ یہ حضور کی برکت ہے۔ یہ حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔[1]

معجزات برحق ہیں

معجزات برحق ہیں آخری معجزہ عرض کرتا ہوں بات ختم کرتا ہوں۔ حضور ﷺ جمعہ کا خطبہ دیتے تھے، منبر نبی پر، آج بھی وہ منبر موجود ہے، مسجد نبوی کے اندر۔ مدینے کی زمین بھی کیا خوش قسمت ہے...... آپ کو پتہ ہے۔ حضور ﷺ اپنے حجرے سے نکل کر منبر تک آتے تھے، جاتے تھے۔ حضور ﷺ کے اس جگہ پر ستر ہزار بار قدم لگے۔ ستر ہزار بار قدم پڑے، حضور ﷺ کے ان قدموں کی برکت سے میرے اللہ نے اس زمین کو عرش کا بھی سردار بنا دیا، فرمایا:

ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة......[الحدیث]

یہ ٹکڑا جو میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ہے یہ جنت کا باغ ہے۔ اس کو جنت کا باغ سمجھو۔

ومنبری علٰی حوضی... میرا یہ منبر صرف دنیا کا وفادار نہیں ہے میرا یہ منبر میرے حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہو گا۔[2]

1۔ صحیح البخاری: ۲/۹۵۵، ۹۵۶، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ، قدیمی کتب خانہ
2۔ صحیح البخاری: ۱/۲۵۳، ابواب فضائل المدینۃ، باب کراھیۃ النبی ﷺ ان تعری المدینۃ، قدیمی کتب خانہ

حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے، کھجور کی ایک خشک لکڑی تھی یہاں پر، اس کا سہارا لے کر۔ ایک عورت تھی اسکا ایک غلام بڑھئی تھا مستری تھا عورت کے دل میں خیال آیا اس نے کہا آقا آپ کے لیے منبر نہ بنوادوں؟ یہ منبر نبی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا بنادو۔ یہ ایک انصاریہ عورت تھی اور اسکے غلام کا نام تھا باقوم، باقوم، یہ بڑھئی تھا مستری تھا جس مستری نے حضور ﷺ کا منبر بنایا، حدیث اور تاریخ نے اس کا نام بھی محفوظ رکھا۔ یہ باقوم نامی آدمی تھا اس نے منبر بنایا، اگلے جمعہ منبر رکھا گیا۔ حضور ﷺ نے منبر پر بیٹھ کے خطبہ ارشاد فرمایا۔ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آج اس کھجور کے تنے کو ہاتھ نہیں لگایا ابھی آپ ﷺ نے تقریر شروع کی، صحابہ کہتے ہیں کہ اس نے رونا شروع کر دیا۔ اچانک آواز آنا شروع ہوگئی۔ اور جب غور کیا سب نے تو یہ کھجور کا تنا رو رہا تھا۔ میرے آقا کتنے رحیم تھے۔ میرے آقا رحمۃ اللعالمین تھے، حضور ﷺ سمجھ گئے کہ میری جدائی میں رو رہا ہے۔ میرے فراق میں رو رہا ہے۔ آپ ﷺ منبر سے نیچے اترے اور نیچے اتر کر اسے گلے لگالیا، گلے لگا کر فرمایا او کھجور! اگر تو چاہے تو میں رب سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تجھے تر کردیں گے سرسبز کر دیں گے، تجھ پہ پھل لگادیں گے، تو جب تک میں رہوں گا تو بھی رہے گا۔ اور اگر تو چاہے تو میں رب العالمین سے دعا کرتا ہوں تجھے یہیں دفن کر دیتا ہوں تو جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اللہ کے نبی نے یہ کہنا تھا، فرمایا کہ اس نے اپنا رونا آہستہ آہستہ بند کر دیا۔ صحابہ کہتے ہیں بخاری شریف کی روایت ہے یوں لگتا تھا جیسے بچہ ہچکیاں لیتا ہے۔ یہ ہچکیاں لیتے لیتے چپ ہوگیا اور اللہ کے نبی کے فیصلے پر راضی ہوگیا کہ میں خشک ٹھیک ہوں اس لیے میں آپ کا ساتھی ہوں۔ آپ ﷺ کی رفاقت چاہتا ہوں تو جنت میں آپ کا رفیق رہوں گا۔ میرے آقا ﷺ نے اسے وہیں دفن کرادیا۔[1] اور میرے آقا نے جنت میں اس کو بھی اپنا ساتھی بنالیا اور انسان حضور ﷺ کے تابع فرمان بن جائیں تو کیا بات ہے۔

اللہ ہم سب کو حضور ﷺ کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

......☆......

1۔ صحیح البخاری: ۲۸۱/۱، کتاب البیوع، باب النجار، قدیمی کتب خانہ۔ سنن ابن ماجہ: ۱۰۲، باب ماجاء فی بدء شان المنبر، قدیمی کتب خانہ۔ طبقات ابن سعد: ۲۵۰/۱، باب ذکر منبر رسول اللہ ﷺ، دار صادر بیروت۔ دلائل النبوۃ للبیہقی: ۶۷/۶، باب ماجاء فی حنین الجذع الخ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

معراج النبی ﷺ

[مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک]

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ أَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ إِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَاۤ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ.

وقال تعالٰی: وَالنَّجۡمِ إِذَا ھَوٰی. مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی. وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی. إِنۡ ھُوَ إِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی. عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی. ذُوۡمِرَّۃٍ فَاسۡتَوٰی. وَھُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی. ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی. فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ أَوۡ اَدۡنٰی. فَأَوۡحٰی إِلٰی عَبۡدِہٖ مَآ أَوۡحٰی. مَا

كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى. اَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى. [النجم:۵۳/۱۱تا۱۲]

قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: ثمّ عرج بى إلى السّماء وقيل من معك، قال محمد[1] (صلى اللّٰه عليه وسلم). اوكما قال

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله النبى الكريم ونحن علٰى ذٰلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمد للّٰه رب العالمين.

اللّٰهم صل علٰى محمّدٍ وعلٰى اٰل محمّدٍ كما صلّيت علٰى ابراهيم وعلٰى اٰل ابراهيم إنّك حميد مجيد. اللهم بارك علٰى محمّدٍ وعلٰى اٰل محمّدٍ كمابارکت علٰى ابراهيم وعلٰى اٰل ابراهيم إنّك حميد مجيد.

غم کے بدلے میں دوخوشیاں

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! ہمارا سیرت النبی ﷺ کا سلسلہ کافی عرصہ سے چل رہا ہے۔ گذشتہ مجلس میں بات یہاں تک پہنچی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف سے واپسی پر پریشانی، غم اور تکلیف کے بدلے اللہ نے دوخوشیاں نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دوخوشیاں آپ کو مرحمت فرمائیں۔ ایک خوشی یہ کہ اسی سفر سے واپسی پر اللہ نے اپنی مخلوق جنات کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور جنات اُس وقت آپ کی خدمت میں آئے جب آپ نمازِ فجر پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے قرآن مجید سنا اور پھر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ گویا کہ اللہ نے آپ کو یہ پیغام دیا کہ میرے حبیب! اگر یہ انسان آپ کے دشمن ہوجائیں اور آپ ؐ کے معاون نہ بنیں تو میں اپنی دوسری مخلوق جنات کے ذریعے آپ کی نصرت کروں گا۔ دوسری خوشی یہ کہ آپ کو اللہ نے معجزۂ معراج نصیب فرمایا۔

1۔ صحیح البخاری: ۱/۵۴۸، ۵۴۹، باب بنیان الکعبۃ، باب المعراج، قدیمی کتب خانہ
صحیح المسلم: ۱/۹۱۔۔۔۹۳، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ، قدیمی کتب خانہ

واقعہ معراج کی تاریخ میں اختلاف

یہ معراج کب ہوا؟ اس میں علماءِ سیرت اور تاریخ کا شدید اختلاف ہے۔ کچھ محققین فرماتے ہیں کہ ہجرت سے آٹھ ماہ قبل ہوا، کچھ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے چھ ماہ قبل ہوا، کچھ ایک سال کا فرماتے ہیں، کچھ چودہ ماہ قبل کا فرماتے ہیں۔ کچھ کا خیال ہے کہ ہجرت سے ایک سال چھ ماہ پہلے ہوا، کچھ کا خیال ہے کہ ہجرت سے ایک سال آٹھ ماہ پہلے ہوا۔ تو یہ مختلف آراء اور خیالات پائے جاتے ہیں۔ تاریخ میں بھی اختلاف ہے اور مہینے میں بھی اختلاف ہے۔ کہ آپ علیہ السلام کو معراج کون سے مہینے میں ہوا۔ کون سی تاریخ میں ہوا؟ ان اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کو یہ معراج ستائیسویں رجب کی شب کو ہوا۔

معراج کی رات منانے کا رواج غلط ہے

لیکن آپ سلیم الطبع، سمجھ دار اور پڑھے لکھے لوگ ہیں، اس سے ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ معراج کی رات منانے کا رواج صحابہ میں نہیں تھا۔ تابعین اور تبع تابعین میں بھی نہیں تھا۔ اگر یہ رواج ہوتا تو صحابہ اس کی تاریخ نہ بھولتے اور اس کی تاریخ میں اختلاف نہ ہوتا۔ یہ کبھی نہ ہوتا کہ معراج کون سے مہینے میں ہوا، کون سے سال میں ہوا، اور کون سی تاریخ کو ہوا؟ ہر ایک کو پتہ ہوتا کہ معراج فلاں سال کے فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو ہوا۔ لیکن چونکہ یہ ایک تاریخی بات ہے، اور معراج والی رات یا معراج والے دن کا عمل حضور، صحابہ اور تابعین و تبع تابعین سے ثابت نہیں، یہ رات منانے کا رواج ان میں نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ اب یہ تعیین بھی مشکل ہے کہ معراج کون سی تاریخ کو ہوا۔ لیکن ہوا ضرور ہے۔

معراج کا ہونا تو یقینی ہے۔ قرآن معراج کی شہادت دے رہا ہے۔ حضور علیہ السلام کی احادیث بھی معراج کی شہادت دے رہی ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اس شب کو منانے کی شہادت نہیں دے رہیں۔ قرآن نے اس رات یا آنے والے دن کو خاص طور پر منانے کا ذکر نہیں کیا۔ اور یاد رکھو کہ شریعت کا یہ مزاج ہے، کہ جو چیز

رب نے، رب کے نبیؐ نے ضروری نہیں کی اس میں امت کو بھی کوئی اختیار نہیں کہ ضروری قرار دیں۔ اللہ نے، اللہ کے نبیؐ نے کسی عمل کی فضیلت بیان نہیں کی، کسی زمانے اور وقت کی فضیلت بیان نہیں کی تو اُمت کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی طرف سے اس پر کوئی فضیلت بیان کرے۔ یا اس کو افضل بنا کر اور اس پر التزام کر دے۔

معراج برحق، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی رات کے ایک حصہ میں بیدار ہو کر اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے حطیم میں آنا، زمزم کے کنویں کے قریب لیٹنا، یہاں سے براق پر سوار ہونا، اس برق رفتار سواری کا منٹوں سیکنڈوں میں بیت المقدس پہنچنا، پھر وہاں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانا، نماز کا دوگانہ ادا کرنا، بیت المقدس سے ایک لفٹ اور معراج کے ذریعے پہلے آسمان پہ، پھر دوسرے آسمان پہ، پھر تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے آسمان پر اللہ کے نبی کا پہنچنا، یہاں یوسف، موسیٰ، عیسیٰ، ایوب و ابراہیم علیہم السلام سے ملاقاتیں کرنا پھر آسمانوں سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک جانا۔ سدرۃ المنتہیٰ سے عرشِ معلیٰ تک جانا، عرشِ معلیٰ سے جنت میں سیر کرنا، گھومنا پھرنا، جنت کے محلات کو دیکھنا، حور و غلمان کو دیکھنا، جنت کے شجر و اثمار کو دیکھنا، پھلوں اور پھولوں کو دیکھنا سب برحق ہے۔ واپس آنا بھی برحق ہے۔ اتنی لمبی پرواز یہ بھی برحق ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ معراج آپ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ لیکن اس رات میں کوئی خاص عمل کرنا، یہ الگ مسئلہ ہے۔ بعض لوگ لاعلمی میں اس رات کی خاص فضیلت جان کر خاص عبادت کرتے ہیں اور اگلے دن روزہ رکھتے ہیں، تو یہ مخصوص عبادت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے اس رات اور اگلے دن کی ثابت نہیں۔

ہاں جس کے روزہ رکھنے کا معمول ہے وہ روزہ رکھ لے......

جس کا رات کو جاگنے کا معمول ہے وہ آج کی رات بھی جاگ لے......

جس کا تہجد کا معمول ہے وہ تہجد بھی پڑھے......

تلاوت کا معمول ہے وہ رات کو تلاوت بھی کرے......

لیکن خاص اس رات اگر عبادت کرنے کا صحابہؓ کا معمول ہوتا تو صحابہ میں اس کی تاریخ میں اختلاف نہ ہوتا، تابعین میں بھی اس میں اختلاف نہ ہوتا۔

ہمارا دین تکلفات سے خالی ہے!

اب آٹھ کے قریب اقوال ہیں کہ معراج کب ہوا ہے؟ میں نے آپ کو وہ اقوال بیان کیے۔ مہینے میں بھی اختلاف ہے۔ تاریخ میں بھی اور سنہ میں بھی اختلاف ہے، جو چیز جس حد تک ثابت ہو تو اس کو اسی حد تک رکھنے کی اجازت ہے، اسے بڑھانے کی اجازت نہیں۔ یہ دین کا مزاج ہے۔ آپ اذان دیتے ہیں اور اس کے آخر میں لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔

اذان لا الٰہ الا اللہ پر ختم ہوتی ہے یا محمد رسول اللہ پر ختم ہوتی ہے؟ لا الٰہ الا اللہ پر! اگر محمد رسول اللہ پر ختم کریں اور کلمہ پورا کرلیں تو کیا خیال ہے؟

اس کی اجازت نہیں۔ کیوں؟ اللہ نے اپنے حبیب کو اذان اسی طرح عطا کی، اور اللہ کے حبیبؐ نے صحابہ کو بھی اسی طرح سکھائی، اور پھر تابعین کو۔ اور یوں یہ اذان ہم تک پہنچی ہے۔ ہم کون ہیں اس اذان کو گھٹانے یا بڑھانے والے؟ ایک سادہ سی مثال ہے۔ یہی مزاج ہے شریعت کا اور دین کا۔

جو چیز جیسے ہے اُسے اسی مقام پر رکھو......

مباح کو مباح اور جائز کو جائز رکھو......

سنت اور مستحب کو سنت، مستحب رکھو، واجب نہ بناؤ......

واجب کو واجب رکھو فرض نہ بناؤ۔ اور فرض کو فرض رکھو اس کا درجہ مت گھٹاؤ۔

حرام کو حرام اور مکروہ کو مکروہ رکھو۔ غیر اولیٰ کو غیر اولیٰ رکھو۔

یہ مسئلہ سمجھا دینا ضروری ہے۔ نہ صحابہؓ نے اس رات چراغاں کیا، نہ بتیاں جلائیں، نہ حضور علیہ السلام نے اپنی بقیہ زندگی میں ایک دفعہ بھی اس رات کو منایا اور نہ چراغاں کروائی۔ نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ تھا اور نہ عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے دور میں، اور صحابہ کا سو سالہ دور ہے۔ نہ صحابہؓ کے دور میں ایسا ہوا، ہمارا دین

تکلفات سے خالی ہے۔اور یہ سارے تکلفات ہیں۔

معراج کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے

تو اللہ نے اپنے حبیب کو اس پریشانی کے بعد، طائف کے اس دُکھ کے بعد دوسری خوشی معراج کی نصیب فرمائی۔معراج کیا ہے؟ اس کا لفظی معنی ہے سیڑھی، لفٹ۔ چونکہ اس سفر میں معراج یعنی سیڑھی اور لفٹ کا استعمال ہوا، اس لئے اس سفر کا نام بھی معراج رکھ دیا گیا، قرآنِ کریم نے اس سفر کے زمینی حصے کا ذکر کیا ہے۔آسمانی حصے کا ذکر آپ علیہ السلام کی احادیث مبارکہ میں ہے۔اس لئے کہ قرآن کریم میں بھی ہر چیز کا ذکر نہیں ہے۔ اشارے اور اجمال موجود ہے۔تفصیل حدیث کرے گی۔

حدیث کو غیر ضروری قرار دینا گمراہی ہے

قرآن اور حدیث دونوں مل کر ہمیں مسئلہ سمجھاتے ہیں۔کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے حدیث کی ضرورت نہیں میرے لئے قرآن کافی ہے تو وہ گمراہ ہے۔

اس کی ایک مثال سمجھو، اقیموا الصلوٰۃ اللہ نے فرمایا، صلوٰۃ قائم کرو۔صلوٰۃ کیا ہے؟ ہمیں قرآن نہیں بتا رہا کہ صلوٰۃ کیا ہے؟...... یہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نے بتایا کہ صلوٰۃ کیا ہے۔کوئی شخص کہے کہ میں قرآن کا ترجمہ دیکھ لوں گا اور قرآن سمجھ لوں گا، مجھے حدیث کی ضرورت نہیں، تو وہ گمراہ ہو گیا۔صلوٰۃ کا عربی میں معنی ہے، تحریک الصلوین، آدمی کے پچھلے حصے کا ہلانا، صلوٰۃ کا ایک اور معنی ہے دعا۔اور صلوٰۃ کا ایک معنی ہے دو گھوڑے جب اکٹھے دوڑیں تو ان میں سے جو پچھلا گھوڑا ہے اُس کو مصلی کہتے ہیں۔یہ عربی لغت کے اعتبار سے صلوٰۃ کے معانی ہیں۔اب مجھے ایمانداری کے ساتھ بتاؤ کہ اللہ نے فرمایا اقیموا الصلوٰۃ، اِن تین معنوں میں سے کوئی معنیٰ مراد لے سکتے ہیں؟...... کوئی معنیٰ نہیں لے سکتے۔پھر کیا معنیٰ ہے؟

ہمیں قرآن کے اس حکم کا معنیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے سمجھ میں آتا

ہے۔ آپؐ نے عملاً (پریکٹیکلی) اور قولاً نماز پڑھ کے بتائی اور فرمایا کہ یہ نماز ہے۔ یہ صلوٰۃ ہے۔ جو تم میں سے نماز پڑھے تو یوں نماز پڑھے۔

صلّوا کما رأیتمونی اُصلّی......

ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو۔

دیکھو یہ صلوٰۃ ہے۔ صحابہؓ نے فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ یوں تھی۔ آپؐ یوں وضو فرماتے، یوں ہاتھ اٹھاتے، یوں ہاتھ باندھتے، یوں رکوع فرماتے اور یوں رکوع سے اٹھتے تھے۔ اور یوں سجدے میں چلے جاتے۔ سجدہ اس طرح ہوتا، سجدہ سے اٹھنا اس طرح ہوتا۔ قومہ اور جلسہ یوں ہوتا۔ یہ تھی آپ کی صلوٰۃ۔

دین کے چار اصول

یہی حال زکوٰۃ کا ہے۔ قرآن نے کہا اٰتوا الزکوٰۃ، زکوٰۃ دو۔ زکوٰۃ کس کو کہتے ہیں؟ کتنے مال پر زکوٰۃ ہے؟ کیا شرطیں ہیں زکوٰۃ کے لئے؟ کتنی زکوٰۃ دینی ہے اور کس کو دینی ہے؟ یہ ہمیں حضور علیہ السلام کی حدیث نے بتایا۔ یہ دھوکہ ہوتا ہے، ویسے تو بڑا خوبصورت نعرہ ہے ''ہمیں قرآن کافی ہے''...... لیکن حقیقت میں یہ گمراہی ہے۔ قرآن سے پورا دین نہیں ملتا۔ اللہ کے نبیؐ کی حدیث کی ضرورت ہے۔ اور پھر اللہ کے نبیؐ کی حدیث سے بھی پورا دین نہیں ملتا۔ اجماعِ اُمت کی بھی ضرورت ہے۔ سارے مسئلے حدیث میں بھی نہیں ہیں۔ حضور علیہ السلام کے زمانے میں جہاز تھے؟ اللہ کے نبیؐ کے زمانے میں ٹرینیں تھیں؟ ہمیں ٹرین میں نماز پڑھنے کا مسئلہ معلوم کرنا ہے، ہم نے جہاز میں نماز پڑھنے کا مسئلہ معلوم کرنا ہے۔ اِن کا تو اُس وقت وجود ہی نہیں تھا۔ اس لئے ہمیں اجتہادِ مجتہد اور قیاس کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لئے اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ دین کے اصول چار ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماعِ اُمت اور قیاس شرعی۔ دین کے کچھ مسئلے ہمیں قرآن سے ملیں گے، کچھ حضور علیہ السلام کی سنت سے۔ کچھ اُمت کے علماء کے اجماع سے

ملیں گے اور کچھ مجتہد کے قیاس سے ملیں گے۔

یہ چاروں اصول قرآن سے ثابت ہیں

یہ چار اصول ہیں اور مجتہد کا قیاس اور اجماعِ اُمت، یہ بھی ہمیں قرآن بتا رہا ہے۔ حدیث کی حجیت بھی قرآن بتا رہا ہے۔

اطیعوا اللّٰہ...... اللہ کی اطاعت کرو...... یہ قرآن ہے

اطیعوا الرسول...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، یہ سنت ہے۔

واولی الامر منکم...... اور امر والوں کی اطاعت کرو۔ یہ اجماعِ اُمت ہے۔

فان تنازعتم فی شیءٍ ...... اگر آپس میں تمہارا اختلاف ہو، علماء کا اختلاف ہو، **فرُدّوہ إلی اللّٰہ والرّسُولِ**، اس مسئلہ کو اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت کی طرف لوٹا دو۔ یہ مجتہد کا اجتہاد ہے۔ تو خود قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ دین کے اصول کل چار ہیں۔ اور امت چودہ سو سال سے انہی چار اصولوں پر قائم ہے۔

اب فتنوں کا زمانہ آیا۔ ایک کھڑا ہوا اور کہا کہ مجھے قرآن کافی ہے۔ دوسرے نے کہا ہمارے دو اصول ہیں، **اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول**، بس ہمیں قرآن اور حدیث کافی ہے، کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ ورنہ امت چودہ سو سال سے اِن چار اصولوں پر قائم رہی۔ **اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول** کے بعد واُولی الامر کہاں ہوگا؟ **فَاِن تنازعتم فی شیءٍ فردّوہ إلی اللّٰہ والرسول** کہاں جائے گا؟ بات دور نکل گئی۔

واقعہ معراج کی تفصیلات

زمینی معراج کا ذکر قرآن میں ہے۔ **سبحان الّذی اسریٰ بعبدہٖ لیلًا من المسجد الحرام إلی المسجد الاقصا الذی بارکنا حولہٗ**...... اور آسمانی معراج کا ذکر حدیث میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُم ہانی بنتِ ابی طالب کے گھر آرام فرما رہے تھے۔ چھت پھٹی، جبرائیل تشریف لائے۔ آپ ﷺ کو اٹھایا، اٹھا کر زمزم

کے کنویں کے پاس لے گئے۔ سینہ مبارک چاک کیا۔ یہ واقعہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور میں نے عرض کیا کہ یہ واقعہ آپؐ کی زندگی میں چار مرتبہ رونما ہوا۔ سینہ مبارک چاک کر کے دل مبارک کو نکالا۔ پلیٹ میں رکھا۔ زمزم سے غسل دیا، دل مبارک کو دوبارہ اپنی جگہ رکھا۔ سینہ مبارک جوڑ دیا۔ اور پھر حضور علیہ السلام کھڑے ہو گئے۔ براق نامی ایک سواری لائی گئی۔ جس پر آپ کو سوار کر دیا گیا اور جبرائیل بھی ساتھ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ سواری گدھے سے ذرا اونچی اور گھوڑے سے ذرا نیچے تھی۔ جیسے خچر ہوتا ہے۔ تیز رفتار اتنی تھی جہاں اس کی نظر پڑتی تھی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا۔ راستے میں ایک جگہ کھجوروں کی زمین آئی۔ سواری رکوا دی۔ فرمایا اللہ کے حبیب! اتریئے۔ آپؐ اتر گئے۔ دو رکعت نفل پڑھیے، آپ نے نفل پڑھی۔ فرمایا یہ آپ کا دار الہجرۃ ہے۔ یہ مدینہ کی سرزمین تھی۔ پھر چل پڑے، پھر ایک کنکریلی زمین آئی، وہاں پھر فرمایا اتریئے۔ اتر گئے، دو نفل پڑھئے۔ آپؐ نے پڑھ لئے۔ یہ مقامِ حجر ہے۔ راستے میں برزخ کے احوال منکشف ہوئے۔ کسی کی باچھیں کاٹی جا رہی ہیں اور کسی کے پیٹ میں سانپ اور بچھو گھوم رہے ہیں۔ اور کسی کے سر پر پتھر مار مار کر اس کا سر کچلا جا رہا ہے۔ گزر گئے، سرخ ٹیلے کے پاس۔ موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرے، اُن کو دیکھا وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ بالآخر بیت المقدس میں پہنچ گئے۔ سواری سے اتر گئے۔ براق کو جبرائیل علیہ السلام نے ایک چٹان میں انگلی سے سوراخ کر کے کڑا بنا کر باندھ دیا۔ مسجد اقصیٰ میں آ گئے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء یہاں موجود تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے اذان کہی، نماز کے لئے انتظار تھا کہ کون پڑھائے۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازو سے پکڑا اور مصلے پر کھڑا کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے دو رکعت نفل وہاں پڑھا دی۔ یہاں تک زمینی معراج ہے، اب اس میں کیا اسرار ہیں؟...... یہ آئندہ۔

......☆......

معراج النبی ﷺ ... روحانی یا جسمانی!

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین۔ اما بعد۔ فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ سُبْحَانَ الَّذِیْٓ أَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا إِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ [بنی اسرائیل: ۱/۱۷]

وقال تعالٰی: وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَةً اُخْرٰی۔ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَھٰی۔ عِنْدَھَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی۔ إِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی۔ [النجم: ۱۳/۵۳ تا ۱۸]

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثمّ عُرِجَ بِیَّ إلی السَّماء [1]

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب کیف فرضت الصلوٰۃ صفحہ نمبر ۵۰، ۵۱ و باب المعراج صفحہ نمبر ۵۴۸۔ قدیمی کتب خانہ
الصحیح لمسلم جلد اول صفحہ نمبر ۹۱ تا ۹۳ باب الاسراء برسول اللہ ﷺ إلی السمٰوات۔ قدیمی کتب خانہ

وقیل من معک، قال محمد (صلی اللّٰہ علیہ وسلم). او کما قال صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

معراج کی حقیقت

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! گذشتہ ایک ماہ سے تقریباً روزانہ بلاناغہ بیانات کے لئے کہیں نہ کہیں سفر پہ جانا ہوتا ہے۔ رات بھی بہاولپور اور صبح کہروڑپکا وہاں کے مرکزی ادارے جامعہ باب العلوم کے علماء اور فضلاء کا بہت بڑا اجتماع تھا، اس میں بیان کیا اور فارغ ہو کر سفر کیا اور ابھی پہنچا ہوں۔ کئی دنوں سے نیند بھی پوری نہیں، اور سفر کی تھکن کی وجہ سے طبیعت بھی کمزور اور ناساز ہے۔ آپ حضرات کے سامنے قرآن کریم کا وہ حصہ تلاوت کیا ہے، جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے سفرِ معراج کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ آپؐ کے معجزات میں سے معراج ایک بہت بڑا معجزہ تھا۔ معراج آپ کو یوں تو کئی بار ہوا، متعدد بار آپ کو معراج کرایا گیا، لیکن زیادہ تر آپ کو معراج کرایا گیا خواب میں، منام میں، نیند میں، اس کو کہتے ہیں روحانی معراج۔ یہ تو آپ کو کئی بار ہوا۔ آپؐ کی روح مبارک اللہ آسمانوں پر لے گئے، جنت میں لے گئے، عرشِ معلیٰ پر لے گئے، مختلف جگہوں کی آپؐ نے سیر فرمائی۔ اور یہ بھی ہوا کہ آپ مدینہ میں بیٹھے تھے، یہیں پر آپؐ سے پردے ہٹا کر آپ کو غیب کی چیزیں دکھلائی گئیں۔ ایسا بھی کئی دفعہ ہوا۔

اللہ بے مثل و بے مثال!

حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا، اللہ کے ہاتھ مبارک کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی۔ وہ کیسے ہاتھ ہوگا؟ ہمارے ہاتھ کی طرح نہیں ہے۔

لیس کمثلہٖ شیءٌ......

اللہ کی کوئی چیز ہماری طرح نہیں ہے۔

نہ اللہ کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کی طرح، نہ اللہ کا پاؤں ہمارے پاؤں کی طرح، نہ اللہ کا عرش اور کرسی ہماری اسٹیج اور ہماری کرسی کی طرح۔ بس صرف نام وہی ہے باقی اس کی حقیقت کیا ہے؟ ہم آج نہیں جانتے، قیامت میں پتہ چلے گا۔

اہل علم کہتے ہیں یوں کہو، اللہ کا ہاتھ ہے جیسے اس کی شان ہے، ویسے اس کا ہاتھ ہے۔ اللہ کی انگلیاں ہیں لیکن ہماری انگلیوں کی طرح نہیں، جیسے اس کی شان ہے ویسے اس کی انگلیاں ہیں۔ اس کا قدم ہے لیکن ہمارے قدموں کی طرح نہیں، جیسے اس کی شان ہے ویسے اس کے قدم ہیں۔ وہ بے مثل ہے، بے مثال ہے۔ شکل اور صورت سے پاک ہے۔ ہماری تو ایک شکل ہے، ایک صورت ہے، وہ شکل اور صورت سے بھی پاک ہے۔ میں بول رہا ہوں تو میری آواز کی ایک سمت ہے۔ اللہ جب بولتے ہیں تو اس کی آواز کی کوئی سمت نہیں ہوتی، ہر طرف سے اللہ کی آواز آتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اللہ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔[1] تو بہت سی چیزیں میرے سامنے واضح ہو گئیں۔ ظاہر ہو گئیں۔ اللہ نے مجھ سے پوچھا:

فیما یختصم الملاء الاعلیٰ......

یہ اوپر کا جہان کس چیز میں جھگڑ رہا ہے۔ فرشتے ایک دوسرے سے کس چیز میں آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو فرمایا، میں

1۔ جامع ترمذی جلد دوم کتاب التفسیر سورۃ ص صفحہ نمبر ۱۵۹۔ قدیمی کتب خانہ

نے عرض کیا، فی الکفارات ، گناہوں کے مٹانے میں۔ بھائی کس چیز سے گناہ مٹتے ہیں؟ فرمایا، مکمل وضو کرنے سے۔ وضو آدمی مکمل کرے، اور مسجد کو پاک اور صاف رکھنے سے۔ تو اللہ کے نبی کو غیب کی بہت سی چیزیں دکھلائی جا چکیں۔ اور خواب کے ذریعے تو آپ کو کئی بار معراج ہوا۔ دو بار ہوا یا ایک بار ہوا۔

وما جعلنا الرؤيا الّتي أريناك إلّا بالحق.

ہم نے آپ کو خواب جو دِکھلایا وہ بھی حق دکھلایا۔

تو یہ خواب کے ذریعے جو معراج ہوا اُسے کہتے ہیں روحانی معراج۔

یہ معراج جسمانی ہے روحانی نہیں

لیکن اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ آپ کو زندگی مبارک میں ایک مرتبہ اس جسم کے ساتھ بھی معراج کرایا گیا۔ حضور علیہ السلام کے اسی جسدِ اطہر کے ساتھ آپ کو آسمانوں کا، زمینوں کا معراج کرایا گیا۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو اسی جسم کے ساتھ اللہ نے آسمانوں پر اٹھالیا اور انہیں آسمانوں پہ رکھا ہوا ہے۔ چوتھے آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام موجود ہیں، اور وہ وقت قریب ہے، حالات بتلا رہے ہیں، حضور علیہ السلام کی احادیث کی روشنی میں، جب عیسیٰ علیہ السلام زمین پہ نازل ہوں گے، ان کا نزول ہوگا۔ اور ہمیں اس طرح یقین ہے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں سے اترنے کا، جیسے ہمیں حضور علیہ السلام کے نبی ہونے کا یقین ہے۔ اللہ کے معبود ہونے کا یقین ہے۔ یہ ہمارے ایمانیات میں سے ہے۔ اس میں کوئی شک اور کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے آسمانوں سے آنا ہے زمین پر۔ حضور علیہ السلام کو یہ معراج کرایا گیا اور یہ آپ کی زندگی کا بہت بڑا معجزہ تھا۔

معراج کا پسِ منظر

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جو معراج کرایا گیا اس معراج سے قبل آپ کو

پریشانیاں لاحق ہوئیں۔ تکلیفوں کی انتہا ہوگئی۔ مشکلات اور مصائب اور آلام کے پہاڑ آپؐ پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ نبوت کے اعلان کے ساتھ ہی یہ مصائب شروع ہوئے آپؐ پر۔ اُدھر نبوت کا اعلان فرمایا، ادھر دشمنیاں پیدا ہوگئیں، اور ایسی دشمنیاں پیدا ہوئیں کہ جان وخون کے پیاسے بن گئے۔ اپنے دشمن ہو گئے۔ پیارے مخالف ہو گئے۔ آدمی کے برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ قربان جاؤں میں رحمتِ عالمؐ کے صبر پر، آپؐ نے کتنا برداشت کیا؟ ایک سال، دو سال، تین سال، چار سال، پانچ سال، چھ سال، سات سال، آٹھ سال، نو سال، اور ہجرت تک برداشت کرتے چلے گئے۔ مشرکین اور مکہ والوں کی دشمنی تو اپنی جگہ تھی، تین اندوہناک واقعات حضور علیہ السلام کے ساتھ یکے بعد دیگرے پیش ہوئے۔ ایک تو طائف میں آپ تشریف لے گئے، اس امید سے کہ شاید طائف والے ہماری بات سن لیں۔ مان لیں۔ لیکن طائف والوں نے بہت بڑی بدسلوکی کی۔ اتنی بڑی بدسلوکی کی کہ ان کے تین سردار تھے، ہر سردار نے مختلف انداز میں ایذاء بھی پہنچائی، گستاخی بھی کی۔ ایک نے تو کہا چل تو تجھ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔ تو اگر نبی ہے، تیری بات نہیں مانوں گا تو عذاب آئے گا اور اگر تو نبی نہیں ہے تو میں تجھے اس قابل نہیں سمجھتا کہ میں تجھ سے بات کروں۔ دوسرے نے کہا تو ہی ملا تھا اللہ کو نبوت کے لئے؟ اور کوئی نہیں ملا تھا اللہ کو؟ نعوذ باللہ من ذالک۔ تیسرے نے بھی تکذیب کی اور ساتھ چھوکروں کو پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے، سنگریزی کی، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوگئے، زخموں سے چُور ہو گئے، اور آپ لہولہان ہو گئے، اور عتبہ اور شیبہ کے باغ میں آ کر کچھ دیر سستانے کے لئے بیٹھ گئے۔ یہ انگوروں کا باغ تھا، یہیں کا وہ واقعہ ہے کہ عتبہ اور شیبہ کو بھی ترس آیا اور انہوں نے پلیٹ میں انگور رکھ کر حضور علیہ السلام کو بھجوائے۔

یہ بڑا اندوہ ناک واقعہ تھا، بڑا دردناک واقعہ تھا۔ اللہ کے نبیؐ کے ساتھ اتنی بڑی گستاخی؟...... اتنا توہین آمیز سلوک؟...... اتنا گستاخانہ انداز اپنایا گیا۔ یہ اسلام کے لیے تکلیفیں اٹھانا، یہ کوئی آج نئی بات نہیں۔ حضور علیہ السلام یہ تکلیفیں اٹھاتے گئے، صحابہؓ

اٹھاتے گئے اور آج تک دین کے لئے تکلیفیں اٹھائی جارہی ہیں۔

مغرب کے دوہرے معیار

یہ جو غیر مسلم اور کافر ہیں انہیں انسانیت اپنے لئے نظر آتی ہے، مسلمانوں کو تو یہ انسان نہیں سمجھتے نا! ویسے تو انہیں بین الاقوامی حقوق یاد ہیں، انسانی حقوق یاد ہیں اور انہیں یہ بھی حق یاد آتا ہے کہ اگر چھوکرا چھوکرے کے ساتھ شادی کرنا چاہے، چونکہ اس کا جی چاہتا ہے، اس کی طبیعت چاہتی ہے، تو یہ انسانی حق ہے۔ ہم جنس پرستی بھی ٹھیک ہونی چاہئے۔ اغلام بازی کو یہ انسانی حق سمجھتے ہیں۔ ایک طرف تو انہیں اتنے حقوق یاد ہیں ظالموں کو، اور دوسری طرف یہ مسلمانوں کو انسان نہیں سمجھتے۔

پچھلے دنوں ایک ویڈیو منظر عام پر آئی۔ طالبان شہداء کی لاشوں پر امریکیوں نے کھڑے ہوکر مُوتا، پیشاب کیا، اور اس کی ویڈیو بنائی اور پوری دنیا میں وہ ویڈیو ریلیز ہوئی۔ یہ انہیں انسانی حق نظر نہیں آتے؟ بین الاقوامی حقوق، انسانی حقوق کی خلاف ورزی انہیں نظر نہیں آتی؟ بے گناہوں پر بم برسا کر انہیں اڑا دو، یہ انہیں انسانی حقوق کی پامالی نظر نہیں آتی؟؟......کل کوئٹہ میں ایک مدرسہ کے جلسہ کے باہر دھماکا کیا۔ ۱۵ سے زیادہ علماء، طلباء شہید ہوگئے۔ بے گناہ بے چارے، دستار بندی ہورہی تھی۔ ہمارے ملک کے اندر کراچی میں کیا حال ہورہا ہے؟ نہ عزتیں محفوظ ہیں اور نہ جانیں محفوظ ہیں، نہ مال محفوظ ہیں۔ خونخوار شہر بن گیا ہے کراچی۔ ۱۵ سے لے کر ۲۵/افراد تک روزانہ کراچی کا ناشتہ ہے، جب تک لاشیں نہ اٹھیں وہاں ایجنسیوں کو، وہاں کی جماعتوں کو سکون نہیں آتا۔

اللہ کے نبی کو ایک اس بات کا دُکھ، دوسرا سیدہ طیبہ طاہرہ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کی غمگسار بیوی، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلالیا، وہ جدا ہوگئیں۔ یہ اول المسلمات میں سے تھیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ حضور علیہ السلام کی زندگی کا سہارا تھیں۔ آپ کا جیون ساتھی تھیں۔ آپ کی رفیقہ تھیں اور انتہائی سمجھدار، ذہین اور اللہ کے نبیؐ کے ساتھ وفا رکھنے والی تھیں۔ اس قدر کہ حضور علیہ

السلام پر جتنا مال دو شخصیات نے ایک مرد اور ایک عورت نے نچھاور کیا، کسی نے نہیں کیا۔

ایک تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا مال حضور علیہ السلام پہ قربان کیا، اعلانِ نبوت کے بعد آپؐ پہ بے دریغ مال خرچ کیا۔ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مال دار خاتون تھیں اور ان کا مالِ تجارت شام جایا کرتا تھا اور وہاں سے قافلے کی صورت میں جایا کرتا تھا، اور بِکا کرتا تھا۔ حضور علیہ السلام پہ مال بھی خرچ کیا، جان بھی لگائی، پھر خدمت بھی کی۔ وفا بھی کی۔ آپؐ نے فرمایا، خدیجہ اللہ نے جنت میں ایک محل بنایا ہے، موتی کا محل ہے،[1] ایک بہت بڑا موتی ہے اُس کو اندر سے خالی کر کے ایک محل بنایا ہے، اور خدیجہ! وہ محل آپ کا ہے۔ اللہ نے وہ محل آپ کے لئے بنایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا:

أکمل من الرجال کثیرٌ و کمل من النّساء إلّا آسیه و خدیجه ومریم وفضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علٰی سائر الطعام......[2] او کما قال.

فرمایا، مرد تو بہت سے کامل ہیں۔ انبیاء سارے مرد گزرے ہیں، کوئی نبی عورت نہیں گزری۔ یہ بات بھی یاد رکھنا۔ کل کو یہ بھی کہنا یہ بھی عورتوں کی حق تلفی ہے۔ عورتیں نبی کیوں نہیں بنیں؟......

اسلام میں عورت کا مقام اور اس کے حقوق

اب کہتے ہونا، عورت کو ڈرائیور بھی ہونا چاہیئے، عورت کو دوکاندار بھی ہونا چاہیئے، عورت کو اسٹیشن ماسٹر بھی ہونا چاہیئے، اس کے بغیر ترقی ممکن نہیں ہے۔ ٹیلی فون آپریٹر بھی ہونا چاہئے۔ تو کل کو پھر یہ بھی کہو گے کہ عورت کو نبی بھی ہونا چاہیئے۔ اللہ نے نہیں بنایا نبی، تم بناتے پھرو۔ جو کام اللہ نے عورتوں کے ذمے لگائے وہ وہی کام ہیں جو عورتوں کو

1۔ صحیح بخاری جلد اول باب تزویج خدیجہؓ، صفحہ نمبر ۵۳۸۔ قدیمی کتب خانہ
2۔ صحیح بخاری جلد اول باب فضل عائشہؓ، صفحہ نمبر ۵۳۲۔ قدیمی کتب خانہ

جچتے اور سجتے ہیں۔عورت کی فطرت کے مطابق ہیں۔اور جو کام عورت کی فطرت کے مطابق نہیں ہیں اللہ نے عورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے۔کمانا عورتوں کی ذمہ داری نہیں ہے، تمہاری ذمہ داری ہے۔ جب تک وہ بیٹی اور بہن ہے بھائی اور باپ خرچ کرے گا، جب وہ بیوی بن جائے گی تو شوہر خرچ کرے گا، جب ماں بن گئی تو جوان اولاد خرچ کرے گی۔ خدمت کریں، خدمت کا جذبہ اسلام نے اُبھارا ہے۔ پیدا کیا ہے۔ایسے تھوڑی فرمایا ہے شوہر کے لئے کہ تو اپنی بیوی کو کھانا کھلائے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ خیرات ہے۔ اللہ اس پہ بھی اجر عطا فرمائیں گے۔ (یہ بھی فرمایا کہ تُو لقمہ جو اپنی بیوی کے منہ میں دیتا ہے اللہ اس پہ بھی تجھے صدقے کا ثواب عطا فرماتے ہیں[1]) خیرات کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔اسی طرح بیٹے کو ترغیب دی کہ ماں کی خدمت کر،"الجنّة تحت اقدام الامّهات"[2] (جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے) اسی لئے ہے کہ انہوں نے گھر سنبھالنا ہے، اور تم نے کمانا ہے۔ تمہاری معاشرت ایسے بنے گی۔ ورنہ میاں اپنی ڈیوٹی پر، بیگم اپنی ڈیوٹی پر، بچہ نوکرانی اور نوکروں کے حوالے......

کیا اُن کی تربیت ہوگی؟...... کیا ان کی پرورش ہوگی؟...... ماں باپ دونوں کی آغوش سے یہ محروم بچے، فیڈر کے دودھ پہ پلنے والے، بازاری خوراک کھا کے جوان ہونے والے، کیا ان کی جسمانی نشوونما ہوگی؟...... کیا روحانی نشوونما ہوگی؟...... کیا ان میں غیرت آئے گی؟ کیا ان کے اندر شجاعت آئے گی؟...... کیا ان کے اندر ایمانی جذبے آئیں گے؟...... یہ چیزیں تو باپ اور ماں سے منتقل ہوا کرتی ہیں۔ماں کی چھاتی کے دودھ سے منتقل ہوا کرتی ہیں۔اور باپ کی گود سے منتقل ہوا کرتی ہیں۔ یہ مغربی تہذیب نے آپ کو دیوانہ کر دیا۔ پوری قوم کو دیوانہ کر دیا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورتوں کی اپنی ذمہ داریاں مقرر کیں، جو کام وہ کر سکتی ہیں آپ اور میں نہیں کر سکتے۔ وہ مدبرۃ البیت ہے۔ایک گھرانے کی

1۔صحیح البخاری جلد دوم، باب فضل النفقۃ علی الاہل صفحہ نمبر ۸۰۶۔قدیمی کتب خانہ

2۔کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال جلد نمبر ۱۶، باب فی برالوالدین صفحہ نمبر ۴۶۱ حدیث نمبر ۴۵۴۳۹ طبع بیروت

مثال ایک ریاست کی ہے، تم اس گھرانے کے سربراہ ہو، اور تمہاری محترمہ اس گھرانے کی وزیر اعظم ہے۔ مدبّرۃ البیت ہے۔ اس نے گھر کی تدبیر کرنی ہے۔ گھر کا نظام چلانا ہے۔ گھر کا نظام سنبھالنا ہے۔

قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے، عورت نبی جَن تو سکتی ہے بن نہیں سکتی۔ عورت امام جَن تو سکتی ہے بن نہیں سکتی۔ ایسے ہی لوگو! یاد رکھو عورت حکمران جن سکتی ہے، حکمران بن نہیں سکتی۔ اللہ کی تخلیق ہے۔ کس کس چیز میں تم برابری کرو گے؟ کس کس چیز میں تم مساوات کرو گے مرد اور عورت میں؟...... اللہ نے نہیں رکھی مساوات تم زبردستی مساوات کرو گے؟......

اللہ نے اس کے اعضاء کی ساخت الگ بنائی ہے، تمہاری ساخت الگ بنائی ہے......

اس کا مزاج الگ بنایا ہے تمہارا مزاج الگ بنایا ہے......

اس کی عادات الگ بنائی ہیں تمہاری عادات الگ بنائی ہیں......

اس کی ذمہ داریاں الگ بنائی ہیں، تمہاری ذمہ داریاں الگ بنائی ہیں......

تو یہ غیر فطری عمل کب تک کرو گے؟ ایک جگہ تو آ کر بریک لگانی پڑے گی۔ سٹاپ کرو گے یا نہیں کرو گے؟ تم اپنی مرضی سے بریکیں اور سٹاپ نہ کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ کی حدوں پہ رک جاؤ۔

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا...... [البقرہ: ۲/۱۸۷]

یہ ہیں، اللہ کی حدیں ان کو کراس نہ کرو۔ ان کے آگے نہ جاؤ۔ مغرب کی تقلید میں قوم کو اندھا کر دیا گیا۔ اب نہ قوم دیکھتی ہے نہ سنتی ہے، نہ سمجھتی ہے۔ ایک بات وہاں ہوتی ہے اور یہاں ان کے نمائندے راگ الاپتے ہیں اور پوری قوم ان کی ہم نوا بن جاتی ہے۔ نہ قرآن کو دیکھا نہ سنت کو دیکھا، نہ اپنے نبی کے اُسوہ کو دیکھا، نہ اپنے نبیؐ کے عمل کو دیکھا، ایمان داری سے بتاؤ تمہارے، میرے لئے نمونہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا امریکی کتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آج انہیں یہ انسانی حقوق نظر نہیں

آتے، لاشوں کے اوپر موتتے پھریں، قرآن کو بیت الخلاؤں میں ڈالیں؟ فلش میں پھینکیں، ٹھڈے ماریں، قرآن کو جلا دیں، انہیں یہ دل آزاری نظر نہیں آتی؟ اس کتیا کی دل آزاری انہیں نظر آتی ہے جو بغیر نکاح کے جانا چاہتی ہے۔ اور اس کے لیے بل لانے کے لئے تیار ہیں کہ باپ اس کو نہ روکے، یہ جانور کی طرح جہاں جانا چاہتی ہے تو جائے، جہاں جائے۔ اس کی دل آزاری، اس خبیثہ اور اس بدکارہ کی دل آزاری انہیں چبھتی ہے، امتِ مسلمہ کی دل آزاری انہیں نہیں چبھتی؟...... بات دور نکل گئی۔

سیدہ خدیجہؓ...... حضور ﷺ کی خدمتگار بیوی

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی وفادار زوج ہیں۔ خدمت گزار بیوی ہیں۔ اپنا مال حضور علیہ السلام پہ خرچ کیا۔ قرآن نے کہا:

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى...... [الضحیٰ: ۹۳/۸]

میرا حبیب، آپ کو تنگ دست پایا، تنگ دست تھے، خالی ہاتھ تھے، پلے میں کچھ نہیں تھا، یتیم پیدا ہوئے، عبداللہ کی کوئی جائیدادیں نہیں تھیں، سیدنا عبداللہ نے کوئی رقبے، کوئی مالِ تجارت نہیں چھوڑا تھا۔

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى......

آپ تنگ دست تھے، ہم نے آپ کو غنی بنایا۔

مفسرین نے لکھا ہے:

فأغنٰی بمالِ خدیجة ومالِ ابی بکر......

ایک ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بھیجا، اس نے اپنا مال نچھاور کر دیا آقا کے قدموں پر۔ دوسرا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دل میں ڈالا اُس نے اپنا سارا مال نچھاور کر دیا آقا کے قدموں پر۔ یہ خدیجہؓ ہیں، جب نبوت لے کے آئے تو سب سے پہلے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتلایا۔ یوں ہوتی ہے بیوی۔ نیک بیوی، ایمان والی بیوی اللہ کی عطا ہے۔

چار نہایت اہم نعمتیں

یاد رکھو! حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے، جس آدمی کو چند چیزیں مل جائیں اُسے اللہ نے پوری کائنات کی نعمتیں عطا کر دیں۔ وہ کون سی چند چیزیں ہیں؟ سن لو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قلبٌ شاكرٌ ولسانٌ ذاكرٌ وزوجة مومنة وبدن صابر على البلاياء...... [1]

چار چیزیں جس کو رب نے عطا کیں، وہ یہ سمجھے اُسے پوری دنیا کی نعمتیں رب نے دے دی ہیں۔ چار چیزیں۔ آج کے جمعہ میں یہی سبق یاد کر کے لے جاؤ۔ میں بھی بہت تھکا ہوا ہوں۔

چار چیزیں ہیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پہلی نعمت قلبِ شاکر، اللہ کا شکر کرنے والا دل، بھوکا دل نہ ہو، رجا ہوا دل ہو۔ شکر کرنے والا ہو، قناعت کرنے والا ہو۔ شکر قناعت سے آتا ہے۔ مغرب کی تہذیب نے آج ہمیں لالچی بھی بنا دیا۔ یہ سود لالچ کا تو نتیجہ ہے۔ یہ جوا لالچ کا تو نتیجہ ہے۔ ورنہ مومن تو مومن اپنے ایمان والے بھائی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ بھائی جو ہوا۔

قرض کے اہم مسائل

یہ حدیث آپ کو کوئی نہیں بتلائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی راہ میں کسی کو ایک روپیہ دے دینا اس میں دس گنا ثواب ہے۔ اتنی بات تو آپ سنتے ہیں، اور کسی کو ایک روپیہ قرض کے طور پر دے دینا، اس پہ سولہ گنا ثواب ہے۔ سولہ گنا اجر ہے۔ اس لئے کہ کسی کو دے دو، آپ نے بڑی خدمت کر دی لیکن دوسرے کی عزتِ نفس مجروح ہوئی لے کر، اور اگر قرض دیا اور وہ آدمی دیانتدار ہے، کل کو واپس کرتا ہے، اس کی

1۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر سورۃ توبہ جلد دوم صفحہ نمبر ۱۴۰۔ قدیمی کتب خانہ

ضرورت بھی پوری ہوئی، عزتِ نفس بھی اس کی مجروح نہ ہوئی۔ لیکن واپس تو کرو، آج تو لیتے ہی اس لئے ہیں کہ واپس نہیں کرنا۔ ہڑپ کر جانا ہے۔ عام بیماری ہے اور اپنی قبر کو دوزخ سے بھرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا شہید بھی جنت میں نہیں جائے گا اگر مقروض ہے تو۔[1] شہید سے بڑا درجہ اور کس کا ہوگا اُمتیوں میں، صحابہؓ کے بعد؟...... وہ بھی جنت میں نہیں جائے گا اگر مقروض مرتا ہے۔ اور آگے جو اولادوں کی تربیت کر کے جاتے ہو، وہ کہتے ہیں جا میرے باپ کی قبر پر، اُس سے جا کر لے لے، میں نہیں دیتا۔ یعنی وہ کہہ دیتا ہے دوسرے لفظوں میں کہ جلتا رہے میرا باپ دوزخ میں، مجھے کیا، میں کیوں دوں؟ ......جس کی دینے کی نیت ہو، یہ بھی حدیث میں آتا ہے اللہ ادا کروا دیتے ہیں۔ اور جس کا ارادہ ہی دینے کا نہ ہو، اُس سے کبھی ادائیگی نہیں ہوگی۔ فرمایا، شکر کرنے والا دل، اللہ کی نعمتوں پہ شکر کرے، قناعت کرے، اللہ تیرا کتنا شکر ہے، چل تو رہا ہوں، صحت مند تو ہوں، آنکھیں تو نے دی ہیں، ناک کان تو نے دیئے ہیں، زبان دی ہے، ہاتھ دیئے ہیں۔ اللہ! خوبصورت بنایا ہے اور کاروبار بھی دیا ہے۔ صبح بھی کھانا کھاتا ہوں، شام بھی کھاتا ہوں۔ رہنے کے لئے جھونپڑی بھی دے دی، اللہ تیرا بہت شکر ہے۔

اللہ کا شکر ادا کیجئے

ہم نے اپنے بچپن میں آپ جیسے بڑوں کو، بزرگوں کو دیکھا، جب پوچھتے تھے کیا حال ہے؟ کہتے، اللہ کا بڑا شکر ہے۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ اور آج جس سے پوچھو کیا حال ہے؟ اربوں پتی، لاکھوں پتی بہت پریشان ہیں جی، کاروبار نہیں چل رہا، خیر سے پانچ فیکٹریاں ہیں، کاروبار نہیں چل رہا۔ شکر کرو اللہ کا، شکر سے نعمت بڑھتی ہے۔ شکر دین کا ایک مستقل باب ہے۔ اللہ کا شکر کرو، ماں باپ کا شکر ادا کرو۔

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ...... [لقمٰن: ۱۴/۳۱]

1۔ جامع ترمذی جلد اول باب ماجاء فی ثواب الشہید، صفحہ نمبر ۲۹۳۔ قدیمی کتب خانہ
الصحیح لمسلم، جلد دوم باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ اِلّا الدَّین۔ صفحہ ۱۳۵۔ قدیمی کتب خانہ

اللہ کا شکر ادا کر، ماں باپ کا شکر ادا کر، محسن کا شکر ادا کر، منعم کا شکر ادا کر جو تیرے ساتھ بھلائی کرتا ہے اُس کا شکریہ ادا کر۔ شاکر بنو۔ دل سے قدر دان بنو۔ شکر کا معنی قدر بھی ہوتا ہے۔ وہ آدمی جس کو اللہ نے شکر والا دل عطا کیا، ذکر والی زبان عطا کی، اللہ کا ذکر کرتا ہے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، بسم اللہ پڑھا پانی پیا، بسم اللہ پڑھا کھانا کھایا، کھا کے الحمدللہ پڑھا، یہ ذکر ہے۔ پانی پی کے الحمدللہ کہا، یہ ذکر ہے۔ مسجد میں آتے ہوئے دعا پڑھی، یہ ذکر ہے۔ درود شریف پڑھ لیا، ذکر ہے۔ تیسرے کلمے کی تسبیح پڑھ لی، ذکر ہے۔ استغفار کر لیا، ذکر ہے۔ اللہ اللہ کر لیا، ذکر ہے۔ قرآن کی تلاوت کر لی، یہ بھی ذکر ہے۔ ادعیہ پڑھ لیں، یہ بھی ذکر ہے۔ دل شکر کرنے والا ہو، زبان ذکر کرنے والی ہو، بیوی ایمان والی ہو۔ نیکی والی ہو، تقویٰ والی ہو۔ اور چوتھی نعمت مصیبت کو برداشت کرنے والا ہو، صبر کرنے والا ہو۔ فرمایا جس کو یہ چار نعمتیں مل گئیں اُسے پوری کائنات کی نعمتیں مل گئیں۔ اور حضور علیہ السلام کو اللہ نے یہ نعمتیں عطا کی تھیں۔ میرے آقا کے شکر کے جملے سن کے آدمی حیران ہوتا ہے۔ تکلیفوں میں بھی کہہ رہے ہیں الحمدللہ علی کل حال۔ کبھی کلمۂ شکایت حضور علیہ السلام نے نہیں فرمایا۔ کبھی یہ نہیں کہا، اللہ اب تو بس کر۔ تیرہ سال تو مکے میں پٹا ہوں، اللہ بدر میں پھر تلواریں لے کے آ گئے۔ کبھی نہیں کہا۔ شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان اور خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما جیسی ایمان والی بیویاں اللہ نے عطا کر دیں، ایمان والی بیویاں۔

سیدہ خدیجہؓ کے انتقال نے آپ ﷺ کو اداس کر دیا

آج عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر بھنگی اور ڈاکو بحث کرتا ہے، وہ ایمان والی تھیں یا نہیں تھیں؟...... ظالم! میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو عام ایمان والے آدمی کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ خوش نصیب وہ ہے جس کی ایمان والی بیوی ہے۔ تو حضور علیہ السلام کیا خوش نصیب نہیں تھے؟...... اللہ کے نبیؐ سے بڑھ کر بڑا خوش نصیب اور کون ہو سکتا ہے؟...... خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان والی بیوی تھیں، تقویٰ والی بیوی تھیں، اور جب حضور علیہ

السلام کو پریشانی آئی، نبوت ملی اور آپ بڑے پریشان تھے، نئی چیز سامنے آئی اور آپ کو خدشہ یہ لاحق ہوا کہ میں یہ بوجھ نہیں اٹھا سکوں گا اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ آ کے صاف خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا، خدیجہ! مجھے تو اپنی جان کا خدشہ ہے، میں نہیں بچتا، مجھے تو میری جان کا خدشہ ہے۔ تو اس بہادر خاتون نے کیا کہا؟ بخاری شریف کا پہلا صفحہ آج بھی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اِن جملوں سے چمک رہا ہے۔ چار جملے کہے، حضور علیہ السلام کی پوری سیرت کو سمو دیا۔ کیا فصاحت، کیا بلاغت تھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی۔ لکھو، قیامت تک سیرت کی کتابیں لکھو، لیکن کوزے میں دریا بند کر دیا تھا۔ اماں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، آقا کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟

إنّک تکسب المعدوم، وتصل الرّحِم وتقری الضیف وتعین علٰی نوائب الحق...... [1]

آقا آپ کیسے انسان ہیں، اِنک لتکسب المعدوم ، اُنہوں نے کام کرنے والے، صلہ رحمی کرنے والے، مہمان نوازی کرنے والے، اور مشکلات میں دوسروں کے کام آنے والے، آپ کو اللہ ضائع نہیں کرے گا۔ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور پھر ہاتھ پکڑا حضور کا اور لے گئیں ورقہ بن نوفل کے پاس، یہ چچازاد بھائی تھے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے۔ اور ان سے کہا:

إسمع من ابن أخیک......

ذرا بھتیجے کی بات سنو، ان کے ساتھ ایک واقعہ ہو گیا ہے۔ حضور علیہ السلام سے فرمایا کہ میاں کیا بات ہے؟ حضور علیہ السلام نے سارا واقعہ وحی کا اور جبرائیل علیہ السلام کے آنے کا بیان کیا، تو اس وقت ورقہ بن نوفل نے ایک بات کہی، کہنے لگے:

ھذا الناموس الذی انزل علٰی موسٰی ......

ارے مبارک ہو! یہ تو وہی جبرائیل ہے جو موسیٰ پہ آیا کرتا تھا۔ وہی فرشتہ ہے جو

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب کیف کان بدء الوحی الخ صفحہ نمبر ۲، ۳۔ قدیمی کتب خانہ

موسیٰ علیہ السلام پر آیا کرتا تھا۔

یا لیتنی کنتُ جذعًا......

اے کاش میں اُس وقت تک زندہ رہوں اور طاقت ور رہوں۔ جب آپ کو آپ کی قوم آپ کے شہر سے نکال دے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیران ہوگئے **او مُخرِجیَّ ھُمْ**، کہ مجھے نکال دیں گے؟ فرمایا ہاں! بھتیجے آپ جیسا کام جو کیا کرتا ہے لوگ اُس کو نکالا کرتے ہیں۔ یہ آپ کو نکال دیں گے۔

یہ تسلیاں دینے والی خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ یہ بھی چلی گئیں۔ چچا ابو طالب بھی چلا گیا۔ تین صدمے آ گئے۔ میرے نبی کا دل ٹوٹنے لگا۔ رب تعالیٰ نے کہا میرا نبی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ بیٹا پریشان ہوتا ہے، ماں تسلی دیتی ہے۔ ماں نہیں ہوتی تو باپ سینے سے لگاتا ہے۔ اور نانی اور دادی سینے کے ساتھ لگا لیتی ہے۔ میرا نبی آپ کو تو یتیم پیدا ہی میں نے اس لئے کیا تھا کہ آپ کا سہارا میں آپ بننا چاہتا ہوں۔ آ جاؤ میرے پاس، آ جاؤ۔ عرشوں پہ تسلیاں دوں گا۔ اللہ نے معراج کا سفر کروایا۔ اور معراج کا سفر زمینوں کا، آسمانوں کا، عرشِ معلیٰ کا، سدرۃ المنتہیٰ کا، جنتوں کا سفر کرایا، مکہ میں واپس پہنچا کر اپنے نبی کو خوش کر دیا۔

......☆......

واقعاتِ معراج النبی ﷺ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ. صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ. [بنی اسرائیل: ۱۷/۱]

وقال تعالٰی: وَلَقَدۡ رَاٰہُ نَزۡلَۃً اُخۡرٰی. عِنۡدَ سِدۡرَۃِ الۡمُنۡتَھٰی. عِنۡدَھَا جَنَّۃُ الۡمَاۡوٰی. اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَۃَ مَا یَغۡشٰی. مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی. لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی. [النجم: ۵۳/۱۳ تا ۱۸]

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثمّ عُرِج بِیّ إلی السَّماء[1]

1۔ صحیح البخاری جلداول باب کیف فرضت الصلوٰۃ صفحہ نمبر ۵۰، ۵۱ وباب المعراج صفحہ نمبر ۵۴۸۔ قدیمی کتب خانہ
الصحیح لمسلم جلداول صفحہ نمبر ۹۱ تا ۹۳ باب الاسراء برسول اللّٰہ ﷺ إلی السمٰوات۔ قدیمی کتب خانہ

وقيل من معک، قال محمد (صلی اللّٰہ علیه وسلم). او كما قال
صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله النبي الكريم ونحن علىٰ
ذٰلک لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العالمين.
اللّٰهم صل علىٰ محمّدٍ وعلىٰ اٰل محمّدٍ كما صلّيت علىٰ
ابراهيم وعلىٰ اٰل ابراهيم إنّک حميد مجيد. اللهم بارک
علىٰ محمّدٍ وعلىٰ اٰل محمّدٍ كمابارکت علىٰ ابراهيم
وعلىٰ اٰل ابراهيم إنّک حميد مجيد.

شبِ معراج کے حوالے سے کوئی خاص عبادت منقول نہیں

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! گذشتہ جمعۃ المبارک کے بیان میں بات یہاں تک پہنچی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو صدمات پر، تکلیفوں پر اور پریشانیوں پر خوشی نصیب فرمائی تھی اور تسلی کا سامان نصیب فرمایا تھا۔ اور آپ علیہ السلام کو معراج کا سفر کروایا۔ معراج کون سی تاریخ کو ہوا؟ اس میں اہلِ تاریخ اور سیرت نگاروں کا شدید اختلاف ہے۔ نہ تاریخ حتمی ہے اور نہ سال یقینی ہے۔ کسی نے کہا ۲۷ر رجب کو ہوا، کسی نے مہینہ بھی اور بتلایا، رجب ہونا بھی یقینی اور اتفاقی نہیں اور سال بھی اتفاقی نہیں۔ اس پر ضرور اتفاق ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا معجزہ عطا فرمایا ہے۔ اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ صحابہ کرامؓ اور حضور علیہ السلام کے زمانے میں معراج کے موقعہ پر کوئی خاص معمولات نہیں تھے۔ اگر شبِ معراج میں کوئی مخصوص معمولات اور عبادت ہوتی اور اگلے دن معراج کی نسبت سے کوئی عمل ہوتا، روزہ ہوتا تو کم از کم معراج کی تاریخ تو یقینی طور پر منقول ہوتی، اور سال بھی یقینی طور پر منقول ہوتا۔ جیسے لیلۃ القدر ہے، رمضان میں ہے، تو رمضان کی راتوں میں خاص عبادت ہے، تراویح کی عبادت ہے، دنوں میں خاص عبادت ہے، اور وہ روزوں کی عبادت ہے۔ تو پوری امتِ مسلمہ کا اتفاق ہے کہ روزے کون سی

تاریخوں میں ہیں، تراویح کونسی تاریخوں میں ہے، اور وہ رمضان کی تاریخیں ہیں۔ اگر معراج کی رات کوئی خاص عبادت ہوتی جیسے آج کل رواج بن گیا ہے کہ لوگ معراج کی رات خاص طور پر عبادت کرتے ہیں اور جاگتے ہیں یا چراغاں کرتے ہیں اور اگلے دن کا روزہ رکھتے ہیں، یہ معمول اگر حضور ﷺ کا ہوتا، صحابہ کا ہوتا، تابعین کا ہوتا تو کم از کم یہ تو یقینی ہوتا ناں کہ معراج کی رات کون سی ہے؟ مہینہ کون سا ہے؟ تاریخ کون سی ہے؟ پھر اختلاف نہ ہوتا۔ یہاں تو روایات مختلف ہیں۔ کسی نے کوئی تاریخ نقل کردی، کسی نے کوئی تاریخ نقل کردی، کسی نے کوئی مہینہ نقل کردیا، کسی نے کوئی مہینہ نقل کردیا۔ تو اس سے دو باتیں یقینی ہو گئیں۔ ایک تو یہ کہ معراج ہوا ہے، کون سی تاریخ کو ہوا ہے؟ یہ یقینی نہیں۔ ہوا ہے معراج...... اس قدر کثرت سے روایات ہیں معجزۂ معراج کی کہ ان کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک انہونہ واقعہ، یہ ایک معجزہ، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش آیا اور آپ ؐ نے صحابہ کو بتلایا تو اُس وقت مکی زندگی تھی، ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے، تو صحابہ کرام ؓ نے مانا، مشرکین مکہ نے انکار کیا۔ جس نے مانا وہ صدیق بن گئے، اور جنہوں نے انکار کیا وہ زندیق بن گئے۔ پھر ہجرت ہوئی، بہت سے نئے لوگ مسلمان ہوئے، انصار مسلمان ہوئے۔ مدینہ کے لوگ اور بہت سے مہاجرین اس واقعہ کے بعد مسلمان ہوئے تو انہیں جب پتہ چلتا کہ اس طرح کا واقعہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوا، تو وہ حضور سے کہتے ہمیں معراج کا واقعہ آپ ارشاد فرمائیں۔ تو آپ ﷺ انہیں واقعۂ معراج سناتے۔ اور وہ حدیثیں کتب احادیث میں موجود ہیں اور کثرت سے ہیں۔ تو یہ یقینی ہوگیا کہ معراج ہوا اور یہ بھی یقینی ہوا کہ معراج کے موقعہ پر امت کو کوئی خاص عبادت نہیں دی گئی۔ کوئی خاص ریاضت نہیں دی گئی، جیسے عام راتوں کے معمولات ہیں اسی طرح شبِ معراج بھی معمولات کرو۔ جیسے عام دنوں میں تمہارے معمولات ہیں اگلے دن وہی معمولات بھی کرو۔ معراج کی وجہ سے کوئی خاص یا مخصوص عبادت نہیں ہے، اور جو کام اللہ کے نبی ﷺ اور صحابہ ؓ نے نہ کیا ہو اُس کو امت کرے تو وہ بدعت بن جاتا ہے۔ یہ بات یاد رکھو، ہمیں نہ دین گھٹانے کی اجازت ہے اور نہ دین

بڑھانے کی اجازت ہے۔ دین اللہ کا ہے اُس نے اپنے نبی ﷺ کو دیا، اُس کے نبی ﷺ نے صحابہ کو عمل کر کے دکھلایا اور وہ اللہ کے نبی ﷺ کی زندگی میں مکمل ہو گیا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. [المائدہ: ۵/۳]

وہ دین حضور ﷺ کی زندگی میں مکمل ہو گیا۔ اب کسی بعد والے کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس کو لمبا کرے یا اس کو چھوٹا کرے۔ اس کو گھٹائے یا بڑھائے۔ یہ تو معراج سے متعلق کچھ باتیں تھیں جو میں نے آپ حضرات کے سامنے عرض کر دیں۔

زمینی معراج کا اجمالی بیان

اس معراج کی تفصیلات اور اس کی حکمتیں وہ بہت ساری ہیں، جیسے میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ کو گھر سے جبرائیل و میکائیل نے جگایا، حطیم میں لائے، حطیم وہ جگہ ہے جو بیت اللہ کے ساتھ چھوٹی سی گول دیوار کے اندر ہے۔ یہ بھی دراصل بیت اللہ کا حصہ ہے۔ اس کی تفصیل بھی میں نے عرض کی تھی۔ حطیم میں لائے، آپ علیہ السلام یہاں آ کر لیٹ گئے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا سینہ مبارک ناف تک چاک کیا، چاک کر کے دل نکالا، دل نکال کے پلیٹ میں رکھا، پلیٹ میں رکھ کے زم زم کے پانی کے ساتھ اس کو غسل دیا، دھویا، واپس رکھا، سینہ مبارک جوڑ دیا۔ آپ علیہ السلام کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد جبرائیل امین ایک سواری لائے، یہ سواری کیا تھی؟ یہ ایک بجلی کا گھوڑا تھا جس کو بُراق کہتے ہیں۔ بُراق برق سے ہے۔ برق کا معنی ہے بجلی۔ براق بجلی جیسی سواری۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں یہ سواری کیا تھی، گھوڑے سے تھوڑی چھوٹی گدھے سے کچھ بڑی، یعنی خچر جتنی۔ رفتار اُس کی اتنی تھی جہاں اس کی نظر پڑتی وہاں اُس کا قدم پڑتا۔ اللہ کے نبی اس سواری پہ سوار ہو گئے تو یہ شوخی دکھانے لگ گئی۔ جبرائیل علیہ السلام نے ڈانٹا، جانتے نہیں کہ تمہاری پشت پہ اللہ کے نبی ﷺ سوار ہیں۔ یہ دراصل خوشی سے جھوم رہا تھا کہ حضور ﷺ میرے دوش پہ سوار ہو گئے، میری پشت پہ سوار ہو گئے۔ لیکن اُسے ادب سکھایا گیا۔ اللہ کے نبی ﷺ کو لے جایا گیا آپ جب جا

رہے تھے تو آپ ﷺ کو بہت سی چیزیں دکھائی گئیں۔ یہ عالم غیب کی چیزیں تھیں۔ کچھ لوگوں کے عذاب دِکھلائے گئے، کچھ لوگوں کے ثواب دکھلائے گئے۔ کچھ قبریں دِکھلائی گئیں اور کچھ آپ ﷺ کو حالات سے اطلاع دی گئی۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بڑھیا ہے اور وہ بڑھیا اِتنی بڑھیا ہے، اتنی بڑھیا ہے کہ اُس کا چمڑا لٹک چکا ہے۔ جبرائیل نے پوچھا: حضرت اس بڑھیا کو دیکھا؟ جی دیکھا۔ کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے یہ کون ہے۔ بتلایا کہ یہ دنیا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کو راستے میں جبرئیل نے فرمایا: حضرت سواری سے اتریں۔ آپ علیہ السلام اُتر گئے۔ دو رکعت نماز نفل پڑھیں، آپ نے پڑھ لی۔ پوچھا پتہ بھی ہے کہ آپ نے کہاں نماز ادا کی ہے؟ فرمایا: اللہ بہتر جانتا ہے۔ جبرائیل نے فرمایا: یہ زمین آپ کی دارالہجرۃ ہے۔ یہاں آپ نے ہجرت کر کے آنا ہے۔ یہ مدینہ منورہ کی سرزمین تھی۔ کچھ لوگوں کا انجامِ بد بھی آپ ﷺ کو دکھلایا گیا۔ کچھ سودخوروں کا بُرا انجام آپ ﷺ کو دکھلایا گیا۔ زانیوں کا بُرا انجام آپ کو دِکھلایا گیا۔ شرابیوں کا بُرا انجام آپ کو دکھلایا گیا۔ عذاب میں مبتلا لوگوں کو دِکھلایا گیا۔ بدکارہ عورتوں کا بُرا انجام آپ کو دکھلایا گیا۔ ننگے سر نامحرموں کے سامنے آنے والی عورتوں کا بُرا انجام آپ کو دکھلایا گیا۔ آپ ﷺ کو ساتھ ساتھ بتلایا بھی گیا کہ لوگ جن کے پیٹوں میں سانپ پھر رہے ہیں، یہ سود خور ہیں۔ یہ لوگ جو دسترخوان پہ بیٹھے ہیں اور اچھا کھانا، صاف اور تازہ کھانا نہیں کھا رہے گلا سڑا ہوا بدبودار کھانا کھا رہے ہیں یہ وہ بدکار لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے ہونے کے باوجود دوسری جگہ منہ کالا کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، بتایا گیا یہ آپ کی امت کے وہ مبلغ ہیں، تبلیغ کرنے والے ہیں، تقریریں کرنے والے ہیں، جو دوسروں کو تو نیکی کی دعوت دیتے ہیں، خود عمل نہیں کرتے۔

اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ کا گزر ہوا سرخ ٹیلے کے پاس، آپ نے دیکھا کہ ایک قبر میں ایک شخص کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے:

مررتُ ليلة أسرى بى ......

میں گزرا معراج کی رات، موسیٰ (علیہ السلام) کی قبر کے پاس......

عند الکثیب الأحمر......[1]

سرخ ٹیلے کے پاس......

إذا هو قائم یصلی فی قبره......

وہ قبر میں کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔

پھر اللہ کے نبی ﷺ بیت المقدس پہنچے، یہ آپ ﷺ کے زمینی سفر کی انتہا تھی۔ ابتداء کعبۃ اللہ اور انتہاء بیت المقدس۔ ابتداء قبلہ ثانی اور انتہاء قبلۂ اول۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ سفر مکہ سے شروع ہوا اور بیت المقدس پہ ختم ہوا، بیت المقدس پہ اس لئے ختم ہوا کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی سجدہ گاہ رہی، انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا۔ حضور ﷺ کا بھی قبلہ رہا بیت المقدس۔ اور انبیاء کا مرقد رہا۔ اور آپ ﷺ بھی ایک نبی تھے، اس لئے آپ کو مکہ سے بیت المقدس کا سفر کرایا گیا۔

مسجد اقصیٰ میں انبیاء کرام کی امامت کا شرف

آپ بیت المقدس میں جب پہنچے تو جبرائیل امین نے فرمایا حضرت سواری سے اُتریئے۔ آپ اتر گئے۔ جبرئیل نے آپ کی سواری کو، براق کو باندھا اُس حلقے کے ساتھ جس حلقے کے ساتھ انبیاء کی سواریاں باندھی جاتی تھیں۔ اس حلقے کے ساتھ آپ کی سواری باندھی گئی، پھر آپ ﷺ بیت المقدس میں تشریف لائے۔ بیت المقدس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء علیہم السلام آپ کی انتظار میں موجود تھے۔ حضور ﷺ وہاں پہنچے۔ اتنے میں صفیں تیار ہوگئیں۔ اذان کہی گئی، صفیں تیار ہوگئیں، مصلیٰ خالی تھا۔ جبرائیل امین نے آپ علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو مصلے پہ لا کھڑا کیا۔ آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔

1۔ الصحیح لمسلم جلد دوم باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام صفحہ نمبر ۲۶۸۔ قدیمی کتب خانہ

کیا اس نماز میں انبیاء کرام علیہم السلام نے فاتحہ پڑھی؟

حضور ﷺ نے نماز پڑھائی، تمام انبیاء نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اس میں اشارہ تھا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء آپ علیہ السلام کے مقتدی اور آپ ﷺ سب کے امام ہیں۔ گویا عملی طور پر آپ ﷺ کو یہ بتلا دیا گیا کہ آپ امام الانبیاء ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الرسل ہیں اور چونکہ آپ امام الانبیاء ہیں، امام الرسل ہیں تو آپ ﷺ امام الکائنات ہیں۔ آپ ﷺ امام البشر ہیں۔ آپ سید البشر ہیں، آپ امام المخلوقات ہیں، سارے نبی آپ ﷺ کی اقتداء میں ہیں اور آپ سب کے امام ہیں۔ حضور ﷺ نے نماز پڑھائی۔ اللہ کے نبی ﷺ نے جو نماز پڑھائی تو حضور ﷺ نے فاتحہ بھی پڑھی، سورۃ بھی پڑھی، اس لئے کہ قرآن آپ ﷺ پہ اتر چکا تھا۔ آپ ﷺ نے پڑھنی تھی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اُن پہ تو قرآن نہیں اترا تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کی اقتدا کی اور مسئلہ بھی یہی ہے:......

إنّما جعل الامام ليؤتمّ به......

امام اس لئے ہوتا ہے کہ تم اس کی اقتداء کرو۔

إذا كبّر فكبّروا......

وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو......

انبیاء نے بھی یہی کیا۔ حضور ﷺ نے اللہ اکبر کہا، انبیاء نے بھی اللہ اکبر کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إذا ركع فاركعوا......

امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو......

نبیوں نے بھی اسی طرح کیا۔ حضور علیہ السلام رکوع میں گئے تو انبیاء بھی رکوع میں گئے۔

إذا سجد فاسجدوا......

جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو......

انبیاء نے بھی یہی کیا۔ حضور علیہ السلام سجدے میں گئے تو دیگر نبی بھی سجدے میں گئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

إذا قرء فانصتوا ......[1]

امام قرأت کرے، فاتحہ پڑھے، سورۃ پڑھے، قرآن کا کوئی حصہ پڑھے تم چپ رہو، تم خاموش رہو، انبیاء نے بھی یہی کیا۔

کیا امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی؟

آج ہمارے کچھ بھائی راہِ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں۔ وہ یہ کہتے پھرتے ہیں جی امام کے پیچھے اگر مقتدی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز نہیں ہوتی۔ امت میں آج تک یہ کسی نے نہیں کہا۔ کچھ امام ایسے ہیں جن کا یہ مسلک ہے کہ امام اگر آہستہ آواز میں پڑھ رہا ہے تو مقتدی بھی صرف فاتحہ پڑھ لے۔ صرف سورۃ فاتحہ، بقیہ نہیں۔ امام شافعیؒ نے یہی فرمایا، امام احمد بن حنبلؒ نے بھی یہی فرمایا، لیکن یہ کسی نے نہیں کہا کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا اُس کی نماز ہی نہیں ہوگی۔ احمد بن حنبلؒ قائل ہیں اس بات کے کہ امام کے پیچھے سِرّی نمازوں میں فاتحہ پڑھ لی جائے، لیکن انہوں نے تعجب کا اظہار کیا ہے اپنی کتاب میں کہ پوری امت میں یہ کسی نے بھی نہیں کہا کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ امام احمدؒ مثالیں دے کے کہتے ہیں، یہ شام کے مجتہد ہیں، یہ عراق کے مجتہد ہیں، یہ لیث ہیں، یہ اوزاعی ہیں، یہ مالکؒ ہیں، مدینہ منورہ میں کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھو تو نماز نہیں ہوتی۔ البتہ وہ کہتے ہیں کہ پڑھ لو تو اچھا ہے، زیادہ ثواب ہے۔ اور دو امام کہتے ہیں کہ نہ پڑھو ثواب زیادہ ہے۔ قرآن کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ امام پڑھ رہا ہے تم چپ رہو۔ چاہے سنائی دے، چاہے سنائی نہ دے، لیکن یہ تشدد کسی میں نہیں تھا کہ

1۔ بخاری شریف میں إذا رکع فارکعوا تک الفاظ ہیں، آگے إذا قرأ فانصتوا کے نہیں وہ الفاظ بخاری شریف صفحہ نمبر ۹۵ جلد اول باب انما جعل الامام لیؤتم بہ میں مذکور ہیں، پوری حدیث ابن ماجہ میں ہے۔
ابن ماجہ، باب إذا قرأ الامام فانصتوا، صفحہ نمبر ۶۱۔ قدیمی کتب خانہ

جس نے نہیں پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی...... یہ تشدد کسی میں نہیں تھا...... یہ تشدد اب آیا ہے۔ چار اماموں میں سے امت میں سے یہ کسی کا عقیدہ نہیں رہا کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوگی، یہ نیا عقیدہ ہے۔ اب آیا ہے۔ انگریز کے دور میں آیا ہے۔ اور فتوے لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ جی جو امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو رفع یدین نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس کی نماز تو کوفیوں والی ہے، اس کی نماز تو نعوذ باللہ کافروں والی ہے۔ امت میں یہ کسی کا عقیدہ نہیں رہا۔ اختلاف ضرور رہا، اور ہے اور رہے گا۔ اور یہ اختلاف جو آئمہ کے درمیان ہے رحمت ہے۔ گنجائش پیدا کرتے ہیں۔ یہ حضور علیہ السلام کے عمل ہیں۔ اپنے اپنے اجتہاد کی بات ہے۔ کسی مجتہد کا اجتہاد یہ ہوا کہ آپ علیہ السلام کا آخری عمل یہ تھا کہ فاتحہ نہ پڑھی جائے، کسی کا اجتہاد یہ تھا کہ افضل پڑھ لینا ہے، کوئی حرج نہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ جو فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوگی، جو پڑھتا ہے اُس کی نماز نہیں ہوگی...... یہ تشدد اُمت میں نہیں تھا، یہ اب ہوا ہے۔ یہ اب ہوا ہے۔ نہ امام احمدؒ کا یہ مسلک ہے اور نہ امام شافعیؒ کا یہ مسلک ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ نے تو تعجب کا اظہار کیا اپنی کتاب میں اور اُس کو نقل کیا، مُغنیٰ ابن قدامہ نے، نقل کیا گیا اور صراحتاً کیا گیا کہ امت میں یہ کسی کا مسلک نہیں۔

کیا فاتحہ نہ پڑھنے سے انبیاء کی نماز بھی نہیں ہوئی؟

اگر امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھو تو نماز نہیں ہوتی تو نبیوں کی کیسے ہوئی؟ ایک لاکھ ۲۴ ہزار ۹ صد ۹۹ نبیوں نے شبِ معراج حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی۔ انہیں پہلے فاتحہ سکھائی گئی تھی؟ انہیں پہلے قرآن سکھایا گیا تھا؟ نہیں۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کی اقتدا کی ہے۔ اُن کی ہوگئی؟ ہماری بھی ہوگئی۔ اور اس لئے ہوگئی **اذا قرئ القرآن** الخ۔ قرآن کہتا ہے، جب قرآن پڑھا جائے کان لگاؤ، سنو، خاموش رہو تا کہ تم پہ رحم کیا جائے۔ ہم کہتے ہیں فاتحہ بھی قرآن ہے، یا تو اس کو قرآن سے نکالو، جیسے باقی قرآن کے بارے میں تم کہتے ہو کہ سورۃ امام کے پیچھے نہ پڑھو، نہ سرّی نماز میں پڑھو اور نہ جہری نماز میں

پڑھو، ایسے ہم فاتحہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ جیسے سورۃ اخلاص قرآن ہے، سورۃ فلق قرآن ہے، سورۃ الناس قرآن ہے، سورۃ فیل وغیرہ قرآن ہے، جیسے ۱۱۳ سورتیں قرآن ہیں تو ۱۱۴ ویں سورۃ، سورۃ فاتحہ ہے۔ اور یہ بھی قرآن ہے۔

امام کی قرأت مقتدیوں کے لئے کافی ہے

اور حضور علیہ السلام صاف فرما رہے ہیں:

من كان لهٗ امامٌ فقرأة الامام لهٗ قرأةٌ...... [1]

جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو امام کی قرأت مقتدی کی طرف سے بھی قرأت ہے۔

ابھی میں خطبہ دوں گا جمعہ کا، امام کا خطبہ پورے مقتدیوں کی طرف سے ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مقتدی خطبہ الگ پڑھیں اور امام الگ پڑھے۔ یہی ایک خطبہ پورے اجتماع کی طرف سے کافی ہے۔ امام نے پڑھا ہے۔ امام کا خطبہ مقتدیوں کی طرف سے بھی ہو گیا۔ بالکل اسی طرح امام نے نماز پڑھائی امام کی سورۃ پورے مقتدیوں کی طرف سے ہے۔ سب کہتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ جب امام نے سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملائی تو سب کی طرف سے ہوگئی۔ جیسے خطبہ سب کی طرف سے ہو گیا۔ امام نے پڑھا سب کی طرف سے ہو گیا۔ کسی کو نہیں بھی سنائی دیا تب بھی ہو گیا۔ سپیکر خراب ہے پیچھے آواز نہیں جا رہی تب بھی ہو گیا۔ امام کی سورۃ، قرأۃ، تلاوت سب کی طرف سے ہوگئی ایسے ہی امام کی فاتحہ بھی سب کی طرف سے ہوگئی۔ فتوے لگانے کی ضرورت نہیں۔ حضور علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھائی، دو رکعت نماز اللہ کے نبی ﷺ نے سب کو پڑھائی۔ انبیاء کے امام ٹھہرے۔ یہ آپ ﷺ کے زمینی سفر کی انتہا تھی۔

آسمانی معراج کا آغاز اور ایک اشکال

اب آپ ﷺ کا آسمانی سفر شروع ہوا۔ جبرائیل آپ ﷺ کو آسمان کی طرف لے

1۔ ابن ماجہ باب اذا قرأ الامام فانصتوا، صفحہ نمبر ۶۱۔ قدیمی کتب خانہ

گئے۔ کیسے لے گئے؟...... یہ اللہ کا کام ہے وہ کیسے لے گئے۔ تمہاری لفٹیں آج ایجاد ہوئی ہیں اور معراج کا معنیٰ لفٹ بھی بنتا ہے۔ اللہ نے اُس وقت اپنے نبی ﷺ کے لئے لفٹ تیار کروالی اور اللہ اس پہ بھی قادر ہیں۔ بغیر لفٹ کے اپنے نبی کو اوپر لے جائیں۔ معراج تو ہے یہ معجزہ اور معجزہ تو ہوتا ہی عادت کے خلاف ہے۔ معجزہ ہوتا ہی عقل کے خلاف ہے۔ معجزہ ہوتا ہی عام حالات کے خلاف ہے۔ تو اِس کے لئے یہ تکلف کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ اللہ کے نبی کے لئے سیڑھی لگائی گئی، لفٹ لگائی گئی۔ میں کہتا ہوں جب معجزہ ہے اور معجزہ عادت کے خلاف ہوتا ہے، رب نے کُن کہا ہوگا، جبرئیل علیہ السلام پروں پہ اڑے ہوں گے اور اسی میں میرے نبی ﷺ کا کمال ہے کہ جبرائیل نوری ہے اور رب نے پَر دیئے ہیں اور ایک بھی نہیں چھ سو پر دیئے ہیں۔ چھ سو پروالا پرواز کرتا ہے اور کمال تو میرے نبی ﷺ کا ہے کہ رب نے میرے نبی ﷺ کو بغیر پروں کے پرواز دی ہے اور جبرائیل سے اونچی پرواز دی ہے۔ حضور ﷺ نے پرواز کی۔ پہلے آسمان تک پہنچ گئے، پہلے زمانے میں دنیا کہتی تھی ممکن نہیں ہے، سائنسدان کہتے تھے یہ فضا کو کراس کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیوں نہیں ممکن؟ تو وہ کہتے تھے جناب درمیان میں آگ ہے۔ آج کے سائنسدانوں نے اُن سائنسدانوں کو کہا غلط ہے، جھوٹ بولتے ہو، یہ دیکھو ہمارے سیارے جا رہے ہیں، ہمارے طیارے جا رہے ہیں، ہماری فلائٹیں 40 ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہی ہیں۔ ہم تو آج چاند پہ پہنچ گئے ہیں۔ اور مریخ اور مُشتری پہ جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور سورج پر پہنچنے کی ہماری کوششیں ہیں۔ کہاں گئی کرہ نار؟

فلاسفر جھوٹے، قرآن سچا!

قرآن سچا نکلا۔ نبی ﷺ کا فرمان سچا نکلا۔ یہ پرانے فلاسفر جھوٹے ثابت ہوئے۔ تخمینے تھے، غلط ثابت ہوئے۔ قرآن تخمینے کا نام نہیں۔ قرآن ایک حقیقت ہے، اٹل حقیقت ہے، اٹل حقیقت۔ ان کے نظریے بدلتے رہتے ہیں قرآن نہیں بدلتا۔

قرآن کہتا ہے:

لا یبدّل القول لدیّ......

اللہ کہتا ہی میری بات نہیں بدلا کرتی۔ میری بات پکی ہوا کرتی ہے۔

ان اللّٰہ خلق آدم علٰی صورتہٖ......

انہوں نے کہا انسان پہلے بندر تھا۔ یہ ڈارون کا فلسفہ ہے۔ بڑے عرصے تک مٹی پڑی رہی، پھر وہ بندر بن گیا۔ بندر سے انسان بن گیا۔ قرآن نے بھی ایک نظریہ دیا، اسلام نے بھی ایک نظریہ دیا۔ اور قرآن کا نظریہ **خلقتہٗ بیدیّ** ...... اللہ کہتے ہیں میں نے آدم کو پیدا کیا اپنے ہاتھوں سے، دستِ قدرت سے......

فسوّیتہٗ ونفختُ فیہ من روحی......

میں نے برابر کیا آدم کو، آدم میں روح پھونکی......

اور حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اِنّ اللّٰہ خلق اٰدم علٰی صورتہٖ...... [1]

اللہ نے آدم کو پیدا کیا اپنی صورت پر......

یعنی اپنے اوصاف پر پیدا کیا آدم کو، اپنے کمالات پر، اپنے کمالات کا مظہر بنایا آدم کو، اسی طرح بنایا جس طرح آج تم ہو، انسانیت بدلی نہیں ہے، انسانیت اپنے باپ آدم کی شکل پہ ہے، آدم کا اسی طرح چہرہ تھا، اسی طرح سر تھا، اسی طرح پیشانی تھی، اسی طرح ناک تھی، اسی طرح ۲ کان تھے، ۲ آنکھیں تھیں، اسی طرح بال تھے، فرق اتنا ہے ہمارے قد پست ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا: آدم علیہ السلام کو اللہ نے قد دراز عطا فرمایا تھا۔ اور وہ قد تھا ۴۰ گز۔ اللہ نے ۴۰ گز آدم علیہ السلام کو قد دیا۔ اور آج کی سائنس نے اور آج ریسرچ نے، تحقیقات نے اور آج کے آثارِ قدیمہ کے لوگوں نے میرے نبی ﷺ کے اس فرمان کو سچ کر دکھایا ہے۔

1۔ صحیح البخاری جلد دوم، کتاب الاستیذان و باب بدء السلام، صفحہ ۹۱۹۔ قدیمی کتب خانہ

قومِ عاد کے ایک مردہ کی لاش

قومِ عاد کے بارے میں حدیثوں میں آتا ہے کہ لمبے قد تھے، قرآن میں آتا ہے:

إرم ذات العماد. الّتی لم یخلق مثلها فی البلاد.

اگلے دن میں نے فیس بک پہ دیکھا ایک بہت بڑا ڈھانچہ، لمبے قد کا ڈھانچہ، آثارِ قدیمہ والوں نے جاری کیا، ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے، اور ۴۰ گز کے لگ بھگ ہوگا۔ دراز قد، تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ قومِ عاد کے کسی مردہ کی لاش ہے۔

میرے نبی ﷺ نے تو آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے فرمادیا تھا، تم نے آج کھدائیاں کیں۔ میرا اللہ بھی سچا، میرے اللہ کا قرآن بھی سچا اور جو اللہ کے قرآن کو جھوٹا کہتے ہیں وہ خود بڑے کذاب ہیں۔ بندر نہیں انسان انسان تھا، اللہ کے ہاتھوں پیدا ہوا، اشرف المخلوقات بنا، اللہ کی کتاب کا مظہر ہے۔ رب کے کمالات کا مظہر ہے۔

حضور ﷺ پہلے آسمان پر......!

میرے آقا ﷺ نے آج سے ۱۴سو سال پہلے فرمایا: مجھے میرا رب آسمانوں پہ لے گیا، پہلے آسمان پہ پہنچے، جبرائیل ساتھ تھے، کنڈی کھٹکھٹائی، دروازہ بجایا، دروازہ بجایا، اندر سے پوچھا گیا کون ہو؟ جبرائیل ہوں۔ **ومن معک** آپ کے ساتھ کون ہے؟ محمد ﷺ ہیں۔ **ھل دعی لہٗ**، کیا انہیں بلایا گیا ہے؟...... دعوت پہ آئے ہیں؟...... بلایا گیا ہے۔ دروازہ کھولا گیا، **مرحبا بالنبی الصالح** آواز آئی۔ فرشتوں نے استقبال کیا، **مرحباً مرحبًا**، اللہ کے نیک نبی مرحبا!...... آسمان پہ استقبال ہوا۔ آداب بھی ساتھ دیئے گئے۔ کہیں جاؤ تو اجازت سے جاؤ۔ حضور ﷺ آسمانوں پہ گئے ہیں تو اجازت سے گئے ہیں۔ ایسے دروازہ نہیں کھولا گیا۔ پوچھا گیا، کون ہو؟ بتلایا جبرائیل ہوں۔ اگر کوئی سوال کرے کنڈی پر کہ کون ہو؟ سوال کرے ٹیلی فون پر کون ہو؟ تو غصے نہ ہوا کرو۔ یہ سنت ہے۔ دوسروں کا امتحان لیتے ہیں۔ آج لوگوں کو فون سننے کا طریقہ بھی نہیں آتا۔ فون کی گھنٹی بجے

گی۔ آن کرتے ہیں تو سٹوری شروع کر دیتے ہیں۔ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کون ہے؟ کہنا کیا چاہتا ہے؟...... بھائی، اللہ کے بندو! قرآن نے گفتگو کے بھی آداب سکھلائے ہیں۔ سب سے پہلا اور بنیادی ادب ہے۔ یہ بھی دین کا حصہ ہے۔ ہمارا فریضہ ہے آپ کو بتلائیں۔ جب کسی کو فون کرو تو سب سے پہلے سلام کرو، سلام کے بعد اُس سے پوچھو کہ آپ کے پاس وقت ہے، میں بات کر سکتا ہوں؟ ہم لوگ سبق میں ہوتے ہیں، حدیث کا سبق پڑھا رہے ہیں، بیان کر رہے ہیں، کوئی بیت الخلاء کے اندر ہے کوئی لکھ رہا ہے، کوئی پڑھ رہا ہے، کوئی سو رہا ہے، وقت بے وقت فون...... گھڑی پہ دیکھ لیا کرو کہ جس وقت میں فون کر رہا ہوں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم نماز پڑھا رہے ہوتے ہیں جمعہ کی اور فونوں پہ فون، فونوں پہ فون......فون کرنے سے پہلے دیکھ لو، آداب میں سے ہے کہ وقت کون سا ہے؟ جس کو میں فون کر رہا ہوں اُس کی کوئی مشغولیت کا وقت تو نہیں؟ یہ عمومی اور جنرل بات کر رہا ہوں، آداب میں سے ہے اور ہمارا دین ہمیں آداب سکھاتا ہے۔ پھر سلام کرو، پھر پوچھو آپ کے پاس وقت ہے، میں بات کر سکتا ہوں؟ اور اگر کہیں وقت نہیں ہے تو بُرا نہ مناؤ۔ وقت پوچھ لو، میں کس وقت فون کر لوں؟ پھر بات کرو اور تعارف کراؤ کہ میں فلاں ہوں اور آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ بلاوجہ کسی کا امتحان لیتے رہنا کہ آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ اس نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اچھا! پھر ہم تو کون ہیں جی! اب ۵ منٹ اپنے بھی ضائع کیے اُس کے بھی ضائع کئے۔ اب بلاوجہ کی ناراضگی۔ حضور ناراض نہیں ہوئے، فرشتوں نے پوچھا کون؟ اور پوچھا کس سے جا رہا ہے؟ سید الملائکہ سے! فرشتوں کے سردار سے۔ جبرائیل باہر کھڑے ہیں اور پوچھ رہے ہیں آسمان کے فرشتے۔ تو کوئی چھوٹا بھی پوچھ سکتا ہے اور پوچھنا بھی چاہئے۔ کون؟...... جی جبرائیل! اکیلے ہو یا کوئی ساتھ ہے؟ ساتھ ہے۔ کون ہیں؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کائنات کے سردار ہیں۔ یہ جو سوال ہے، کون ہو؟...... تمہارے ساتھ کون ہے؟...... ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتے بھی عالم الغیب نہیں ہیں۔ عالم الغیب صرف اللہ ہے۔ فرشتے اگر عالم الغیب ہوتے تو یہ سوال نہ کرتے۔ یہ خصوصیت

صرف اللہ کی ہے۔ قرآن کا پہلا پارہ، سورۃ بقرہ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑے عجیب اسلوب اور انداز کے ساتھ مضامین نقل کیے ہیں۔ اے کاش کہ ہمیں قرآن کا ذوق نصیب ہو جائے۔ آمین

زندگی میں ایک دفعہ تو وقت نکال لو۔ آپ کے جامعہ میں دریا بہتا ہے قرآن کا، اور تم کنارے پر رہ کے پیاسے رہتے ہو۔ دنیا دور دور سے آتی ہے۔ ابھی بھی انشاء اللہ ۵/شعبان سے/ ۱۵ یا ۱۶ جون سے تفسیر کا یہ کورس ۴۰ روزہ شروع ہو رہا ہے۔ آپ شرکت کر سکتے ہیں۔ اللہ نے سورۃ بقرہ کے شروع میں ۳ جماعتوں کا ذکر کیا، ایمان والوں کا ذکر کیا، پھر کافروں کا ذکر کیا، پھر منافقوں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد اپنی توحید اور وحدانیت کو بیان کیا۔ میں اکیلا ہوں، میں تنہا ہوں، یکتا ہوں، وحدہٗ لاشریک ہوں۔ پھر قصہ چھیڑ دیا آدم علیہ السلام کا۔ آدم علیہ السلام کے قصے کے ضمن میں بتایا کہ دیکھو آدم بھی معبود نہیں ہیں۔ فرشتے بھی معبود نہیں، جنات اور شیاطین بھی معبود نہیں۔ یہ قصہ اس لئے بیان کیا، آدم (علیہ السلام) کو میں نے ہاتھ سے پیدا کیا، لیکن آدم علیہ السلام کی اپنی حالت یہ ہے کہ وہ ہمارے محتاج ہیں۔ اور فرشتوں کا حال تو یہ ہے کہ میں نے فرشتوں کے سامنے آدم علیہ السلام کو چیزوں کے نام سکھلائے، اللہ نے نام سکھلائے فرشتوں کے سامنے آدم علیہ السلام کو، فرشتوں کو بھی بتایا:

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا......

اجمالی طور پر نام بتلا دیئے۔

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ......

پھر میں نے یہ پیش کیے فرشتوں پر......

فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ......

فرشتو! ذرا بتلاؤ، میں نے تمہیں کیا بتلایا؟ سناؤ......

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ. [البقرة: ۲/ ۳۱]

اگر تم سچے ہو۔

توفرشتوں نے کیا جواب دیا؟

قَالُوْا سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ. [البقرۃ: ۳۲/۲]

اللہ! ہمارے پاس علم نہیں ہے، اُتنا ہے جتنا آپ نے دیا ہے، عالم الغیب تو آپ ہیں۔فرشتوں نے اقرار کیا:

سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآ......

ہم نہیں تُو عالم الغیب ہے، اور نبیوں نے بھی کہا ہم نہیں تو عالم الغیب ہے، اور فقیروں نے بھی کہا ہم نہیں تُو عالم الغیب اور پیروں نے بھی کہا ہم نہیں تو عالم الغیب ہے، تو جب سب کہتے ہیں کہ عالم الغیب اللہ ہے، اوئے جبرائیل عالم الغیب نہیں تو آج کی چودھویں صدی کا یہ بہروپیہ اور شعبدہ باز، جعلی پیر یہ کیسے عالم الغیب بن گیا؟ عقیدہ ٹھیک رکھا کرو۔عالم الغیب کون ہے؟ اللہ ہے۔

کون ہو؟...... جبرئیل ہوں۔ساتھ میں کون ہے؟ محمد ﷺ ہیں۔بلایا گیا ہے؟ جی بلایا گیا ہے۔پھر دروازہ کھولا۔دعوت پر ہی جانا چاہئے۔یہ بھی آداب میں سے ہے۔ دعوت ہے ایک آدمی کو اور ساتھ چلے گئے ۱۰ اخلیفے۔اگلے آدمی کا ستیاناس۔اُس نے کارڈ جاری کیے ۵۰۰، کھانا بنایا ۷۰۰ کا، بندے آ گئے ۱۰۰۰ (ایک ہزار)۔یہ تو بے عزتی ہے، باعثِ ایذاء ہے، یہ بھی ناجائز ہے۔

دین تو سارا ادب ہی ادب ہے!

ایک حدیث آپ کو سنا دیتا ہوں بخاری شریف کی۔موتی ہے آپ کے لیے، پلے باندھنا۔یہ سودے انشاء اللہ اسی دکان سے ملیں گے۔یہ تقریریں آپ کو یہیں ملیں گی۔ اللہ کے نبی کو ایک آدمی نے دعوت دی، آپ علیہ السلام تشریف لے گئے دعوت پر، ایک

آدمی آپ کے ساتھ ہولیا، جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو آپ نے میزبان سے ایک بات کہی۔ آپ نے فرمایا میزبان سے:

إن هٰذا الرجل قد تبعنا......

ہم آپ کے پاس آ رہے تھے یہ شخص ہمارے پیچھے پیچھے تیرے پاس آ گیا ہے۔

إن شئت أن تأذن لهٗ فاذن......

اگر چاہو تو اجازت دے دو اس کو، یہ ہمارے ساتھ رہے گا، کھانا کھائے گا:

وإن شئت أن ترجع ...... [1]

اگر تم چاہو تو یہ واپس چلا جائے، میں اسے واپس بھیج دیتا ہوں۔

یہ ہیں آداب، اُس شخص نے کہا: اے اللہ کے نبی! اس کو اجازت ہے۔ تب آپ علیہ السلام نے اس کو کھانے پہ بٹھایا۔ یہ آداب ہیں۔ اور ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے؟ اچھے اچھے معزز لوگ، کھاتے پیتے لوگ، کوئی افسر آ گیا سرکاری، کوئی حکمران آ گیا، کسی کا کوئی بڑا مہمان آ گیا، بلایا گیا ۵۰ آدمی کو پہنچ جاتے ہیں اَسی (۸۰)، یہ چیزیں ہمارے دین کے خلاف ہیں۔

اَلدِین کُلُّهٗ ادب ......

دین تو سارا آداب کا نام ہے۔

ہمارا نبی ﷺ ہمیں ہر چیز سکھاتا ہے

دین ادب سکھاتا ہے، گفتگو کے بھی آداب ہیں، بولنے کی بھی آداب ہیں، سننے کی بھی آداب ہیں، کھانے کے بھی آداب ہیں، پینے کے بھی آداب ہیں، مہمان بننے کے بھی آداب ہیں، مہمان نوازی کے بھی آداب ہیں، میزبانی کے بھی آداب ہیں، اور یہ سارے آداب مؤدبِ اعلیٰ، معلّم اعظم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سکھلائے ہیں۔ ہمارا دین تو سکھلانے والا ہے۔ یہودیوں نے طعنہ دیا حضرت سلمان

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب الرجل یدعیٰ إلی الطعام فیقول ہذا معی، صفحہ نمبر ۸۲۱۔ قدیمی کتب خانہ

فارسی رضی اللہ عنہ کو، کہ تمہارا نبی تو تمہیں استنجے کا طریقہ بھی سکھاتا ہے۔ فرمایا ہاں ہاں!!

إنّ نبيّنا يعلّمنا كل شيءٍ ......

ہمارا نبی ہر چیز ہمیں سکھاتا ہے۔ ہر چیز سکھاتا ہے۔

آپ ﷺ نے ہمیں یہ بھی سکھایا ہے......

أن لا نستنجي باليمين......[1]

ہم دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کیا کریں۔ حضور ﷺ نے یہ سکھلایا ہے۔

آج کہتے ہیں جی دنیا چاند پر پہنچ گئی اور مولوی استنجے کی باتیں کرتے ہیں۔ چلو جب تم چاند پہ پہنچتے ہو تو تمہیں استنجے کی ضرورت اور حاجت پیش نہیں آتی؟ مولوی استنجے کی بات نہ کریں؟ حضور علیہ السلام نے کی ہے بات، **ان لا نستنجي باليمين......** دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کریں۔ ہڈی کے ساتھ استنجا نہ کریں، گوبر سے استنجا نہ کریں اور قبلہ کی جانب منہ یا پشت کر کے قضائے حاجت نہ کریں۔ فخر سے کہا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے، ہمیں ہمارا نبی ہر چیز سکھاتا ہے۔ اور علماء کو بھی ہر چیز سکھانی چاہئے۔ یہ آداب میں سے ہے۔ تو یہ بھی ادب ہے۔ بلایا گیا ہے؟ جی بلایا گیا ہے۔ دروازہ کھلا، حضور علیہ السلام تشریف لے گئے۔ استقبال ہوا۔

باقی بالباقی۔

......☆......

1۔ الصحیح لمسلم، جلد اول باب الاستطابہ، صفحہ نمبر ۱۳۰۔ قدیمی کتب خانہ

معجزۂ معراج النبی ﷺ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ .صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. سُبۡحَانَ الَّذِیۡۤ أَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ إِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصٰی الَّذِیۡ بَارَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا إِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ. [بنی اسرائیل: ۱/۱۷]

وقال فی موضعٍ اٰخر: وَالنَّجۡمِ إِذَا ھَوٰی. مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی. وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی. إِنۡ ھُوَ إِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی. عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی. ذُوۡمِرَّۃٍ فَاسۡتَوٰی. وَھُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی. ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی. فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ أَوۡ أَدۡنٰی. فَأَوۡحٰی إِلٰی عَبۡدِہٖ مَآ أَوۡحٰی. [النجم: ۵۳/ ۱ تا ۱۰]

وقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: مررتُ بموسٰی لیلۃ اسرٰی بی عند الکثیب الأحمر فاذا ھو قائم یصلی فی قبرہٖ.

او کما قال رسول اللہ ﷺ[1]

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علیٰ ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ کمابارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! آج رجب المرجب کی ۲۳ تاریخ ہے۔ رجب المرجب کے بارے میں محققین کا قول یہ ہے کہ اس مہینہ کی ۲۷ ویں شب رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزۂ معراج رونما ہوا۔ ویسے معراج کے بارے میں بعض سیرت نگاروں نے یہ لکھا ہے کہ معراج ہجرت سے ۵ ماہ پہلے ہوا۔ بعض نے لکھا ۶ ماہ پہلے ہوا۔ بعض نے لکھا ۱۱ ماہ پہلے ہوا۔ پھر مہینے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا کہ آپ علیہ السلام کو معراج ربیع الاول میں کرایا گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ربیع الثانی میں کرایا گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جمادی الاولیٰ میں کرایا گیا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جمادی الثانی میں کرایا گیا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ رجب میں کرایا گیا۔

معجزے کی غرض وغایت

بہرحال معراج حضور علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ جیسے آپ ﷺ کے معجزات میں سے قرآن کریم ایک معجزہ ہے اور سینکڑوں معجزات آپ ﷺ سے منقول ہیں۔

پتھروں کا کلمہ پڑھنا آپ ﷺ کے ہاتھ میں، یہ معجزہ ہے۔

آپ ﷺ کے لئے درخت کا زمین کو پھاڑ کر آجانا یہ بھی آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

1۔ الصحیح لمسلم جلد دوم باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام صفحہ نمبر ۲۶۸۔ قدیمی کتب خانہ

بادل کا سایہ کرنا، یہ بھی آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

رحمتِ دوعالم ﷺ کا دشمنوں کے قاتلانہ حملوں سے محفوظ رہنا، یہ آپ کا معجزہ ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ کو کھانے کی آواز سنائی دینا، تسبیح کی آواز سنائی دینا یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

جانور کا بولنا آپ ﷺ سے، یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

اونٹوں کا آپ ﷺ سے کلام کرنا، یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ کے لیے سفر کا جلدی طے ہو جانا، یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

آپ ﷺ کے سینکڑوں نہیں ہزاروں معجزات ہیں۔ اور معجزہ امت کو اس لئے دِکھلایا جاتا ہے تاکہ نبی کی صداقت اور سچائی زمین والوں پر کھل جائے، واضح ہو جائے، جو کام عام انسان سے نہیں ہو سکتا، باری تعالیٰ وہ کام اپنے نبیوں سے کرا دیتے ہیں۔ تاکہ نبی اور غیر نبی کا دنیا کو فرق محسوس ہو جائے۔

جادوگروں نے رسیاں ڈالیں، خیال میں وہ سانپ محسوس ہونے لگیں۔ حقیقت اُن کی سانپ نہیں تھی۔ قرآن نے تو تخیل کے الفاظ کہے ہیں، خیال میں وہ سانپ محسوس ہوتی تھیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عصا مبارک ڈالا تو وہ حقیقت میں سانپ بن گیا اور سانپ بن کر ان کی رسیوں کو کھانے لگ گیا، نگلنے لگ گیا، جادوگروں کے سامنے یہ حقیقت کھل گئی۔ جو کچھ ہم نے کیا یہ جادو ہے اور جو کچھ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کیا وہ اللہ کی قدرت ہے۔ یہ انسانی بس کی بات نہیں ہے۔ یہ انسان کے بس اور ہمت میں نہیں ہے۔ انسان کے بس میں کیا ہے؟ کہاں ہے؟ لاٹھی میں پھینکوں تو لاٹھی ہی رہے گی، یہ سانپ کیسے بن سکتی ہے؟ لیکن یہی نبی کی پہچان ہوئی کہ عام آدمی لاٹھی پھینکے گا لاٹھی ہی رہے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی پھینکی وہ سانپ بن گیا۔ جادوگروں کے دوڑتے ہوئے سانپ دِکھلائے لیکن وہ حقیقت میں سانپ نہیں تھے۔ صرف سانپ کا خیال اور تصور آتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جو لاٹھی ڈالی وہ حقیقت میں سانپ بن گئی۔ یہی وجہ ہے کہ جادوگر اِس حقیقت کو

سمجھ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر خدائی قدرت کا ظہور ہوا ہے۔ یہ انسانی بس کی بات نہیں ہے۔ اس وجہ سے فوراً جادوگر سجدے میں گر گئے۔ اللہ کے حضور انہوں نے سجدہ کیا۔ گویا فرعونی لشکر ہار گیا اور موسیٰ علیہ السلام جیت گئے۔ اور اس فرعونی لشکر نے خدائی لشکر اور موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ یہی جادوگر تھے جو کل یہ کہہ رہے تھے:

ءَ إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ. [الشعراء: ۲۶/ ۴۱]

اگر ہم غالب آ گئے، تو کیا ہمیں کوئی اجر ملے گا، اجرت ملے گی؟

فرعون سے کہہ رہے تھے، تو فرعون نے جواب میں کہا تھا، ہاں:

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ. [الشعراء: ۲۶/ ۴۲]

اگر تم موسیٰ (علیہ السلام) کو ہرا دو تو تم میرے مقرب بن جاؤ گے، تم میرے قریبی بن جاؤ گے، وہی جادوگر خدائی قدرت کو دیکھ کر سجدے میں گر گئے۔ انہیں فرعون کی لالچ حق بات کے ماننے سے نہ روک سکی۔ اب فرعون نے ان کے اوپر بجائے لالچ کے خوف اور رُعب ڈالنا چاہا۔ کہنے لگا:

وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ ...... [طٰہٰ: ۲۰/ ۷۱]

میں تمہیں کھجور کے تنوں پر پھانسی لٹکا دوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون نے پھانسی کی دھمکیاں دیں لیکن یہ حق دیکھ چکے تھے، مان گئے۔ یہ معجزے کا فائدہ ہوا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ دیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادرزاد اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے، وہ بینا ہو جاتا۔ اور مُردے کی قبر کے اوپر قم باذن اللّٰہ پڑھتے وہ زندہ ہو جاتا۔ طبیب، ڈاکٹر اور حکیم اکٹھے ہوئے۔ انہوں نے دیکھا مادرزاد اندھے کا علاج طب میں نہیں ہے۔ آج بھی باوجودیکہ ٹیکنالوجی اور سائنس اپنے عروج پر ہے مادرزاد اندھے کا علاج دریافت نہیں ہو سکا۔ دنیا کے کسی خطے میں مادرزاد اندھے کا علاج نہیں ہے۔ مادرزاد اندھا ٹھیک نہیں کیا جا سکتا، اور اس جدید، سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں بھی مُردے کو زندہ نہیں کیا جا سکتا، اور نہ کیا جا

سکے گا۔ یہ اللہ کا نظام ہے۔ یہ تو ان لوگوں نے کرلیا کہ آدمی کی فوٹوسٹیٹ تیار کرلی۔ یہ ترقی یافتہ ملکوں میں ہورہا ہے۔ لوگ اپنا مادۂ منویہ سٹور کروادیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں ہمارے مرنے کے بعد کسی رحمِ مادہ میں ٹیوب کے ذریعے یہ مادہ منویہ رکھوا دیا جائے۔ ڈاکٹر اس کے اوپر محنت کرتے ہیں، اسی شکل کا انسان پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور یہ بھی کچھ عجوبہ نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوالات، حضور ﷺ کے جوابات

حضور علیہ السلام سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تھا جب وہ کلمہ پڑھنے کے لیے حضور علیہ السلام کی خدمت میں آئے، آپ ﷺ کا امتحان بھی مقصود تھا، اس لئے کہ عبداللہ بن سلام معمولی انسان نہیں، یہودیوں کے بڑے عالم تھے، تورات کے حافظ تھے، انہیں تورات ساری زبانی یاد تھی۔ پوچھا:

ما اوّل طعام أهل الجنّة...... [1]

جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہوگا؟...... جنتیوں کو اللہ پہلی مہمانی کون سے کھانے کی مرحمت فرمائیں گے؟ اور دوسرا ارشاد فرمایا کہ وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے بچہ کبھی باپ کی شکل بنتا ہے اور کبھی ماں کی شکل بنتا ہے؟ حضور علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا:

أخبرنی جبرائیل انفًا......

ابھی ابھی مجھے جبرائیل نے اِن سوالوں کا جواب بتایا ہے، ابھی ابھی بتلایا ہے۔ سمجھے نہیں بات، یہ حدیث کے لفظ ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے:

أخبرنی جبرائیل انفًا......

ابھی مجھے جبرائیل نے بتلایا ہے۔ سمجھ میں آیا کہ پہلے سے اس چیز کا علم نہیں تھا۔ ابھی ابھی بتلایا۔ عالم الغیب نہ ہوئے۔ عالم الغیب اللہ کی ذات ہے۔ اللہ کے بارے میں

1۔ صحیح البخاری جلد اول کتاب الانبیاء باب خلق آدم وذریتہٗ صفحہ نمبر ۴۶۹، صحیح البخاری جلد اول باب بلاترجمہ صفحہ نمبر ۵۶۱ قدیمی کتب خانہ

کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کو ابھی پتہ چلا ہے۔

کان اللہ علیمًا......

قرآن کہتا ہے اللہ پہلے سے جانتے ہیں۔ اللہ پہلے سے ہی جانتے ہیں۔ اوّل سے جانتے ہیں۔ ماضی، حال، مستقبل میرے اور آپ کے لئے ہے، اللہ کے لیے سب علم برابر ہیں۔ اللہ کو جیسے حال کا پتہ ہے ایسے ہی ماضی کا اور ایسے ہی مستقبل کا پتہ ہے۔

أخبرنی جبرائیل آنفًا......

ابھی ابھی جبرائیل نے بتلایا مجھ کو۔

اوّل طعام أھل الجنة کبد حوت......

جنتیوں کا پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی ہے۔ کوئی اتنی سی مچھلی تھوڑی ہو گی کہ اس کی معمولی سی کلیجی ہو، وہ تو جنت کی مچھلی ہے۔

لا عینٌ رأت ولا اذنٌ سمعت ولا خطر علی قلب بشر...... [1]

آج تک کسی آنکھ نے جنت کی نعمتوں کو نہیں دیکھا۔ اور جنت کی نعمتوں کا تذکرہ نہیں سنا اور کسی آدمی کے دل پر جنت کی نعمتوں کا کھٹکا تک نہیں گزرا۔ پتہ نہیں وہ کتنی بڑی مچھلی ہو گی! اور کتنی بڑی اس کی کلیجی ہو گی؟ اور کتنی شاندار اور کتنی مزے دار ہو گی!...... جنت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں پر قیاس نہیں کر سکتے۔ جنت کے پانی کا ایک گھونٹ اگر کوئی دنیا میں پی لے یا آخرت میں پی لے:

لا یظمأ بعدہٗ أبدًا......

اس کو پوری زندگی کا ابدالآباد تک کوئی پیاس نہیں لگے گی۔ اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

دوسرا فرمایا، حضرت! بچہ باپ کی شکل کیوں ہوتا ہے؟ اور ماں کی شکل کیوں ہوتا ہے؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا:

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب ماجاء فی صفة الجنة صفحہ ۴۶۰۔ قدیمی کتب خانہ

إذا سبق ماء الرجل ماء المرأة انتزع إليها......

رحم میں عورت کا پانی بھی پہنچتا ہے اور مرد کا پانی بھی پہنچتا ہے۔ اگر مرد کا پانی پہلے چلا جائے تو بچہ مرد کی شکل ہے، اور اگر رحم میں عورت کا پانی پہلے پہنچ جائے تو بچہ عورت کی شکل۔ تو دیکھئے اصول تو اللہ کے نبی ﷺ نے ۱۴ سو سال پہلے بتلا دیئے۔ اب سائنس نے کی اس پر محنت، اور محنت کر کے انہوں نے مصنوعی طریقے سے باپ جیسا بیٹا بنانے کی کوشش کی، بنانے والے تو اللہ ہیں لیکن کوئی آدمی آج تک موت کا علاج دریافت نہیں کر سکا۔ کہ کسی مردہ کو زندہ کر لیں۔ نہ مادرزاد اندھے کا علاج دریافت ہوا اور نہ ہی مردے کو زندہ کرنے کا کوئی علاج اور نسخہ دریافت ہوا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے چار مُردے زندہ کر دیئے

لیکن آج سے دو ہزار سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردے سے کہتے:

قم بإذنِ الله......

تو وہ اُٹھ کے بیٹھ جاتا۔ کہتے ہیں ۴ مُردوں کو عیسیٰ علیہ السلام نے زندہ کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی قبر پر گئے اُسے فرمایا **قم باذن الله**، وہ اٹھ کے کھڑا ہو گیا۔ پوچھا: **أقامت القيامة ؟** قیامت قائم ہو گئی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں۔ کہا پھر مجھے رہنے دو۔ اللہ نے دوبارہ موت دے دی، دوبارہ فوت ہو گئے [1] حضرت سام۔

ایک بڑھیا تھی بے چاری، اس کا ایک ہی بیٹا تھا اور وہ مر گیا۔ روتی ہوئی عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آ گئی۔ اُسے کہا: **قم باذن الله**، وہ زندہ ہوا، جوان ہوا، شادی ہوئی اور اُس کے بچے ہوئے اور ایک عیسیٰ علیہ السلام کا دوست ہوا۔ وہ فوت ہوا۔ اسے فرمایا **قم باذن الله**، وہ بھی زندہ ہو گیا۔ کچھ دن زندہ رہا۔ ایک اور آدمی تھا۔

میں معجزہ کی حقیقت آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ معجزہ نبی کو کیوں ملتا ہے؟

1۔ تفسیر روح المعانی جلد دوم تفسیر سورۃ آل عمران (أحي الموتى باذن الله) صفحہ ۱۶۹۔ مکتبہ امدادیہ ملتان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزے ملے۔ اطباء نے، ڈاکٹروں نے، آج کے سائنس دانوں نے، انجینئروں نے، ٹیکنالوجی والوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ کام عام آدمی کے ہاتھ پر صادر نہیں ہوسکتا۔ یہ کام مخلوق نہیں کرسکتی۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پہ ہورہا ہے تو معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور یہ کام اللہ کروارہا ہے۔

معجزہ اللہ کی طرف سے نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے

معجزہ نبی کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ معجزہ اللہ کی قدرت ہوتا ہے۔ اللہ کی طاقت ہوتی ہے۔ البتہ نبی پہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ اب کچھ لوگ کہیں گے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ معجزہ نبی کے ہاتھ میں نہیں ہوتا؟ اس کی دلیل یہ ہے کہ معجزہ اگر نبی کے ہاتھ میں ہوتا تو ہر وقت ظاہر ہوتا۔ اللہ کے نبی سے ہر وقت، ہر معجزہ ظاہر ہوتا۔ لیکن ایسا نہیں۔

حدیبیہ میں پانی نہیں ہے، انگلیاں برتن میں رکھیں، معجزہ ظاہر ہوگیا۔ ان انگلیوں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔[1] اور حضور علیہ السلام کے صحابہؓ نے سیر ہو کے پانی پی لیا۔ معجزہ ظاہر ہوا ہے۔ دوسرے جنگی سفر ہوئے، جہادی سفر ہوئے، صحابہؓ فرماتے ہیں ایک سفر میں پانی ختم ہوگیا۔ پانی نہیں تھا۔ سارے پیاسے بلک رہے ہیں، سارے پیاس سے پریشان ہیں۔ اب انگلیوں سے پانی نہیں نکلا۔ اب نہیں نکلا انگلیوں سے پانی۔ وہاں نکلا تھا انگلیوں سے پانی۔ انگلیوں سے پانی کا نکلنا ایسا پانی ہے جو نہ آسمان سے اترا، نہ زمین سے نکلا۔ اور دنیا میں کوئی پانی ایسا نہیں جو نہ آسمانی ہو نہ زمینی ہو، یہ ایسا پانی ہے جو نہ آسمانی ہے نہ زمینی ہے۔ یہ معجزہ ہے۔ پہلی بات ثابت ہوئی کہ یہ معجزہ ہے۔ معجزے کی حقیقت ہے۔ پھر یہاں ظاہر ہوا وہاں ظاہر نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ آپؐ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ورنہ وہاں بھی ظاہر ہوتا۔ وہاں بھی بعینہٖ یہی معجزہ ظاہر ہوتا۔ لیکن بعینہٖ یہی معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔ سبق ملا کہ معجزہ کس کے ہاتھ میں ہے؟ اللہ کے!! جب چاہیں ظاہر کروادیں۔

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب علامات النبوۃ صفحہ ۵۰۴، ۵۰۵۔ قدیمی کتب خانہ

حضور ﷺ کا ایک اور مبارک معجزہ

یہی حال کرامت کا ہے۔ وہاں ایک اور معجزہ ظاہر ہوا، وہ معجزہ یہ کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو بھیجا جاؤ پانی ڈھونڈ کے لاؤ، تلاش کر کے آؤ۔[1] ڈھونڈتے رہے بے چارے، کہیں سے پانی نہیں ملا۔ ایک عورت ایک اونٹ پر پانی کے دو مشکیزے بھر کر آ رہی تھی۔ اُس کو پکڑ لیا۔ اس سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ یہ کافرہ تھی۔ اس نے کہا کل اس وقت میں چشمے پر تھی۔ یعنی کل اِس وقت میں نے پانی بھرا تھا اور ایک دن کی مسافت طے کر کے یہاں پہنچی ہوں۔ اُسے گرفتار کیا۔ کافرہ جو تھی، حالتِ جنگ تھی، اسے گرفتار کیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا، میرے صحابہ! جس کو جتنا پانی درکار ہے، اِن مشکیزوں میں سے پانی بھر لو۔ صحابہ کہتے ہیں ہم میں سے پورے قافلے نے جس کے پاس جتنے برتن تھے، ہم نے سب پانی سے بھر لئے۔ خود بھی پانی سیر ہو کے پی لیا۔ پھر ہم نے اپنے اونٹوں کو بھی پانی پلا لیا۔ سٹور بھی کر لیا۔ وہ مائی کہتی ہے میں نے پلٹ کے دیکھا میں تو بڑی پریشان تھی، لیکن جب میں نے پلٹ کے دیکھا تو میرے مشکیزوں میں یوں لگتا تھا ایک قطرہ پانی کا اِن سے نہیں نکلا، ایک قطرہ بھی نہیں نکلا۔ پھر اللہ کے نبی ﷺ نے حکم فرمایا اِس کے لئے کچھ جمع کرو، گویا آپ ﷺ اُس کو قیمت اور معاوضہ ادا کر رہے ہیں پانی کا۔ صحابہؓ نے اپنی اپنی بساط کے مطابق جس کے پاس جو تھا جمع کیا، اس نے اپنے کپڑوں سے گٹھڑیاں باندھیں، اونٹ پہ رکھیں، اپنی بستی میں پہنچی اور بستی میں پہنچ کر بستی والوں کو اطلاع دی۔ اس عورت نے جا کر حضور ﷺ کے اوصاف بتلائے، پوری بستی اِس ایک عورت کی وجہ سے مسلمان ہو گئی۔ تو دو باتیں ثابت ہو گئیں، معجزہ حق ہے، نمبر ۲: معجزہ نبی کے ہاتھ پہ ظاہر ہوتا ہے، مُظہر اللہ کی ذات ہے، مُظہَر نبی ہوتے ہیں۔

معراج بھی ایک معجزہ ہے۔ سبحان الذی اسریٰ ...... مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا طویل سفر، دور دراز کا سفر، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ایک

1۔ صحیح البخاری جلداول باب علامات النبوۃ صفحہ نمبر ۵۰۴، قدیمی کتب خانہ

تھوڑے سے حصے میں طے فرما گئے۔ یہ اِسریٰ ہوا، اور بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں اور عرش معلیٰ اور جنت کا سفر اور پھر واپسی، یہ معراج ہوئی۔ یہ حدیث سے ثابت ہے۔ یہ سارا کچھ رات کے ایک حصے میں ہو گیا۔ اس کی تفصیل آئندہ کبھی عرض کروں گا۔ لیلاً نکرہ ہے پوری رات نہیں رات کا کچھ حصہ، وہ حصہ جتنا تھا آپؐ نکلے کنڈی ہل رہی تھی تو ہلتی رہی، پانی جب بہہ رہا تھا تو جہاں پانی تھا وہیں رہا۔ یہ سب کچھ ہو گیا آپ واپس بھی تشریف لے آئے۔ یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ بیان میں عرض کروں گا کہ یہ معجزہ کیسے رونما ہوا اور کیسے ظاہر ہوا۔ اس معجزے پر اعتراضات کیے گئے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ وہ اعتراض خود کافور ہو گئے، دور ہو گئے، ختم ہو گئے۔ اب اس معجزے کے انکار کا کوئی ثبوت نہیں رہا۔ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

معراج النبی ﷺ...... پہلے آسمان تک

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ .صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا إِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. [بنی اسرائیل: ۱۷/۱]

وقال فی موضعٍ اٰخر: وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَةً اُخْرٰی. عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَھٰی. عِنْدَھَا جَنَّةُ الْمَأْوٰی. إِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی. مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی. لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی.[النجم: ۵۳/۱۳ تا ۱۸]

وقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثم عرج بی إلی السماء. او کما قال رسول اللہ ﷺ.

صدق اللّٰہ ورسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! گذشتہ ۲ مجلسوں میں رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر اسریٰ اور معراج کی حکمتیں آپ حضرات کے سامنے عرض کی تھیں۔ بات یہاں تک پہنچی تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیت المقدس سے آسمانوں پر بلایا، اور آپ پہلے آسمان پر جب پہنچے جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے، جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، آسمان کے فرشتوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ جبرائیل امین نے فرمایا: میں جبرئیل ہوں۔ انہوں نے پوچھا: **من معک**؟ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا: یہ محمد ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ خاتم النبیین ہیں۔ فرشتے نے تیسرا سوال کیا: **ھل ارسل إلیہ**...... انہیں بلایا گیا تھا؟ جبرائیل نے جواب دیا، جی انہیں بلایا گیا ہے۔ دروازہ کھولا گیا۔ حضور علیہ السلام آسمان پہ تشریف لائے۔ پہلے آسمان پہ قدم رکھا، فرشتوں نے استقبال کیا۔

مرحبًا بالنّبیّ الصالح، مرحبًا بأخ الصّالح......

اللہ کے فرشتوں نے کہا مرحبا، نیک صالح پیغمبر، مرحبا۔ مرحبا نیک وصالح بھائی مرحبا۔ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے آسمان پہ قدم تھا۔ اللہ کے نبی اس پہلے آسمان پہ پہنچے تو آپ علیہ السلام کی ملاقات یہاں سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔

حضرت آدم علیہ السلام پہلے آسمان پہ موجود تھے۔اس میں کیا حکمت ہے کہ آدم علیہ السلام پہلے آسمان پر موجود ہیں؟ بظاہراس میں حکمت یہ نظر آتی ہے کہ آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں، آدم علیہ السلام پوری کائنات کے انسانوں کے ابا ہیں، والد ہیں، نسل انسانی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے چلائی۔تو گویا کہ باری تبارک وتعالیٰ نے پوری انسانیت کی طرف سے انسانیت کے بڑے اوران تمام انسانوں کے باپ اوردادا حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو پہلے آسمان پر بھیج کر حضورعلیہ السلام کا استقبال کروایا۔اللہ کے نبی ﷺ کوخوش آمدید کہلوایا۔حضرت آدم علیہ السلام سے جب ملاقات ہوئی تو سیدنا آدم علیہ السلام کے دائیں اور بائیں اُن کی اولاد تھی۔ذریتِ آدم تھی۔لیکن آدم علیہ السلام کے دائیں، آپ کی نسل اور ذریت میں سے وہ لوگ تھے جنہوں نے جنت میں جانا ہے، جو نیک بخت بننے ہیں، جنہوں نے اللہ کی فرمانبرداری کرنی ہے، اطاعت کرنی ہے۔اورآدم علیہ السلام کے بائیں وہ لوگ تھے جو آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور اللہ نے ان کے جہنمی ہونے کا فیصلہ فرمایا۔دوزخی ہونے کا فیصلہ فرمایا۔اس لئے حضرت آدم علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، اللہ کے نبی کا استقبال کیا، آپ کوخوش آمدید کہا، مـرحبًـا بـابن الصالح ،فرمایا، پیارے بیٹے ، نیک بیٹے مرحبا، دائیں دیکھتے تو خوش ہو جاتے، مسکرا دیتے، ہنس پڑتے، بائیں دیکھتے تو غمگین ہو جاتے، پریشان ہوتے، روتے، گویا یہ حضرت آدم علیہ السلام کی شفقت تھی کہ جب اپنی اچھی اولاد کو دیکھتے تو خوش ہوتے اور جب اپنی بُری اولاد کو دیکھتے تو پریشان ہوتے۔یہی انسان کی فطرت ہے اگر کسی آدمی کی اولاد اچھی اور نیک ہو جائے تو وہ اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے، وہ اولاد خوشی کا ذریعہ ہوتی ہے، اور اگر کسی آدمی کی اولاد خراب ہو جائے تو وہ اولاد دُکھ کا ذریعہ ہوتی ہے، وہ اولاد پریشانی کا ذریعہ ہوتی ہے۔قرآن کریم میں نیک اولاد کو اللہ نے آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا.[الفرقان: ۲۵/۷۴]

یہ دعا تلقین فرمائی۔ربنا: اے ہمارے رب! ھب لنا ، ’’ہمیں عطا فرما دیجیے‘‘

من ازواجنا ، ہماری بیویاں، وذریاتنا اور دیجئے ہمیں ہماری اولادیں **قرۃ اعینٍ** جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں، **وجعلنا للمتقین اماما**...... تو اچھی اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ تو آدم علیہ السلام جب اپنی نیک اولاد کو دیکھتے، نیک صالح اولاد کو دیکھتے، جنت میں جانے والی اولاد کو دیکھتے تو ہنس پڑتے، مسکرا پڑتے۔ اور جب اپنی بائیں جانب دیکھتے تو رو پڑتے۔ اس لئے کہ بُری اولاد وہ دل کی قلق اور دل کا درد ہوتی ہے۔ وہ آدمی کی پریشانی کا ذریعہ ہوتی ہے۔ وہ آدمی کے دُکھ کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اس لئے دعا کی جاتی ہے، اور دعا کرنی بھی چاہئے۔ انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی دعا رہی کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے نیک اولاد کی تمنا اور آرزو کیا کرتے تھے۔ اولاد کی اصلاح کی دعا کرنا، یہ بھی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ اور یہ اولاد کے حقوق میں سے ہے۔ اللہ کی تقدیر تدبیر پر غالب آتی ہے۔ کوئی ماں باپ یہ نہیں چاہتا کہ میری اولاد خراب ہو۔ اور بعض ماں باپ تو ایسے اونچے ہوتے ہیں کہ اللہ کے نبی، ولی اور صالح...... لیکن اولادیں بگڑ جاتی ہیں۔ تو اس میں ماں باپ کا کیا قصور؟...... یہ دراصل قسمت کے فیصلے ہیں۔ اللہ نے جس کے حق میں ہدایت لکھی اُسے ہدایت لکھی اُسے ہدایت ملنی ہی ملنی ہے، اور جس کے حق میں ضلالت لکھی اُسے گمراہی ملنی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا گمراہ ہو گیا۔ آپ حضرات جانتے ہیں دو نبی ایسے ہیں، ان کی بیویاں گمراہ ہو گئیں، کافرہ ہو گئیں، غیر مسلمہ ہو گئیں، دو نبی ہیں، قرآن کریم نے دونوں کا ذکر کیا ہے،

اِمْرَاَۃَ نُوْحٍ وَّامْرَاَۃَ لُوْطٍ...... [التحریم: ۶۶/۱۰]

نوح علیہ السلام کی بیوی، لوط علیہ السلام کی بیوی......

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ...... [ایضًا]

ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔

فَخَانَتَاهُمَا......

ان دونوں نے خیانت کی، یہ ایمان کی خیانت ہے، دین کی خیانت ہے......

فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا...... [ایضًا]

دونوں نبی اپنی اپنی بیویوں کو نہ بچا سکے...... نبی نہیں بچا سکے اپنی بیویوں کو...... یاد رکھو قرآن کے الفاظ آپ حضرات کے سامنے دہرا رہا ہوں۔ ''نہ کام آ سکے دونوں نبی اپنی بیویوں سے ذرا بھی'' ...... شیئًا ، ذرا بھی......اور ادْخُلَ النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِیْنَ......رب کا اعلان ہوا کہ دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ دوزخ میں چلی گئیں۔ نبی کے بستر پہ سونے والی، نبی کی رفیقۂ حیات گمراہ ہو گئیں...... نبی نہ بچا سکا۔

''پدرم سلطان بود'' قیامت میں بے سود ہے

اس وجہ سے یہ نظریہ کہ ہم بزرگوں کی اولاد ہیں، ہم آلِ نبیؐ ہیں، ہم آلِ رسولؐ ہیں، ہم پیرانِ پیر کی اولاد میں سے ہیں، ہم فلاں بزرگ کی اولاد سے ہیں، ہم صاحبزادے ہیں، ہم سے اللہ نہیں پوچھے گا، ہم دوزخ میں نہیں جا سکتے، ہم پکے ٹھکے جنتی ہیں، یہ اسلام کا نظریہ نہیں...... یہ یہودیوں کا نظریہ ہے۔ آج پھر سے بہت سے لوگ اس گمراہی میں مبتلا ہیں، اور وہ بھی مبتلا ہیں، ان کے معتقدین اور مریدین بھی مبتلا ہیں۔ وہ کہا کرتے ہیں جناب، ہم تو بزرگوں کی اولاد ہیں، ہم تو پاکوں کی اولاد ہیں، بھائی آپ تو بزرگوں کی اولاد ہو، بھلا آپ سے بھی اللہ پوچھے گا؟...... ہاں پوچھے گا!! یہ یہودی کہا کرتے تھے، نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّاءُ ہٗ ...... [المائدہ:۲۶/۳۱]

قرآن بتلاتا ہے، وہ کہتے نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ ...... ہم اللہ کی اولاد ہیں۔ ہم اللہ کے بیٹے ہیں......ہم اللہ کے پیارے ہیں......

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ ، وہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں آگ نہیں چھوئے گی۔

اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً...... [البقرہ:۲/۸۰] ہم اگر دوزخ میں گئے بھی سہی تو چند دن کے لئے جائیں گے۔ باقی ہم نے دوزخ میں نہیں جانا، یہ کافروں والا نظریہ ہے۔

حضور ﷺ کی اپنے اقرباء کو نصیحت

اللہ نے ہر ایک سے پوچھنا ہے، ہر ایک سے سوال کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب

یہ آیت اُتری، وأنذر عشیرتک الاقربین...... تو بخاری کی روایت ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ایک رشتے دار کا نام لے کر انہیں اللہ سے ڈرایا......

یا صفیة بنت عبدالمطلب لم أغن عنک من اللّٰہ شیئا......

او صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی! میری پھوپھی، میں محمد کریم قیامت میں اللہ سے نہیں بچاسکوں گا، اپنے ایمان اور اعمال کا خیال رکھو......

یا عبدمناف لم اغن عنک من اللّٰہ شیئًا...... [1]

او میرے چچا عبد مناف (ابوطالب) قیامت میں اللہ سے نہیں بچاسکوں گا......

یا خدیجة زوجة رسول اللّٰہ لم اغن عنکِ من اللّٰہ شیئًا......

میری بیوی خدیجہ تم بھی ایمان اور اعمال کا خیال کرو، قیامت میں اللہ سے نہیں بچاسکوں گا۔

یا فاطمة بنت محمد سلونی ما شئتِ لم اغن عنک من اللّٰہ شیئًا.

او میری بیٹی فاطمہ دنیا کا جو چاہو سوال کرلو، میں تمہاری ڈیمانڈ پوری کردوں گا، اللہ سے نہیں بچاسکوں گا۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ السلام نہیں بچاسکتے، چچا کو نہیں بچاسکتے، پھوپھی کو نہیں بچاسکتے تو ہمارے اس دور کے پچھلے ادوار کے بزرگ اپنی اولادوں کو کیسے بچائیں گے؟ کوئی نہیں بچاسکتا۔

کیا نبی مختارِ کل ہوتے ہیں؟

کچھ لوگ کہا کرتے ہیں کہ جناب نبی تو مختارِ کل ہوتے ہیں، جسے چاہا جنت میں ڈال دیا، جسے چاہا دوزخ میں ڈال دیا، جسے چاہا بچالیا، جسے چاہا ڈبا دیا، جسے چاہا روزی دے دی، جسے چاہا روزی سے محروم کردیا...... جسے چاہا یہ کردیا، جسے چاہا وہ کردیا...... یہ بھی جہالت ہے۔ مختارِ کل کون ہے؟ اللہ ہے!! اگر نبی مختارِ کل ہوتے تو بیویوں کو بچاتے......

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب وأنذر عشیرتک الاقربین کتاب التفسیر صفحہ نمبر ۷۰۲۔ قدیمی کتب خانہ
الصحیح لمسلم جلد اول باب دعاء النبی ﷺ لامتہٖ الخ صفحہ نمبر ۱۱۴۔ قدیمی کتب خانہ

بیویوں کونہیں بچا سکے نبی۔حضرت لوط علیہ السلام سے اللہ نے فرمایا، لوط کا قصہ قرآن کریم میں موجود ہے۔لوط علیہ السلام کو اللہ نے ایسی قوم کی طرف مبعوث فرمایا، کانوا یعملون السّیّئات،[ھود:۱۱/۷۸] جو بدکردار تھی۔

اِنَّکُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ .[الاعراف: ۷/۸۱]

ہم جنس پرست تھے، آج پھر سے یورپ کی یلغار آپ پر مسلط ہے، اور اب آپ کے ملکوں میں ہم جنس پرستی کا قانون بنانے کی بھی کوشش کی جارہی ہے، کہ یہ ٹھیک ہے ہونا چاہئے۔لڑکا لڑکے کے ساتھ شادی کرے، لڑکی لڑکی کے ساتھ شادی کرے، اور یورپ کے بہت سے ملکوں میں اس کی اجازت ہے، اور وہاں باقاعدہ لڑکوں کی لڑکوں کے ساتھ شادیاں، لڑکیوں کی لڑکیوں کے ساتھ شادیاں، یہ لواطت اور اغلام بازی، بدکاری، بے حیائی اس کو جائز قرار دے رہے ہیں اور آج قوم پھر اس میں مبتلا ہے۔ایسے لوگوں کو میڈیا پہ لایا جارہا ہے۔ترغیب دی جارہی ہے، ماحول سازگار بنایا جارہا ہے، مضامین چھپ رہے ہیں تو سن لو! یہ قرآن نسخۂ ہدایت ہے، یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نسخۂ کیمیا ہے، پچھلی امتوں کے حالات اللہ نے عبرت کے لیئے ذکر فرمائے۔تذکرۃً وعبرۃً ، یہ نصیحت ہی نہیں، عبرت بھی ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی...... [النّٰزعٰت: ۷۹/۲۶]

ڈرنے والوں کے لیے عبرت ہیں۔قرآن کہتا ہے:

اَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ......

لڑکوں کے پاس جاتے ہو، عورتوں سے شادیاں نہیں کرتے؟ یہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تھی، لوط علیہ السلام نے انہیں بڑا سمجھایا۔اس بدکار قوم کو بڑا سمجھایا لیکن قوم بدکار تھی۔باز نہ آئی۔نتیجہ کیا نکلا؟......اللہ نے امتحان لیا، فرشتے بھیجے، یہ فرشتے انسانی شکل میں آئے، انسانی شکل میں، خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے۔بے ریش اور بغیر داڑھی والے بچوں کی شکل میں آئے، حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں یہی فرشتے پہلے ابراہیم

علیہ السلام کے پاس گئے۔آج قوم کے ہر درد کا علاج قرآن میں موجود ہے۔قرآن کے دروازے پہ آ ؤنا! قرآن پڑھتے کوئی نہیں،قرآن سے پوچھو،قرآن کیا کہتا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے اور ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی انسانی شکل میں گئے۔ابراہیم علیہ السلام عام نبی نہیں۔ جدالانبیاء ہیں۔۶ ہزار نبیوں کے باپ ہیں۔ایک روایت کے مطابق ۴ ہزار نبیوں کے ابا ہیں۔ابراہیم علیہ السلام کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں آیا جو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہ ہو۔تمام کے تمام نبی ذریتِ ابراہیم ہیں۔حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔حضور علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔لیکن عالم الغیب وہ بھی نہیں تھے۔ نہیں پہچان سکے یہ انسان ہیں یا فرشتے ہیں۔نہیں پہچان سکے۔قرآن کہتا ہے یہ مہمان آئے،آپ گھر چلے گئے......

فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ...... [الذّٰریٰت: ۲۶/۵۱]

ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی

ایک بچھڑا گھر میں کھڑا تھا،مہمان نواز تو تھے ہی ابراہیم علیہ السلام، بھائی مہمان نوازی بھی دین اور اسلام کا خاصہ ہے۔مغرب اور یورپ کی ثقافت میں مہمان نوازی بھی کچھ نہیں۔وہاں خود غرضی ہے۔طمع ہے،لالچ ہے،ہر ایک کام میں لالچ ہے۔کوئی کسی کو کھانا نہیں کھلاتا،نہ کھانا کھلانے کے لئے تیار...... یہ ایثار صرف اسلام میں ہے۔میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ ......[1]

اللہ پہ ایمان ہے،قیامت پہ ایمان ہے،مہمان کا اکرام کرو۔مہمان کو کھانا کھلاؤ۔ مہمان کو پانی پلاؤ،مہمان کو بستر دو،مہمان کو چارپائی دو،مہمان کو ٹھکانہ دو، ہر مہمان کی خدمت کرو۔ابراہیم علیہ السلام کا معمول یہ تھا۔

ما تغذيت وما تعشيت إلّا من ضيف......

1۔صحیح البخاری جلد دوام باب اکرام الضیف ،الخ صفحہ نمبر ۹۰۶۔قدیمی کتب خانہ

نہ صبح کا کھانا مہمان کے بغیر کھاتے نہ شام کا کھانا مہمان کے بغیر کھاتے۔ صحابہؓ میں بھی مہمان نوازی کا رواج تھا۔ آج یہ دینی عادت اور سنت بھی مٹتی چلی جارہی ہے مہمان نوازی کی۔ ابراہیم تو مہمان نواز تھے، گھر گئے، بچھڑا کھڑا تھا، اُس کو ذبح کر دیا۔ بیوی سے کہا جلدی کرو روسٹ کردو بچھڑا، روسٹ کر دیا، دیر نہیں لگائی۔

کیا پیغمبر عالم الغیب ہوتا ہے؟

قرآن کہتا ہے:

فَرَاغَ اِلٰی اَھْلِہٖ...... [الذّٰریٰت: ۲۶/۵۱]

چپکے سے اپنے گھر کی طرف چلے گئے، چپکے سے، بغیر بتائے...... یہ نہیں کہا روٹی تو نہیں کھاؤ گے نا؟ وہ کہتا ہے نہیں کھائیں گے۔ یہ پہلے ہی فرمارہے ہیں حضرت کھانا تو نہیں کھائیں گے! جی نہیں کھائیں گے۔ پانی تو نہیں پئیں گے؟ نہیں پئیں گے۔ یہ کوئی مہمانی کے آداب نہیں۔ گھر گئے چپکے سے اور دیر نہیں کی، بچھڑا لے کے آئے، تلا ہوا بچھڑا، روسٹ بچھڑا۔ کھانا پیش کیا،

قَالَ اَلَا تَاکُلُوْنَ...... [الذّٰریٰت: ۲۷/۵۱]

مہمانوں سے کہا، کھاتے کیوں نہیں؟...... کھاؤ نا! کیوں نہیں کھاتے؟ انکار کر دیا کھانے سے۔ انسانی شکل میں آئے ہوئے فرشتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کو پتہ نہ چلا، پتہ چل جاتا تو بچھڑا ذبح نہ کرتے۔ اگر علم میں ہو جاتا تو روسٹ کر کے نہ لاتے۔ اگر علم میں ہوتا تو سامنے نہ رکھتے۔ قرآن کہتا ہے:

فَاَوْجَسَ منھم خِیْفَۃً ...... [الذّٰریٰت: ۲۸/۵۱]

ابراہیم علیہ السلام ڈر گئے، یہ دوست ہیں، دشمن ہیں؟...... مہمان ہیں، کھانا نہیں کھاتے۔ پہلے زمانے میں لوگ نمک حلال ہوتے تھے، کھانا کھا لیتے تو نقصان نہیں کرتے تھے۔ یہ آج کے زمانے میں بے غیرتی ہے، اُسی گھر سے کھاتے ہیں اُسی گھر کو لوٹتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام ڈر گئے، کھانا جو نہیں کھا رہے، دشمن نہ ہوں۔ ڈر گئے۔ عالم الغیب ہوتے تو

ڈرتے بھی نہ۔ کیا معلوم ہوا، عالم الغیب کون ہے؟...... اللہ ہے!! ہر کسی کو عالم الغیب بناتے پھرتے ہو۔ رب کے حق پہ ڈاکا نہ ڈالو۔ اللہ کا حق نہ چھینو۔ میں قرآن سنا رہا ہوں آپ کو۔ اپنے مولوی سے کہو میرا نام لے کے گالی دیتا ہے۔ اُسے کہو کہ میرے دلائل کا جواب دے۔ ابراہیم علیہ السلام اگر عالم الغیب تھے، تو بچھڑا ذبح کیا کیوں؟...... کھانا لائے کیوں؟...... دستر خوان بچھایا کیوں؟...... خوف محسوس کیا کیوں؟...... یہ نبی علیہ السلام بھی نہیں جانتے۔ آگے چلو جب خوف کیا، **قالوا لا تخف**...... فرشتے بول پڑے، اے اللہ کے خلیل مت ڈریے، **لا تخف،** نہ ڈرو۔ ہم انسان نہیں ہم فرشتے ہیں۔ اللہ کے بھیجے ہوئے نمائندے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کیلئے فرزند کی خوشخبری

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ...... [الذّٰریٰت: ۵۱/ ۳۱]

فرمایا، اچھا فرشتے ہو، کیسے آئے ہو؟ کیسے آنا ہوا؟

دو مقاصد کے لئے آئے ہیں۔ پہلا مقصد اطلاع دینے آئے ہیں، خوشخبری دینے آئے ہیں، بشارت دینے آئے ہیں، قبولیت کی گھڑی آ پہنچی، ۹۰ سال کی عمر ہو گئی جنابِ والا کی اور اب تک جھولی خالی رہی، رب سے مانگتے رہے، رب پکاریں سنتا رہا، ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے، آج خوشخبری بھی لے کے آئے ہیں اور وہ خوشخبری یہ ہے رب آپ کو بیٹا دے گا، اولاد دے گا، صالح بچہ دے گا، حلیم بچہ دے گا، پیارا بچہ دے گا، بیٹا ہو گا؟ ...... مفسرین کہتے ہیں عمر تھی ۹۰ سال۔ بیوی کی عمر تھی ۱۲۰ سال، بیوی گھر کے صحن میں کھڑی سن رہی تھی۔

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ...... [الذّٰریٰت: ۵۱/ ۲۹]

ماتھے پہ ہاتھ مارا، کہنے لگیں عجوز عقیم، بوڑھی ہو چکی ہوں، بانجھ ہو چکی ہوں، اولاد جننے کے قابل ہی نہیں رہی، بچہ ہو گا کیسے؟ اولاد ہو گی کیسے؟ اللہ کے فرشتوں نے کہا، رب یہی تو مسئلہ سمجھانا چاہتا ہے۔ اولاد کے خزانے بھی نبی، ولی، پیرو مرشد کے پاس نہیں، رب

کے پاس ہیں۔مختارِکل بھی نبی، ولی، پیرومرشد نہیں، میں رب ہوں۔اور دینے والا بھی میں رب ہوں۔قادرِ مطلق بھی میں رب ہوں۔ کذالک،ایسے ہی ہوگا۔تم جننے کے قابل نہیں ،تم بوڑھی ہو،تم بانجھ ہو، پھر بھی بچہ ہوگا، رب نے جو کہہ دیا ہوگا۔ کہہ دیا رب نے بچہ ہوگیا۔ اولاد دینے والا کون ہے؟...... بلند آواز سے کہو...... اللہ!!......تو پھر غیر اللہ کے دَر پہ کیوں جاتے ہو؟......سخی سرور کے دربار پہ رومال اور دوپٹے بچھا کے مرد اور عورتیں بیٹھے ہیں۔بیر آئے گا تو ایک بچہ ہوگا۔ارے سخی سرور تو خود اولاد سے محروم تھا، پیروں اور مرشدوں کو اولاد دی ہے تو رب نے......نہیں دی تو رب نے نہیں دی...... دنیا میں اولاد کے خزانے کسی کے پاس نہیں۔اولاد دینے والا کون ہے؟ اللہ ہے! عقیدہ بنا کے جایا کرو۔قرآن نے یہ قصے اس لئے بیان کئے ہیں، عبرتیں ہیں۔ایک تو بتانے آئے ہیں اولاد ہوگی، بچہ ہوگا، رب بیٹا دے گا، اسحٰق پیدا ہوگا، اسماعیل پیدا ہوگا، ذریت چلے گی، نبوت چلے گی......رسالت چلے گی......صداقت چلے گی......ولایت چلے گی......پوری دنیا میں ہدایت چلے گی...... پوری دنیا کے اندر اللہ کا دین پہنچے گا...... بیت اللہ آباد ہوگا...... بیت المقدس آباد ہوگا......اللہ کی مسجدیں بنیں گی......رب کے سجدے ہوں گے......رب کے آگے گڑگڑاہٹ ہوگی...... دعائیں ہوں گی......التجائیں ہوں گی......تضرع، تخشع ہوگا، مانگنا ہوگا، رونا دھونا ہوگا...... ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی برکت سے ہوگا......اللہ نے اولاد دی۔

لوط علیہ السلام کی قوم کے لئے عذاب

اور کیا کام ہے؟ عذاب لے کر آئے ہیں۔کہاں؟......لوط علیہ السلام کی بستیوں کی طرف۔اچھا!......لوط حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عزیز تھے۔ چلے گئے، لوط علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے......اب بھیس بدلا۔یاد رکھو اللہ کے فرشتے نوری مخلوق ہیں۔اللہ نے تصرف دیا، جیسی چاہیں شکل اختیار کرلیں۔جیسی چاہیں صورت اختیار کرلیں۔ جنات ناری مخلوق ہیں، اللہ نے تصرف دیا جیسے چاہیں شکل بنالیں۔اب یہاں لوط علیہ السلام کے پاس یہ فرشتے آئے ہیں، لڑکوں کی شکل میں......قوم کو پتہ چلا لڑکے آگئے ہیں، خوبصورت

ہیں، بے ریش ہیں...... یہ بدکردار قوم، فحاش قوم، فحاشی پسند قوم، عریانی پسند قوم، بدکاری کی رسیا قوم، بے حیائی کی رسیا قوم ٹوٹ پڑی۔ دیواریں پھلانگ دیں۔ مہمان ہمارے حوالے کرو۔ یہ لڑکے ہمارے حوالے کرو۔ ہم خواہش پوری کریں گے، ہم رات کو گھر میں رکھیں گے۔ بالکل اسی طرح دل پہ ہاتھ رکھ کے کہتا ہوں جیسے آج آپ کے وزراء کی ڈیمانڈ ہے۔ آپ کے وزراء کے سیکرٹریوں کی ڈیمانڈ ہے۔ آپ کے افسران کی ڈیمانڈ ہے۔ آپ کے پولیس والوں کی ڈیمانڈ ہے اور لوگ بے غیرت، دیوث، بے حیا، ضمیر سے خالی، ان کے دَلاّل اور ان کے خوشامدی اور ٹاؤٹ اپنے ان جھوٹے خداؤں کو راضی کرنے کے لیے قوم کی بیٹیاں رات کو ان کے ہاں پہنچاتے ہیں اور وہ شب باشی کرتے ہیں، اور صبح پھر یہ ٹاؤٹ اور دلال پیسے لے کر کچہریوں، دفتروں کے دروازوں پہ کھڑے ہو کر لوگوں کے کام نکالتے ہیں، لعنت ہے ایسے حکمرانوں، افسروں، ان کے ٹاؤٹوں، ان کے نظام، ان کی بدکرداری، بے حیائی پر...... اللہ کی غیرت ہے، آسمان تھما ہوا ہے...... زمین رُکی ہوئی ہے...... پاکستان بچا ہوا ہے...... یہ ملک تباہ نہیں ہوا...... آج لاہور اور اسلام آباد کا ایک ایک چپہ زنا کا اڈا بن چکا ہے۔

میں اس ملک میں رہتا ہوں اور حالات سے بے خبر نہیں باخبر ہوں۔ اللہ کے فضل سے وہ مولوی نہیں کہ جس کو دنیا جہان کا پتہ نہ ہو۔ اس لئے میں تقریریں بھی اس موضوع پہ کرتا ہوں۔ ہمارے مولانا صاحبان کو تو میلاد سے فرصت نہیں۔ قوم کی غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ باپ اپنی بیٹی کو بدکاری کے لیے خود پیش کر رہا ہے۔ شرم نہیں آتی؟...... بے غیرت کی بھی کوئی زندگی ہے؟...... شریعت کی اصطلاح میں ایسے شخص کو دیوث کہا جاتا ہے، اور اگر اسلامی حکومت ہو تو یہ واجب القتل ہوتا ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ اس کی بیوی بدکارہ ہے، بیٹی بدکارہ ہے، اس کے جوں تک نہیں رینگتی؟...... غیرت نہیں آتی؟...... کیسے غیرت آئے، جو دوسروں کی عزتوں کو لوٹتا ہے رب اُس کو دکھاتا ہے، اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی عزتیں تار تار ہوتی ہیں۔ یہ ضابطہ ہے، یہ اصول ہے، یاد رکھو......

من زنٰی زُنِیَ بِاَھلہٖ......[1]

جس نے کسی کی عزت لوٹی، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں اُس کی عزت بھی نیلام ہوگئی۔ اور وہ دیکھے گا۔ اگر چاہتے ہو کہ تمہاری بیٹیوں کی عزت محفوظ رہے، تو دوسروں کی عزتوں کو مت تاڑو۔ ان کی عزتوں کو مت نیلام کرو ورنہ تم نہیں بچ سکو گے۔ اپنا آشیانہ اپنے ہاتھ سے جلاؤ گے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر دیواریں کو دڈالیں۔ آج کس کس دُکھ کا رونا روئیں؟...... گھروں میں گھُستے ہیں، زنا بھی کرتے ہیں گن پوائنٹ پر، ڈکیتی بھی کرتے ہیں۔ لوگ تھانے درخواست لے کر آتے ہیں کوئی سننے والا نہیں ہوتا۔ سننے والا کوئی نہیں۔ ایسا ہے کہ نہیں ہے؟...... بتاؤ! کہاں گئے تمہارے سیاستدان؟...... کہاں گئے تمہارے نمائندے؟...... عزتیں اور غیرتیں، ایمان اور جانیں سب نیلام ہوگئیں، کسی پہ جوں نہیں رینگتی؟...... کون بتلائے گا؟...... کون کہے گا؟...... نبیوں نے یہی باتیں بتلائیں قوم کو...... علماء کا فریضہ ہے وہ بھی بتلائیں۔

لوط علیہ السلام کی بے بسی

لوط علیہ السلام بے بس ہوگئے۔ بے بسی کے عالم میں کہہ رہے ہیں او ظالمو! درندو، بے حیاؤ، سن لو میری دعوت:

ھٰؤلاءِ بنٰتی ھُنّ اطھر لکم...... [ھود: ۱۱/۷۸]

یہ میری بیٹیاں، قوم کی بیٹیاں، قوم کی بچیاں، میری بچیاں، میری حقیقی بیٹیاں، **ھن اطھر لکم**، اس شریعت میں غیر مسلم سے شادی کرنے کی اجازت ہوگی، ہماری شریعت میں نہیں ہے...... **ھن اطھر لکم**، یہ تمہارے لئے نکاح کے ساتھ پاک ہیں، شادی کرلو۔ اللہ سے ڈرو......

وَلَا تُخۡزُوۡنِ فِیۡ ضَیۡفِیۡ...... [ھود: ۱۱/۷۸]

یہ میرے مہمان ہیں، مجھے مہمانوں کے بارے میں رُسوا نہ کرو...... میرے

1۔ کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال جلد نمبر ۵ باب فی وعید الزنا۔ صفحہ نمبر ۳۱۳ حدیث نمبر ۱۲۹۹۸ طبع بیروت

مہمان کیا کہیں گے؟...... مجھے مت رُسوا کرو......

اَلَیۡسَ مِنۡکُمۡ رَجُلٌ رَّشِیۡدٌ...... [هود: ۱۱/۷۸]

کوئی سمجھدار آدمی نہیں؟...... سارے بے وقوف ہو؟...... سارے غیر سمجھدار ہو؟...... سارے غیر متین ہو...... ایک تو سمجھدار ہوتا...... حسرت بھری آنکھوں سے اوپر دیکھا، آہ نکالی لوط علیہ السلام نے......اور کہا اے کاش! میرا رب......

لَوۡ اَنَّ لِیۡ بِکُمۡ قُوَّۃً اَوۡ اٰوِیۡۤ اِلٰی رُکۡنٍ شَدِیۡدٍ. [هود: ۱۱/۷۸]

لوط علیہ السلام کا کنبہ قبیلہ یہاں نہیں تھا، مسافر تھے، قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ فرمایا اے کاش! میرا ربا، میرا قبیلہ ہوتا، میرے چچازاد بھائی ہوتے، میرے چھوٹے بھائی ہوتے، میرے تایہ زاد بھائی ہوتے...... میری برادری کے لوگ ہوتے...... آج مجھے رسوا نہ ہونا پڑتا...... میرے مہمان محفوظ ہو جاتے...... کوئی تو میرے ساتھ کھڑا ہوتا، میری امداد کرتا......اللہ کے نبی کی آہ نکلی، تو فرشتوں نے کہا، او اللہ کا پیارا نبی، مت پریشان ہو، تو نہیں جانتا ہم تو اللہ کے فرشتے ہیں۔ لوط علیہ السلام کو بھی پتہ نہ چلا چھوکرے ہیں یا فرشتے؟......

عالم الغیب فقط اللہ کی ذات ہے

پھر پوچھتا ہوں آپ سے، ایمان تازہ کرلو...... لوط علیہ السلام کو بھی علم غیب نہیں تھا، عالم الغیب کون ہے؟...... اللہ!! نہ ابراہیم علیہ السلام کو پتہ چلا...... نہ لوط کو پتہ چلا......اور آج تجھے پتہ چل جاتا ہے...... تجھے پتہ چل جاتا ہے؟...... بیٹھا بتارہا ہے، میاں تیری چوری فلاں نے کی ہے، وہ جو فلاں عورت آتی ہے اس رنگ کا کرتا پہنتی ہے، وہ تیری چور ہے۔ گھروں میں لڑائیاں کروادیں...... سب شعبدہ بازی، جھوٹ، فراڈ ہے!!! اگر تجھے پتہ چلتا ہے آؤ ہمارے تھانے میں، گورنمنٹ پیسے نہیں دے گی میں عوام سے کہوں گا، لاکھ روپے مہینہ تمہیں تنخواہیں دیں گے...... ہمارے پولیس والے بیچارے، اِن سے ویسے تفتیشیں کوئی نہیں ہوتیں، ٹائم ان کے پاس نہیں، آؤ چلو ڈکیتیاں تو پکڑواؤ۔ چوریاں تو پکڑواؤ۔ کوئی نہیں جانتا۔ کون جانتا ہے؟ اللہ جانتا ہے۔ اللہ جانتا ہے!!

وقت نہیں ورنہ میں آپ کو بتاتا، حضور علیہ السلام کے پاس بھی مقدمہ آیا چوری کا، چوری کرنے والے نے چوری کی، قرآن بتلا رہا ہے، آپ نے چور کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ حالات ایسے تھے، گواہیاں ایسی تھیں، چور کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ حضور ﷺ کو بھی پتہ نہ چلا، عالم الغیب کون ہے؟...... اللہ ہے!! پھر قرآن اُترا، وحی آئی، میرا نبی:

وَلَا تَكُنۡ لِّلۡخَائِنِيۡنَ خَصِيۡمًا. [النساء: ۱۰۵/۴]

یہ تو خائن ہے، چور ہے، آپ اس کا دفاع نہ کریں، یہ چور ہے۔ سچا وہ ہے اور یہ جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ غیب دان اللہ ہے۔ میں آپ کو قرآن سنا رہا ہوں، گالی نہیں دے رہا۔ حشر کیا ہوا؟...... بات میری دور نکل گئی۔

لوط علیہ السلام سے کہا پریشان نہ ہوں، ہم تو اللہ کے فرشتے ہیں۔

کیسے آنا ہوا؟......

اس قوم کو تباہ کرنا ہے، ہلاک کرنا ہے۔

کب؟......

إِنَّ مَوۡعِدَهُمُ الصُّبۡحُ ، أَلَيۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِيۡبٍ. [هود: ۸۱/۱۱]

بس رات گزرنے دیں، صبح کا وعدہ ہے۔ صبح بھی دور نہیں ہے۔

قومِ لوط پر عذابِ الٰہی کا منظر

میں کیا کروں؟......

فأسرِ بأهلِك......

لے چلو اپنے گھر والوں کو، ایمان والوں کو، نکل جاؤ اِس بستی سے، ہلاک ہونے والی ہے۔ تباہ ہونے والی ہے۔ برباد ہونے والی ہے۔ اس بستی نے بچنا نہیں۔ رات ہی رات چلے چلو۔ لوط علیہ السلام نکلے اپنے ایمان والوں کو لے کر، اپنے بچوں کو لے کر۔ یہ بیوی جس نے کلمہ نہیں پڑھا، یہ بیوی جو کافرہ رہی، یہ بیوی جو مشرکہ رہی، یہ بیوی جو قوم کے ساتھ تھی، نبی کے ساتھ نہیں تھی، یہ بھی ساتھ چلی، اِس سے کہا کہ تُو نہ چل، حضرت لوط علیہ

السلام سے فرشتوں نے کہا:

ولا یلتفت......

پیچھے مڑ کے دیکھنا نہیں...... آ گے چلو، دیکھو تو سہی حشر ہوتا کیا ہے۔ بس پھر بیوی ساتھ تھی، آسمان سے پتھر برسے۔ پہلا پتھر بیوی کو لگا، بیوی ہلاک ہو گئی۔ بچانے والا کون ہے؟...... اللہ!! نبی بچاتے ہیں؟...... بولو!، ولی بچاتے ہیں عذاب سے؟...... اللہ بچاتا ہے!! قرآن جو کہتا ہے۔ قرآن کو چھوڑ کے اور کس کتاب کے پاس جاؤ گے؟......

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا...... [التحریم: ۱۰/۶۶]

میں قرآن پڑھ رہا ہوں آپ کے سامنے...... ایک نہیں دو نبیوں کی بیویاں، نوح علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ، لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ......!! یہ کمال تو میرے نبی کا ہے کہ میرے نبی کو رب نے ایسی بیویاں دیں، اور خود کہہ دیا:

اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ...... [النور: ۲۶/۲۴]

خود کہہ دیا......

اَلطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ ...... [النور: ۲۶/۲۴]

خود کہہ دیا......

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ...... [النور: ۲۶/۲۴]

خود کہہ دیا اللہ نے......

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖ اَبَدًا ...... [النور: ۱۷/۲۴]

لوگو! میرا نبی بھی پاک، میرے نبی ﷺ کی خدیجہ، عائشہ، حفصہ (رضی اللہ عنہن) بھی پاک...... یہ تو میرے نبی ﷺ کا کمال ہے۔ ورنہ لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ تھی، نوح علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ تھی...... رب کہتا ہے میں نے انہیں ہلاک کیا۔ نہ لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو بچا سکے، نہ نوح علیہ السلام اپنی بیوی کو بچا سکے۔ اور نہ نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو بچا سکے۔

بُری صحبت برباد کر دیتی ہے

نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی ہلاک ہوا۔ برباد ہوا۔ کس میں؟...... بُری صحبت میں۔ بری صحبت میں۔ نوجوانو! بچو بُری صحبت سے، یہ صحبتیں برباد کرتی ہیں۔ نوح علیہ السلام کے بیٹے کو صحبت نے برباد کیا۔ شیخ سعدیؒ کہتے ہیں نا، کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا بُری صحبت میں بیٹھا ہلاک ہو گیا، اصحابِ کہف کا کتا نیکوں کی صحبت میں بیٹھا، جنت میں چلا گیا۔ کتا جنت میں چلا گیا۔ تین سو سال اصحابِ کہف کو زندگی ملی، تو کُتے کو بھی مل گئی۔ اصحابِ کہف جنت میں جائیں گے تو کتا بھی جنت میں جائے گا۔

نبی زادہ ہے، نبی کا بیٹا ہے، بدوں کے ساتھ بیٹھا، دوزخ میں جائے گا......
کوئی صاحبزادہ اپنے آپ کو مُبرا نہ سمجھے......
کوئی پیرزادہ مت سمجھے کہ مجھ سے رب نے نہیں پوچھنا......
تم گیلانی ہو، تم قریشی ہو، تم مخدوم زادے ہو، تم شہزادے ہو، تم پیرزادے ہو......
نماز تم ایک نہ پڑھو، روزہ تم ایک نہ رکھو، حج تم ریا کاری کے لئے کرو، ڈاڑھیوں پہ تم استرے پھرواؤ...... سؤر، خنزیر اور کتوں کی لڑائیاں کراؤ، لوگوں کی عزتوں پہ ڈاکے ڈالو...... ملک کو لوٹو، خزانہ لوٹو، جنت میں چلے جاؤ گے؟...... رب کا بھی کوئی قانون ہے۔ اگر سپریم کورٹ کا کوئی قانون ہے تو سپریم کورٹ جیسی اربوں سپریم کورٹ رب کے قانون پر میں قربان کر دوں، ہیچ کر دوں...... میں تو وہی کورٹ مانتا ہوں جو میرے اللہ کے قانون کو مانتی ہے، جو کورٹ میرے رب کے قانون کو نہیں مانتی میں تو اُس کورٹ کو کورٹ نہیں مانتا۔ کوئی میرے رب کا بھی قانون ہے۔ نوح علیہ السلام کی حالت تو یہ ہے کہ بیٹا ڈوب رہا ہے، رب سے دعا کر دی:

رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ. [ھود: ۱۱/۴۵]

ربا! میرا بیٹا ہے، میرے گھر میں سے ہے، تیرا وعدہ سچا ہے، تو نے کہا تھا تیرے

اہل کو بچاؤں گا، بچالے میرے بیٹے کو! جواب آیا:

یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ...... [ھود: ۴۶]

بیٹا آپ کا نطفہ ضرور ہے، آپ کا اہل بیت نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ آپ کا متبع نہیں ہے۔

اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ...... [ھود: ۴۶]

یہ بدمعاش ہے، یہ بدکار ہے، یہ مشرک ہے، یہ کافر ہے......

إنّهٗ عملٌ غیر صالحٍ...... فلا تخاطبنی......

مجھ سے آئندہ دعا بھی نہ کرنا۔ اگر دعا کی......

اِنِّیۡۤ اَعِظُکَ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰہِلِیۡنَ. [ھود: ۴۶]

یہاں تک سخت لفظ بول دیئے، میں نصیحت کر رہا ہوں، آئندہ اس طرح کی دعا کی......اعظک ، میں نصیحت کرتا ہوں، اس طرح کی دعا کی میں دوسری صف میں شامل کر دوں گا......

نبی بھی نہیں بچا سکے، بچانے والی ذات اللہ کی ہے......اس لئے نیک صحبت نیک بناتی ہے۔ بُری صحبت بُرا بناتی ہے۔ بُری صحبت سے لوگ بُرے ہوئے۔

آدم علیہ السلام سے حضور علیہ السلام کی پہلے آسمان پہ ملاقات ہوئی۔ معراج کا واقعہ بیان کر رہا تھا۔ تو دیکھا آدم علیہ السلام دائیں دیکھتے ہیں تو ہنس پڑتے ہیں، بائیں دیکھتے ہیں رو پڑتے ہیں۔ دائیں جنتی اولاد ہے اور بائیں دوزخی اولاد ہے۔ اور یہ دوزخی بنے اپنی بدکاریوں سے، اپنی بداعمالیوں سے۔ حضور علیہ السلام دوسرے آسمان پہ اس کے بعد تشریف لے گئے۔

❁❁❁❁

حج کے دنوں میں دعوتِ اسلام

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین۔ اما بعد۔ فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ۔ [بنی اسرائیل: ۱۷/۱]

وقال تعالٰی: وَالنَّجۡمِ اِذَا ہَوٰی۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی۔ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی۔ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی۔ عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی۔ ذُوۡ مِرَّۃٍ ؕ فَاسۡتَوٰی۔ وَہُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی۔ فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی۔ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی۔ مَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی۔ اَفَتُمٰرُوۡنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی۔[النجم: ۵۳/۱۱]

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثمّ عرج بی إلی

السّماء وقیل من معک، قال محمد (صلی اللّٰہ علیہ وسلم). اوکما قال

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

حج کے زمانہ میں دعوتِ اسلام

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! ہمارا سیرت النبی ﷺ کا عنوان چل رہا ہے۔

عرب کے قبائل بہت سارے تھے۔ ان سب تک اسلام کی دعوت پہنچانے کا بہترین موقع اور بہترین پلیٹ فارم وہ حج کا موسم اور سیزن تھا۔ حج پوری امت، اور ملت کے اجتماع کا واحد ذریعہ ہے۔ جیسے آج حج امت مسلمہ کے اجتماع کا ذریعہ ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حج پورے عرب کے اجتماع کا ذریعہ تھا۔ یہ نبوت کا گیارہواں سال تھا۔ ۱۱ نبوی میں جو حج آیا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر اور سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر منیٰ تشریف لے گئے۔ یہاں پر مختلف قبائل کے لوگ موجود تھے۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ حج کے احکام میں حاجیوں کا مکہ مکرمہ کے بعد حج کے لئے سب سے زیادہ وقت منیٰ میں گزرتا ہے۔ آٹھ ذی الحجہ سے لے کر ۹ ذی الحجہ کی صبح تک، پھر دس، گیارہ، بارہ اور اختیاری طور پر تیرہ ذی الحج کی تاریخ بھی حاجیوں کی منیٰ میں گزرتی ہے۔ مکہ مکرمہ میں لوگ اپنے اپنے گھروں اور رہائش گاہوں میں ہوتے

ہیں۔اس لیے وہاں ذرا لوگوں تک رسائی مشکل ہوتی ہے۔منیٰ میں یہ چار یا پانچ دن حجاج کرام منیٰ کے میدان میں قیام پذیر ہوتے ہیں۔خیموں کی صورت میں موجود گھروں میں رہتے ہیں۔وہاں پیغام اور بات پہنچانا نسبتاً آسان تھا۔اس لئے اللہ کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کو ترجیح دی اور وہاں تشریف لے گئے۔ایک قبیلہ ہے بنی ذہیل۔ایک ہے بنی شیبان۔آپؐ نے بنی ذہیل کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی،آپؐ نے بنی شیبان کے لوگوں کو بھی دعوت دی اور دوسرے قبائل کو بھی دعوتِ اسلام دی۔کچھ لوگوں نے تو آپؐ کی اس دعوت کے جواب میں یہ کہا کہ ہمارے سر میں درد ہے،ہم سارے عرب کے تیر اپنے سینوں میں لیں؟اور جب تمہیں حکومت ملے تو تم حکومت دوسروں کو دے دو،ہم اس شرط پر آپ کا ساتھ دیں گے کہ آپ ہمیں لکھ دیں کہ جب حکومت ملے گی تو حکومت میں ہمارا بھی حصہ ہو گا۔کچھ لوگوں نے آپ کی تعریف اور تصدیق کی۔مفروق نامی ایک آدمی تھا قبیلہ بنی ذہیل کا،اُس سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:مفروق!تم تک ہمارے آقا کی دعوت نہیں پہنچی؟تذکرہ نہیں سنا؟مفروق نے کہا کہ کیوں نہیں،میں اُن کے بارے میں سن چکا ہوں۔تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ میرے ساتھ موجود ہیں،آپ اُن کی بات سنیے۔اور ان کی دعوت کو قبول کیجئے۔مفروق نے کہا سنایئے آپ کا کیا پیغام ہے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قرآن کی تلاوت فرمائی۔ایک آیت سورۃ انعام کی تلاوت فرمائی۔

قل تعالوا أتل ما حرم ربّكم عليكم . [الانعام: ۶/۱۵۱]

قل تعالوا......

میرے حبیب ان سے کہہ دیجئے آؤ میں تمہیں پڑھ سناؤں،

ما حرم ربكم عليكم ......

جو چیزیں اللہ نے تم پر حرام کی ہیں۔اور وہ کیا ہیں؟

أن لا تشركوا به شيئًا......

شرک نہ کرو،غیر اللہ کی عبادت اور پوجا نہیں کرو گے۔

وبالوالدین احسانًا......

اور اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو۔

یہ چونکہ مکی آیت ہے۔ اس میں لمبے چوڑے احکام نہیں۔ کیونکہ زیادہ تر احکام مدینہ منورہ میں اترے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں تو اعتقادات اور اخلاقیات ہی کی باتیں تھیں۔ نمازیں بھی شروع میں دو تھیں۔ معراج کے بعد پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔

زکوٰۃ، حج کے احکام اور روزے کی تفصیلات یہ سب مدنی زندگی میں آئیں۔ مکی زندگی میں بس عقیدے ٹھیک کرائے گئے اور اخلاق ٹھیک کرائے گئے۔ عقیدے میں بنیادی عقیدہ توحید کا ہے، اور توحید پر قرآن نے بڑی محنت کی ہے۔ قرآن کا سب سے بڑا مضمون توحید الٰہی ہے۔ توحید کے بعد رسالت کا عقیدہ ہے، پھر قیامت اور صداقتِ قرآن کا بھی عقیدہ ہے۔ اللہ کی وحدانیت کے تمام پہلوؤں کو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اللہ کا مکمل تعارف قرآن پیش کرتا ہے۔ یہ ایک مستقل مضمون اور موضوع ہے۔ ان شاء اللہ کسی موقع پر عرض کروں گا۔

شرک نہ کیا کرو، اللہ کی عبادت کرو، غیر اللہ کی پوجا پاٹ نہ کیا کرو، اور اخلاقیات اور آداب میں سے پہلی چیز بیان فرمائی، وبالوالدین احسانا، ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو، جہاں تک حقوق کی بات ہے تو حقوق میں اللہ کے حق کے بعد سب سے زیادہ حق ماں باپ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی سورۃ لقمان میں اپنے حق کے بیان کے بعد ماں باپ کا حق بیان کیا ہے۔ سیدنا لقمان حکیم اللہ کے ولی تھے یا نبی تھے؟ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ ان کی رپورٹ یقینی نہیں۔ لیکن قرآن نے ان کا ذکر کیا ہے۔ قرآن کی ایک سورۃ کا نام سورۃ لقمان ہے۔ باتیں ان کی دانائی کی تھیں اور ان کی کچھ باتیں اور دانائیاں قرآن نے بھی ذکر کی ہیں۔

وَاِذْ قال لقمان لابنہٖ وھو یعظہٗ...... [لقمٰن: ۳۱/۱۳]

اور لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا،

یا بُنَیَّ لا تشرِک باللّٰہ......

بیٹے! شرک نہ کرنا۔

وقضٰی ربّک أن لّا تعبدوا إلّا إیّاہُ. [بنی اسرائیل: ۲۳/۱۷]

تیرے رب کا حکم ہے کہ عبادت ایک اللہ کی کرنا۔ پھر اللہ کے حق کے بیان کے بعد ماں باپ کا حق بیان کیا، **وبالوالدین احسانًا......** ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ کیوں؟...... اللہ خالقِ حقیقی ہے۔ اللہ حقیقی معنوں میں پیدا فرمانے والا ہے، اور ماں باپ مجازی طور پر خالق ہیں اور دنیا میں آنے کا ذریعہ ماں باپ ہیں۔ ماں باپ نہ ہوتے تو ہم دنیا میں نہ آتے۔ اللہ پیدا نہ کرتا تو ہم پیدا نہ ہوتے۔ تو پہلا حق اللہ کا اور اللہ کا حق کیا ہے؟ بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

ایمان کی قدر و قیمت

ایک دفعہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے ساتھ سواری پر سوار تھے، درمیان میں سوائے کجاوے کی لکڑی کے کوئی فاصلہ نہیں تھا۔ آپ ؐ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو آواز دی، فرمایا: **یا معاذ ......** او معاذ! معاذ کہتے ہیں میں نے جواب میں کہا، **لبیک وسعدیک ......** حضرت میں حاضر ہوں۔ پھر فرمایا، **یا معاذ!** او معاذ! میں نے پھر جواب دیا حضرت میں حاضر ہوں۔ آپ ؐ نے تیسری بار فرمایا، **یا معاذ!** میں نے پھر کہا، حضرت میں حاضر ہوں۔ تین دفعہ متوجہ کرنے کے بعد آپ ؐ نے ایک سوال کیا۔

هل تدری ما حق اللّٰہ علی العباد...... [1]

معاذ! تم جانتے ہو اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ صحابہ کرامؓ کا مزاج یہ تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرتے تو وہ اپنا علم ظاہر نہیں فرماتے تھے بلکہ یوں کہہ دیتے اللہ و رسولہٗ اعلم۔ اللہ جانتے ہیں یا اللہ نے اپنے نبی کو بتایا ہوگا، آپ ؐ

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب بلا ترجمہ صفحہ نمبر ۸۸۲، قدیمی کتب خانہ، صحیح البخاری جلد دوم باب من اجاب بلبیک وسعدیک صفحہ ۹۲۷، صحیح بخاری جلد دوم باب من جاہد نفسہٗ فی طاعۃ اللہ۔ صفحہ ۹۶۲

جانتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، معاذ! اللہ کا حق بندوں کے ذمے یہ ہے، **لا تشرکوا بہٖ شیئا**، شرک نہ کیا کریں۔ یہ اللہ کا حق ہے۔ اور بندوں کا حق اللہ کے ذمے یہ ہے کہ اللہ اپنے اُس بندے کو جو شرک نہیں کرتا عذاب نہ دے۔ اُس کو عذاب دائمی میں مبتلا نہ فرمائے۔

کثرت سے احادیث میں روایات مذکور ہیں، اللہ نے بندوں پر یہ لازم کیا ہے کہ بندے شرک نہ کریں اور اللہ پر کوئی چیز ضروری نہیں لیکن اپنے فضل سے اللہ نے اپنے اوپر یہ لازم کیا ہوا ہے کہ جو شرک نہیں کرے گا اور جس کا خاتمہ توحید پر ہوگا، جس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا، اللہ اپنے فضل سے اُس کو عذابِ دائمی سے نجات عطا فرما کر جنت میں بھیج دیں گے۔

میں لفظ "عذابِ دائمی" کا بول رہا ہوں، اس لئے کہ اگر اس عقیدے کے ساتھ اعمال بھی شامل ہیں تو سیدھا جنت میں جائے گا، اور اگر صرف عقیدہ ہے اور اعمال ساتھ نہیں ہیں تو پھر دوزخ میں جانے کا خدشہ موجود ہوگا، لیکن ایک نہ ایک دن اسے جنت میں ضرور آنا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے تو وہ بھی بڑا قیمتی ہے، اللہ اس رائی کے دانے کے برابر کے ایمان کی وجہ سے اس کو ایک دن جنت میں ضرور بھیج دیں گے۔

سب سے ادنیٰ جنتی کی جنت

بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔ اللہ اپنے فرشوں سے کہیں گے، میرے فرشتو! ذرا دوزخ میں جھانکو، جس کے دل میں ایمان ہے اُس کو دوزخ سے نکالو اور جنت میں بھیج دو۔ جن کے دلوں میں ایمان ہوگا فرشتے اُن کو دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیج دیں گے۔ پھر اعلان ہوگا کہ پھر جھانکو،

أخرِجُوا من کان فی قلبہٖ مثقال حبّۃٍ من ایمان......

اُس کو بھی نکال دو جس کے دل میں دانے کے برابر ایمان ہے۔

اُس کو بھی نکال دیا جائے گا۔ پھر اعلان ہوگا:

أخرِجُوا من كان في قلبهٖ مثقال خردلٍ من ايمان...... [1]

اُس کو بھی دوزخ سے نکال دو جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے۔ رائی ایک چھوٹا سا دانہ ہوتا ہے۔ رائی کے دانہ جتنا باریک سا ایمان ہو، اُس کو بھی نکال دو۔ تو نکال دیں گے۔ ذرے کے برابر ایمان والے کو بھی اللہ دوزخ سے نکال دیں گے۔ فرشتے کہیں گے الٰہ العالمین اب دوزخ میں وہی موجود ہیں جنہوں نے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے۔ اور وہ کون ہیں؟ وہ کافر ہیں۔ کافر جنت میں نہیں جائیں گے۔

لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ. [2]

[الاعراف: ۷/۴۰]

فرمایا، جیسے سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا محال ایسے ہی کافر کا جنت میں جانا محال ہے۔ کافر کے لئے جہنم میں خلود فی النار ہے۔ اس نے ہمیشہ دوزخ میں جلنا ہے۔ الٰہ العالمین اب تو وہی ہیں جنہوں نے ہمیشہ دوزخ میں جلنا ہے۔ اللہ میاں خود نظر فرمائیں گے۔ ایک شخص ہوگا دوزخ میں، اس کے دل میں ذرہ کے برابر ایمان ہوگا۔ بد عملیوں، گناہوں، بدکاریوں، معصیتوں کی وجہ سے وہ دوزخ میں گیا ہوگا، اور جل کر وہ کوئلہ ہو چکا ہوگا۔ اللہ میاں اُس کو نکالیں گے۔ دوسری حدیث میں اسکی تشریح ہے، وہ دعا کر رہا ہوگا الٰہ العالمین مجھے جہنم سے نکال کر جہنم کے کنارے تک پہنچا دے۔ اللہ پاک اس کو نکالیں گے۔ تفصیل میں میں نہیں جاتا۔ نکال کر دوزخ سے باہر کر کے جنت کی ایک نہر ہے جس کا نام نہر حیات ہے، نہر حیات کا معنیٰ زندگی کی نہر، اس میں اس کو نہلوائیں گے، غسل دلوائیں گے۔ حدیث میں آتا ہے۔

فينبتُ كما تنبت الحبّة إلى جانب السّيل.

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال صفحہ نمبر ۹۔ قدیمی کتب خانہ
2۔ الصحیح لمسلم جلد دوم کتاب صفۃ المنافقین صفحہ نمبر ۳۶۹۔ قدیمی کتب خانہ

وہ ایسے اُگ آئے گا جیسے نالی کے کنارے پہ سبزہ اُگ آتا ہے۔ اور وہ صحیح سالم ہو جائے گا۔ اس کا وجود درست ہو جائے گا۔ یہ جلا ہوا کوئلہ جو سیاہ تھا سفید ہو جائے گا۔ اعضاء بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ لوگو! ایمان کی قدر کرو۔ یہ جب ایمان نہیں رہتا تو آدمی بے کار ہو جاتا ہے۔ گنہگار سہی، ایمان تو رہے۔ اگر خدانخواستہ ایمان ہی چلا گیا، کافر، مشرک اور مرتد ہو گئے، خسر الدنیا والآخرہ، دنیا بھی چلی گئی اور آخرت بھی گئی۔ ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ایندھن بن جائے گا۔ معمولی سا ایمان ہے، ذرے کے برابر ایمان ہے۔ اللہ جنت میں بھیج رہے ہیں۔ اس سے پوچھیں گے تجھے جنت میں کتنی جگہ دوں؟ اتنی جگہ کافی ہے جتنی سات آسمان اور سات زمینیں ہیں؟ وہ کہے گا الٰہ العالمین مجھ سے آپ مذاق نہ کریں۔ مجھے جنت میں تھوڑی سی جگہ مرحمت فرما دیں۔ اللہ فرمائے گا میں رب العالمین ہوں، میں مذاق نہیں کر رہا اور نہ ہی میں مذاق کیا کرتا ہوں۔ جا جنت میں، جتنی دنیا کی زمین تھی، جتنا دنیا کا آسمان تھا، ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کے برابر جنت میں میں نے تجھے جگہ عطا فرما دی۔[1]

قرآن کے ساتھ تعلق مضبوط بنائیے!

یہ تو ایک چھوٹا سا جنتی ہے جو آخر میں جنت میں آ رہا ہے۔ یہ ادنیٰ جنتی ہے۔ اور جو اعلیٰ جنتی ہوں گے ان کو کتنے رقبے ملیں گے؟ اور کتنی نعمتیں ملیں گی؟ کتنے گھر اور کتنے محل ملیں گے؟ تو فرمایا، اللہ کا بندوں پر حق ہے کہ شرک نہ کریں۔ یہ مضمون بڑا نازک ہے۔ شیطان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ بندوں کو شرک پر لگانے کی۔ توحید اور شرک کی باریک حدیں ہیں۔ قرآن پڑھنے سے یہ معلوم ہوتی ہیں۔ اور ہم سب کچھ تو کرتے ہیں لیکن قرآن نہیں پڑھتے۔ پڑھنے کے لیے ہمارے پاس سب کچھ ہے لیکن قرآن نہیں ہے۔ موعظہ اور ہدایت قرآن ہے۔ اور تمام دین کا منبع قرآن ہے۔ وقت نکال کر قرآن پڑھا کرو۔ کل اللہ کی دربار میں قرآن شکوہ کرے گا۔ الٰہ العالمین! اِتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا، [الفرقان:۲۵/۳۰]

1۔ الصحیح لمسلم جلد اول باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵۔ قدیمی کتب خانہ

انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔ آپ بھی وقت نکال لیا کریں یہ سمجھنے کے لئے کہ قرآن کہتا کیا ہے؟ وہ تمام صورتیں جو شیطان نے مشرکین میں رائج کی ہوئی تھیں نام بدل کر کسی نہ کسی شکل میں آج بھی ہم مسلمانوں میں موجود ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفروق سے فرمایا تھا، شرک نہ کرو، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، اور یتیموں مسکینوں کا خیال کرو۔ اور ساتھ ہی یہ آیت بھی تلاوت فرمائی۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ. [النحل:۱۶/۹۰]

مفروق کہنے لگا، آپ کا پیغام تو بہت اچھا ہے لیکن قوم سے مشورہ کئے بغیر میں کوئی بات نہیں کر سکتا۔ آپؐ یہاں سے آگے چلے گئے۔ یثرب جو مستقبل میں مدینہ بننے والا تھا، اور ابھی یثرب کہلاتا تھا، اس کے چھ نوجوان بیٹھے ہوئے تھے۔ قبیلۂ خزرج سے ان کا تعلق تھا۔ آپؐ نے سلام کیا، ساتھ فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ بیٹھ سکتا ہوں کیا؟ انہوں نے کہا ضرور۔ باتیں کر سکتا ہوں؟ کہا ضرور۔

مدینہ میں اسلام کی روشنی

ان میں سے ایک اسعدؓ بن ضرارہ بھی تھے۔ آپؐ نے انہیں دعوتِ ایمان دی اور یہ فرمایا کہ تم یہودیوں کے حلیف ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں جی ہم حلیف ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے ان کی زبان سے کبھی سنا ہوگا کہ نبی آخر الزمان آنے والے ہیں۔ وہ کہنے لگے، جی بالکل سنا ہے۔ فرمایا، میں وہی اللہ کا نبی ہوں۔ اِن خوش نصیبوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ آپؐ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن اُم مکتوم (رضی اللہ عنہما) کو بھیجا کہ جاؤ اور جا کر مدینہ والوں کو قرآن پڑھاؤ۔ ہمارے بچے سب کچھ تو پڑھتے ہیں لیکن قرآن نہیں پڑھتے۔ یہ حضرات مدینہ (یثرب) آئے، انہوں نے قرآن پڑھانا شروع کیا تو جوق در جوق لوگ مسلمان ہونے لگے۔ اسید ابن ہزیل، عبدالاشہل قبیلے کے سردار تھے، انہیں پتہ چلا کہ یہ لوگوں کو بے دین بنا رہے ہیں تو بڑے غصے میں آئے۔ اسعد

ابن زرارہؓ کے گھر میں یہ رہتے تھے۔تو کہا کہ اگر تمہارے ساتھ رشتہ داری نہ ہوتی تو میں قتل کردیتا۔تم لوگوں کو کیا بے دین بنارہے ہو؟ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، غصہ نہ کرو۔ بلکہ پہلے میری بات سن لو۔ یہ تو انصاف کی بات ہے۔ کہنے لگے، جی ہاں! تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے تعوذ تسمیہ پڑھ کر قرآن پڑھنا شروع کردیا۔قرآن کی اپنی تاثیر ہے۔اسید نے کہا کہ اس کلام کو لینے اور اس دین میں آنے کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا، غسل کرو، دو رکعت نفل پڑھو اور کلمہ پڑھو۔غسل کر کے آئے اور کلمہ پڑھ لیا تو اس طرح وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ اُسید واپس گئے تو سعد بن معاذ نے دیکھا تو وہ پورے خزرج قبیلہ کے سردار تھے کہ یہ تو بدل کر آرہا ہے۔ پوچھا، کیا ہوا؟ کہنے لگے مجھے تو وہ کلام اچھا لگا ہے۔غصہ میں آ گئے تلوار نکالی اور سیدھے اسعد بن ضرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے کہ اگر تُو میرے ماموں کا بیٹا نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کردیتا۔بس تیری خیریت اس میں ہے کہ یہ سلسلہ بند کرا دے۔انہوں نے کہا ذرا بیٹھ کر بات تو سنو۔حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے پھر تلاوت شروع کردی، تو وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ چند دن میں بنی عبدالاشہل کے ایک آدمی اشہرم کے علاوہ سارے مسلمان ہو گئے۔ اگلے سال ۱۲ نبوی میں لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں بارہ آدمی آئے اور حضور علیہ السلام سے بیعت کی اور یہ بیعت پھر ہجرت کا ذریعہ بنی۔

......☆......

بیعتِ عقبۂ اولیٰ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین۔ اما بعد۔ فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ. [الجمعۃ: ۶۲/۹] صدق اللّٰہ العظیم وبلّغنا رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین. اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! ہمارا سیرت النبی ﷺ کا عنوان چل رہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف میں حج کی خاطر آنے والے مدینہ کے لوگوں سے منیٰ کے میدان میں ملاقات کی تھی، اور ان کو دعوتِ اسلام دی تھی۔ وہ نبوت کا گیارہواں سال تھا، اس کے بعد نبوت کے بارہویں سال میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی مقام پر مدینہ سے آئے ہوئے چند لوگوں سے ملاقات کی اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں اب جب جمرات کی توسیع ہوئی ہے۔ اگر آپ حضرات میں سے کوئی اس سال یا گذشتہ سال حج پر گئے ہوں تو چڑھائی چڑھتے ہوئے الٹے ہاتھ بغیر چھت والی ایک مسجد نظر آتی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں یہ اللہ کے نبی ﷺ کے دست حق پرست پر انصار مدینہ نے بیعت کی تھی۔ یہی گھاٹی تھی جسے عقبہ کہتے ہیں۔ اور حضور ﷺ کے پاس اب 12 لوگ تشریف لائے، ان 12 میں سے پانچ وہ تھے جو گذشتہ سال بیعت میں شریک تھے اور سات اور لوگ تھے۔ یہ سب مسلمان ہوئے اور اللہ کے نبی ﷺ کی اطاعت کا وعدہ کیا۔ حضور ﷺ نے ان سے بیعت لی اور انہیں مدینہ بھیج دیا۔ اور ساتھ حضرت مصعب بن عمیرؓ اور اسعد بن ضرارہ بھی ان میں شریک تھے۔ مصعبؓ اور عبداللہ بن کلثوم کو معلم بنا کر بھیجا اُن کی محنت سے مدینہ کے ایک گھر میں اسلام پہنچ گیا۔ یہ جو مسلمان ہونے والی جماعت تھی۔ اور قبیلہ تھا۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ قبیلہ خزرج کے تھے، قبیلہ خزرج کے سردار کا نام حضرت سعد بن معاذؓ تھا۔ حضرت سعدؓ نے جب مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت اور جمعیت تیار ہوگئی تو اپنے اجتہاد سے جمعۃ المبارک کے دن میں نماز جمعہ کا آغاز کیا اور نماز جمعہ شروع کیا۔

چند مسائل، جن کی ابتداء حضور ﷺ نے نہیں بلکہ صحابہؓ نے کی!

تاریخِ اسلامی اور سیرتِ نبوی ﷺ میں چند ایسے مسائل ہیں جن کی ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ صحابہ سے ہوئی اور اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ کی وحی سے ان

صحابہ کے اعمال کی تائید اور تصویب فرمائی۔ اور قیامت تک وہ امت کے لیے شریعت اور اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم بن گیا۔ جمعہ سب سے پہلے حضور ﷺ نے شروع نہیں فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ میں تھے۔ مدینہ میں سب سے پہلے جمعہ شروع ہوا اور یہ شروع کرنے والے حضور ﷺ کے صحابی حضرت سعد بن معاذؓ ہیں۔ اور انصار وخزرج کے سردار ہیں۔ حضرت سعدؓ نے یہ جو جمعہ شروع کیا تو اس دن کا نام رکھا ''یوم العروبہ''۔ جاہلیت میں جمعہ کو جمعہ کا دن نہیں کہتے تھے بلکہ ''یوم العروبہ'' کہا کرتے تھے۔ حضرت سعد لوگوں میں خطبہ دیتے، تقریر فرماتے اور پھر نماز ادا کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کے اس عمل کی تائید اور تصویب فرمائی۔ فرمایا جو کچھ حضرت سعدؓ نے کیا درست کیا۔ اور حضور ﷺ نے جمعہ کے دن کی یہ تائید اور تصویب فرما کر جمعہ شروع فرما دیا۔ اور قرآن کریم نے بھی جمعہ کی نماز کا حکم دیا۔ اور قرآن کی ایک پوری سورت کا نام سورۃ الجمعہ ہے۔

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِن يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ.

اللہ نے فرمایا جب جمعہ کی اذان ہو تو دکانیں بند کر دیا کرو۔ دفتر اور کاروبار چھوڑ دیا کرو۔ کھیت بھی چھوڑ دیا کرو۔

فَاسْعَوْ الٰى ذِكْرِ اللّٰهِ.

تو اللہ کے ذکر یعنی نماز جمعہ کی طرف خطبہ جمعہ کی طرف لبیک پڑھا کرو۔

یہ اللہ کا حکم ہے تو اس سے ایک بات معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام کے دل اتنے نورانی اور اتنے مطہر تھے کہ ان کے دل پر بھی حق تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی شریعت اتارتے تھے۔ اور القاء فرماتے تھے۔ اور ان کے اجتہاد کو شریعت کا درجہ مل جاتا تھا۔

اذان کی ابتداء

اذان...... یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ نہیں سب سے پہلے صحابہ پر اتری، صحابی کو دی گئی۔

حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ حضور ﷺ کے ایک صحابی ہیں۔ انہوں نے خواب دیکھا۔ اُن دنوں اللہ کے نبی ﷺ اذان طے کرنے کے لیے نماز کے لیے دعوت کا طریقہ طے کرنے کے لیے مشورے فرما رہے تھے۔[1] ابھی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ خواب دیکھا حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ نے خواب میں دو شخص دیکھے، ایک شخص کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ پوچھا یا رجل! أتبيع الناقوس؟ تم ناقوس کو بیچو گے؟ اس نے پوچھا کہ تم کیا کرو گے؟ حضرت عبداللہ بن زید نے فرمایا کہ ہم اس کو بجا کر لوگوں کو نماز کے لیے جمع کیا کریں گے۔ وہ کہنے لگے کہ میں تمہیں اس سے اچھی چیز نہ بتلا دوں؟ کہا ضرور بتلایئے۔ تو انہوں نے یہ کلمات کہے۔

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر...... ...... لاالٰہ الا اللّٰہ

اور یہ کلمات حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یاد فرمالیے۔ نیند ختم ہوئی اور سیدھے حضور ﷺ کی خدمت میں آگئے۔ حضرت! میں نے خواب دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بڑا مبارک خواب ہے اور بڑے مبارک کلمات ہیں ایسا کرو۔[2]

الْقِ عَلٰی بلال انه اندیٰ صوتًا......

''بلال کو بلاؤ یہ کلمات بلال کو سکھلا دو، وہ بہت اونچی آواز والے ہیں۔''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کلمات سکھا دیئے گئے انہوں نے سیکھ لیے اب جب نماز کا وقت آیا تو بلال کھڑے ہو گئے اور بلال نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ اور جب اذان دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کانوں میں یہ اذان کے یہ کلمات پڑے، انہوں نے بھی یہی خواب دیکھا تھا۔ تو وہ دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے بھی کہا حضرت! میں نے بھی خواب دیکھا ہے۔ ایک تیسرے صحابی نے بھی خواب دیکھا تھا۔ وہ بھی دوڑتے ہوئے آئے۔ اور انہوں نے بھی کہا حضرت میں نے بھی خواب دیکھا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا

1۔ ابوداؤد باب کیف الاذان جلد اول صفحہ نمبر ۸۳۔ مکتبہ رحمانیہ

2۔ سنن ابن ماجہ باب بدأ الاذان صفحہ نمبر ۵۱۔ قدیمی کتب خانہ

یہ اللہ کی طرف سے ہے تو دیکھو یہ اذان امت کو ملی ہے اللہ کی طرف سے لیکن بواسطہ صحابہ، حضور ﷺ کی تائید سے ملی ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کو اپنے نبی ﷺ کے صحابہ پر اتنا اعتماد تھا کہ اللہ نے اُن کے دلوں پر دین کے بعض مسائل اتارے۔

اسی طرح جمعہ کا حکم ہے اللہ کے نبی ﷺ نے جمعہ میں صحابہ کی تائید فرمائی لیکن ایک تبدیلی فرمائی، جاہلیت میں اس دن کا نام ''یوم العروبہ'' تھا۔ لیکن اللہ نے اس دن کا نام رکھا یوم الجمعہ،

اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ.

یہودیوں کو اللہ نے عبادت کے لیے ہفتہ کا دن دیا تھا۔ عیسائیوں کو اتوار کا دن دیا تھا۔ اور ایمان والوں کو اللہ نے عبادت کے لیے افضل الایام جمعہ کا دن دیا۔ جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے۔ دنوں میں سب سے بہتر دن جمعہ ہے۔

اِن من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ النفخۃ وفیہ ....وأنت رمیت؟ قال بلٰی، إنّ اللّٰہ حرّم علی الارضِ أن تاکل اجساد الانبیاء وفی روایۃ ابن ماجۃ ونبی اللّٰہ حیٌّ یُرْزَقُ. اوکماقال.[1]

آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے دنوں میں بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ حضرت آدمؑ اسی دن پیدا ہوئے۔ قیامت کا صور بھی اسی دن پھونکا جائے گا۔ قیامت کی بے ہوشی بھی اسی دن ہوگی۔ اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔

صحابہ نے عرض کیا ہم کیسے آپ پر درود پڑھیں گے؟ فرمایا کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو۔ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا حضرت! وہ کیسے پیش کیا جائے گا؟

1۔ سنن ابن ماجہ باب فی فضل الجمعۃ۔ صفحہ نمبر ۷۶۔ قدیمی کتب خانہ
ابوداؤد جلداول باب تفریع ابواب الجمعۃ صفحہ نمبر ۱۵۷۔ مکتبہ رحمانیہ

وانت رمیت ...... آپ فوت ہوکر مٹی مٹی ہو چکے ہونگے،

قال بلیٰ ...... نہیں نہیں ایسا نہ کہو،

اِنّ اللّٰہ حرم علی الارض ...... اللہ نے زمینوں پر حرام کردیا

أن تأکل اجساد الانبیاء ...... کہ یہ زمین نبیوں کے جسموں کو بیچ نہیں کرتی۔

ونبی اللّٰہ حیٌّ یرزق ...... اور اللہ کے نبی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی

یہ جمعہ کے دن کی فضیلت ہے اسی جمعہ کے دن کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إنّ لفی جمعة ساعة لا من مسلم سأل اللّٰہ عزوجل إلّا اعطاھا. اوکما قال [1]

جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے، اس گھڑی کو جو مسلمان پالے اور اس میں اللہ سے جو مانگے اللہ وہ عطا فرمادیتے ہیں۔

وہ گھڑی کونسی ہے؟ جس گھڑی میں اللہ سے جو مانگو اللہ عطا فرمادیتے ہیں۔ اس گھڑی کو متعین نہیں کیا گیا۔ جیسے لیلۃ القدر کو متعین نہیں کیا گیا۔ کیوں؟ تاکہ جیسے لیلۃ القدر کی تلاش میں پورا رمضان کی راتوں میں عبادت کا حکم ہے ایسے ہی اس گھڑی کی تلاش میں پورا دن عبادت کا حکم ہے۔ ریاضت، ذکراللہ، درود اور تلاوت کا حکم ہے۔ یہ وہ دن ہے جسکی یہ گھڑی مبارک ہے۔ کہنے والوں نے کہا کہ جب جمعہ شروع ہوتا ہے اور جمعہ کے شروع ہونے سے لے کر اختتام جمعہ تک یہ گھڑی کسی بھی وقت آسکتی ہے۔ دو خطبوں کے درمیان بھی آسکتی ہے، خطبہ کے دوران بھی آسکتی ہے اور نماز کے دوران بھی آسکتی ہے لیکن حضرت

1۔ صحیح البخاری جلداول باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ صفحہ نمبر ۱۲۸ قدیمی کتب خانہ
الصحیح لمسلم جلداول کتاب الجمعۃ ابتداءً، صفحہ نمبر ۲۸۱۔ قدیمی کتب خانہ

عبداللہ بن سلامؓ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ گھڑی جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد ہے۔ کیونکہ اس نماز عصر کے بعد کی گھڑی کی حضورﷺ نے الگ سے بھی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اور اُن فضائل میں ایک فضیلت یہ بھی ہے۔ آپﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن عصر کے بعد مجھ پر یہ درود پڑھا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا.

تو آپﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ 80 سال کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

جمعہ کے بعض فضائل

یہی جمعہ کے دن لیے حضورﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے جمعہ کے دن سورۃ کہف کی تلاوت کی **عصم من فتنۃ الدجال** اللہ اس کو دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھیں گے۔ یہی جمعہ کا دن ہے جس کے بارے میں آپﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے جمعہ کے دن سورۃ کہف کی تلاوت کی آسمان اور زمین کے درمیان کا خلا اللہ نور سے بھردیں گے۔ اجر وثواب سے بھردیں گے۔ اس لیے یہ جمعہ کا دن ہے۔ جس دن صحابہ کرام کا معمول سب سے زیادہ جمعہ کی تیاریوں کا تھا۔ رب نے بھی حکم دیا اذان ہوگئی ہے، **فاسعوا الٰی ذکر اللّٰہ**...... اللہ کے ذکر کی طرف لبیک پڑھو۔ خطبہ سننے اور نماز پڑھنے کے لیے لبیک پڑھو۔

یہی دن ہے جس کے بارے میں آپﷺ نے ارشاد فرمایا جو سب سے پہلے جمعہ پڑھنے کے لیے آتا ہے زوال کے بعد اللہ اُس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔[1] جو اس کے بعد آئے گا اللہ اس کو گائے کی قربانی کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ جو اس کے بعد آئے گا اُسے بکری کی قربانی کا ثواب، جو اس کے بعد آئے اُسے مرغی کے ذبح کرنے کا ثواب (صدقہ کرنے کا ثواب)، جو اس کے بعد آتا ہے اللہ اسے انڈے کی خیرات کرنے کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اور جو اُس وقت آتا ہے جب عربی خطبہ شروع ہو چکا ہو اللہ کے فرشتے اپنے رجسٹر، اور صحائف بند کر کے وہ بھی خطبہ کے سننے میں مشغول ہو

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب فضل الجمعۃ صفحہ نمبر ۱۲۱۔ قدیمی کتب خانہ

جاتے ہیں۔اُس کا نام لکھنے سے رہ جاتا ہے۔

یہی دن ہے کہ جمعہ کی نماز ہجرت سے قبل مدینہ میں حضورﷺ کے اصحاب نے شروع کی۔ پورے سال میں جو بقیہ لوگ تھے وہ بھی مسلمان ہوگئے۔ چند ایک بوڑھے رہ گئے جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا۔

بیعتِ عقبہٗ ثانیہ

اب سنہ ۱۳ نبوی آیا ہے۔ نبوت کا تیرہواں سال ہے اس سال میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپﷺ کے غلام بن کر مدینہ منورہ سے 72 لوگ آئے۔[1] ان میں صرف 2 عورتیں تھیں اور 70 مرد تھے۔اور پھر وہی جگہ جہاں گزشتہ سال بیعت ہوئی تھی۔ وہی جگہ جہاں گزشتہ سال عہدو پیمان ہوا تھا۔ جہاں گزشتہ سال اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ میں باتیں ہوئی تھیں، اُسی جگہ جمع ہوگئے۔ رات کی تاریکی میں حضورﷺ تشریف لائے۔ آپﷺ کے ساتھ آپﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔لیکن کیونکہ عمِ رسول تھے، ابوطالب فوت ہو چکے تھے، خاندانی قرابت کی بناء پر اور نسبی قرابت کی بناء پر خیر خواہی میں ساتھ آئے۔ اب جب 72 لوگ یہ آئے اللہ کے نبیﷺ کے میزبان اور داعی بن کر۔ اللہ کے حبیب! کب تک آپ مکہ کے پہاڑوں میں نعرے بلند کرتے رہیں گے اور یہ لوگ آپﷺ کی تکذیب کرتے رہیں گے؟

اللہ کے حبیب! کب تک آپﷺ ان کو دعوت دیتے رہیں گے؟ آپﷺ نے 13 سال ان کو دعوت دی۔ اوران کو حق و دین کی طرف بلایا اور ان کو قرآن سنایا۔لیکن انہوں نے آپﷺ کی باتوں پر توجہ نہیں کی۔ یہ لوگ آپ کی جان کے دشمن بن چکے ہیں۔

1۔ بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ کا مفصل احوال دیکھئے: البدایہ والنہایہ جلد سوم صفحہ ۴۱۸ باب قصۃ العقبۃ الثانیہ۔ مکتبہ رشیدیہ، طبقات ابن سعد جلد اول باب ذکر العقبۃ الاولیٰ وذکر العقبۃ الآخرۃ صفحہ نمبر ۲۱۹، ۲۲۱۔ مکتبہ طبع بیروت

ہم آپ ﷺ کے لیے میزبان بننے کے لیے تیار ہیں۔ آقا! آپ مدینہ تشریف لے آیئے۔ ہم آپ کے لیے اپنی آنکھیں بچھائیں گے۔ ہم آپ کے لیے اپنے تن من اور دھن کی قربانی دے دیں گے۔ ہم آپ کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیں گے۔ یہ داعی بن کر آئے یہ 72 لوگ تھے انہوں نے حضور ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی ہے۔ اور وہ بیعت کیا وہ میں پھر عرض کروں گا۔

اہلِ مدینہ سے حضور ﷺ کا عہد و پیمان

بیعت کس کو کہتے ہیں؟

آپ کے ہاتھ پر مردوں نے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی۔ عورتوں نے زبانی کلمات کہہ کر بیعت کی۔ اور اس بیعت کے بعد اللہ کے نبی ﷺ کو انہوں نے دعوت دی۔ تو اس پر آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس نے فرمایا۔ دیکھو تم کیا دعوت دے رہے ہو؟ اگر تم میرے بھتیجے کو لے جاؤ گے۔ تو پورے عرب کی دشمنی مول لو گے۔ تم سوچ لو اور سمجھ لو۔ انہوں نے کہا کہ ہم سوچ سمجھ کر فیصلہ کر کے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا پھر بھی دیکھ لو۔ حضور ﷺ کے حقوق ہیں۔ کہنے لگے اللہ کے نبی ﷺ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں تم سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں پہلی بات یہ کہ تم عقیدہ توحید پر رہو گے۔ تم شرک نہیں کرو گے۔ تم اللہ کے حقوق کو تقسیم نہیں کرو گے۔ اللہ کے حقوق اللہ ہی کو دو گے۔ دوسرا تم سے میں یہ تقاضا کرتا ہوں۔ اور قرآن پڑھ کر سنایا اور ساتھ فرمایا کہ میرا تقاضا یہ ہے کہ تم میرے اور میرے ساتھیوں کے لیے یعنی مہاجرین کے لیے مال کی قربانی دو گے۔ اور اگر کوئی برا وقت آتا ہے تو جان کی قربانی بھی دو گے۔

اس پر آپ ﷺ کے ان جان نثاروں نے حضور ﷺ سے عرض کیا حضرت! ہماری بھی ایک شرط ہے اور وہ سن کر ہمیں مطمئن فرما دیں۔ ہماری جان آپ کے لیے حاضر، ہمارا مال آپ کے لیے حاضر ہمارے گھر آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے لیے حاضر لیکن ایک بات تو بتلا دیں اگر کل کو مکہ فتح ہو گیا تو پھر کیا ہو گا۔ پھر آپ ہمیں تنہا چھوڑ

کر مکہ واپس آ جائیں گے؟ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کَلَّا ہر گز نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ آج کے بعد میرا جینا بھی مدینہ والوں کے ساتھ اور میرا مرنا بھی مدینہ والوں کیساتھ اور آج کے بعد تم میرے ہو اور میں قیامت تک تم مدینے والوں کا ہوں۔ یہ عہد و پیمان ہو گیا۔ حضور ﷺ نے دعوت قبول فرمالی، میں اور میرے ساتھی مدینہ آئیں گے۔ ہم ہجرت کریں گے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ پھر گویا ہوئے فرمایا! او یثرب والو! ذرا توجہ سے میری بات کو سن لو۔ میرے بھتیجے کو مکہ سے لے جانا۔ اگر مکہ سے لے جا کر کل کو بے وفائی کر دو۔ کل کو ساتھ چھوڑ دو۔ ساتھ نہ نبھا سکو۔ کل کو عہد نہ نبھا سکو۔ تو ہمیں کوئی گلہ نہیں کوئی ناراضگی اور غصہ نہیں۔ لیکن تم اگر لے گئے اور لے جا کر تم نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تم نے ساتھ نہ نبھایا تو یہ بڑی گھاٹے کی بات ہوگی۔

سنو! میرے بھتیجے کو لے جانا عرب کے قبائل کے ساتھ جنگ کرنا ہے۔ میرے بھتیجے کو لے جانا مکہ والوں کے ساتھ جنگ کرنا ہے۔ تمہیں عرب کے قبائل اور مکہ والوں کی لڑائی مول لینی پڑے گی۔ پھر دیکھو جم سکو تو لے جاؤ۔ اور اگر نہ جم سکو نہ لے جاؤ۔

بارہ نقیبوں کا تقرر

اللہ کے نبی ﷺ کے ان وفاداروں نے کہا کہ ہم نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔ اب اللہ کے نبی ﷺ کے ہم ہیں اور اللہ کے نبی ﷺ ہمارے ہیں۔ عہد اور بیعت ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم بہتر (۷۲) لوگ آئے ہو اور حضرت موسیٰؑ نے اپنے ساتھیوں میں 12 نقیب مقرر فرمائے تھے۔ نقیب سردار کو کہتے ہیں۔ میں بھی 12 نقیب اور سردار مقرر کرتا ہوں۔ 72 اور 12 نقباء مقرر کرتا ہوں۔ لیکن جس کو میں مقرر نہ کروں وہ یہ نہ سمجھے کہ میری حق تلفی ہوئی ہے۔ وہ برا نہ منائے۔ اس لیے کہ میں محمد ﷺ کسی کو اپنی جانب سے نقیب مقرر نہیں کرتا، میں جس کو نقیب مقرر کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اور جبرائیل کے مشورے سے مقرر کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اشارہ کرنا شروع کیا۔ اسعد بن زرارہ نقیب بن گئے۔ ابو جابر ابن عبد اللہ نقیب بن گئے، حضرت نافع بھی نقیب بن گئے۔ آپ ﷺ نے 12 نقباء مقرر

فرمائے۔صحابہ کہتے ہیں یوں لگتا تھا کہ جبرائیل آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ وہ بتاتے جارہے ہیں اور حضور ﷺ اشارہ کر کے تعین کرتے جارہے ہیں۔اس لیے کہ نبی ﷺ کی کوئی بات اپنی مرضی سے نہیں ہوتی۔

نبی شریعت بتاتے ہیں، بناتے نہیں!

میں تو کہتا ہوں نبی شریعت بناتے نہیں بلکہ نبی تو شریعت بتاتے ہیں۔شریعت بنانے والا اللہ ہے جب اللہ کے نبی ﷺ کو دین اور شریعت بنانے کی اجازت نہیں صرف دین بتانے کی اجازت ہے، اوئے میاں! حضور نے اپنے اوپر یہ شہد حرام کردی تھی۔اللہ نے فوراً کہا:

یَآاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ . [التحریم: ۶۶/۱]

میرے حبیب! میں نے شہد کو حلال کیا آپ کیوں حرام کرتے ہو؟

فوراً اس قسم کو توڑو اور

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَکُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِکُمْ. [التحریم: ۲]

اللہ نے تمہارے لیے قسموں کا توڑ دینا لکھ دیا ہے۔توڑو قسم۔حضور ﷺ کو قسم توڑنی پڑی۔مسئلہ سمجھ میں آیا حضور ﷺ دین بتانے والے ہیں بنانے والے نہیں۔اگر دین بنانے والے ہوتے حضور ﷺ نے قسم اٹھائی تھی، شہد نہیں پیوں گا...... قیامت کی صبح تک آپ ﷺ کے لیے اور امت کے لیے شہد حرام ہو جاتی۔

اب مجھے بتاؤ کہ شہد حرام ہے۔یا حلال؟ حلال ہے۔صرف حلال ہی نہیں بلکہ قرآن تو کہتا ہے شِفَـاءٌ لِّلنَّاسِ یہ لوگوں کے لیے شفاء ہے۔قرآن نے شہد کے کمالات کو بیان کیا ہے۔تو مسئلہ سمجھ میں آیا ہے نہیں آیا ہے؟ حضور ﷺ اور علماء دین بتاتے ہیں بناتے نہیں۔کسی پیرو مرشد کو دین بنانے کی اجازت نہیں۔کوئی اتھارٹی ایسی نہیں دنیا میں جو دین بدل دے، جو دین کو میں اپنی طرف سے ترمیم کرلے۔نہ کوئی سپر ادارہ ہے اور نہ کوئی سپریم

کورٹ ہے۔ جو شریعت اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے واسطے سے ہمیں دی ہے۔ وہ مکمل، اکمل، اٹل اور قطعی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. [المائدہ: ۵/۳]

اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی شریعت کو تم پر مکمل کر دیا ہے۔ اللہ کے اس دیئے ہوئے دین پر راضی ہو یا ناراض؟......

مومن تو صرف شریعت پر راضی ہوتا ہے!

حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے اور آپؐ نے فضیلت بھی بتائی کہ ہر مسلمان صبح وشام یہ پڑھ لیا کرے تو اللہ اسے ڈھیروں اجر عطا فرماتے ہیں:

رضیت باللہ ربًّا وبالْاِسلام دینا وبحمّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نبیًّا.

ربا! میں تیرے رب ہونے پر راضی ہوں۔ میں اسلام کے دین ہونے پر خوش ہوں۔ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کے نبی ہونے پر بھی دل وجان سے راضی ہوں۔

مومن راضی ہوتا ہے۔ جب تم اللہ کے دین پر راضی ہو۔ لیکن اختیار رسموں اور بدعتوں کو کرتے ہو۔ دین کو چھوڑ دیتے ہو؟ ادھر کہتے ہو کہ اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں۔ ادھر کوئی فوت ہو جائے تو اسلام ختم اب رسمیں آگئیں؟ کہا جاتا ہے۔ میاں یہ کام خلاف سنت ہے۔ جواب آتا ہے، مولانا صاحب پتہ تو ہے آپ کو، برادری والی مجبوری ہے۔ معلوم ہوا برادری پر راضی ہو نہ کہ اسلام پر۔ شادیاں ہوں تو ہندوؤں والی رسمیں۔

بھائی میاں! کیا کیا؟

مولانا صاحب بس بچوں کا شوق تھا۔ ماننی پڑتی ہے۔

بچوں کا نہیں بلکہ عورتوں کو قبلہ بنایا ہے، ماننی پڑتی ہے۔ تو اسلام کے دین ہونے پر تو تم راضی نہ ہوئے۔ کاروبار سودی کرتے ہو اور کہتے ہو اسلام ہمارا دین ہے؟ اسلام کے دین ہونے پر تو تم راضی نہ ہوئے۔ جوئے کے بانڈز لیتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمارا دین اسلام

ہے؟ اذان ہورہی ہے، مسجد کے دروازے کے سامنے دکانوں پر بیٹھے ہو، جمعہ ہورہا ہے تمہارے کاروبار چل رہے ہیں...... اسلام کے دین ہونے پر تو تم راضی نہ ہوئے؟؟

ایمان وہی قابل ہے جو دل میں ہو۔ اسلام وہ ہے جو زبان پر ہو۔ اللہ نے فرمایا:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ...... [الحجرات: ۱۴/۴۹]

فرمایا اب تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اوپر اوپر سے کہہ رہے۔ دلوں میں ایمان کو اتارو۔ جیسے نبی ﷺ کے صحابہ نے ایمان کو دلوں میں اتارا تھا۔

12 نقیب آپ ﷺ نے مقرر فرمائے اور چلے گئے۔ تو مدینہ میں انقلاب برپا ہونے لگا۔ چند بوڑھے باقی تھے جنہوں نے کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تعلیم کا زور تھا۔ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی تلاوت کا شور تھا۔ پورے مدینہ میں تبدیلیاں آرہی تھیں۔ جوق در جوق لوگ مسلمان ہورہے تھے۔ لیکن یہ بوڑھے بڑی مشکل سے مانتے تھے۔ جوانوں کو سمجھانا آسان ہوتا ہے، ناراض نہ ہوں بوڑھوں کو سمجھانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ ان کو کوئی عالم مسئلہ بتادے تو کہیں گے ہم نے تو باپ، دادے کو بھی ایسے دیکھا ہے۔

الفینا علیه اباء نا...... [البقرہ:۱۷۰] یہ باپ دادا والی دلیل تو قرآن کی دلیل نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے:

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ. [البقرہ: ۱۷۰/۲]

اگر تمہارے باپ دادا بے سمجھی اور بے علمی میں ایک کام کرتے رہے تو کیا تم بھی کرتے رہو گے؟

باپ دادا بھول گئے تو تم بھی بھول جاؤ گے؟ باپ دادا کی بات نہ کرو۔ بزرگوں کی، اکابر اور اسلاف کی بات کرو۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ... [الانعام: ۹۰/۶]

صحابہ کی بات کرو۔ انہوں نے یہ عمل کیا یا نہیں کیا؟ تابعین کی بات کرو انہوں

نے یہ عمل کیا ہے یا نہیں؟ آئمہ مجتہدین کی بات کروانہوں نے یہ کام کیا نہ کیا؟ امت کے 14 سو سال کے علماء اجازت دیتے آئے یا نہ دیتے آئے؟ دیتے آئے تو دین ہے اور اگر اجازت نہیں دی تو دین نہیں ہے۔ باپ دادے کی بات حجت نہیں ہے۔ باپ دادے کا عمل حجت نہیں ہے۔ قرآن، سنت، اجماع اور مجتہد کا قیاس حجت ہے۔ دین کے یہ 4 اصول ہیں۔ ان کو اپناؤ گے۔ تو کبھی گمراہ نہیں پاؤ گے۔ باقی ہر چیز گمراہی میں لے جائے گی۔

حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

یہ بابے مسلمان نہیں ہو رہے تھے۔ لیکن ان کو بھی سمجھایا گیا۔ ایک بزرگ تھے۔ اُس کی یہ پوجا کیا کرتے تھے۔ ایک دن بیٹے کو تدبیر سوجھی تو انہوں نے اس بت کو اٹھایا اور جا کر روڑی اور ٹٹی خانے میں جا کر پھینک دیا۔ صبح ہوئی تو یہ اپنے بت کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ میرا خدا تو کہاں چلا گیا؟ میرا مشکل کشا تو کہاں کھو گیا؟ میرا بت تو کہاں چلا گیا؟ ڈھونڈتے ڈھونڈتے اُس گند سے جا نکالا۔ غسل دلایا خوشبو لگائی پیار کیا پھر اپنے سامنے رکھ لیا۔ اگلی رات بیٹے نے پھر اٹھایا۔ پھر ایسے ہی کیا۔ پھر ڈھونڈ کر لے آئے۔ تیرے ساتھ کس نے زیادتی کی کس نے ظلم کیا؟ یہ بھی ابھی تک عقل میں بات نہیں آئی کہ اگر یہ خدا ہے تو اپنے آپ کو تو بچا لے۔ گندگی میں تو جا کر نہ گرے۔ بات ابھی سمجھ میں نہیں آئی۔ تیسرے دن پھر اٹھایا۔ اٹھا کر ایک مردار کتا ڈھونڈا اُس کیساتھ باندھا اور باندھ کر الٹا کنویں میں لٹکا دیا۔ اب ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس کنویں تک جا پہنچے۔ اب اللہ نے سینہ کھول دیا۔ ہدایت کا بھی ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ اور بہانہ بنتا ہے۔ فوراً اس بت کو خطاب کر کے کہنے لگے۔ بس بس بات سمجھ میں آ گئی ہے اگر تو مشکل کشا اور حاجت روا ہوتا۔ اگر تو میری بگڑی بنانے والا ہوتا، اگر تو میری نذروں، نیازوں کے لائق ہوتا تو تو مردہ کتے کے ساتھ کنویں میں الٹا لٹکا ہوا نہ ہوتا۔ مجھے مسئلہ سمجھ میں آ گیا ہے۔ مشکل کشا بھی ایک ہے۔ اور حاجت روا بھی ایک ہے۔ پھر فوراً کلمہ پڑھا اور اسلام قبول کر لیا۔

اب مدینہ کی فضاؤں میں اسلام گونجتا ہے۔ اللہ کی توحید کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ اللہ کی تکبیر کی آوازیں آ رہی ہیں۔ اُدھر اللہ کے نبی ﷺ کے اصحاب نے ہجرت بھی شروع کر دی ہے اور بالآخر حضور ﷺ بھی ہجرت کر کے تشریف لائے۔

ہجرتِ مدینہ کا پس منظر

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. الا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہٖ لا تحزن ان اللّٰہ معنًا. فانزل اللّٰہ سکینتہٗ علیہ وایّدہٗ بجنودٍ لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلٰی وکلمۃ اللّٰہ ھی العلیا.[التوبۃ: ۹/۴۰]

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ما کان لیۃ الا کافۃ ما خلا ابابکرٍ. او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام.[1]

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:اقتدوا من بعدی الذین

1۔ سنن الترمذی:۲/۲۰۷، بواب المناقب، باب مناقب ابی بکر الصدیق، المیزان ناشران وتاجران کتب
مشکوۃ المصابیح:۲/۵۶۳، باب مناقب ابی بکر، مکتبۃ الرحمانیہ لاہور

ابابکر وعمر. او کما قال علیه الصلوة والسلام. [1]

صدق اللّٰه ورسوله النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاهدین والشاکرین والحمد للّٰه رب العالمین.

اللّٰهم صلّ علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراهیم وعلٰی اٰل ابراهیم إنّک حمید مجید. اللهم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراهیم وعلٰی اٰل ابراهیم إنّک حمید مجید.

ہجرت کا پسِ منظر

محترم بزرگو اور عزیز سامعین کرام! ہجرت اسلام کی دنیا میں تبلیغ اور پھیلاؤ کا ذریعہ بنی تھی۔ ہجرت کی برکت سے اللہ نے اسلام کو قوت، شان اور شوکت عطا فرمائی تھی۔ ہجرت بہت بڑا اجر وثواب والا کام ہے۔ مشرکین مکہ نے جب آپؐ اور صحابہ کرامؓ پر ظلم اور ستم کی انتہاء کر دی اور اللہ کے دین میں رکاوٹ بن گئے، تو اللہ کی طرف سے ہجرت کی اجازت ملی، وطن چھوڑ دینے کا حکم آیا۔ پہلے صحابہؓ نے ہجرت فرمائی مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف۔ جزیرہ عرب ایشیاء میں ہے اور یہ حبشہ غالبًا افریقہ میں ہے۔ آپؐ نے صحابہؓ کو اجازت دی۔ صحابہؓ کی ایک جماعت نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر صحابہؓ کو حبشہ میں یہ جھوٹی اطلاع پہنچائی گئی، یہ افواہ پہنچی کہ مکہ مکرمہ کے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔ تو وہ بے چارے واپس آئے اس خوشی میں کہ ہماری قوم مسلمان ہو چکی۔ ہم اپنے وطن واپس جائیں، لیکن معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے، پھر دوبارہ صحابہ کرام سفر کر کے حبشہ پہنچے، لیکن اللہ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو حبشہ جانے کا حکم نہ دیا، انتظار کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد حضور

1۔ سنن ترمذی: ۲/۲۰۷ ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکر الصدیق، المیزان ناشران وتاجران کتب مشکوۃ المصابیح: ۲/۵۶۸، باب مناقب ابی بکر وعمر، مکتبۃ الرحمانیۃ

علیہ السلام کو اشاروں اور خواب کے ذریعے یہ بتا دیا گیا کہ آپ ؐ کھجوروں والی زمین کی جانب ہجرت کرنے والے ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا ذہن مدینہ کی طرف نہیں تھا، غالباً مقامِ حجر کی طرف تھا۔ تو بتایا گیا کہ آپ ؐ مدینہ ہجرت کریں گے۔ پہلے آپ ؐ نے صحابہ کو اجازت دی، صحابہ ؓ نے بالترتیب مکہ چھوڑ کر مدینہ کی جانب ہجرت شروع فرمائی۔ دھڑا دھڑ لوگ مکہ چھوڑ کر، جائیدادوں کو چھوڑ کر اور اولاد کو چھوڑ کر مدینہ کی جانب روانہ ہونے لگے اور مکہ خالی ہو گیا۔ آبادی ختم ہونے لگی۔ اس دوران مشرکین مکہ نے حضور علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا، اس منصوبے کو میرے اللہ نے ناکام فرما دیا۔

واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین. [الانفال: ۸/۳۰]

مشرکین کی میٹنگ

مکہ مکرمہ میں ایک گھر تھا دارالندوۃ کے نام سے، اس گھر میں مشرکین مکہ نے ایک میٹنگ بلائی کہ بتاؤ اب اس نبی کے ساتھ کیا معاملہ کریں، اس کا پیغام تو بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ تو ہمارے کنٹرول سے بھی باہر ہوتا جا رہا ہے۔ مشورہ میں پورے مکہ کے سردار اکٹھے ہوئے اور شیطان، ابلیس لعین وہ بھی نجد کے ایک بوڑھے کی شکل میں اس میٹنگ میں بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا کہ میں تمہارے مشورے میں بیٹھنا چاہتا ہوں۔ کوئی اچھی رائے ہو گی تو میں بھی وہ رائے دے دوں گا۔ ابوجہل نے کہا ٹھیک ہے آپ بھی بیٹھ جائیں۔ انہیں نہیں پتا تھا کہ یہ شیطان ہے۔ مشورہ شروع ہوا کہ کیا کرنا چاہئے؟ ہر ایک نے اپنی اپنی تجویزیں دیں۔ تین تجویزیں حضور علیہ السلام کے متعلق اس میٹنگ کے شرکاء اجلاس نے دیں۔ پہلی تجویز یہ تھی کہ حضور علیہ السلام کو نکال دو اور جلاوطن کر دو، ملک بدر کر دو، ملک سے نکال دو، دوسری تجویز تھی کہ حضور علیہ السلام کو قید کر دو، گرفتار کر دو۔

شیطان مردود جو انسانی شکل میں اور ایک بزرگ کی شکل میں بیٹھا تھا اس نے کہا، اونہوں! یہ دونوں تجویزیں درست نہیں ہیں۔ جلاوطن کرو گے تو تم جانتے ہو کہ اس کی زبان

بڑی میٹھی ہے، شیریں ہے، پُر تاثیر ہے، یہ جہاں بھی جائے گا میٹھی میٹھی باتیں کر کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملالے گا، قوت اور جتھہ بنالے گا اور تم پر حملہ کر دے گا۔

دوسری تجویز بھی ٹھیک نہیں، تم انہیں گرفتار کرو گے، قید کرو گے تو نتیجہ یہ نکلے گا، تم جانتے ہو کہ اس کے ساتھی بڑے وفادار ہیں، بڑے جانثار ہیں، بڑے حُب دار ہیں، بڑے شاندار ہیں وہ اپناتن من دھن اس پر قربان کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ وہ جیل توڑ ڈالیں گے اور حملہ کر کے نکال لیں گے۔

ابوجہل کی تجویز پر شیطان کی تائید

ابوجہل نے کہا کہ پھر میری تجویز ہے کہ مکہ کے تمام قبیلوں کے لوگ اکٹھے جا کر اس نبی کو قتل کر دیں۔ قاتل ایک ہوگا تو بنو ہاشم قصاص لیں گے۔ جب قاتل پورا مکہ ہوگا تو پھر وہ قصاص کس کس سے لے گا؟ خون کا بدلہ خون کس کس سے لے گا؟ تو قتل کر دو۔ شیطان جو بڑا سمجھدار انسان بن کر یہاں بیٹھا تھا، اس نے کہا ہاں یہ تجویز ٹھیک ہے۔[1]

شیطان جنات میں سے ہے

دو موقعے ایسے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ طیبہ میں جب شیطان انسانی شکل میں پریکٹیکلی، عملاً کافروں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ ایک غزوۂ بدر میں اور اس نے کہا انّی جارٌ لّکم، وہ قبیلے کا سردار بن کر کھڑا ہو گیا اور کہا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور اُسی قبیلے سے مشرکین کو خطرہ تھا، اُن سے اَن بن تھی کہ کہیں وہ مسلمانوں کا ساتھ نہ دیں۔ تو حوصلہ بندھوانے کے لیے اُس قبیلے کے سردار کی شکل میں شیطان کھڑا ہو گیا۔ جیسے جنات شرارتیں کرتے ہیں، یہ جنات بھی شیطانوں کی ایک قسم ہے نا! اور یہ شیطان اکبر بھی جن تھا۔ کان من الجن، قرآن نے کہا ہے۔ یہ جو جنات ہیں یہ اللہ کی ایسی مخلوق ہے جن کا نہ نظر آنے والا، نہ محسوس کیا جانے والا جسم ہے اور جسم لطیف ہے۔ مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ مختلف صورتیں اختیار کر سکتے ہیں۔ اور یہ جنات جو ہیں،

1۔ طبقات ابن سعد: ۱/۲۲۷، دار صادر بیروت۔ البدایہ والنھایہ: ۳/۲۴۳، مکتبۃ الرشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

ان میں مذکر بھی ہیں اور مؤنث بھی ہیں۔ توالد اور تناسل بھی ہوتا ہے اولادیں بھی ان کی ہوتی ہیں اور خاندان بھی ان کے ہوتے ہیں۔ اور انسانوں سے تعداد میں کئی گنا زیادہ ہیں اور بڑے لمبی لمبی عمر کے ہوتے ہیں۔ انسانوں کی عمر تو اوسطاً 60 سال ہے نا! یہ لمبی لمبی عمر کے بھی ہوتے ہیں۔ ان کے بڑے عجیب عجیب قصے ہیں اور بڑے عجائبات ہیں ان کے، چونکہ شیطان ہیں، شرارتیں بھی کرتے ہیں، ان میں بعض نیک بھی ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی، ان کے پاس جنات ایک فیصلہ لے کر آئے، فیصلہ کروانے آئے۔ تفصیل کا موقعہ نہیں وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے، آج ذرا طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔ تو حضرت نے فیصلہ فرمایا۔ تو ایک جن بیٹھے تھے اور انہوں نے کہا: ھٰکذا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان جیسے معاملات میں ایسے ہی سنا تھا۔ گویا کہ وہ صحابی جن تھے۔ حضور علیہ السلام کے زمانے میں کچھ جن مسلمان ہو گئے تھے نا! جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ اذ صرفنا الیک نفرًا من الجن یستمعون القرآن. [الاحقاف:۴۶/۲۹] ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو بھیجا وہ قرآن سننے لگی۔ اور وہ جب آئے تو قالوا انصتوا کہنے لگے چُپ رہو، خاموشی سے قرآن سنو۔ اور قرآن سن کر گئے تو مسلمان ہو گئے اور ولو الٰی قومھم منذرین، پھر اپنی قوم کی طرف داعی اور مبلغ بن کر گئے۔

قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا. [الجن: ۷۲/۱]

میرا نبی! آپ بتاؤ مجھ پر وحی آئی ہے کہ میرا قرآن جنوں نے سنا ہے، اور جنوں نے میرا قرآن سن کر اپنی جنوں کی جماعت کو بتایا انا سمعنا قرانا عجبا. ہم نے عجیب و غریب قرآن سنا ہے۔

یھدی الی الرشد فاٰمنّا بہٖ...... [الجن: ۷۲/۲]

یہ قرآن تو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے، ہم اس قرآن پر ایمان لائے ہیں اور سن لو!

آج کے بعد ہمارا عقیدہ یہ ہے:

ولن نشرک بربّنا احدًا. [الجن: ۷۲/۲]

اب تک ہم شرک کرتے تھے، آج کے بعد شرک نہیں کریں گے۔ ہم توحید پرست ہو گئے، موحد بن گئے ہم۔

ولن نشرک بربّنا احدًا. واَنّهٗ تعالٰی جدّ ربّنا [الجن: ۷۲/۲]

ہمارا رب تو بزرگ و برتر و بالا ہے۔

ما اتخذ صاحبةً وّلا ولدًا. [الجن: ۷۲/۳]

نہ اس کی بیوی ہے اور نہ اس کی اولاد ہے۔

خیر! یہ ایک الگ مضمون ہے، جس طرف چلیں اُسی طرف مضمون ہی مضمون ہیں۔

جنات کی شرارتیں

تو جنات...... یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ ڈرا نہ کرو اِن سے۔ جتنا عقیدہ کمزور ہوتا ہے نا، اُتنا آدمی بزدل ہوتا ہے۔ توہم پرست ہوتا ہے۔ مشرکین مکہ کا یہی حال تھا۔ یہ مکہ کے کافر اور مشرک اِن کا مزاج یہ تھا، قرآن میں اللہ نے بتایا کہ:

واَنّه كان رجالٌ من الانس يعوذون برجالٍ من الجن فزادوهم رهقًا. [الجن: ۷۲/۶]

کچھ انسان تھے، کسی ویرانے، جنگل، کھائی اور وادی میں جاتے تو ہاتھ جوڑ کر کہتے:

اعوذ لبيد هذا الوادی من الجن......

او اس وادی کے جنوں کے سردار! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں اپنے آپ کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ تو جن بڑے خوش ہوئے کہ انسان اللہ سے نہیں بلکہ ہم سے پناہ مانگ رہا ہے۔

فزادوهم رهقًا.

اُن کی بدمعاشی میں اور اضافہ ہو جاتا۔

اور جب تم ڈرتے ہو اور اُن کو نفع نقصان کا مالک سمجھتے ہو، تو یہ بدمعاش بنتے ہیں اور تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔ ورنہ انسان اشرف المخلوقات ہے، جنات اشرف المخلوقات نہیں، فرشتے بھی اشرف المخلوقات نہیں۔ تم نیک بنو تو تم اشرف ہو۔

ولقد کرمنا بنی اٰدم...... الخ [بنی اسرائیل: ۷۰/۱۷]

پاک صاف رہا کرو، نماز پڑھا کرو، قرآن کریم کی تلاوت کیا کرو، جن تمہیں کچھ نہیں کہتے، ہر جگہ جن نہیں۔

حضرت صاحب! میرے گھر میں جنات ہیں۔ بھائی کون سی جگہ ہے جہاں جنات نہیں؟ ہاں ان کی طبیعت میں شرارت ہے، تو تم اللہ کے کلام کو پڑھ کر اپنا حصار کر لیا کرو، بس! محفوظ ہو جاؤ گے۔

ایک صحابی بیت الخلاء گئے، اب بات میری دور نکل رہی ہے، مجھے اپنے موضوع پر آنا ہے۔ بیت الخلاء گئے، جنوں نے اُنہیں قتل کر دیا، مار ڈالا۔[1] حدیث میں آتا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم بیت الخلاء جایا کرو تو پڑھا کرو: اللّٰھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث. تم جنات سے چھپ جاؤ گے، جنات تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اور ایک حدیث میں اور طرح آتا ہے، فرمایا کہ جب تم قضاء حاجت کرنے کیلئے بیٹھتے ہو اور کپڑے اتارتے ہو تو یہ جنات تمہاری شرمگاہ سے کھیلتے ہیں۔ اس لئے دعا پڑھ کر بیٹھا کرو۔[2] اکثر عورتیں گھروں میں ناپاک رہتی ہیں دو وجہ سے۔ (۱) بہت سے گھروں میں تو دین نہیں ہے، (۲) غسل کا طریقہ نہیں آتا تو ناپاک رہیں۔ ناپاکیوں پر شیاطین آتے ہیں۔

1۔ معارف السنن: ۱۳۹/۱، ابواب الطھارۃ، باب مایقول الرجل اذا دخل الخلاء، دار التصنیف جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن)۔ (استیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۳۲۶/۱، ترجمۃ سعد بن عبادۃ بن دلیم، المکتبۃ العصریۃ صیدا۔ بیروت

2۔ سنن ابی داود: ۱۳/۱، ۱۴، کتاب الطھارۃ، باب مایقول الرجل اذا دخل الخلاء، مکتبۃ الرحمانیۃ

آپ کے شجاع آباد کا ایک اندوہناک سانحہ ہوا، ایک شادی شدہ خاتون اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر سندھ کے ایک عیسائی کے ساتھ چلی گئی، اُس کے عزیز روتے ہوئے میرے پاس آئے، تو میں نے سندھ میں اپنے ایک بزرگ عالم کو فون کیا، انہوں نے اُس خبیث کو، اور وہ پولیس والا تھا، اس کو برآمد کروایا، ڈیوٹی پر تھا اور آن ڈیوٹی تھا، مان نہیں رہا تھا، اس کی گُٹاس لگوائی، پھر اس نے بتایا، تو وہ لڑکی ہم نے برآمد کروائی، بچہ برآمد کرایا۔ ویسے میں ان چکروں میں نہیں پڑتا، اور نہ ہی میرا یہ مزاج ہے۔ لیکن یہ لڑکی اگر وہاں رہتی تو وہ مرتد بن جاتی، بیٹے نے بھی کافر ہو جانا تھا۔ اگر ہمارے گھروں میں دین ہوتا تو مسلمان بچی کافر کے ساتھ جاتی اور وہ بھی شادی شدہ؟، پھر بیٹے کو ساتھ لے کر؟...... اللہ تعالیٰ ہمیں مسلمان بنائے اور ہمارے گھر والوں کو بھی مسلمان بنائے۔ آٹھویں دن چند لوگ ہم جمع ہو جاتے ہیں کوئی دین کی بات سن جاتے ہیں۔ بعضوں کو اللہ توفیق دیتے ہیں وہ شبِ جمعہ پر چلے جاتے ہیں۔ خواتین کو بھی دین کی باتیں سنایا کرو، ان کے اندر بھی خدا کا خوف پیدا کرو۔ اس لئے ہم نے بچوں کی تعلیم کا مدرسہ بنایا۔ آپ کتنے ہی نیک ہیں، اگر آپ کے گھر کی خواتین میں دین نہیں ہے، ان کو پاکی / ناپاکی کا پتہ نہیں ہے تو وہ آپ کو حرام کھلائے گی، ناپاک کھلائے گی۔

گدھے کے حرام ہونے کا حکم کب نازل ہوا؟

ویسے آدمی جنگل میں جائے، جائے کہاں؟ گوشت لینے جاؤ تو اخبارات میں آ رہا ہے کہ گدھے کا گوشت کٹا ہوا ہے۔ کتے کا گوشت کٹا ہوا ہے۔ شجاع آباد میں قصاب گرفتار ہوا وہ مردہ بکری اٹھا کر لے جا رہا تھا۔ میں تو بیمار آدمی ہوں، اپنے ساتھیوں سے میں نے کہا، بھائی گوشت لینا چھوڑ دو۔ مرغی لے لیا کرو، اور خود ذبح کرایا کرو۔ مہمان آئیں تو بکرا لے لیا کرو خود ذبح کرایا کرو۔ اب آدمی جائے کہاں؟ جب حرام کھاؤ گے تو جسم سے حرام ہی نکلے گا بھائی۔ انسانیت ختم ہوگئی۔ یہ دہشت گردی نہیں؟ انسانوں کو کتا کھلانا چند

ٹکوں کی خاطر اور چند پیسوں کی خاطر گدھا کھلانا؟ اسلام میں احکام آہستہ آہستہ آئے۔ ابھی گدھے حرام نہیں ہوئے تھے، غزوۂ خیبر تھا، لوگوں نے گدھے ذبح کیے، دیگیں چڑھا دیں۔ایک صحابی نے آکر حضور علیہ السلام سے عرض کیا، حضرت!

هلكت الحُمُر......

گدھے ختم ہوگئے، ہلاک ہوگئے گدھے!!

آپ علیہ السلام چُپ رہے۔ پھر وہ آئے، عرض کیا: هلكت الحمر، گدھے ہلاک ہوگئے۔ آپ علیہ السلام پھر بھی چپ رہے۔ وہ پھر آئے اور عرض کیا:

فُنِيَتِ الحُمُر......

گدھے تو حضرت ختم ہو جائیں گے۔ سواری کے لیے گدھے نہیں رہیں گے۔ لوگ تو دھڑا دھڑ ذبح کر کے دیگیں چڑھا رہے ہیں۔ اس وقت حضور علیہ السلام پر وحی آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے اعلان فرمایا، خبردار!

انّ اللّٰه حرّم عليكم لحوم الحُمُر الاهلية...... [1]

اللہ نے گدھوں کے گوشت کو تم پر حرام کیا ہے۔

اور حرام کون سی چیز ہوتی ہے؟ جو گندی ہوتی ہے۔

ويحرّم عليهم الخبائث...

خبیث چیز حرام ہوتی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ جو گدھے دیگوں میں چڑھے ہوئے ہیں جلدی کرو، یہ نہیں فرمایا کہ چلو آج کھالو، آئندہ کے لئے حرام...... بلکہ فرمایا ان دیگوں کو اُلٹ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگیں اُلٹوا دیں۔ کسی بھی مذہب میں، ہمارے مذاہب سے کسی بھی مذہب میں گدھا حلال نہیں۔ اور کُتا خبیث جانور، پیسوں اور چند ٹکوں کی خاطر؟...... کلیجہ منہ کو آتا ہے، تو بات کر رہا تھا اور بات بہت دور نکل گئی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے اُس جن نے کہا: **هكذا سمعت رسول اللّٰه......**

1۔ صحیح البخاری: ۲/۶۰۴، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، قدیمی کتب خانہ

میں نے حضور علیہ السلام سے ایسے ہی سنا تھا۔ تو یہ جن کبھی انسانی شکل بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! یہ شیطان اللہ کے نام سے بھاگتا ہے۔ اللہ تو اللہ ہے، اللہ کے نام سے بھی بھاگتا ہے۔ اذان، اقامت سے بھی بھاگتے ہیں۔

تو یہ شیطان مردود انسانی شکل میں بیٹھا تھا۔ ایک دفعہ بدر میں اور ایک دفعہ ہجرت سے پہلے دار الندوہ میں۔ اُس نے کہا کہ یہ تجویز ٹھیک ہے کہ حضور علیہ السلام کو قتل کر دو۔ اب بھلا حضور علیہ السلام کو کون قتل کر سکتا ہے؟ حضور علیہ السلام کا محافظ کون ہے؟ (سامعین اللہ! ذرا بولو تو......اللہ! یاد رکھو کچھ چیزیں شعائر اللہ میں سے ہیں، ان کو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ حضور علیہ السلام بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ آپ کو کوئی نہیں قتل کر سکتا۔ اور یاد رکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اللہ نے فرمائی ہے، فرما رہے ہیں اور فرماتے رہیں گے۔ کعبۃ اللہ شعائر اللہ میں سے ہے اللہ نے حفاظت کی، حفاظت کر رہے ہیں، کرتے رہیں گے۔

یمن کی صورتحال پر تبصرہ

تمہیں پتا ہے آج کل عرب میں کیا ہو رہا ہے؟ ابھی میں عمرے پہ گیا تھا، یہ جن دو جمعوں میں مَیں نہیں تھا، اللہ کی توفیق سے عمرے پر جانا ہوا۔ تو مجھے یمن کا ایک آدمی ملا۔ کہنے لگا آپ اخبارات میں پڑھتے ہوں گے کہ یمن میں قبیلوں کی جنگ ہے۔ اس نے کہا یہ بالکل جھوٹ ہے۔ یمن میں کوئی قبیلوں کی جنگ نہیں۔ شیعہ سنیوں کو قتل کر رہے ہیں۔ اور اس قدر اُس نے مجھے بتایا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر، کہ ہمارے جتنے بڑے علماء تھے، بزرگ اور مشائخ تھے سب کو وہ ذبح کر چکے ہیں۔ سکولوں کے 17 ہزار سُنی بچوں کو ذبح کر چکے ہیں۔ میں نے کہا آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو اس نے بڑی عجیب بات کی۔ یمن کے مسلمان بہت اچھے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

الایمان یمانیۃ والحکمۃ یمانیۃ ...... [1]

1۔ صحیح البخاری: ۲/۶۳۰، کتاب المغازی، باب قدوم الاشعریین واھل الیمن، قدیمی کتب خانہ

ایمان بھی یمنی ہے یعنی یمن میں ہوگا اور حکمت بھی یمن میں ہوگی۔

میں نے پوچھا آپ کیا کر رہے ہیں؟...... کہنے لگا ہم کچھ کریں تو ہم دہشت گرد بنیں گے۔ مصر میں کیا ہوا؟ اس لئے ہم چپ ہیں۔ اب وہ اتنے بڑھ گئے کہ انہوں نے سعودیہ کی طرف نظریں اٹھالیں اور مدینہ اور بیت اللہ پر قبضہ کرنے کے منصوبے بنالیے۔

اور خود حالت یہ ہے کہ چند سال پہلے مجھے مدینہ میں بیٹھ کر مدینہ کے لوگوں نے بتایا کہ کچھ بدبختوں نے جلوس نکالا اور گنبد خضراء کے سامنے کھڑے ہو کر "نقل کفر کفر نباشد" نعوذ باللہ، نعوذ باللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی طرف جوتے پھینکے۔ وہاں عرب میں یہ حالات ہو گئے۔ لیکن یاد رکھو، حضور علیہ السلام کا محافظ بھی اللہ تھا، ہے اور رہے گا، کسی کو کسی کی شہہ ہو، کسی کے پیچھے کوئی ہو، سب کچھ ہوگا، مدینہ میں تو دجال بھی نہیں آئے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوری زمین میں دجال جائے گا، مدینہ کے اُس وقت 7 دروازے ہوں گے، وہ مدینہ میں نہیں آسکے گا۔[1] اللہ فرشتوں کا پہرہ لگا دیں گے۔ وہ مدینہ کے باہر جنگلات تک پہنچے گا اور ایک آدمی کو قتل کرے گا۔ اور کہے گا کہ دیکھو میں اس کو کیسے قتل کرتا ہوں۔ وہ ایک آدمی کو قتل کرے گا، پھر اس کو زندہ کرے گا اور پھر کہے گا مانو مجھے خدا، تو وہ مقتول کہے گا کہ میرے ایمان میں اضافہ ہو گیا اللہ کی قسم! تو میرا خدا نہیں ہے تُو دجال ہے۔[2] قیامت قریب ہے، یہ حالات بن رہے ہیں۔ اللہ فتنوں سے بچائے اور خاتمہ ایمان پہ کرے۔

کفار کی تدبیریں ناکام، اللہ کی تدبیر کامیاب!

قتل کا منصوبہ بنایا، یہ ہجرت کا آغاز ہے۔ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔ قرآن نے کہا:

واذ یمکر بک الذین کفروا ...... [الانفال: ۸/۳۰]

1۔ صحیح البخاری: ۲۵۲/۱، ابواب فضائل المدینۃ، باب لا یدخل الدجال المدینۃ، قدیمی کتب خانہ
2۔ صحیح المسلم: ۴۰۱/۲، ۴۰۲، قدیمی کتب خانہ۔ مشکوۃ المصابیح: ۴۸۶/۲، مکتبۃ رحمانیۃ

کافر آپ کے بارے میں پلاننگ کر رہے تھے۔ یمکر کا معنیٰ آج کی زبان میں کریں گے آپ کے بارے میں پلاننگ کر رہے تھے۔

لیثبتوک او یخرجوک او یقتلوک......

تین چیزوں کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہتے تھے کہ، آپ کو گرفتار کریں، آپ کو جلاوطن کریں یا قتل کریں......

ویمکرون...... یہ اپنی پلاننگ کر رہے تھے

واللہ خیر الماکرین...... اللہ اپنی پلاننگ کر رہا تھا۔

اُن کی پلاننگ جھوٹی اور ناکام جبکہ اللہ کی پلاننگ کامیاب۔ واللہ خیر الماکرین۔

اکٹھے ہو کر آئے، محاصرہ کیا، منصوبہ ہے قتل کر دینے کا۔ اسلام تو بے چارہ شروع سے ہی مظلوم ہے۔

میں تو اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہوں جس کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ میرے نبی نے اپنے ہاتھ سے کسی کو قتل نہیں کیا۔ تلوار سے کسی کو قتل نہیں کیا۔ بس ایک کافر کو یوں چھڑی ماری، تلوار سے مارتے تو پتہ نہیں کیا ہوتا۔ اُمیہ کو چھڑی ماری، چیختا، چلّاتا پیچھے ہٹ گیا اور چیختے چیختے مر گیا۔ بس حضور علیہ السلام نے صرف اُسی کو مارا۔ اور اس کو مارنا نہیں کہتے۔

حضور علیہ السلام کے تو قتل کے منصوبے بنے......تم کہتے ہو کہ یہ مذہب والے دہشت گرد ہیں۔ یہ مولوی دہشت گرد ہیں۔ مسجدوں کے سپیکر دہشت گرد ہیں۔ اُتر واؤ جی اُتر واؤ سپیکر۔ ٹھیک ہے جی ہم نے اُتار دیا۔ اگر ہمارے مسجدوں کے سپیکروں کے اتارنے سے امن آتا ہے تو بھئی ہم آئندہ بغیر سپیکر کے تقریر کر لیں گے۔ ٹھیک ہے؟......امن تو دو نا! خیبر سے کراچی تک ہر مدرسہ کی تلاشی کی، چاقو نہیں نکلا۔ اور اب کراچی میں تلاشی کی 120 دہشت گرد پکڑے گئے، نیٹو کا اسلحہ پکڑا گیا۔ U.S.A کا سیل بند اسلحہ پکڑا گیا۔ 120 / 120 آدمیوں کے قتل کرنے والے پکڑے گئے، جیلوں کے مفرور پکڑے گئے،

اور دہشت گرد ہم ہیں؟......دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالتے ہو؟ اندھا بناتے ہو؟ جو مظلوم وہ دہشت گرد، جو ظالم وہ ہماری تقدیر کے فیصلے کریں گے۔ کل انہی لوگوں نے ہماری تقدیر کا فیصلہ کیا، یہ مولوی دہشت گرد ہیں، داڑھیوں اور پگڑیوں والے دہشت گرد ہیں، یہ مدرسے بند کردو......ان کا بس چلے تو یہ مسجدیں بند کردیں۔

لیکن یاد رکھو میاں! ہم تمہارے ساتھ نہیں لڑتے، لیکن ہمارا بھی کوئی ہے......نہیں سمجھے میری بات! ہاں خدا کی قسم! ہم کمزور، زمین پر ہماری کوئی حکومت نہیں، ہم بے سہارا لیکن ہمارا بھی کوئی ہے۔ اور وہ ہے جو سب پہ بھاری ہے۔

وہ ہے، واللّٰہ غالب علٰی امرہٖ وہ سب پہ غالب، جس کا امر چلتا ہے، جو تدبیریں رکھتا ہے، جو تقدیریں بناتا ہے۔ اور جو لوگوں کی تدبیر کو ان کی تدمیر کا ذریعہ بناتا ہے۔ لوگوں کی کارروائیوں کو انہی پہ الٹتا ہے۔ وہ ہے جس نے فرعون، شداد اور قارون کو نکیل ڈال کر دنیا کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔ اللہ نے اپنے حبیب کی بھی حفاظت کی اور اپنی کتاب کی بھی حفاظت کرے گا۔ قرآن کی بھی حفاظت کرے گا۔ ان شاء اللہ

اللہ نے اپنے نبی کو بچالیا، حفاظت ہوگئی۔

میرے دوستو! خالق کو نہ بھلاؤ، رب کو نہ بھلاؤ، کسی کمزور کو کمزور نہ سمجھو۔ ابرہہ کو یہی غلطی لگی تھی۔ میرے اللہ نے ابرہہ کو نشانِ عبرت بنا دیا تھا۔ ان مسجدوں، دین، قرآن، رسول اللہ اور کعبۃ اللہ، روضۂ رسول اللہ کا، حضور کے صحابہ اور نبی کے اہل بیت کا محافظ اللہ ہے......اللہ ہمیں اپنے در کا خادم بنائے، اپنے نبی کا غلام بنائے۔ سنت کا متبع بنائے۔

وما علینا الا البلاغ

......☆......

ہجرتِ نبیؐ وصدیقؓ [۱]

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ .
صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ أَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ. [الانفال: ۸/۳۰]
وقال تعالٰی: اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا. [التوبۃ: ۹/۴۰]
قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: واللّٰہ .... واحب إلّا لِلّٰہ واللّٰہ لو لا اخرجت. اوکما قال
قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: اللّٰھم اجل .... وعیاش ابن ابی ربیعۃ. اوکما قال

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسوله النبی الکریم ونحن علیٰ ذٰلک لمن الشاهدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.
اللّٰھم صل علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ کما صلّیت علیٰ ابراهیم وعلیٰ اٰل ابراهیم إنّک حمید مجید. اللهم بارک علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ کمابارکت علیٰ ابراهیم وعلیٰ اٰل ابراهیم إنّک حمید مجید.

تمہید

محترم دوستو، بزرگو اور بھائیو! اللہ کے فضل و کرم سے ماہِ مقدس رمضان المبارک اختتام پذیر ہوا، اور یہ شوال کا پہلا جمعہ ہے۔ اللہ اس رمضان المبارک کے ہمارے اعمال کو قبول فرما کر پورا سال ہمیں ایسے ہی اعمال کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اہلِ علم کہتے ہیں کہ رمضان کا فلسفہ یہی ہے کہ مومن کی مثال، گنہگار مسلمان کی مثال ایک بیمار اور مریض کی سی ہے۔ جب مرض بڑھ جاتا ہے تو اسے کچھ دنوں کے لئے ہسپتال منتقل کر دیا جاتا ہے۔ ہسپتال میں ڈاکٹروں کی نگرانی میں علاج معالجہ ہوتا ہے اور غذا و خوراک دی جاتی ہے۔ اور جب طبیعت بہتر ہوتی ہے تو ہر دن کی ہدایات دے دی جاتی ہیں کہ تم نے اب یوں وقت گزارنا ہے۔ فلاں فلاں دوائی فلاں فلاں وقت استعمال کرنی ہے۔ فلاں فلاں چیز سے پرہیز کرنی ہے، اور یوں اپنے آرام کا خیال کرنا ہے۔ ایسے ہی مسلمان گیارہ مہینے جب گناہوں میں لت پت ہو کر بیمار ہو جاتا ہے، روحانی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ عطا فرما کر مومن کو اپنی نگرانی میں لے لیتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ اور شیطانوں کو جکڑ دیتے ہیں۔ روزوں اور طاعات و اذکار میں ہمیں مشغول فرما دیتے ہیں۔ گویا کہ مومن کو اپنی نگرانی میں لے لیتے ہیں۔ پھر جب مہینہ گزر گیا تو اب ہمیں حکم یہ دیا گیا کہ دیکھو باقی گیارہ مہینے تم

نے یہ یہ کرنا ہے اور یہ یہ نہیں کرنا۔ گناہوں سے بچنا پرہیز ہے اور نیکی کا کرنا یہ دوائی کا استعمال ہے۔ اور جو مریض ہسپتال سے آ کر ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ایام گزارتا ہے تو یقیناً وہ صحت مند رہتا ہے۔ اور جو ڈاکٹر کے بتائے ہوئے نسخہ اور ہدایات کو نظر انداز کرتا ہے تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے۔ جو مسلمان رمضان گزارنے کے بعد اپنی تقویٰ والی زندگی پر قائم رہیں گے وہ روحانی طور پر صحت مند رہیں گے اور جو رمضان میں زور لگا کر دن گزارتا ہے رمضان گزرا تو فرائض بھی گئے۔ طاعت ختم تو ظاہر ہے کہ گناہوں کی مرض پھر سے بڑھ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رمضان کے تقاضوں کو پورا سال پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کی طرف سے حضور ﷺ کو ہجرت کی اجازت

ہمارا جو سلسلہ سیرت النبیؐ ربیع الاوّل سے چل رہا تھا، وہ پہنچا تھا نبوت کے تیرہویں اور عمر مبارک کے ۵۳ ویں سال تک۔ اور میں نے اپنے گذشتہ بیان میں رمضان سے پہلے یہ عرض کیا تھا کہ اللہ کے نبیؐ کے ہاتھ پر مدینہ منورہ سے آنے والے بہتر (۷۲) افراد نے بیعت کی، اور آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ اس کو بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں، جس کی تفصیل پچھلے بیان میں عرض کی جا چکی ہے۔ اس بیعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب آپ علیہ السلام کے چچا بھی شریک تھے۔ یہ ۱۳ نبوی کی بات ہے۔ منیٰ میں یہ بیعت ہوئی۔

اس بیعت کے بعد آپ کو اللہ کی طرف سے ہجرت کا اشارہ مل گیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اجازت دے دی گئی ایسی زمین میں جو نخلستان ہے، یعنی کھجوروں والی زمین ہے۔ اور ما بین لابتین ...... جو دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے ہجرت کرنا شروع کر دی۔

سب سے پہلے ہجرت کا شرف کس کو ملا؟

سب سے پہلے مہاجر، جنہوں نے ہجرت کی اُن کا نام ہے سیدنا ابو سلمٰی رضی اللہ

عنہ۔حضرت ابوسلمیٰ کا مختصر سا خاندان تھا۔ایک ابوسلمیٰ خود تھے،ایک ان کی اہلیہ سیدہ اُم سلمیٰ تھیں اور ایک ان کے بیٹے تھے۔ یہ خاندان جب ہجرت کرنے لگا،تو ابوسلمیٰ کے سسرال آ گئے اور سسرال والوں نے کہا کہ تم مکہ چھوڑ کر تو جا رہے ہو صرف تم تو جا سکتے ہو، ہماری لڑکی کو لے کر نہیں جا سکتے۔انہوں نے حضرت ابوسلمیٰ رضی اللہ عنہ کے خاندان کو تقسیم کر دیا۔اور اُم سلمیٰ کو الگ کر کے قابو کر لیا۔جب ابوسلمیٰؓ کے خاندان نے دیکھا کہ اُم سلمیٰ کے خاندان نے اپنی لڑکی کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے،تو انہوں نے کہا کہ تم دونوں اب ہمارے خاندان کا بچہ نہیں لے سکتے۔ ابوسلمہ اور اُم سلمہ سے بچہ ابوسلمہ کے خاندان نے چھین لیا۔ چھوٹا سا خاندان تین حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ابوسلمہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ اکیلے۔ بیوی اور بیٹے کو چھوڑا، خاندان کو چھوڑ دیا، رشتے داروں کو چھوڑ دیا۔اکیلے مدینہ چلے گئے۔ام سلمہ کو میکے والے لے گئے۔ بیٹے کو ابوسلمہ کا خاندان لے گیا۔

اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی ہجرت

اُم سلمہ کو تین صدمے (۱) ہجرت نہ کرنے کا (۲) دوسرا صدمہ شوہر سے جدائیگی کا، (۳) تیسرا صدمہ بیٹے سے جدائیگی کا۔اُم سلمہؓ بیچاری کا وقت روتے ہوئے گزرتا۔صبح ہوتی تو مکہ سے باہر نکل آتیں اور ایک مقام پر بیٹھ کر سارا دن روتی رہتیں اور شام کو واپس چلی جاتیں۔کئی دن یوں روتے روتے گزر گئے۔تو کچھ لوگوں کو ترس آیا،انہوں نے کہا کہ تمہیں اِس مسکینہ پر ترس نہیں آتا؟ اس کا کیا قصور ہے؟ چنانچہ تحریک پر بچہ واپس کیا گیا۔ اور یہ اپنے بچے کو لے کر تنِ تنہا تقریباً پانچ سو کلومیٹر کا سفر کر کے مکہ سے مدینہ پہنچیں۔اکیلے سفر کیا اس خاتون نے۔اور یہ اُس وقت کی بات ہے جب سڑکیں اور روڈ نہیں تھے۔بسیں، موٹریں، کاریں، ٹرینیں اور ہوائی جہاز نہیں تھے۔ پیدل سفر کیا ۵۰۰ کلومیٹر، اللہ کے دین اور اسلام کی خاطر۔حضور علیہ السلام کی محبت میں اس خاتون نے اپنے بچے کے ساتھ سفر کیا۔ تنعیم مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ جہاں مسجد عائشہؓ ہے اور یہیں سے مکہ مکرمہ والے عمرہ کرنے کے لیے احرام باندھتے ہیں۔یہاں تنعیم تک پہنچی تھیں تو حضور علیہ السلام کے

ایک صحابی جن کا نام عثمان بن ابی طلحہ ہے، یہاں وہ ملے۔ اور انہوں نے انہیں اپنے ساتھ لیا۔ اور حفاظت سے انہیں ان کے شوہر تک پہنچا دیا۔

حضرت صہیب رومیؓ کی ہجرت

یہ ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہجرت کرنے لگے تو مکہ والے سامنے آ گئے۔ انہوں نے کہا صہیب! جب تو مکہ میں آیا تھا تو تنگ دست، فقیر تھا، مسکین اور غریب تھا۔[1] یہ مال تو تُو نے مکہ سے کمایا ہے۔ یہ تیرا کاروبار تو مکہ کا ہے۔ جا سکتے ہو لیکن مال لے کر نہیں جا سکتے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں مال تمہارے حوالے کر دوں اور کچھ بھی ساتھ نہ لے جاؤں تو پھر؟...... مکہ کے ان لالچیوں نے کہا کہ اگر تم مال ہمارے حوالے کر دو تو جا سکتے ہو۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری کمائی اور جائیداد، سارا مال اور دولت مکہ والوں کے حوالے کر دی اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

ربح صهيب، ربح صهيب......

حضرت عمرؓ کی ہجرت اور حضرت عیاشؓ کا معاملہ

صہیب نے تجارت میں نفع پایا ہے، صہیب نفع مند ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عیاش بن ربیعہ، ولید ابن ولید، چند ساتھیوں کے ساتھ انہوں نے طے کیا کہ کل فلاں وقت میں ہم مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کریں گے۔ چنانچہ ولید بن ولید کو تو روک لیا گیا۔ عیاش اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں نے ہجرت شروع کی۔ مکہ سے مدینہ پہنچ گئے۔ مدینہ کا ابتدائی مقام قبا تھا۔ قبا میں پہنچے تھے کہ پیچھے سے ابی جہل مکہ کا سردار، اور اس کا ایک ساتھی یہاں دوڑتے ہوئے پہنچے اور عیاشؓ سے کہنے لگے، عیاش! تیری امی نے قسم اٹھا لی ہے۔ کیا قسم اٹھا لی؟ کہنے لگے کہ تیری امی نے قسم اٹھا لی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دیکھ نہیں لے گی وہ

1۔ تفسیر روح المعانی جلد ۸، تفسیر سورۃ نحل صفحہ نمبر ۱۴۵۔ آیت: والذين هاجروا في الله من بعد ما ظلموا۔ مکتبہ رشیدیہ، سیر اعلام النبلاء جلد دوم، صفحہ ۲۲ طبع بیروت

غسل نہیں کرے گی اور وہ سائے میں نہیں بیٹھے گی، وہ دھوپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ ہمارے ساتھ چلو اور اپنی امی کی قسم پوری کرو۔ عیاشؓ کا دل بھر آیا، ماں ماں ہوتی ہے۔ میری امی دھوپ میں بیٹھی ہے۔ وہ سائے میں نہیں جارہی۔ اُس نے قسم اٹھالی ہے کہ میں سر میں پانی نہیں ڈالوں گی، جب تک اپنے بیٹے کو دیکھ نہیں لوں گی۔ دل بھر آیا۔ فیصلہ کیا کہ میں واپس ابوجہل کے ساتھ جاتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بڑا سمجھایا، فرمایا عیاش! تیری امی کو جب دھوپ لگے گی اور گرمی ستائے گی تو وہ خود بخود سائے میں جائے گی۔ جب اُسے میل اور جوں کاٹیں گے تو وہ خود بخود غسل کرے گی۔ میں کہتا ہوں کہ تم نہ جاؤ، یہ ان کا حربہ ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ یہ تمہیں فتنے میں ڈالیں گے۔ یہ تمہیں دین سے مرتد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تمہیں اسلام سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ لیکن عیاشؓ کے دل میں ماں کی محبت غالب آ گئی۔ چل پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اچھا اگر تم جانا چاہتے ہو تو اِن کے اونٹوں پر نہ جاؤ، میری یہ اونٹنی لے جاؤ، یہ بہت تیز رفتار ہے۔ دیکھنا اگر تمہیں کوئی خطرہ لگے تو اونٹنی پر واپس دوڑ آنا۔ حضرت عیاشؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اونٹنی لے کر روانہ ہوئے۔ ابھی راستے ہی میں تھے، ابوجہل نے کہا کہ تمہاری اونٹنی تھکی ہوئی لگ رہی ہے، تم میری اونٹنی پر آ جاؤ، اکٹھے بیٹھ جاتے ہیں۔ حضرت عیاش رضی اللہ عنہ سادہ طبیعت کے آدمی تھے، اپنی اونٹنی سے اترے، ابوجہل بھی اترا۔ وہیں اترتے ہی حضرت عیاشؓ کی مشکیں کس لیں، ہتھکڑی لگادی، اونٹ پر بٹھادیا، گرفتار کر کے مکہ لائے۔ اور مکہ میں ابوجہل نے آ کے اعلان کر دیا۔ جو اپنے دین سے پھر جائے اور جو تمہارے دین کو چھوڑ جائے اس کے ساتھ یہی سلوک کرو جو سلوک میں نے عیاش کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ یہ ایک عرصے تک کفار و مشرکینِ مکہ کی قید میں رہے۔ اور ہجرت کا یہ سلسلہ بھی جاری رہا۔

ہجرتِ نبیؐ و صدیقؓ کی تفصیلات

دو مہینے کے اندر اندر تمام صحابہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ مکہ میں صرف تین شخصیتیں باقی رہ گئیں۔ ایک اللہ کے نبیؐ خود، ایک سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور ایک سیدنا علی

المرتضیٰؓ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی حضور علیہ السلام نے روکے رکھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی۔ آپؐ نے منع فرماتے ہوئے فرمایا، تم نہیں جاسکتے۔ امید ہے کہ اللہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دے دیں گے۔ ابوبکرؓ رُک گئے اور پوچھا حضرت! کیا صحبت کے لئے میرا انتخاب ہوگا؟ فرمایا، اللہ صحبت کے لئے تمہارا انتخاب کریں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ خوش ہوگئے، دو اونٹنیوں کو سفر ہجرت کے لیے پالنا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں میں نے انہیں ببول کے پتے کھِلانا شروع کر دیئے تاکہ یہ موٹی تازہ ہوجائیں اور سفر کے قابل ہوجائیں۔ سفر میں دشواری پیش نہ آئے۔

کفارِ مکہ کی میٹنگ میں شیطان کی شرکت

ادھر مکہ خالی ہوگیا۔ صرف حضور علیہ السلام اور ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما باقی تھے۔ ادھر سے مشرکینِ مکہ میں کھلبلی مچ گئی کہ اب فیصلہ کن مرحلہ آ گیا ہے۔ مکہ تو خالی ہوگیا، لوگ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہوکر مکہ چھوڑ کر جا رہے ہیں اور یہ تحریک زور پکڑ رہی ہے۔ اب فیصلہ کرو تم نے کیا کرنا ہے؟ چنانچہ ایک میٹنگ بلوائی گئی۔ پارلیمنٹ کا ایک اجلاس بلوایا گیا۔ ان کا ایک پارلیمنٹ ہاؤس تھا جس کا نام دارالندوہ تھا۔[1] دارالندوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے غالباً قُصی نے تعمیر کروایا تھا۔ یہاں مشورے ہوتے تھے اور سردار جمع ہوکر اہم فیصلے کیا کرتے تھے۔ دارالندوہ میں یہ اکٹھ ہوا۔ اس اکٹھ میں مکہ کے تمام قبائل کے سرداروں کو جمع کیا گیا۔ بنی مخزوم میں سے ابوجہل آ گیا۔ بنی عبدمناف میں سے، بنی عبدالدار، عبدالشمس میں سے بھی مختلف لوگ آ گئے۔ یہاں ابوجہل بھی تھا، اور عتبہ، شیبہ بھی تھے۔ اسود، ابوالبختری وغیرہ تمام بڑے سردار تھے۔ اور یہاں شیطان ابلیس ایک بزرگ اور بوڑھے آدمی کی شکل میں موٹی چادر پہن کر وہ بھی داخل ہوا۔ اس سے پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ اپنا تعارف کروائیں۔ کہنے لگا میں شیخِ نجد ہوں،

1۔ طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ نمبر ۲۲۷۔ طبع بیروت، البدایہ والنہایہ جلد سوم فصل فی سبب ہجرۃ رسول اللہ ﷺ صفحہ نمبر ۲۳۲۔ مکتبہ رشیدیہ

تمہارے اس مشورے میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے کوئی اچھی رائے ملے گی تو میں بھی پیش کردوں گا، شاید تمہیں فائدہ ہوجائے۔ شیطان، ملعون ابلیس کو بھی اجازت مل گئی۔ یہ شیخ نجد کی شکل میں موٹی چادر پہن کر داخل ہوگیا۔ مشورہ شروع ہوا، کیا کرنا چاہئے؟ فیصلہ کرو۔ آخری فیصلہ کرو۔ اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

اسود نے رائے دی میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اس کو اپنے شہر سے نکال دو۔ اور قریب قریب کے تمام شہروں سے جلاوطن کردو۔ جہاں جائے جائے، ہمیں اس سے کیا؟ ہمارا شہر تو محفوظ ہوجائے گا۔ ہمارا شہر تو بچ جائے گا۔ شیطان جو شیخِ نجد کی شکل میں بیٹھا ہوا تھا، اُس نے کہا، نہیں نہیں یہ رائے بہت غلط ہے، اس لئے کہ تم اس کی زبان کی مٹھاس کو جانتے ہو، تم اس کی تاثیر کو جانتے ہو، تم اسے جلاوطن کروگے وہ جہاں بھی جائے گا وہ اپنی میٹھی میٹھی اور پُرتاثیر باتوں سے وہاں کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملالے گا۔ ایک جماعت تیار ہوجائے گی پھر وہ جماعت، لشکر اور فوج تم پر حملہ کردے گی، اور وہ تمہارے شہر کو فتح کرلے گی۔ تم اس جماعت کا مقابلہ نہیں کرسکو گے۔ لہٰذا یہ تجویز مجھے پسند نہیں ہے۔

ایک تجویز ابوالبختری کی آئی، اُس نے کہا کہ میری تجویز یہ ہے کہ تم اِن کو گرفتار کرلو، اور قید و جیل میں بند کردو۔ اور عرصۂ دراز تک محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) جیل میں پڑے رہیں، اور جیسے پچھلے شاعروں کا انجام ہوا، ان کا بھی انجام سامنے آجائے اور یہ جیل میں پڑے پڑے ختم ہوجائے گا اور مرجائے گا۔ شیطان نے کہا یہ تجویز بھی درست نہیں۔ اس لئے کہ اگر تم نے اسے جیل میں بند کردیا تو تمہیں پتا ہے کہ اس کے جو ساتھی اور جان نثار ہیں وہ ان پر اپنی جان قربان کرتے ہیں۔ انہیں اپنی اولاد، والدین، بیوی بچوں اور جان و مال سے زیادہ عزیز اور محبوب سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے میرا مشورہ ہے ایسا نہ کرو، وہ تم پر ٹوٹ پڑیں گے، اور تم ان کا مقابلہ نہیں کرسکو گے، اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ چھڑا کرلے جائیں گے اور تم بے بس ہوجاؤ گے۔

ابو جہل کی تجویز اور شیطان کی تائید

ابو جہل نے کہا میرا تو ایک ہی فیصلہ ہے، اور وہ فیصلہ کن تجویز ہے وہ یہ کہ ہمیشہ کے لئے اس قصے کو ختم کرو، اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر قبیلے کا ایک بہادر، سردار لے لو، تمام قبائل کے سردار اور بہادر جمع ہو جائیں اور مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کر دیں، ان کو قتل کر دیں۔ جب وہ قتل ہو جائیں گے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاندان وہ پورے مکہ والوں سے قصاص نہیں لے سکے گا۔ اور وہ خون کا بدلہ خون نہیں لے سکے گا۔ نتیجتاً خون بہا کا فیصلہ ہوگا۔ تو یہ دیت پورے مکہ میں تقسیم ہو جائے گی۔ ہر ایک قبیلہ اپنے حصے کی دیت دے گا۔ کسی پر بوجھ بھی نہیں پڑے گا اور تمہارا کام بھی پورا ہو جائے گا۔ کفار کے چیمپئن اور سردار ابو جہل نے یہ تجویز دی اور ابلیس نے اس تجویز کو پاس کیا، اور کہا یہ تجویز بالکل درست اور ٹھیک ہے۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ تم ایسا ہی کرلو۔

حضور ﷺ صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر

مجلس برخاست ہوگئی، فیصلہ ہو گیا کہ آج رات اس فیصلے پر تم نے عمل کرنا ہے۔ آج رات یہی کر گزرنا ہے۔ اُدھر اللہ نے اپنے حبیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دے دیا۔ میرے حبیب! آج رات آپ نے ہجرت کرنی ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اپنے ابو کے گھر میں تھی، اتنے میں دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تو ایک شخص نے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دے دی: هٰذا محمد، یہ حضور آ رہے ہیں۔ میرے والد ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اس بے وقت اللہ کے نبیؐ کی آمد خیریت سے نہیں ہے، کوئی خاص مہم اور خاص کام لے کر آئے ہیں۔ آپؐ تشریف لائے اور آ کر دروازے پر کھڑے ہو گئے، اور اجازت مانگی۔ اندر آنے کی اجازت ہے؟ ابو بکر! پردہ کرا لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت مانگ کر اندر آئے۔ ابو بکر

رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضرت! تشریف لائیں۔ ھم اھلی، یہاں صرف میرے گھر والے ہیں کوئی اور نہیں ہے۔ گویا اشارہ کیا کہ میرے گھر والے آپ کے گھر والے ہیں۔ آپ اندر تشریف لے آئیں۔ دیکھو یہاں سے بھی ایک مسئلہ معلوم ہوا اور قرآن کا بھی یہی حکم ہے۔ کسی قریبی سے قریبی کے گھر میں بھی جاؤ تب بھی اجازت لے کر جاؤ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتًا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلّموا علٰی أھلھا...... [النور: ۲۷/۲۴]

جب تم کسی کے گھر میں جاؤ، ایک تو سلام کرو اور دوسرا اجازت طلب کرو۔ اگر تمہیں اجازت ملے تو داخل ہو جاؤ۔

وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا...... [النور: ۲۸/۲۴]

جب تمہیں کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔

ہمارے ہاں ان آداب کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ جس کی وجہ سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے تو یہاں تک کہا کہ تین اوقات ایسے ہیں اُن میں تم داخل ہی نہ ہوؤ۔ تین اوقات جو آرام کے ہیں، دوپہر کا وقت آرام کا ہے۔ اس میں بے تکلفی سے آدمی اپنے اہل وعیال کے ساتھ سو جاتا ہے۔ رات کا اور صبح کا وقت ہے۔ فرمایا ان اوقات میں داخل نہ ہوؤ۔ داخل ہونا ہو اور کسی کے ہاں اگر جانا ہو تو اجازت لے کر جاؤ۔

علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ بسترِ رسول ﷺ پر!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا ابوبکر! ہجرت کی اجازت مل گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ پوچھنے لگے، حضرت! مجھے بھی اجازت مل گئی صحبت کی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، آپ کو بھی صحبت کی اجازت مل گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ خوشی سے جھوم گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سارے گھرانے کو الرٹ کر دیا اور فرمایا ہجرت اور سفر کے لیے سامان سفر تیار کرو۔ حضور علیہ السلام گھر واپس تشریف لے گئے۔ رات کو گھر میں آرام فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ سُلایا۔ اور جونہی رات کا

اندھیرا ہوا تو فیصلے کے مطابق پارلیمنٹ آف مکہ کے فیصلے کے مطابق یہ تمام لوگ اپنے اسلحہ اور ہتھیار لے کر حضور علیہ السلام کے گھر کے اردگرد محاصرہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ فیصلہ یہ تھا کہ جونہی اللہ کے نبی نکلیں گے، یک بارگی حملہ کریں گے۔ سب حملہ کر کے قتل کر دیں گے۔

اللہ کی تدبیر غالب رہتی ہے

اسی کو قرآن نے نقل کیا ہے:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ. [الانفال:]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس وقت کو میرے حبیب یاد کریں جب آپؐ کے بارے میں خفیہ تدبیریں ہو رہی تھیں اور کفار سازشیں کر رہے تھے۔ ان کی تجویزیں منظور ہو رہی تھیں،

لیثبتوک...... آپ کو زندہ رکھیں......

او یقتلوک...... یا آپ کو قتل کر دیں۔

او یخرجوک...... یا آپ کو جلاوطن کر دیں۔

وہ یہ تین تجویزیں پاس کر رہے تھے۔ **ویمکر اللّٰہ**، وہ اپنے مکر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے کر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہے تھے۔

واللّٰہ خیر الماکرین...... اللہ کی تدبیر سب سے بہتر اور غالب آنے والی ہے۔ جس کو رب بچانا چاہے اس کو کوئی مار نہیں سکتا۔ اور جس کو رب باقی رکھنا چاہے اُس کو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ اسباب کے درجے میں ساری دنیا دشمن ہے۔ مکہ کے سارے لوگ مخالف ہیں۔ اور بظاہر اللہ کے نبی کا محافظ بھی کوئی نہیں۔ بچانے والا بھی کوئی نہیں۔ لیکن اللہ نے فرمایا، **واللّٰہ خیر الماکرین**، جس کے بارے میں میں فیصلہ کرتا ہوں، جس کے ساتھ میری نصرت اور مدد ہوتی ہے اس کو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ یہیں سے اہلِ ایمان کے لئے حوصلے کا پیغام ہے۔ جب پوری دنیا دشمن ہو جائے، پوری دنیا فیصلہ کر لے کہ تم سب کو اور ایمان والوں کو ختم کرنا ہے، اور ایمان والوں کا اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط ہو تو پوری دنیا کی

ٹیکنالوجی، ایجنسیاں، اسلحہ اور تمام غیر مسلم، ان کی خفیہ تدبیریں، سازشیں اور پلان ناکام ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی تدبیر کامیاب ہو جاتی ہے۔ آج ہمیں اسی سے ایک پیغام ملتا ہے صبر کا، استقامت کا۔ ہر اسلامی ملک میں، اِن مغرب کے غنڈوں نے مداخلت شروع کی ہوئی ہے۔ اور وہاں خانہ جنگی اور لڑائیاں شروع کی ہوئی ہیں۔ لیبیا کے حالات بھی آپ حضرات کے سامنے ہیں۔ پہلے اِن ملکوں کے حکمرانوں کو سپورٹ کیا، ان کو پکا اور مضبوط کیا، کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کو پختہ کیا اور عیاشیوں پر لگایا۔ عراق، مصر، اردن، شام اور لیبیا ہو، آپ یہاں کے حالات دیکھ رہے ہیں۔ اور پھر وہاں کی عوام کو اٹھایا اور آپس میں لڑوایا۔ آج لیبیا میں مسلمان مسلمان کا خون بہا رہا ہے۔ بھاری جنگی اسلحوں کا استعمال ہو رہا ہے۔ پیچھے سے نیٹو حملے کر رہا ہے اور دیگر عرب ممالک میں شورش برپا ہے۔ افغانستان اور پاکستان میں بلاواسطہ اِنوالومنٹ ہے۔ بلاواسطہ اِن ایجنسیوں کی کاروائیاں ہیں جو بات علماء، دین دار اور مذہبی لوگ آج سے پانچ سال پہلے کہا کرتے تھے۔ اللہ کے فضل سے وہ آج ہماری فوج کو بھی سمجھ میں آ گئی ہے، کہ یہ حملے جو ملک میں ہو رہے ہیں، یہ کوئی اور کروا رہا ہے۔ اور یہ وہی ہیں جنہوں نے افغانستان میں مسلمانوں پر حملے کیے۔ وہی بلیک واٹر اور را کی ایجنسیاں، وہ یہ کرتوت اور کاروائیاں کر رہی ہیں۔ اور جب تھوڑی سی ان کو لگام چڑھوائی گئی تو بہت سے حملوں میں کمی آئی۔ آج ان لوگوں کا فیصلہ ہوا کہ مسلمانوں سے کم از کم ان کا ایمان، ان کا تمدن، ان کی ثقافت چھین لی جائے۔ ایک طرف تم پر جنگیں مسلط ہوئیں، اور دوسری طرف تم پر بے حیائی مسلط ہوئی۔ اور جاہلانہ تمدن مسلط ہوا۔ آج سے چند سال پہلے ہمارا معاشرہ کیسے تھا؟ اور آج ہمارا معاشرہ کیسے ہے؟ فحاشی، عریانی بڑھتی جا رہی ہے، بدکاری کا دور دورہ ہے۔ شراب پر صرف نام کی پابندی رہ گئی ہے۔ قحبہ خانے جگہ جگہ کھلے ہوئے ہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہ تحفظِ نسواں بل کیا تھا؟ حقوقِ نسواں بل کیا تھا؟ یہ زنا کا دروازہ تھا تاکہ کوئی رکاوٹ نہ کر سکے۔ کوئی گرفتار نہ کر سکے۔ آج ہماری نئی نسل کا ایمان محفوظ نہیں ہے جس کی رات نیٹ پر گزرتی ہے، اس کو نیٹ سے فرصت نہیں ہے اور جس کا دن اور

فارغ اوقات کلبوں میں گزرتے ہوں، اسے میچ اور نیٹ کی فحاشی کے علاوہ نہ باپ کا پتہ ہے، نہ ماں کا پتہ ہے، نہ چچاؤں اور ماموں کا پتہ ہے، نہ اسے رشتے داروں کے حقوق کا پتہ ہے نہ نماز، روزہ کی خبر ہے اور نہ اُسے زکوٰۃ کا کوئی علم ہے، نہ کوئی حج کا علم ہے، نہ اسے اذکار کا علم ہے، نہ اُسے تلاوتِ قرآن پاک کی خبر ہے، بچیاں بچے ہیں، چھوٹے شہر تو پھر بھی محفوظ ہیں، بڑے شہر میں جا کر دیکھو تو سہی، اب تو ثقافت اتنی مسلط ہوئی کہ اردو پڑھنا نہیں آتی۔ ہمارے انگلش میڈیم کے جتنے پڑھے لوگ ہیں، ہمارا ان سے واسطہ رہتا ہے، ان بے چاروں کو اردو پڑھنا نہیں آتی۔ اور نہ ہی لکھنا آتی ہے۔ قرآن اور عربی پڑھنا نہیں آتی۔ اپنا تمدن انہوں نے مسلط کیا۔ اپنی حکومتیں ہم پر مسلط کیں۔ لیکن ان سب حالات میں بھی اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان والوں کا تعلق ہے، من حیث القوم مسلمان ختم نہیں ہوں گے، دین ختم نہیں ہوگا اور اسلام ختم نہیں ہوگا۔

اللہ نے کافروں کو اندھا کر دیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہمارے لیے اسوہ اور نمونہ ہے۔ اللہ نے فرمایا واللّٰہ خیر الماکرین، انہوں نے مٹانے کا فیصلہ کیا اور رب جلیل نے بچانے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے قتل کرنے کا فیصلہ کیا رب جلیل نے بچانے کا فیصلہ کیا۔ رات کا آدھا حصہ ہوا۔ اللہ نے فرمایا میرے حبیب! نکلو، پہرہ اور محاصرہ توڑ کر نکلو۔ اور میرا قرآنی اسلحہ استعمال کرو۔ جو اِن تمام کے اسلحوں سے آگے اور بڑھ کر ہے اور وہ اسلحہ آپ علیہ السلام کی زبان مبارک پر سورۂ یٰس کی تلاوت کا تھا۔ آپؐ پڑھ رہے تھے:

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ. [یٰسٓ: ۹/۲۶]

یہ بڑی رکاوٹ ہے اور تفسیر میں اس پر کئی واقعات لکھے ہوئے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی سنت پر کفار سے مستور رہنے کے لئے اللہ کے بہت سے بندوں نے اس کی تلاوت کی، اللہ نے انہیں کافروں کی نظروں سے اوجھل رکھا۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا ......

ہم نے ان کے آگے بھی بند بنادیا، پیچھے بھی بند بنادیا......

فَأَغْشَيْنٰهُمْ ......

ہم نے ان کافروں کو اندھا کردیا،

فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ.

یہ دیکھ نہیں سکتے، آپؐ نے یہ پڑھا اور ایک مٹی کی مٹھی پھینکی۔ تو یہ اندھے ہو گئے۔ آنکھیں ملتے رہ گئے۔ حضور علیہ السلام یہاں سے درِ صدیق پر پہنچے۔ صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور غارِ ثور پر پہنچے۔

تدبیر اختیار کرنا مسنون عمل ہے

ادھر یہ ساری رات کھڑے رہے۔ صبح پتہ چلا کہ آپؐ یہاں سے تشریف لے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تدبیر نصیب کی۔ تدبیر اختیار کرنا بھی سنت ہے۔ حضور علیہ السلام نے تدبیر اختیار کی ہے۔ یہ جو مٹی کی مٹھی آپؐ نے پھینکی ہے، صرف پڑھا نہیں بلکہ ساتھ تدبیر بھی اختیار کی ہے۔ اس میں حکمت تھی کہ جب مٹی آنکھوں میں جائے گی تو لازماً یہ آنکھیں مَسلیں گے، جب آنکھیں مَسلیں گے تو اتنی دیر مل جائے گی کہ آدمی ان کے درمیان سے نکل جائے۔ اللہ نے اُن کو اندھا کردیا۔ تدبیر حضور علیہ السلام نے اختیار کی، تقدیر رب کی غالب آئی۔ اس لئے مشکل سے مشکل وقت میں بھی تدبیر اختیار کی جائے۔ مسلمان تدبیر اختیار کرتا رہے، تقدیر پر ایمان لانے کا یہی فائدہ ہے۔ غیر مسلموں کا تقدیر پر ایمان نہیں ہے۔ مومن کا تقدیر پر ایمان ہے۔ مومن کا ایمان ہے کہ اللہ نے جو کچھ میرے لئے لکھا ہے وہ مجھے مل کر رہے گا۔ چاہے حالات نہ ہوں۔ لیکن مومن کا ایمان یہ ہے کہ:

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا...... [التوبة: ٩/ ٥١]

ہمارے ساتھ وہی ہوگا جو اللہ نے لکھا ہے۔

تقدیر پر ایمان لازم ہے

اگر اللہ نے نفع لکھا ہے تو نفع پہنچ کر رہے گا۔ اور اگر نقصان لکھا ہے تو پہنچ کر رہے گا۔ کیونکہ مومن کا تقدیر پر ایمان ہے۔ اس لئے مومن مایوس نہیں ہوتا۔ کافر مایوس ہو جاتا ہے۔ وہ ہتھیار پھینک دیتا ہے۔ مومن آخر دم تک لڑتا ہے کہ میرے لئے ممکن ہے کہ اللہ نے فتح لکھی ہو، اور وہ مجھے مل جائے گی۔ چنانچہ اگر تقدیر پر ایمان نہ ہو تو ان حالات میں نکلنا سمجھ میں نہیں آتا۔ چونکہ اللہ کی تقدیر پر ایمان تھا کہ اللہ نے مجھے بچانا ہے، حضور علیہ السلام نکلے ہیں۔ اس لئے تقدیر پر ایمان یہ بھی ہمارے عقائد میں سے ہے، اور جب تقدیر پر ایمان ہوگا تو آدمی دعا اور تدبیر دونوں کو نہیں چھوڑے گا۔ چاہے نظر آ رہا ہے کہ میری زندگی بچنا مشکل ہے، لیکن چونکہ دل میں ایمان ہے، ہوسکتا ہے اللہ نے زندگی لکھی ہو۔ اور کوئی دوائی، دعا کام کر جائے۔ اس لئے دعاؤں کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔ اور ہم علاج کا اہتمام تقدیر کی وجہ سے کرتے ہیں۔ کتنے مریض ہوتے ہیں، آتے ہیں، جن کو ڈاکٹر لاعلاج کر دیتے ہیں لیکن اللہ کے فیصلے اور تقدیر میں ان کی زندگی لکھی ہوئی ہوتی ہے تو کوئی دوائی اثر کر جاتی ہے، اللہ زندگی عطا فرما دیتے ہیں۔

پاکستان میں جنگل کا قانون

آج انسانی خون مچھر کے خون سے بھی سستا ہے۔ قتلِ انسان اتنا بڑا جرم ہے جیسے پوری کائنات کو کسی نے قتل کر دیا ہو۔ ایک انسان کا قتل، رب تعالیٰ قرآن میں کہہ رہا ہے، اور اللہ نے اعلان کیا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَّمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا. [المائدہ: ۳۲/۵]

جس نے ایک انسان کو قتل کیا اُس نے پوری انسانیت کو قتل کیا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کسی نے کسی کو ایک جملہ کہا جس سے وہ برانگیختہ ہوا، اور اس نے دوسرے کو جا کر

قتل کر دیا، تو یہ جو اشتعال دلانے والا ہے کل جب قیامت میں اٹھے گا اس کے ماتھے پر لکھا ہوگا:

ائسٌ من رّحمة اللّٰه......

اس شخص کو آج اللہ کی رحمت نہیں مل سکتی، اور یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ کسی نے صرف ہتھیار سونتا، چلایا نہیں، صرف نشانہ بنایا، اللہ کے نبیؐ فرماتے ہیں یہ شخص جنت میں نہیں جائے گا۔ اور آج ہمیں بوری بند لاشیں مل رہی ہیں۔ مجھے کسی نے بتایا کہ یہ ظالم زندہ انسان کو بوری میں بند کر دیتے ہیں، کیونکہ مرا ہوا انسان اُس کے اعضاء ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اور وہ بوری میں بند نہیں ہوتا۔ زندہ کو بوری میں بند کرتے ہیں پھر اُس کو مارتے ہیں۔ وہ چیختا چلاّ تا رہتا ہے۔ پھر فائر کرتے ہیں اور وہ بوریاں اٹھا کر چوکوں میں پھینک دیتے ہیں۔ یہ انسان کی قدر رہ گئی ہے۔ اور ہماری حکومت اور سیاسی جماعتیں وہ کھیل میں لگی ہوئی ہیں۔ الزام تراشیوں میں لگی ہوئی ہیں۔ مر جو غریب کے بچے رہے ہیں۔ اِن سیاستدانوں کے بچے مرتے تو انہیں پتہ چلتا۔ کسی کا انگلینڈ سے آرڈر چلتا ہے، کسی کا پشاور سے، کسی کا کوئٹہ سے اور کسی کا کہیں سے آرڈر چلتا ہے۔ آرڈر پر آرڈر چل رہے ہیں اور انسان یوں مر رہے ہیں۔ او مرغی کو اور جانوروں کو ذبح کرو تو شریعت نے اس کا حکم دیا ہے کہ ایسی چھری استعمال کرو جس سے تکلیف نہ ہو۔ حضور علیہ السلام اپنی قربانی کا جانور ذبح کرنے لگے، فرمایا عائشہ! چھری کو تیز کر کے لے آؤ۔ جانور کو تکلیف نہ ہو، چھری کو تیز کرایا پھر ذبح کیا۔ اور یہاں تڑپا تڑپا کر انسان مار رہے ہیں۔ کوئی محکمہ ایسا نہیں جس میں منہ پھاڑے گدھوں کی طرح بیٹھے ہوئے نہ ہوں۔ پیسے لینے کیلئے، تھانے بِکے ہوئے ہیں۔ میں تھانے کے دروازے پر کھڑا ہو کر کہہ رہا ہوں، ادھر سے پیسے ہڑپ کرتے ہیں، اور ساتھ ایم پی اے کی سفارشیں مانگتے ہیں۔ مرنا بھی ہے۔ جج بیٹھے ہوئے ہیں، انتظامیہ، انہار، ریلوے کے لوگ ہیں۔ میں ابھی تقریباً بائیس گھنٹے کا سفر کر کے تھکا ہوا کراچی ایئرپورٹ پر پہنچا، حالت یہ تھی کہ سامان کے لئے ٹرالیاں نہیں تھیں۔ ٹرین میں لوگوں کی سیٹیں بک لاہور میں، اور ٹرین

چلنے کا جب وقت آیا لوگ اسٹیشن پر پہنچے تو پتہ چلا کہ ٹرین کینسل ہے۔ آٹھ سو بندے دھکے کھا رہے ہیں۔ تین دن سے لوگ جدہ ایئر پورٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں، جہاز نہیں ملتا۔ رات کو ایک جہاز گیا ہے اور انہیں لے کر آیا ہے۔ تین سو بارہ آدمی جنہوں نے عید پاکستان میں کرنی تھی ایئر پورٹ پر گزر گئی۔ یہ حال ہے ملک کا۔ جنگل کا قانون ہے۔ لوٹ کر ڈاکو کھا گئے۔

اُلو ایک ہی کافی ہے برباد گلستاں کرنے کو
ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے انجامِ گلستاں کیا ہوگا

لڑکیاں افسر بن گئیں۔ ایک لڑکی ہمارے سر پر مسلط ہوئی شہر میں، اور سمجھایا ہوا ہے عملے کو، میں کہہ دوں گی کام کر دو، لیکن کرنا نہیں ہے۔ جب تک میں بعد میں نہ کہوں، یعنی جب تک پیسے نہ آئیں۔ ملک کا بیڑا غرق ہے۔ یہ کیوں ہے؟ اس وجہ سے کہ تم نے غیروں کی غلامی کی ہے۔ تم نے اللہ کے تعلق کو چھوڑا ہے۔ رمضان میں بھی شرم نہ آئی۔ لوٹ کر کھاتے رہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا یدخل الجنة جسدٌ غذی بالحرام ......[1]

جس جسم کی غذا حرام کے ساتھ ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حرام کے ساتھ سحری اور رشوت کے ساتھ افطاری؟ ...... ایسے روزے اور تراویح...... حرام کے پیسے سے عید کے کپڑے...... کیا عید کی نمازیں قبول ہوئیں؟ روزے قبول ہوئے؟...... اللہ حلال کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

......☆......

1۔ کنز العمال جلد ۶ باب فی کسب الحلال، صفحہ نمبر ۱۶ احدیث ۹۲۷۶۔ طبع بیروت

ہجرتِ نبی ﷺ وصدیق رضی اللہ عنہ [۲]

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. إِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا.[التوبة: ۹/۴۰]

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: واللّٰہ إنّک لخیر من ارض اللّٰہ واحب ارض اللّٰہ واللّٰہ لو لا اخرجتُ ما خرجتُ.[1] اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی

1۔ جامع ترمذی جلددوم باب فی فضل مکۃ صفحہ نمبر: ۲۳۰۔ قدیمی کتب خانہ

ذٰلک لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العالمين.
اللّٰهم صل علٰى محمّدٍ وعلٰى اٰل محمّدٍ كما صلّيت علٰى ابراهيم وعلٰى اٰل ابراهيم إنّک حميد مجيد. اللهم بارک علٰى محمّدٍ وعلٰى اٰل محمّدٍ كمابارکت علٰى ابراهيم وعلٰى اٰل ابراهيم إنّک حميد مجيد.

تمہید

محترم بزرگو عزیز و اور بھائیو! گذشتہ سے پیوستہ جمعے بات پہنچی تھی رحمتِ عالم ﷺ کے سفرِ ہجرت پر۔ یہ نبوت کا ۱۴ واں سال تھا۔ جب اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ کے حکم سے کفار کے نرغے سے نکل کر ہجرت کا آغاز فرمایا۔ پچھلے بیان میں میں نے عرض کیا تھا کہ حضور ﷺ کے خلاف فیصلہ کن معرکے کے لئے دار الندوہ میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں شیطان لعین بنفسِ نفیس شریک ہوا اور یہ شیخ نجد کی شکل میں شریک ہوا۔ اور اس میٹنگ اور اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا کہ آج رات یہی رحمتِ دو عالم ﷺ کو قتل کر دیا جائے۔ اللہ کے حبیب ﷺ کو اسی رات اللہ نے ہجرت کی اجازت مراحمت فرمائی۔ میں نے عرض کیا تھا کہ آپ ﷺ کفار کے محاصرے سے سورۃ یٰسٓ پڑھتے ہوئے باہر نکلے۔ اور سیدھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ آج دن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اطلاع دے دی تھی کہ میرے حبیب آپ کو آج ہجرت کرنی ہے اور آپ کے رفیق سفر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہونگے۔

حضور ﷺ پردہ کرائے بغیر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر نہیں گئے

بخاری شریف میں سیدہ طیبہ، طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ دن کو دوپہر میں خلافِ معمول دارِ صدیق کی طرف آتے دکھائی دیئے۔ کسی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ آ کر عرض کیا کہ رسول اللہ تمہارے گھر

تشریف لا رہے ہیں۔ اس وقت، دو پہر اور آرام کے وقت میں آپ ﷺ کا معمول مبارک کسی کے گھر میں آنے اور جانے کا نہیں تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو فرمایا یہ کوئی امر اور مہم ہے۔ یہ کوئی اہم معاملہ ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ کے حبیب ﷺ اس وقت تشریف لا رہے ہیں۔ آپ ﷺ تشریف لائے۔ گھر کا دروازہ بجایا، آواز دی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر بڑی عجیب بات ارشاد فرمائی۔ فرمایا **ھم اھلی و اھلک.** فرمایا آقا یہ میرے گھر والے آپ کے بھی گھر والے ہیں۔ آپ آجایئے میرا گھر آپ کا گھر ہے۔ آپ تشریف لے آیئے۔ لیکن حضور ﷺ بغیر پردہ کرائے گھر میں تشریف نہیں لے گئے۔

آج کل بے دینی اتنی ہوگئی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں پردہ کرواتا ہے یا کسی کی بچی کو اللہ یہ توفیق دے دیں کہ وہ اللہ کے حبیب ﷺ اور شریعت کے مطابق پردہ شروع کر دے تو دیندار مسلمان، دیندار نمازی، روزے دار، حاجی تمام ناراض ہو جاتے ہیں۔ اچھا ہم سے پردہ کروالیا؟ تیری بیوی کوئی زیادہ خوبصورت ہے تو ہم سے پردہ کرواتا ہے؟ اچھا ہم پر بداعتمادی ہوگئی کہ تو پردہ کرواتا ہے؟

تعلقات اپنی جگہ لیکن شریعت اہم ہے

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ ایک لحظہ کی جدائی بھی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اور حضور ﷺ کو بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اتنا تعلق تھا کہ دنیا سے جانے کے بعد بھی ساتھ سلایا۔ حشر میں بھی ساتھ ہونگے اور جنت میں بھی پہلو میں ہونگے۔ لیکن یہاں اللہ کے نبی ﷺ نے پیغام اور درس دیا کہ تعلق اپنی جگہ ہے شریعت کا حکم اپنی جگہ ہے۔ پردہ کرنا اللہ کا حکم ہے، حجاب اللہ کا حکم ہے۔ اور اللہ کے اس حکم میں ہماری عزتوں کی حفاظت ہے۔ آپ تجربہ کرلیں جن گھروں میں پردہ ہے، ان گھروں میں آوارگی نہیں ہے، ان گھروں کی نسبت جن میں بالکل پردہ نہیں۔ باقی پردے کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اس کا دنیا سے بائیکاٹ ہوگیا اور وہ دنیا سے کٹ گئی ہے۔ پردہ بہت سے قریبی رشتہ داروں سے بھی ہے۔ وہ رشتہ دار جس سے نکاح جائز ہے شریعت نے اس سے پردہ رکھا ہے۔ اور ہر وہ رشتہ دار

جس سے کبھی بھی نکاح جائز نہیں شریعت نے اس سے پردہ ختم کر دیا۔ ماں، بہن، نانی، دادی، رضاعی ماں، رضاعی بہن، ساس یہ ایسے رشتے ہیں حقیقی بھانجی، حقیقی بھتیجی یہ ایسے رشتے ہیں کہ ان رشتوں کے ہوتے ہوئے کبھی کسی سے تم نکاح نہیں کر سکتے۔ نہ بھتیجی سے نکاح کر سکتے ہو نہ بھانجی سے نکاح کر سکتے ہو اور نہ ماں، بیٹی اور بہن سے،

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهَاتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِنْ نِسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ۔

پھوپھیاں ہیں۔ وبنات اور بھانجی ہے، رضاعی ماں ہے رضاعی والدہ ہے جس کا دودھ پیا ہے۔ یہ تم پر ساری حرام ہیں۔ ان سے پردہ بھی نہیں۔ اس لئے کہ محرم کا رشتہ ایسا ہے کہ جس میں حرمت، عزت، تکریم اور جس میں احترام ہے۔ جہاں خطرہ کوئی نہیں، جہاں آبرو ریزی اور عزت کا خطرہ کوئی نہیں ہے تو شریعت نے پردہ ختم کر دیا۔ اور جہاں نکاح جائز ہے وہاں شریعت نے پردہ رکھا۔ کزن، چچازاد بھائی ہے، خالہ زاد اور ماموں زاد بھائی ہے، رشتہ اور نکاح جائز ہے۔ تو حکم دیا پردہ ہے۔ جہاں نکاح ہو سکتا ہے وہاں وہ تحریم نہیں ہے۔ وہ حرمت نہیں ہے۔ وہاں وہ تکریم نہیں ہے۔ جو محرم کے اندر حرمت، تحریم اور تکریم ہے۔ یہ حکمت شریعت کی باتیں ہیں اور شریعت کے احکام الگ ہیں۔

دیور ہے تو شریعت نے اس سے بھی پردہ رکھوا دیا۔ حضور ﷺ نے دیور کے بارے میں فرمایا الحموا الموت[1] دیور تو موت ہے۔ ایک روایت میں فرمایا ”دیور تو گھر

1۔ صحیح البخاری جلد دوم باب لایخلون رجل بامرأة الا ذو محرم، صفحہ نمبر ۷۸۷، قدیمی کتب خانہ
الصحیح لمسلم، باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیۃ جلد دوم صفحہ ۲۱۶۔ قدیمی کتب خانہ

کا چور ہے اگر یہ دیور خراب ہو جائے تو یہ چھپا چور ہے۔ لیکن اس کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ تمہارا جینا دوبھر ہو جائے گا، بچی کا جینا دوبھر ہو جائے گا۔ جوائنٹ فیملیاں ہیں مشترکہ گھر ہیں۔ دو، تین، چار بھائی اکٹھے رہتے ہیں ان کے بچے ہیں۔ اب لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال ہوتا ہے کہ بچی اگر شرعی پردہ کرے گی تو وہ گھر میں نہیں رہ سکے گی بلکہ وہ الگ رہ سکتی ہے۔ شرعی پردے کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ وہ دنیا سے کٹ گئی ہے۔

شرعی پردہ کیلئے بچیوں کی حوصلہ افزائی کریں

قرآن نے اشارہ کیا ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. [الاحزاب:۳۳/۵۳]

وہ حجاب میں رہیں۔ حجاب کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ وہ ہر وقت گھر میں برقعہ پہنے رہیں یہ جو رشتے دار ہیں ان سے حجاب اور نوعیت کا ہوگا۔ اور اگر باہر نکلے گی تو ان سے حجاب اور نوعیت کا ہوگا۔ جس گھر میں رہ رہی ہے اگر وہاں رشتہ دار ہیں ان سے حجاب کی نوعیت اور ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک چادر رکھ لے۔ چادر میں لپٹی رہے۔ گھونگھٹ رکھے۔ اور جب گھر میں نامحرم رشتے دار آئیں تو آواز دے دیں اور یہ گھونگھٹ کر لے۔ پردے میں بات کرنے کی شریعت میں اجازت ہے۔ جہاں فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو پردے میں بات کرنے کی اجازت ہے۔ شریعت کے مستقل احکام ہیں اگر کوئی بچی اور عورت معاشرے میں دین پر چلنا چاہتی ہے تو خدارا اس کے لئے دنیا کو جہنم نہ بناؤ۔ اس کے ساتھ وہ سلوک نہ کرو جو غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اس کو تو تم داد دو، شاباش بیٹی۔ گھر کے بڑے اس کے سر پر ہاتھ رکھیں شاباش بچی۔ آپ اللہ کے حکم پر عمل کر رہی ہیں۔ آپ اللہ کی شریعت پر عمل کر رہی ہیں۔ آپ حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کر رہی ہیں اور باقی رشتے دار بھی محسوس نہ کریں۔ یہ کوئی بداعتمادی کی بات نہیں ہے۔

اگر بداعتمادی کی بات ہوتی تو اللہ کے حبیب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر میں بغیر اجازت کے چلے جاتے۔ آپ ﷺ یہاں رک گئے ہیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آقا! یہ آپ

کا گھر ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں پردہ کراؤ بعض لوگوں نے خوامخواہ اپنے حقوق بنائے ہوتے ہیں۔ استاد یہ حق سمجھتے ہیں کہ شاگرد سے کوئی پردہ نہ ہے۔ پیر یہ حق سمجھتے ہیں کہ مریدنی سے کوئی پردہ نہ ہو۔ یہ حقوق ہمارے اپنے گھڑے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ سے بڑا پیر کوئی نہیں اور حضور ﷺ سے بڑا استاد بھی کوئی نہیں۔ حضور معلم اعظم اور معلم اکبر ہیں۔ بعثت معلمًا. [1] فرمایا اللہ نے مجھے معلم اور استاد بنا کر بھیجا۔ اور آپ ﷺ سے بڑا ہادی بھی کائنات میں کوئی نہیں۔ مرشد بھی کوئی نہیں۔ مرشد کا معنی ہوتا ہے راہنمائی کرنے والا، ہدایت دینے والا، سیدھا راستہ بتانے والا، مرشد کا معنی ہوتا ہے جنت کا راستہ دکھانے والا، آپ ﷺ سے بڑا مرشد بھی کوئی نہیں، ہادی بھی کوئی نہیں، معلم بھی کوئی نہیں۔

دین کے مقابل شرم کی حیثیت

لیکن اللہ کے نبی ﷺ کی سیرت کو پڑھو۔ آپ پاکدامنوں کے پاکدامن، باحیاء، باکمال، آپ ﷺ کے حیاء اور شرم کی مثال پوری کائنات میں نہیں ملتی۔ پوری دنیا کی باحیاء پردہ نشین، کنواری بچیوں کے حیا کو جمع کرو تو میرے آقا کا حیا سب سے بڑھ کر ہے۔ لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ نے کسی صحابیہ سے پردہ ختم نہیں کرایا۔ صحابیات آئیں، پڑھتی ہیں، اور مسائل بھی پوچھتی تھیں۔

خاص طور پر انصار کی عورتیں کہ حضور ﷺ نے ان کی بڑی تعریف فرمائی۔ بخاری شریف کے کتاب العلم کی روایت ہے۔ فرمایا نعمت نساء الانصار. [2] عورتوں میں تو بڑی اچھی عورتیں انصار کی عورتیں ہیں۔ کیوں؟ لم یمنعھن الحیاء عن السؤال کہ دین کے بارے میں کچھ پوچھنا ہو کوئی سوال کرنا ہو تو انہیں کوئی شرم نہیں آتی۔ دین کے بارے میں حیاء اور شرم انہیں مانع نہیں ہے۔ جو بات بھی ہوتی ہے پوچھ لیتی ہیں۔

اس پر ایک واقعہ بھی حدیث شریف [1] میں آتا ہے۔ یہ الگ حدیث ہے۔ حضرت

1۔ سنن ابن ماجہ فضل العلماء والحث علی طلب العلم صفحہ نمبر ۲۰، ۲۱۔ قدیمی کتب خانہ
2۔ صحیح البخاری جلد اول باب الحیاء فی العلم، صفحہ نمبر ۲۴۔ قدیمی کتب خانہ

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، اُم سلیم رضی اللہ عنہا یہ ایک خاتون ہیں اور یہ حضور ﷺ کے پاس آئیں۔ اللہ کے نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا کہ عورت کو اگر احتلام ہو جائے تو غسل ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اس پر غسل ہے۔ اس مسئلہ کا عورتوں کو بھی پتہ نہیں۔ ہمارے گھروں میں عورتوں کو پتہ نہیں ہوتا۔ ویسے عورتوں کو احتلام کی صورت بھی بہت کم ہوتی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اپنا منہ ڈھانپ لیا کہ اُم سلیم نے عجیب سوال کیا۔ اور اسے شرم نہ آئی کہ اس نے حضور ﷺ سے یہ بات بھی پوچھ لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ام سلمہ! (یہ حضور کی اہلیہ ہیں گھر والی ہیں) تم کیوں تعجب کرتی ہو؟ کہنے لگیں حضرت! ام تحتلام المرأة؟ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ چونکہ یہ نادرالوقوع ہے۔ تو آپ ﷺ نے جواب میں سیدھی بات ارشاد فرمائی۔ دیکھو حضور ﷺ کو میڈیکل سنس کتنا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿تشبه الولد امّها﴾ اگر عورت کو احتلام نہیں ہوتا، نہ ہونا ہوتا تو بھلا بچہ ماں کی شکل کیوں ہوتا ہے؟ بچہ ماں کی شکل کیوں ہوتا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا بھی مادۂ منویہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوالات

اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے اسلام لانے سے قبل حضور ﷺ سے چند سوالات کیے۔ پہلا سوال یہ کیا کہ حضرت! یہ بتلائیے کہ جنتیوں کا پہلا کھانا اور اللہ کی طرف سے پہلی مہمانی کیا ہوگی؟ دوسرا سوال یہ کیا کہ بچہ کبھی ماں کی شکل ہوتا ہے کبھی باپ کی شکل ہوتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا أخبرني جبرائيل آنفاً ابھی جبرائیل آئے تھے اور مجھے ان سوالوں کا جواب بتلا گئے ہیں۔ سن لو! جنتیوں کی مہمانی اور پہلا کھانا وہ مچھلی کا کلیجہ ہوگا كبد حوتٍ۔ رہا معاملہ کہ بچہ کبھی باپ کی شکل میں ہے اور کبھی ماں کی شکل ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا اذا سبق ماء

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب الحیاء فی العلم صفحہ ۲۴۔ قدیمی کتب خانہ، صحیح البخاری جلد اول باب خلق ادم وذریتہٗ، صفحہ ۴۶۸۔ قدیمی کتب خانہ

الرجل مراۃ[1] رحم میں مرد اور عورت دونوں کا پانی جاتا ہے پھر حمل کا استقرار ہوتا ہے۔ اگر مرد کا پانی رحم میں پہلے جائے تو بچہ اس کی شکل ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی پہلے چلا جائے تو بچہ ماں کی شکل ہوتا ہے۔

بات دور نکل گئی۔ تو دین کے مسائل پوچھنے میں حیاء اور شرم اس سے روکا گیا ہے۔ ویسے حیاء اور شرم بہت اچھا ہے۔ لیکن دین کے مسائل کے بارے میں حیاء اور شرم نہیں ہونی چاہئے۔ عورتوں کو بھی نہیں ہونی چاہئے۔ البتہ حجاب میں پوچھیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ بڑے ذہین انسان تھے کائنات میں بہت ہی کم لوگ اتنے ذہین ہوئے ہیں جتنے امام صاحب تھے۔ اور دین کا علم...... اس کی ایک برکت یہ ہے کہ وہ ذہانت پیدا کرتا ہے۔ بھئی جو قرآن کا حافظ بنتا ہے ذہن ہوتا ہے تو حافظ بنتا ہے۔ اور ذہن اس کو جتنا استعمال کرو اتنا بڑھتا ہے۔ اس لئے ہمارے حافظ بچے یہ میٹرک، F.Sc، F.A ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے۔ ہمارے علماء جب اس لائن میں آتے ہیں تو عام لوگوں سے بہت آگے چلے جاتے ہیں۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کی بے مثال ذہانت

تو امام اعظم صاحب کے پاس ایک عورت آئی اس نے امام صاحب کو سیب پکڑایا۔ امام صاحب نے اس سیب کو کاٹا اور واپس کر دیا۔ مجلس میں جو لوگ موجود تھے وہ سارے حیران، کہنے لگے کہ حضرت! یہ ایک عجیب معاملہ ہے۔ اس نے آپ کو سیب دیا آپ نے یہ سیب اپنے پاس رکھنے کی بجائے یا کھانے کی بجائے یا کسی اور کو کھلانے کی بجائے اسے واپس کر دیا وجہ کیا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا تم سمجھے نہیں ہو۔ یہ سوال کرنے آئی تھی لیکن لوگ بیٹھے تھے تو اس نے کنایہ میں یہ سوال کیا تو میں نے کنایہ میں جواب دیا۔ اس نے سوال کیا کہ حیض کے خون کے رنگ کون کون سے ہوتے ہیں؟ کس کلر میں بلیڈنگ ہو تو میں سمجھوں کہ یہ حیض کا خون ہے؟ اور اگر حیض اور نفاس کا خون نہ ہو تو بلیڈنگ ہو تو شریعت کا

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب خلق آدم وذریتہٖ، صفحہ ۴۶۸۔ قدیمی کتب خانہ،
صحیح البخاری جلد اول باب بلا ترجمہ، صفحہ ۵۶۱۔ قدیمی کتب خانہ

مسئلہ ہے کہ نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ نماز معاف نہیں ہے۔ عورت کپڑے بدلے وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ اس نے مسئلہ پوچھا ہے کہ بلیڈنگ کس کلر کی ہو تو حیض ہوگا؟ اور کس کلر کی نہ ہو تو حیض نہیں ہوگا؟ تو میں نے اسے مسئلہ بتایا۔ وہ کیسے؟ فرمایا سیب اندر سے سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ میں نے سیب کاٹ کر اس کو بتادیا کہ جب تک خالص سفید کلر کا پانی نہ آنے لگ جائے، اس کے علاوہ جس کلر میں بھی بلیڈنگ ہوگی وہ حیض ہے۔ اس کی پھر تفصیل ہے کہ ایام حیض کے علاوہ اگر خون ہے تو اس کا مسئلہ اور حکم الگ ہے۔ تو دین کے مسائل میں حیاء نہیں ہے یہ مصنوعی حیا بعض اوقات آدمی کو جاہل بنادیتی ہے۔ لیکن حیاء طبعی باقی رہنی چاہیئے۔

عورت حجاب میں بات کرسکتی ہے!

تو میں نے عرض کیا کہ خاتون اگر گھر میں پردہ کرتی ہے حجاب کرتی ہے تو اس کو روکنا اور اس کو برا بھلا کہنا یہ شریعت کا انکار اور اللہ کے حکم کا مذاق ہے۔ اس کو منع نہ کیا کرو بلکہ حوصلہ افزائی کیا کرو۔ آپ کی اگر کوئی عزیزہ، اسے شوق ہوگیا اور وہ حجاب کرنے لگ گئی تو آپ اس کی حوصلہ افزائی کیا کرو تا کہ آپ کا دین میں تعاون ہو۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [المائدہ: ۲/۵]

اللہ فرماتے ہیں ایک دوسرے کا نیکی کے کاموں پر تعاون کرو۔ اور مت تعاون کرو ایک دوسرے کا گناہ اور بدکاری میں بلکہ تقویٰ میں تعاون کیا کرو۔ اور یہ تقویٰ میں تعاون ہے کہ ایک بچی اس گئے گزرے دور میں جب باحجاب بے حجاب بن گئے ہیں...... بالباس عریاں بن گئے ہیں...... اس دور میں اگر کوئی بچی دین پر چلنا چاہتی ہے اور وہ حجاب کرتی ہے تو میرا اور آپ کا فرض ہے کہ اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ لیکن ڈنڈا بھی نہ اٹھاؤ۔ تربیت ضرور کرو۔ بچپن سے تربیت اور ذہن سازی کرو۔ بعض لوگ جبراً بیویوں کو پردے کرواتے ہیں۔ سسرال آتی ہے تو پردہ اور میکے جاتی ہے تو پردہ ختم۔ سائیکل پر پیچھے بٹھایا جائے پردہ اور جب کریئر پر بیٹھ گئی تو حجاب اٹھالیا۔ جب تک خوف خدا نہ ہو تو دین پر عمل

نہیں ہوتا۔ دین پر عمل خوفِ خدا کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کو حضورﷺ نے پردے کا حکم دیا۔ اسی سوال پر مجھے بات یاد آ گئی حضورﷺ کے پاس ایک خاتون آئی اس بے چاری کو بہت بلیڈنگ ہو رہی تھی۔ اس نے کہا حضرت میں کیا کروں؟ آپؐ نے کنایۃً اسے فرمایا کہ اللہ کی بندی! تو اپنی بلیڈنگ کو روک اور نماز پڑھ۔ اس نے کہا حضرت! بہت زیادہ ہے۔ فرمایا روئی استعمال کرو۔ کہا اس سے بھی زیادہ ہے۔ فرمایا سبحان اللہ التسمی لنگوٹ کا کپڑا باندھو۔ کہا اس سے بھی زیادہ ہے فرمایا جا غسل کر اور نماز پڑھ۔

یہ دیکھو حضور عورتوں کو مسائل بتا رہے ہیں۔ اس سے ایک بات معلوم ہوئی کہ حجاب میں عورت بات کر سکتی ہے۔ تو اگر گھر کے اندر جوائنٹ فیملی ہے اور آپ کے بھائی رہتے ہیں اور آپ کی بیوی پردہ کرتی ہے تو وہ رہ سکتی ہے گھر میں چادر کر لے گونگھٹ رکھے۔ اور مرد اتنا خیال ضرور کریں جب گھر آئیں تو وہ کھانس لیں یا آواز دے دیں اور یہ اپنا گھونگھٹ کر لے۔ پردے میں بات کرنے کی تو شریعت نے اجازت دی ہے۔ لیکن حدود اور قیود کے ساتھ۔ اور یہی حکم ٹیلیفون کا ہے۔ اور قرآن یہ بتا رہا ہے:

اذا سألتموهن متا عا فاسألوهن من وارء حجاب. [الاحزاب:]

جب ان سے کسی چیز کے بارے میں پوچھو تو پردے میں پوچھو۔ اور جب پردے میں بات کرے تو کس انداز میں کرے؟

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. [الاحزاب: ۳۲/۳۳]

گھر کا دروازہ بجے یا فون کی گھنٹی بجے اور خاتون کو اٹھانا پڑے تو پہلا مسئلہ یاد رکھو خاتون کے لئے آپ کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔ ہم نے کہا السلام علیکم تو اگر مرد سن رہا ہے تو واجب ہے کہ وہ جواب دے اور وعلیکم السلام کہے لیکن اگر خاتون سن رہی ہے تو اس کے لئے آپ مرد کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔ بلکہ اہل علم کہتے ہیں

اگر خدشۂ فتنہ ہوتو سلام کا جواب نہ دے۔اور پوچھے جی کیا کام ہے؟ مقصد کی بات پوچھے اور جب بات کرے قرآن کہتا ہے **فلا تخضعن بالقول** دب کر بات نہ کرے پیار اور نرمی کے لہجے میں بات نہ کرے، اجنبی سے اور نامحرم سے، کیوں؟ **فیطمع الذی فی قلبہ مرض** اگر یہ ٹیلی فون پر میٹھی میٹھی باتیں کر رہی ہے اور دروازے پر کھڑے ہوکر نرم لہجے میں بات کر رہی ہے تو قرآن کہتا ہے **فیطمع الذی فی قلبہ مرض**، ہوسکتا ہے کہ اگلا آدمی دل کا روگی اور دل کا بیمار ہو اور وہ غلط آرزوئیں قائم کرنا شروع کردے۔اس کا راستہ روکو۔قرآن تو یہ کہتا ہے اور ہماری قوم نے ترقی کی، بیٹیوں کو ڈائیوو کا کنڈیکٹر بنادیا۔ اور فیصل موور کا۔آپ کے شجاع آباد کی کئی کئی بچیاں ہیں۔ پانچ/ دس ہزار تنخواہ کے لئے عزتیں نیلام کردیں۔فونوں کی فرنچائز پر مردوں کے عین درمیان اپنی کنواری بیٹی کو بٹھادیا۔ غیرت کے جنازے نکل گئے۔طمع، حرص اور لالچ کی حد ہوگئی۔دنیا کی محبت دل میں اتنی گھر کرگئی، بس پیسہ آنا چاہئے جیسے بھی ہو۔عزت اور غیرت سے بھی بڑی کوئی اور قیمتی چیز ہے؟ غیرت مند لوگ اپنا سب کچھ بیچ دیتے ہیں، اپنی عزت قربان نہیں کیا کرتے۔اور کیا کریں؟ عزت اور غیرت وحیاء کا تعلق بھی تو ایمان سے ہے۔

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ. ......حیاء ایمان کا شعبہ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا فَاتَکَ الْحَیَاءُ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ......

اِذَا لم تستحیی فاصنع ما شئت...... [1]

''جب حیا نہ رہے تو جو چاہو کرو۔جو چاہو کرو۔''

فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہٖ مرضٌ وقلن قولاً معروفاً.

بات بھی اتنی کرے جتنی مقصد کی ہو لمبی چوڑی باتیں نہ کرے۔فون، دروازہ یا

1۔صحیح البخاری جلداول باب الحیاء من الایمان، صفحہ نمبر۹۰۳،۹۰۴۔قدیمی کتب خانہ

حجاب کے پیچھے یا پردے کے پیچھے کسی سے بات کرنی ہے تو مطلب اور کام کی بات کرے۔ اس نے پوچھا کہ فلاں صاحب ہیں؟ نہیں ہیں۔ اب یہ کہ آپ کون ہو کہاں سے آئے ہو؟ اگر ضرورت ہے تو پوچھے کہ آپ اپنا نام بتا دیں گے۔ حال احوال کرنا یا گپیں ہانکنا اس سے بھی اللہ نے منع فرمایا ہے۔

ہجرت کیلئے صدیق اکبرؓ کی دو اونٹنیاں کام آئیں

حضور ﷺ صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا ابوبکر!

ان اللہ قد اذن لی الخروج.

''اللہ نے مجھے ہجرت کی اجازت دے دی۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پہلا سوال یہ تھا حضرت! میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا **الصحبة**، تم نے میری صحبت، سنگت اور رفاقت میں رہنا ہے۔ اللہ کے حکم سے؟ فرمایا ہاں اللہ کے حکم سے۔ حضرت صدیقؓ فرماتے ہیں میرے لئے اس سے بڑی خوشی کی بات اور کوئی نہیں تھی۔ مجھے پہلے سے اندازہ تھا۔ میں نے پہلے سے ہی دو اونٹنیاں پال رکھی تھیں۔ ببول کے درخت کے پتے کھلا رہا تھا۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا حضرت! میری اونٹنیاں تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل قبول ہیں۔ لیکن پیسوں کے ساتھ۔ ویسے تو سب کچھ صدیقؓ کا حضور ﷺ پر قربان تھا۔ لیکن ہجرت کی اونٹنیوں کی حضور ﷺ نے رقم ادا کی کیوں؟ یہ اتنی بڑی نیکی تھی حضور ﷺ یہ چاہتے تھے کہ اس میں میرا اپنا مال خرچ ہو۔

نبیؐ و صدیقؓ کی مکہ سے روانگی

رحمتِ عالم ﷺ دن کو حضرت صدیقِ اکبرؓ کے گھر تشریف لا کر آپ ﷺ نے انہیں مطلع فرمایا کہ آج رات ہجرت ہے۔ اور رات کو آپ ﷺ کفار کے محاصرے کو توڑتے ہوئے سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے بستر پر سیدنا علی المرتضیٰؓ کو سلا کر اہل مکہ کی امانتیں ان کے حوالے فرما کر باہر نکلے اور سیدنا صدیقِ اکبرؓ کے گھر پہنچے۔ حضرت

صدیقِ اکبرؓ کو ساتھ لیا اور طے ہوا کہ صبح سے پہلے پہلے ہمیں مکہ چھوڑ دینا چاہئے۔ یہ دونوں یار رات کی تاریکی میں مکہ سے نکلے اور جب آپ مکہ چھوڑ کر جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے ایک اونچی جگہ پر بیت اللہ کی جانب رخ کر کے ارشاد فرمایا۔ مکہ کی سرزمین اور بیت اللہ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

> ''واللہ...... میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں او مکہ کی سرزمین! تو اللہ کی سب سے پسندیدہ زمین ہے۔ سب سے افضل ہے۔ تو اللہ کی سب سے مبارک زمین ہے۔ واحب ارض اللہ اور تو اللہ کی محبوب ترین سرزمین ہے۔ اللہ کی قسم اگر مجھے مکہ سے نکالنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو میں کبھی بھی مکہ سے نہ نکلتا۔''

سب سے افضل جگہ کون سی؟

مکہ مکرمہ کے ساتھ آپ ﷺ کی والہانہ محبت، عقیدت اور الفت اور مکہ کی سرزمین کی فضیلت آپؐ نے ارشاد فرمائی۔ اس حدیث سے امت کے تین مجتہدین نے یہ استنباط کیا کہ شہروں میں سب سے افضل شہر مکہ مکرمہ ہے۔ امام اعظمؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ، ان حضرات کا۔ اور امت کے بیشتر علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ پوری روئے ارض میں سب سے افضل مقام تو وہ مقام ہیں جہاں رحمتِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ زمین کا جو حصہ حضور ﷺ کے بطنِ اطہر کے ساتھ ملحق ہے اور لگا ہوا ہے اور زمین کے جس حصے پر آپ کا وجودِ پُر نور ہے، زمین کا یہ حصہ پوری روئے ارض سے افضل ہے۔ بلکہ خانہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔

اور میرے اکابر کے نزدیک وہ عرش معلیٰ سے، عرش، کرسی، قلم اور لوح سے بھی افضل ہے۔ یہ کوئی جذباتی بات نہیں میں اس پر دلائل بھی رکھتا ہوں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عرش تو اللہ کا مقام ہے۔ خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے تو کیا اللہ کے عرش اور اللہ کے گھر سے بھی اس روضۂ اطہر کے کمرے کا مقام زیادہ ہو گیا؟ اور کچھ لوگ تو دیر ہی نہیں لگاتے فتویٰ جھاڑ دیتے ہیں کہ یہ شرک ہے۔ اور یہ فتوے بھی وہی جھاڑتے ہیں جو شرک اور توحید کے مفہوم سے

واقف بھی نہیں۔تم کیا جانو کہ توحید کیا ہوتی ہے؟ توحید کا معنیٰ بھی میرے اکابر نے سمجھایا اور توحید کے لئے ماریں بھی ہم نے کھائی ہیں۔اور توحید کے لیے تشدد بھی ہم نے برداشت کیے ہیں۔اے سی کمروں میں بیٹھ کر توحید نہیں سمجھی جاتی۔میدان عمل میں نکل کر توحید بیان کرو تو پتہ چلتا ہے۔

یاد رکھئے عرش کی نسبت اللہ کی طرف ہے۔اور کعبہ اللہ کا گھر ہے۔لیکن عرش کی نسبت ہے اللہ کی طرف، عرش پر اللہ کا وجود نہیں عرش پر اللہ بیٹھے نہیں۔اس لئے کہ وہ ذات وجود سے پاک ہے۔ لیس کمثله شیء...... اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں استویٰ علی العرش کا معنیٰ اور مفہوم اہل علم نے بیان کیا ہے کہ اللہ احکام نافذ کرتے ہیں اس کا لغوی معنیٰ ہے استویٰ علی العرش یعنی وہ عرش پر مستوی ہوئے معنیٰ یہ کہ انہوں نے وہ کام کیا جو عرش پر بیٹھ کر کیا جاتا ہے اور وہ ہے احکام نافذ کرنا اور حکم دینا۔لہٰذا اللہ کا عرش ہے اللہ عرش پر بیٹھا نہیں۔ اللہ کی کرسی ہے اللہ کرسی پر بیٹھا نہیں۔اس لئے کہ وہ وجود سے پاک ہے۔اس لئے کہ وہ کنبے، قبیلے، مکان سے پاک ہے۔ وہ لامکان ہے وہ ہر جگہ موجود ہے اور جو کسی جگہ بیٹھتا ہے، مقیم ہوتا وہ اس جگہ ہی ہوتا ہے وہ ہر جگہ نہیں ہوتا اس لئے آج ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو گیا ہے جو کہتا ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود نہیں۔

اللہ ہر جگہ موجود ہے!

آپ سن کر حیران ہوں گے اور انہیں یہ ٹھوکر صرف اسی بات سے لگی۔انہوں نے کہا کہ اللہ تو آسمانوں اور عرش پر ہیں۔جب اللہ عرش پر ہوں تو ہر جگہ موجود نہ ہوئے۔اس لئے وہ اللہ کو ہر جگہ موجود نہیں مانتے۔یہ آپ کا وہ طبقہ ہے جو آپ سے یہ کہتا ہے کہ رفع یدین کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ان طبقہ کے علماء نے صاف لکھا ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود نہیں۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تم جہاں چلے جاؤ وہ تمہارے ساتھ ہے۔اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اللّٰہ مَعِی اللّٰہ ناظری، اللہ

میرے ساتھ ہے اور اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اور میں نے آپ کے سامنے جو ہجرت کی آیت پڑھی اس میں اللہ کے نبی کا قول اللہ نے نقل کیا ہے۔ ابوبکر! **لا تحزن اِنَّ اللّٰہ معنا** ہم مکہ میں تھے تو اللہ ساتھ ہم غار میں ہیں تو اللہ ساتھ ہے، ہم سفر میں ہیں اللہ ساتھ ہے۔ اور ہم مدینہ جارہے ہیں تو بھی اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہم جہاں بھی ہونگے اللہ ہمارے ساتھ ہوگا۔ اور قرآن نے ایک جگہ فرمایا ہے:

مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ. [المجادلہ: ۵۸/۷]

اللہ نے فرمایا تم تین آدمی سرگوشی کرتے ہو چوتھا اللہ تمہارے ساتھ ہے...... تم پانچ سرگوشی کرتے ہو چھٹا اللہ ساتھ ہے...... سرگوشی کرتے ہو یوں نہ سمجھو کہ تم چار ہو بلکہ پانچواں اللہ ساتھ ہے...... تم جہاں بھی ہوتے ہو اللہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ وہ دریاؤں میں بھی ہے صحراؤں، خلاؤں، فضاؤں، آسمانوں، زمینوں اور غاروں میں بھی ہے۔ وہ تحت الثریٰ میں ہے وہ عرش معلیٰ پر ہے۔ وہ جنت میں ہے اور وہ کائنات کے ذرے ذرے میں ہے۔ ہر جگہ موجود ہے۔ اس کا کوئی خاص مکان نہیں۔ خاص مقام نہیں، کوئی خاص ٹھکانہ نہیں وہ ہر مومن کے ساتھ اور کتنا ساتھ ہے؟

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ. [ق: ۵۰/۱۶]

وہ تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اللہ ہر جگہ ہے۔

حضور ﷺ کا روضۂ مبارک سب سے افضل جگہ ہے

اللہ عرش پر بیٹھا نہیں ہے۔ خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے اللہ کی تجلیات کا مظہر ہے۔ معبد انوار ہے، وہاں اللہ کے انوار نازل ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ خانہ کعبہ میں بیٹھا نہیں ہے اس وجہ سے میں کہتا ہوں جہاں حضور ﷺ آرام فرما ہیں۔ آپ ﷺ اشرف المخلوقات ہیں جو جگہ آپؐ کے لئے رب نے منتخب کی ہے وہ اشرف الامکنہ ہے وہ تمام مکانوں سے سب سے زیادہ اشرف اور افضل ہے۔ اس لئے کہ کعبہ، عرش، کرسی، لوح اور قلم مخلوقات ہیں۔ یہ تمام اللہ کی

مخلوق ہیں اور حضور ﷺ بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور جب تم کہتے ہو کہ حضور اشرف المخلوقات ہیں تو معنیٰ ہوا کہ حضور ﷺ کعبہ سے افضل، کرسی سے افضل، لوح سے افضل، قلم سے افضل ہیں تو جہاں آپ ﷺ آرام فرما ہیں وہ جگہ جس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف ہوگئی وہ جگہ تمام مکانوں سے افضل ہے۔ وہ تمام مخلوقات سے افضل ہے تو بات سمجھ میں آئی کہ وہ جگہ جہاں آپ ﷺ کا وجود پرنور ہے آپ کا وجود مسعود ہے وہ جگہ تمام چیزوں سے افضل ہے۔ اس پر تو چاروں آئمہ کا اتفاق ہے۔ امت کے تمام علماء کا اتفاق ہے۔ قاضی عیاض مالکیؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں۔

مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے عربی زبان میں ترمذی کی شرح ''معارف السنن'' لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے اس مسئلہ پر پوری امت کا اجماع اور اتفاق لکھا ہے کہ جگہوں میں تو وہ جگہ سب سے افضل ہے جہاں حضور ﷺ آرام فرما ہیں۔ اس جگہ کے بعد سب سے افضل جگہ وہ ہے کہ مکہ مکرمہ ہے اور شہروں میں سب سے افضل شہر مکہ مکرمہ ہے۔ اور دلیل حضور کی یہی حدیث ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

واللہ انک لخیر من ارض اللہ.

اللہ کی قسم! تو اللہ کی سب سے بہترین زمین ہے۔

واحب ارض اللہ...... تو اللہ کی سب سے پیاری زمین ہے۔

اللہ کی قسم **لو لا اخرجت ما خرجت...** اگر مکہ والے مجھے یہاں سے نہ نکالتے تو میں کبھی نہ نکلتا اور مکہ کبھی نہ چھوڑتا۔ میں کعبہ کا پڑوس کبھی نہ چھوڑتا، میں کعبہ کا طواف، مکہ کی بھوک اور گرمی کو کبھی نہ چھوڑتا اور میں اللہ کے اس بلد امین کو کبھی نہ چھوڑتا۔ اللہ نے اس شہر کی قسم کھائی۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ. وَاَنْتَ حِلٌّ م بِهٰذَا الْبَلَدِ. وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ.

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ. [البلد: ۹۰/۱ تا ۴]

اللہ نے فرمایا مجھے مکہ شہر کی قسم ہے۔ آپؐ اس شہر میں دوبارہ آئیں گے، یہاں

اتریں گے اور مکہ فتح کریں گے۔

وانت حل بھذا البلد. امام مالکؒ کا اپنا ذوق ہے وہ فرماتے ہیں شہروں میں سب سے افضل شہر مدینہ ہے اور پھر مکہ ہے۔ ان کے نزدیک مدینہ سب سے افضل ہے۔ ان کے دیئے دلائل میں اور دلائل کے ساتھ ان کا اپنا ذوق بھی ہے۔

امام مالکؒ میں مدینہ کا اتنا ادب تھا کہ امام مالکؒ مدینہ میں قضاء حاجت نہیں کرتے تھے۔ فرماتے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میرا پاؤں ایسی جگہ نہ پڑے اور میں کہیں ایسی جگہ قضاء حاجت نہ کروں جہاں حضور ﷺ کا قدم مبارک، تلوے مبارک لگے ہوں۔ مالک کو حیاء آتی ہے۔ چوبیس گھنٹے میں ایک بار تقاضا فرماتے تھے اور مدینہ سے باہر دور نکل جاتے تھے۔ ان کا اپنا ذوق ہے۔ یہ ایک ضمنی بات تھی۔

غارِ ثور کی کٹھن منزل اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایثار

میرا مزاج یہ ہے کہ میں واقعہ برائے واقعہ یا برائے کہانی نہیں بیان کرتا۔ چونکہ ربیع الاول سے ہم حضور ﷺ کی پوری سیرت اور زندگی کو سن رہے ہیں۔ ولادت سے لے کر اب نبوت کے تیرہویں سال تک آپ نے اہم واقعات وحالات سنے ہیں۔ اور ان سے جو راہنمائی ملتی ہے، ہمیں ہدایت ملتی ہے وہ بھی میں آپ حضرات کے سامنے عرض کر دیا کرتا ہوں۔

حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مکہ سے نکلے، یمن کے راستے پر چل دیئے۔ مکہ سے نکل کر ایک پہاڑ ہے جبل ابی قبیس بڑا اونچا پہاڑ ہے۔ اس کی چڑھائی مشکل اور بہت دشوار ہے۔ حضور ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اس پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے۔ بہت دشواری کے ساتھ چڑھے۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کو تکلیف ہوئی پتھروں اور پہاڑوں پر چڑھنے کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے کندھے پر حضور ﷺ کو بٹھایا۔ بارِ نبوت اٹھایا اور پہاڑ کی طرف چل پڑے۔ آج بھی وہ پہاڑ حجاجِ کرام دیکھتے ہیں۔ اس کی چوٹی پر ایک غار ہے۔ اس کا نام غارِ ثور ہے۔ اللہ کی توفیق سے میرے گیارہ سفر ہوئے ہیں۔ لیکن آج تک

مجھے ہمت نہیں ہوئی کہ میں اس غار تک چڑھ سکوں۔ کیا ایمان کا جذبہ تھا سیدنا صدیق اکبر ﷛ میں، کیا ایمان کی حرارت، عشق کی گرمی، اور کیا محبتِ رسول ﷺ تھی قلبِ صدیق میں کہ صدیقِ اکبر ﷛ اکیلا نہیں حضور ﷺ کے ساتھ، تنہا نہیں آقا کو اپنے کندھے پر سوار کر کے پہاڑ کی چڑھائی چڑھا ہے۔ اور کبھی دائیں دیکھتا ہے، کبھی بائیں دیکھتا ہے، کبھی آگے دیکھتا ہے اور کبھی پیچھے دیکھتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا کرتے ہو؟ فرمایا حضرت! جب یہ ذہن میں آتا ہے کہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کردے تو پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں، جب یہ ذہن میں آتا ہے کہ دشمن سامنے سے نہ آئے تو آگے چلا جاتا ہوں اور یہی خیال دائیں طرف کی جانب جب آتا ہے تو دائیں ہو جاتا ہوں اور جب بائیں جانب کی طرف ذہن جاتا ہے تو بائیں ہو جاتا ہوں۔ تو چڑھتے چڑھتے اس غار کے دہانے پر پہنچ گئے۔ حضور ﷺ کو اتارا، فرمایا حضرت ٹھہریے! پہلے میں غار میں جاؤں گا۔[1] خادم ہونے کا حق ادا کیا۔ غار کی صفائی کی، ویران سی غار تھی، یہاں کون انسان جاتا ہوگا؟ اتنی مصیبت...... اس ویران غار کو صاف کیا۔

صدیق ﷛ کی رگوں میں سانپ کا زہر اور نبی ﷺ کا لعاب

بعض روایات میں آتا ہے اپنے کپڑے پھاڑ کر سوراخ بند کیے۔ کہیں کوئی جھانکنے کی جگہ نہ رہے۔ اس کے سوراخ بھی بند کر دیئے۔ اور پھر حضورؐ سے عرض کیا حضرت! تشریف لائیے۔ اللہ کے حبیب ﷺ تشریف لائے، غار کے دو سوراخ کھلے رہ گئے تھے۔ حضور ﷺ کو یوں گود میں لٹایا۔ اپنی گود کو حضور ﷺ کا بستر بنایا۔ اور غار کے ان دو سوراخوں پر اپنی ایڑیاں رکھ کر بیٹھ گئے، آرام کے ساتھ بیٹھ گئے۔ کیا منظر ہوگا جب گودِ صدیق ﷛ کی ہوگی اور آرام حضور ﷺ فرما رہے ہوں گے۔ اور صدیق اکبر ﷛ جی بھر کر حضور ﷺ کا دیدار اور آپ کی زیارت کر رہے ہوں گے۔ حضور ﷺ کو رات کا جاگنا بھی تھا اور تکان بھی تھی، سفر کا اپنا اضطراب ہوتا ہے اور پھر یہ پُر خطر سفر...... تو آپ ﷺ کی آنکھ لگ گئی اور نیند آ گئی۔ اور صدیقِ اکبر ﷛ کی سب سے بڑی راحت یہی ہوا کرتی تھی کہ صدیق ﷛ جاگے اور آقا ﷺ

1۔ مشکوۃ المصابیح جلد دوم باب مناقب ابی بکرؓ، الفصل الثالث صفحہ نمبر ۵۵۶۔ قدیمی کتب خانہ

آرام فرمائیں۔صدیق ؓ تکلیف اٹھائے اور حضور ﷺ کو سکون پہنچے۔حضور ﷺ سو گئے اور آرام فرمایا۔حضرت ابوبکر ؓ کی ایڑی سوراخ پر ہے۔ایک سانپ نکلا اس سوراخ سے جو اس سوراخ کے اندر چھپا ہوا تھا۔اس نے حضرت صدیق ؓ کی ایڑی پر ڈسا۔حضرت صدیق ؓ کو بڑی تکلیف ہوئی۔سانپ کے ڈسنے کا کتنا درد ہوتا ہے؟لیکن صدیق اکبر ؓ نے اپنے اس درد کو ہضم کیا۔اور حرکت تک نہیں کی کہ حضورؐ کے آرام میں خلل نہ آجائے۔ آقا کا آرام متاثر نہ ہو۔اللہ کے نبی کے آرام میں کمی واقع نہ ہو۔سانپ کے ڈنک کو آنسو چہرۂ نبوی ﷺ پر پڑ گیا۔اور یہ گرم گرم آنسو کا قطرہ جب چہرۂ اطہر پر پڑا تو اللہ کے نبی کی جاگ ہوگئی۔دیکھا کہ یار رو رہا ہے۔آنکھوں میں آنسو ہیں۔تو آقا بھی بے قرار ہوگئے۔ ابوبکر کیا ہوا؟ عرض کیا حضرت! سانپ نے ڈسا ہے اور تین بار ڈسا ہے۔اور درد کی شدت ہے، برداشت نہیں ہو رہا۔آقا اٹھ بیٹھے،فرمایا ایڑی قریب کرو،ایڑی قریب کی میرے آقا نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا لعابِ دہن صدیق ؓ کی ایڑی پر لگایا،اللہ نے صدیق ؓ کی ایڑی سے درد بھی دور کر دیا اور اس شفاء والے لعاب کی برکت سے ہمیشہ کے لئے زہر کا اثر بھی ختم کر دیا۔یہ بھی اللہ کی نصرت تھی۔

صدیقِ اکبر ؓ کے خاندان میں لعابِ نبوی ﷺ کا اثر

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک عرصہ دراز تک صدیق اکبر ؓ اور ان کے خاندان میں حضور ﷺ کے ان لعاب کا اثر رہا ہے۔صدیق ؓ کے واسطہ سے ان کے خاندان میں یہ اثر منتقل ہوا اور نسل در نسل یہ اثر منتقل ہوتا رہا۔اس لئے اگر کوئی سچا صدیقی ہوتا اور صدیقِ اکبر ؓ کی نسل میں سے ہوتا، سانپ اسے ڈستا تھا سانپ مر جاتا تھا اور صدیق ؓ کی اولاد کے اس چشم و چراغ کو اس مرد کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔اللہ کے نبیؐ کے لعاب اطہر کا اثر صرف صدیق ؓ میں نہیں بلکہ صدیق کی صداقت، رفاقت، محبت، اور عقیدت و محبت کا اثر اللہ نے صدیق کے خاندان میں بھی باقی رکھا۔آج کچھ لوگ صدیق اکبر ؓ کے ایمان کا امتحان لیتے ہیں۔حضرت صدیق ؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا تھا کہ میری

رفاقت کے لئے میرا انتخاب آپ کا ہے یا اللہ کا ہے؟ میں یہ بتلا چکا ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا صحبت کے لئے آپ اللہ کا انتخاب ہیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ رب کا انتخاب ہیں، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ جاں نثاری اور یہ وفاداری یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رب کے وفادار تھے، رب کا انتخاب تھے، پیغمبر کے جاں نثار تھے۔ جو اس قدر جاں نثار ہوتا ہے اور اللہ کا انتخاب ہوتا ہے اس کے ایمان پر شک نہیں کیا جاتا۔

غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا اور کبوتری کا انڈا

ادھر اللہ نے اپنا نظامِ غیب متحرک کیا۔ ایک مکڑی آئی اس نے غار کے دہانے پر ایک جالہ بُن دیا۔ اللہ نے فرمایا او میری ضعیف مخلوق عنکبوت! قرآن کی ایک سورۃ کا نام بھی عنکبوت ہے۔

وَاِنَّ اَوۡهَنَ الۡبُيُوۡتِ لَبَيۡتُ الۡعَنۡكَبُوۡتِ. [العنکبوت: ۲۹/۴۱]

اللہ نے فرمایا سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ آپ کے گھروں میں بھی جالہ ہوتا ہے۔ ہاتھ لگ جائے تو اس بے چاری کا گھر ختم۔ اس کمزور گھر کی اللہ نے تعمیر کروائی۔ کبوتر آیا اس نے گھونسلہ بنا دیا۔ اور گھونسلے میں انڈے دے دیئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے بستر پر آرام فرما ہیں۔ مشرکین مکہ کو کچھ نہیں پتہ چلا کہ کیا ماجرا ہو رہا ہے۔ اور کیا ہو چکا ہے۔ صبح ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ پوچھا حضور ﷺ کہاں ہیں؟ فرمایا حضور ﷺ تو یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں۔

صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے چہرے پر ابوجہل کا تھپڑ

بعض روایات میں آتا ہے کہ مشرکین مکہ نے غصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مارا بھی۔ پھر فوراً ان کا ذہن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف گیا، دوڑ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، ابوجہل آگے آگے تھا۔ اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر آواز دی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بڑی بیٹی سیدہ اسماء بھی چھوٹی تھیں۔ اسماء باہر نکلیں۔ اس نے پوچھا أین ابوکِ؟ تمہارے ابو کہاں ہیں؟ انہوں

نے کہا مجھے نہیں پتا۔ یہ ننھی منی بچی یہ بھی اتنی وفادار ثابت ہوئی۔ رات کو جلدی میں اسی نے کھانا تیار کیا۔ کھانا باندھا۔ باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو پھر اس نے اپنے جسم کا کپڑا (دوپٹہ) پھاڑا، اس کے دو حصے کیے، ایک میں کھانا باندھا اس لئے ان کا لقب ذات النطاقین (دو ٹکڑوں والی) پڑا۔ آج ابوجہل کے سوال پر اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ابوجہل بپھر گیا۔ جنگل کے جانور کی طرح اور اس نے اس معصوم بچی کے چہرے پر ایک تھپڑ رسید کیا۔ اس معصومہ کے چہرے پر تھپڑ لگا تو اس کا سر چکرایا دور پتھر پر جا گری۔ اتنا زوردار تھپڑ مارا۔ کہتے ہیں کہ کان پھٹا، بالی نکل گئی۔ لیکن اسماء نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کھڑے ہو کر کہنے لگی ابوجہل! تو میری جان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تب بھی اللہ کے نبی ﷺ کی محبت تو مجھ سے نہیں چھین سکتا۔ اب مکہ میں اعلان ہو گیا۔ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرے، جو حضور ﷺ کو گرفتار کرے، زندہ حالت میں لائے، مردہ حالت میں لائے ایک سو اونٹ انعام میں ملے گا۔ اور یاد رکھو عرب میں سونے سے زیادہ قیمتی مال اونٹ ہوا کرتا تھا۔ چاندی سے زیادہ قیمتی مال اونٹ تھا۔ اور آج ڈالر ہیں اور ڈالروں کے ساتھ اعلان ہوتا ہے۔ فلاں کو زندہ یا مردہ حالت میں پکڑوا تنے ملین ڈالر ملیں گے۔

غار میں چھپنا کوئی نئی بات نہیں ہے!

آج اگر کچھ لوگ غاروں میں جا کر چھپتے ہیں انہوں نے بھی کوئی نیا کام نہیں کیا۔ اللہ کے نبی غار میں چھپے ہیں ہمیں قرآن غار سے ملا ہے پہلی وحی غار میں آئی۔

قرآن کی ایک سورۃ کا نام بھی غار کے ساتھ ہے اور وہ سورۃ الکھف ہے اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہر جمعہ اس سورۃ کو پڑھا کرو اور تلاوت کیا کرو۔ جو ہر جمعہ اس کی تلاوت کرے گا وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ جو ہر جمعہ اس کی تلاوت کرے گا زمین اور آسمان کے درمیان کا خلا نور اور اجر سے بھر جائے گا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے غالباً اسی وجہ سے سورۃ کہف ہر جمعہ پڑھنے اور تلاوت کرنے کی ترغیب دی تا کہ تمہیں پتہ چلے کبھی دین اور اسلام پر ایسے بھی حالات آ جاتے ہیں کہ غاروں میں جانا پڑتا ہے۔ غاروں میں روپوش ہونا

پڑتا ہے۔ غاروں میں چھپنا پڑتا ہے۔ لیکن ان غاروں میں چھپنے کی برکت سے اللہ غاروں سے دین کو نکال کر بازاروں میں لاتے ہیں۔ دیہاتوں سے دین کو نکال کر شہروں میں لاتے ہیں اور ضیعفوں سے دین کو نکال کر سپر طاقتوں میں لاتے ہیں۔ اور پھر دین پوری دنیا، پوری کائنات اور پوری روئے ارض پر غالب آتا ہے اور حق کا پرچم لہرایا کرتا ہے۔ ہمیں یہ سبق ملا ہے حضور ﷺ کے اس واقعہ سے۔

اللہ کے نبی ﷺ بھی روپوش ہیں، تین دن تک حضور ﷺ روپوش رہے اور پھر تلاش شروع ہوئی۔ تو تلاش کرتے کرتے اس غار تک پہنچ گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تو جان نکلنے کو ہو گئی۔ آقا وہ دیکھو ابو جہل کھڑا ہے۔ فرمایا ابو بکر! **لا تحزن اِنَّ اللّٰہ معنا.** تو میری فکر نہ کر محمد کا رب ابو بکر کے بھی ساتھ ہے اور محمد کے بھی ساتھ ہے۔ یہ ہے **اِنّ اللّٰہ معنا** کا معنی۔ اللہ نے مکڑی سے کام لے لیا ہے۔ وہ چاہے تو مکڑی سے کام لے لے۔ اور وہ چاہے تو مکھی، مچھر، لکڑی اور پانی سے بھی کام لے لے۔

اس لئے اگر دین کے کسی شعبہ میں تم استعمال ہو جاؤ تو رب کا شکر ادا کیا کرو کہ اس نے تمہیں قبول کر لیا ہے۔ ورنہ نہ وہ تمہارا محتاج ہے نہ میرا محتاج اور نہ کسی اور چیز کا محتاج ہے۔ وہ اپنا کام جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ اس نے اپنے نبی کی حفاظت کا کام لوگو! ایک مکڑی سے لے لیا ہے۔ اس نے اپنے نبی کی حفاظت کا کام ایک کبوتری سے لے لیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ غار کی بھی تلاشی لے لو۔ ابو جہل کہتا ہے اگر اس کے اندر ہوتے تو یہ جالا کہاں سے آتا۔ گھونسلہ کہاں سے ہوتا؟ اندر جاتے تو گھونسلے میں انڈے کہاں سے نظر آتے؟ کبوتری یہاں کیسے بیٹھتی؟ رب نے سبق دیا ہے میں اپنے نبی کی حفاظت اپنی کمزور ترین مخلوق سے کرواتا ہوں۔ اپنی ضعیف اور حقیر ترین مخلوق سے کروا رہا ہوں۔ میں مکڑی سے کروا رہا ہوں۔ اور سنو! رب نے آقا ﷺ کی حفاظت کا کام مکڑی سے لیا ہے۔ اور نمرود کے خاتمے کا کام مچھر سے لیا ہے۔ اور اللہ نے کبھی مکھی سے کام لیا ہے، اور کبھی مکڑی سے کام لیا ہے۔ اس لئے کہ **اِنَّ اللّٰہ علٰی کلِّ شَیْءٍ قدیر** وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ہجرتِ نبی ﷺ و صدیق رضی اللہ عنہ [۳]

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. إِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ إِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ إِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا. [التوبہ: ۹/۴۰]

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: واللّٰہ إنّک لخیر من ارض اللّٰہ واحب ارض اللّٰہ واللّٰہ لو لا اخرجتُ ما خرجتُ.[1] اوکما قال علیہ الصلوۃ والسلام

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی

1۔ جامع ترمذی جلد دوم باب فی فضل مکۃ صفحہ نمبر: ۲۳۰۔ قدیمی کتب خانہ

ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.
اللّٰھم صل علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ کما صلّیت علیٰ
ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک
علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ کمابارکت علیٰ ابراھیم
وعلیٰ اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! سلسلہ وار سیرت النبیؐ کے درس میں ذکر چل رہا تھا حضور ﷺ کے سفرِ ہجرت کا۔ بات یہاں تک پہنچی تھی کہ رحمتِ عالم جناب رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق ؓ مکہ مکرمہ سے تھوڑے سے فاصلہ پر واقع جبلِ ثور کے دہانے پر غارِ ثور میں روپوش ہوگئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کے لئے غیب سے مکڑی بھی بھیج دی۔ جس نے جالا تن دیا۔ کبوتری بھیج دی جس نے انڈے دے دیئے۔ حضور ﷺ کی تلاش میں اور صدیق اکبر ؓ کی تلاش میں یہاں تک قافلے آئے اور واپس چلے گئے۔ حضور ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر ؓ تین دن تک غار میں رہے۔ سیدنا صدیقِ اکبر ؓ کے غلام عامر بن فہیرہ بکریوں کا ریوڑ شام کو غار پر لاتے اور تازہ دودھ نکال کر دودھ پہنچاتے۔ تین دن حضرت صدیقِ اکبر ؓ کو غار میں ان کے خاندان کو گھر میں حضور ﷺ کی خدمت کا اللہ نے خوب موقع میسر فرمایا۔ جی بھر کر خدمت کی۔

غار سے آگے کے سفر کی تفصیلات

27 صفر کو آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تھے نبوت کے تیرہویں سال اور تین دن تک غار میں رہے۔ یکم ربیع الاول کو حضور ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر ؓ غار سے مدینہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ یہ پہلی ربیع الاول کی تاریخ تھی۔ مختصر سا یہ قافلہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ مشہور راستے پر خطرات تھے۔ اس لئے گمنام راستہ تجویز کیا گیا۔ اس گمنام راستے کی راہنمائی کے لئے راستہ دکھانے کے لئے ایک راہبر جس کو عربی میں دلّال

کہتے ہیں اس کو اُجرت پر حاصل کیا گیا۔ یہ اگرچہ غیر مسلم اور کافر تھا لیکن اسے راستوں کا خوب علم تھا اور راز دار بھی تھا۔ اُجرت اور مزدوری اس سے طے کر کے اسے ساتھ رکھا گیا۔ اس کا نام تھا عبداللہ بن اریقط، اسی سے اہل علم نے مسئلہ اخذ کیا کہ غیر مسلم سے معاملہ کر سکتے ہیں اور غیر مسلم کو اجیر اور مزدور بنا سکتے ہیں اور غیر مسلم کاریگر سے کام کروا سکتے ہیں۔ حضور ﷺ اور سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے اس غیر مسلم کو راستہ بتانے کے لئے ساتھ رکھا۔ اونٹنیاں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے پہلے سے تیار کر رکھی تھیں۔ ان کو پالا ہوا تھا۔ ان کی خدمت کی ہوئی تھی۔ ایک اونٹنی پر حضور ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سوار ہوئے۔ دوسری پر آپ کے غلام عامر بن فہیرہ سوار ہوئے تیسری اونٹنی پر یہ دلّال اور رہبر عبداللہ بن اریقط سوار ہوئے۔ چار آدمیوں کا یہ قافلہ روانہ ہوا۔ معروف راستے کو چھوڑا غیر معروف راستے پر چلے۔ مشہور راستہ چھوڑا اور گمنام راستہ پر پڑ گئے۔ سحری کے قریب قریب روانہ ہوئے۔ راستے میں لوگ حضرت ابوبکرؓ کو ملتے اور پوچھتے **من معک**؟ یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جواب میں مختصر جملہ ارشاد فرماتے اور وہ جملہ ایسا ہوتا کہ جس میں حضور ﷺ کی جان کی بھی سلامتی ہوتی اور صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کی بھی سلامتی ہوتی تھی۔ فرماتے **ھٰذا رجلٌ یھدینی** یہ ایسا شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے راہ بتاتا ہے اور راستے کا پتہ دیتا ہے۔ سننے والے یہ سمجھتے کہ یہ بھی راستہ بتانے والا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں آتا کہ یہ جنت کا راستہ بتانے والا ہے۔

صدیق رضی اللہ عنہ کا کمال

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کڑے موقع پر بھی جھوٹ نہیں بولا اور غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔ اس لئے کہ صدیق کہتے ہی اسی کو ہیں جو زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولے۔ اور صدیق اسے کہتے ہیں جس کی قوتِ عملی وہ نبی کے قریب تر ہو اور خوابوں کی تعبیر جاننے والا ہو۔ قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی صدیق کہا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی صدیق کہا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی صدیق کہا۔

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ. [یوسف: ۱۲/۴۶]

حضرت یوسف علیہ السلام بھی خوابوں کے معبر، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی صدیق اور خوابوں کے معبر، اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا...... وہ صدیق بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ تو صداقت ایک منصب ہے اور اس پر صداقت کا منصب اللہ نے نبیوں میں بھی رکھا اور غیر نبیوں میں بھی رکھا۔ غیر نبی جتنے صدیق ہیں ان میں صدیق اکبر ابوبکرؓ ہیں اور صدیق جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ھٰذا رجل یھدینی یہ شخص ہے جو مجھے راہ بتاتا ہے۔ اور ارادہ کیا کہ جنت کا راہ بتاتا ہے۔ سننے والے نے سمجھا کہ یہ راستہ بتانے والا ہے۔ لیکن صدیق نے سچ بولا اور درست فرمایا اور چل پڑے۔ راستہ عبور فرمایا اور راستہ طے کر کے چلے گئے۔

نبیؐ و صدیقؓ اُم معبد کے خیمے پر!

حضورﷺ کو ساتھ لے کر حضرت ابوبکرؓ روانہ ہوئے تو راستے میں تین عجیب واقعات رونما ہوئے۔

پہلا واقعہ یہ رونما ہوا کہ ایک خاتون جن کی کنیت ام معبد تھی، قبیلہ خزاعہ سے ان کا تعلق تھا۔ اس کا ایک خیمہ تھا اور خیمے کے باہر ایک دالان تھا۔ یہ ایک نیک، صالحہ خاتون اور ان کے شوہر ابومعبد بکریاں چراتا تھا۔ یہ سارا دن خیمے سے باہر نکل کر اپنے دالان میں بیٹھا کرتی تھیں۔ حضورﷺ کے راستے پر یہ خیمہ تھا۔ اللہ کے نبی کا گذر اس خیمے سے ہوا۔ آپﷺ ٹھہر گئے۔ اس بڑھیا عورت کو سلام کیا۔ دیکھا گھر کے دالان میں اس بڑھیا کے ساتھ ایک بکری بھی موجود ہے۔ پوچھا اماں! ہم اس بکری کا دودھ نکال سکتے ہیں؟ ام معبد نے کہا کہ دودھ نکالنے میں تو کوئی رکاوٹ اور ممانعت نہیں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن ماجرہ یہ ہے کہ میرا شوہر ابومعبد بکریاں چراتا ہے وہ ریوڑ لے کر نکلا ہوا ہے۔ یہ بکری اتنی کمزور اور لاغر ہے کہ چلنے کے قابل نہیں تھی۔ اس لئے ریوڑ کے ساتھ نہیں گئی۔ جو بکری اتنی

لاغر اور کمزور ضعیف ہو اور وہ کھا نہ سکتی ہو، پی نہ سکتی ہو بھلا اس کے تھنوں میں دودھ کہاں سے آیا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا آپ ہمیں دودھ نکالنے کی اجازت دے دیں۔ اس نے کہا کہ اجازت ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا اور اپنے دستِ مبارک اس بکری کی پیٹھ پر پھیرے اور تھنوں پر لگا دیئے۔ تھنوں پر ہاتھ کا لگانا تھا یہ تھن دودھ سے بھر گئے۔ ام معبد سے کہا کہ برتن لاؤ۔ اس نے برتن دیا، آقا ﷺ نے اس برتن میں دودھ نکالا وہ دودھ سے بھر گیا۔ یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے وہ دودھ ام معبد کو پلایا، جس کی بکری تھی اسے پلایا۔ وہ سیر ہوگئی۔ دوسرے نمبر پر آپ ﷺ نے دودھ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو پلایا۔ وہ بھی سیر ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے دودھ عامر بن فہیرہ کو پلایا وہ بھی سیر ہوگئے۔ پھر عبداللہ بن اریقط کو پلایا وہ بھی سیر ہوگئے پھر آقا ﷺ نے خود دودھ نوش فرمایا۔ ام معبد نے یہ ماجرا دیکھا تو حیران رہ گئیں۔ دودھ پھر بھی بچ گیا۔

شام کو ابو معبد آیا اور اس نے گھر میں دودھ دیکھا تو پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ ام معبد نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ ام معبد کہنے لگی کہ آج ایک مسافروں کا قافلہ آیا تھا۔ ان میں ایک شخص تھا کان مربوعاً درمیانے قد کا تھا۔ لیس بالطویل البائن ولا بالقصیر۔ نہ بہت لمبے قد کا، نہ بہت چھوٹے قد کا۔ ذرا غور کیجئے ام معبد نے اللہ کے نبی کی ایک مجلس میں رفاقت اور صحبت اٹھائی اور ایک نظر سے دیکھا اور حضور ﷺ کا پورا نقشہ اپنے شوہر کو بتایا۔ اور بال اس کے گھنگھریالے تھے۔ نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ بالکل پیچ دار تھے بلکہ ہلکے سے گھنگھریلے تھے۔ پیشانی اس کی چوڑی تھی۔ واسع الجبینہ کھلی پیشانی والا تھا۔ آنکھیں اس کی سرمیلی تھیں۔ موٹی تھیں۔ رخسار بڑے خوبصورت تھے اور ابھرے ہوئے تھے اور ہاتھوں کی ہتھیلیاں نرم تھیں۔ پاؤں کے تلوے بھی نرم و ملائم تھے اور اندر کو گھسے ہوئے تھے۔ اور دانت مبارک سفید اولے کی طرح تھے۔ جب بولتے تو دانتوں سے نور کی کرن نکلتی۔ نور کی ایک لڑی نکلتی۔ درمیان میں متوازن فاصلہ تھا۔ یہ شخص آیا تھا اور اس نے مجھ سے اجازت مانگی کہ میں اس بکری کا دودھ نکال لوں؟ میں نے اسے بتایا کہ بکری تو دودھ

کے قابل نہیں ہے۔ان کے اجازت مانگنے پر میں نے انہیں اجازت دے دی۔ انہوں نے اس بکری کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور تھنوں پر ہاتھ رکھا تو اس بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ یہ ساری علامات بیان کی گئیں تو ابو معبد کہنے لگے واللہ یہ وہی شخص ہے جس کو قریشِ مکہ تلاش کر رہے ہیں۔ یہ وہی شخص ہے۔ جن کی جستجو ہے اور جن کے وارنٹِ گرفتاری جاری ہیں جو قریشِ مکہ کا اشتہاری ہے۔ یہ وہی شخص ہے لوگ جس کے خون کے پیاسے ہیں۔لیکن یہ تو مبارک شخص ہے۔ اگر اللہ نے مجھے موقع دیا تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ضرور ان کی صحبت اٹھاؤں گا۔

ایک جن کے اشعار جو مکہ میں سنائی دیئے!

ادھر اللہ کے نبی ﷺ یہاں سے روانہ ہوئے، ادھر سے ایک جن نے مکہ مکرمہ میں کھڑے ہو کر زور سے آواز دی اور شعر پڑھے۔ ہاتف غیبی نے کہا۔ ہاتف غیبی نے مکہ کے لوگوں کو خطاب کر کے کہا: مکہ کے لوگو! تم حضور کو یہاں ڈھونڈ رہے ہو وہ دو رفیق توام معبد کے خیمے میں اترے ہیں۔

هما نزلا بالهدیٰ واهتدت به
وقد فاز من انفی برفیق محمد

وہ ہدایت لے کر گئے اور ہدایت کو پھیلایا۔ اور جس نے محمد ﷺ کے رفیق کے ساتھ وقت گزارا اللہ نے اسے بھی ہدایت نصیب کر دی۔ یهنا ابابکر ....ابو بکر کو اس کا بکر مبارک ہو، ابو بکر کو اللہ نے ان کی رفاقت کے لئے چن لیا ہے۔ اللہ کے نبی کے اس سفر میں یہ معجزہ رونما ہوا۔

معجزہ، کرامت اور شعبدہ بازی کا تعارف

ہر نبی کو اللہ نے معجزے دیئے۔ لیکن حضور ﷺ کے معجزوں کی حد نہیں ہے۔ ہر نبی کو محدود معجزے ملے اور حضور ﷺ کے معجزے بے شمار ہیں۔ تعداد ان کی نہیں گنی جا سکتی۔ یہ

معجزہ کیوں ہوتا ہے؟ معجزہ ہوتا ہے عوام کی ہدایت کے لئے۔ عوام معجزے کو دیکھیں گے تو کلمہ پڑھیں گے۔ اور دلائل وبینات وغیرہ خواص کے لئے ہوتے ہیں۔ اللہ نے اپنے نبی کو معجزات بھی دیئے اور بینات بھی دیئے۔ اور معجزات کی کوئی حد نہیں۔ معجزہ اصل میں عاجز کر دینے والے کو کہتے ہیں۔ وہ چیز جو دنیا کو عاجز کر دے۔ دنیا اس کا مقابلہ نہ کر سکے اسے معجزہ کہتے ہیں دنیا وہ کام نہ کر سکے، نبی سے وہ کام سرزد ہو تو یہ معجزہ ہے۔ اور معجزہ خرقِ عادت ہوتا ہے، مافوق العادۃ ہوتا ہے، خلافِ عادت ہوتا ہے، خلافِ معمول ہوتا ہے۔ اللہ اپنے نبی کے ہاتھ پر ظاہر کرواتے ہیں۔ دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

بھائیو! طاقتور اور کھانے پینے والی بکری کے تھنوں سے دودھ کا آنا عادت ہے۔ لیکن لاغر اور کمزور کے تھنوں سے دودھ کا نکلنا یہ مافوقِ العادۃ ہے۔ یہ حضور ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر ہوا۔ تو یہ معجزہ بن گیا۔ بھئی! پانی تو بہا کرتا ہے پتھروں سے، نہروں، ٹیوب ویل، پمپ وغیرہ سے لیکن پانی اگر انگلیوں سے بہنے لگ جائے تو یہ حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے نبی کے ساتھ تھے۔ حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ آپ ﷺ نے وضو کا پانی منگوایا۔ صحابہ نے آپ ﷺ کو وضو کا پانی دیا۔ پانی کی قلت تھی آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں مبارک اس برتن میں رکھیں [1] یہ بڑا سا پیالہ تھا۔ فرمایا آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ اور سو آدمیوں نے اس سے وضو کر لیا۔ یہ معجزہ ہے۔ اور اگر ایسا کام کسی نیک، صالح، اللہ کے ولی سے سرزد ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔

معجزہ نبی کا ہوتا ہے اور کرامت ولی کی ہوتی ہے۔ اور اگر ایسا کام کسی غیر مسلم، کسی ہندو، جوگی، کسی فاسق وفاجر، گنہگار اور بدکار اور بے نمازی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اس کو شعبدہ بازی کہتے ہیں۔ شعبدہ بازی اور معجزہ میں فرق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جادوگر آئے فرعون کے کہنے پر انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا۔ آپ

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب علامات النبوۃ صفحہ نمبر ۵۰۴، ۵۰۵۔ قدیمی کتب خانہ

پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالیں؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْقُوْا.. [الاعراف:۷/۱۱۶].. تم پہلے پھینکو۔

انہوں نے اپنی رسیاں پھینکیں تو وہ سانپ بن گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہوئے۔ اللہ نے فرمایا میرا موسیٰ! ڈر نہیں۔ بلکہ اللہ کی نصرت آپ کے ساتھ ہے۔ آپ اپنا عصا ڈالیں، عصا ڈالا تو وہ سانپ بنا۔

فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ. [الاعراف: ۷/۱۰۷]

تو انہوں نے جو فریب کیا تھا، شعبدہ بازی کی تھی اور نظر بندی کی تھی۔ ان سارے سانپوں کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا یہ سانپ نگل گیا اور یہ حقیقتاً سانپ تھا۔ وہ حقیقتاً سانپ نہیں تھے۔ یہی ہے کہ جادوگروں نے جب اس سچے سانپ کو دیکھا جو لاٹھی سے سانپ میں تبدیل ہوا تھا۔ اور دوبارہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑا تو وہ لاٹھی تھی تو وہ کہنے لگے:

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى. [طٰہٰ:۲۰/۷۰] ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے۔ اور کلمہ پڑھا۔ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا. یہ سارے جادوگر سجدے میں گر گئے۔ پتہ چل گیا کہ ہم تو شعبدہ باز ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے نبی ہیں۔

اس وجہ سے معجزہ، کرامت اور شعبدہ بازی میں فرق ہے۔ دجال بھی آپ کو عجیب عجیب چیزیں دکھائے گا۔ اللہ اس کے فتنے سے محفوظ رکھے۔ یہ دجال پر کئی جمعے تفصیل سے بیان کر چکا ہوں۔ دجال بھی عجیب عجیب کام دکھائے گا اس کو معجزہ نہ سمجھنا۔ اس کو کرامت بھی نہ سمجھنا بلکہ اس کو شعبدہ بازی سمجھنا۔ اور قرب قیامت میں بہت سارے دجال آنے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ اس وقت تک نہیں گزرے گا جب تک کہ اس امت میں جھوٹے دجال، کذاب پیدا نہیں ہوں گے۔ بہت سارے دجال آنے ہیں اور آرہے ہیں اور عجیب عجیب اپنی کرامتیں دکھاتے ہیں۔

نماز، وہ نہیں پڑھتے...... سنت کے مطابق شکل، ان کی نہیں ......عیاش وہ ہیں......شراب وہ پیتے ہیں......زنا کے رسیا، سود خور، دولت کے پجاری، جوئے باز اور بڑی

بڑی گدیاں اور بڑے بڑے نام...... دعویٰ ہے۔ آؤ ہمارے شیخ سے بیعت کرو۔ دل کی ہر خواہش پوری ہوگی۔ ہر کام ہوگا اور تم جو چاہو گے وہ ہوگا۔ اگر یہ چاہت پوری ہوتی ہو اور اس شخص کی شریعت سے بغاوت اور اس کی شکل وصورت، لباس، وضع، قطع اللہ کے نبی کے طریقے کے خلاف ہو، قرآن پر اس کا عمل نہ ہو، نبیؐ کے فرمان پر اس کا عمل نہ ہو تو اس کو دجال سمجھنا، ولی نہ سمجھنا، وہ دجال ہے ولی نہیں۔ کئی لوگ پوچھتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ، ان دجالوں سے محفوظ فرمائے۔ یہ ہمارے ایمان کا امتحان ہوتا ہے۔ میں نے شہر میں کئی لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے داڑھیاں منڈوا دیں۔ پوچھا کیا ہوا؟ کہتے ہیں جی پیر صاحب کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا داڑھی منڈوا دو۔ یعنی جو شکل حضور ﷺ کی محبوب شکل ہے۔

خسرو پرویز کے داڑھی منڈے ایلچی

خسرو پرویز ایران کا بادشاہ تھا، اس کو حضور ﷺ نے دعوتِ ایمان دینے کے لئے خط لکھا:

من محمد رسول اللہ اِلیٰ کسریٰ ملک الفارس، السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ، اسلم تسلم......

یہ لکھا۔ یہ ایسا مغرور اور متکبر شخص تھا جب اس کے پاس حضور ﷺ کا یہ خط مبارک پہنچا تو بد بخت نے حضور ﷺ کے اس خط مبارک کو اپنے ہاتھوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اپنے دو سپاہی بھیجے حضور ﷺ کو گرفتار کرنے کے لئے۔ وہ مدینے آئے اللہ کے نبی کے پاس، یہ دونوں پہنچے مدینہ آئے۔ ان کی داڑھیاں نہیں تھیں۔ داڑھیاں منڈواتے تھے آپؐ کے سامنے آئے۔ آپ ﷺ نے ان کی شکلوں کو دیکھا اور چہرہ مبارک پھیر لیا۔ اور اس موقعہ پر ایک جملہ ارشاد فرمایا:

وَیْلَکُمَا مَنْ اَمَرَکُمَا بِھٰذَا؟...... [1]

1۔ البدایہ والنہایہ جلد چہارم باب ذکر بعثۃ اِلیٰ کسری ملک الفارس۔ صفحہ نمبر ۵۱۳ مکتبہ حقانیہ حیاۃ الصحابہؓ جلد اول، شاہ فارس کے نام گرامی نامہ صفحہ نمبر ۱۵۲۔ مکتبہ الحسن

تم برباد ہو جاؤ کہ تمہیں کس نے کہا ہے کہ داڑھیاں منڈ وادو؟

وہ کہنے لگے، امرنا ربنا ہمارا ایک رب ہے۔ جس کا نام خسرو پرویز ہے اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم داڑھیاں منڈ وادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ولکن امرنی ربی بعفاء اللحیة وقص الشوارب.

میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ میں داڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کتر واؤں۔

فرمایا ان کو لے جاؤ۔ صبح ان کو میرے پاس لانا۔

پرویز کا بیٹے کے ہاتھوں قتل

یہ دو پولیس مین رات مدینہ میں رہے۔ صبح کو حضور ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ تمہارے رب خسرو پرویز کو رات قتل کر دیا گیا۔ اور عین اسی وقت وہ قتل ہو چکا تھا اور آپ ﷺ نے بد دعا فرمائی تھی اللہ اس کی سلطنت کو ایسے ٹکڑے ٹکڑے کر جیسے اس نے میرے والا نامہ کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ اور اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کی اس بد دعا کو قبول کیا اور چند سالوں میں اس کی سات پشتیں گزر گئیں اور قتل ہوا۔ اور بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوا۔ نوشہرواں اس کا نام تھا۔ اور جو بیٹا تھا جب اس نے باپ کو قتل کیا اور شاہی پر قبضہ کیا تو اس نے باپ کا سارا خزانہ دیکھا اور جمع کیا تو ایک صندوق ملی۔ اس کو کھولا تو اس میں قیمتی دوائیاں تھیں اس کو اندازہ تھا کہ میرا بیٹا کسی وقت مجھے قتل کر سکتا ہے۔ تو اس نے ایک ڈبیہ میں زہر رکھی اور اس کے اوپر لیبل لگایا اور لکھا کہ یہ دوائی مردانہ قوت کے لئے مفید ہے۔ اس نے جیسا باپ کا سارا خزانہ ٹریس کیا تو وہ دوائی نکالی اور دیکھی۔ ان بادشاہوں کو، ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ بد بخت عیاش ہوتے ہیں تو اس نے اپنی عیاشی کے لئے وہ قیمتی دوائی سمجھ کر اس کو کھایا تو وہ خود بھی مر گیا۔ باپ کو قتل کیا اور خود بھی مر گیا۔ پھر ایک لڑکی بادشاہ بنی اور بالآخر اس کی سلطنت بھی ختم ہوئی۔ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں مکمل طور پر ایران فتح ہو گیا۔

ولی کس کو کہتے ہیں؟

حضور ﷺ اس شخص کو دیکھ نہیں رہے تھے۔ اس کے لئے بددعا فرمارہے تھے اور ہم اس کو اللہ کا ولی کیسے مان لیں جو داڑھی منڈوا کر بیٹھا ہے؟ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کو دیکھو کہ وہ ہوا میں اڑتا ہوا جارہا ہے اور اس کا عمل سنت کے خلاف ہے اس کو ولی نہ سمجھنا۔ وہ شیطان تو ہوسکتا ہے لیکن اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے پیر بناؤ ایسے شخص کو جس کا ظاہر اور باطن اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کے حکموں کے مطابق ہو۔ اب یہ پیر جو داڑھیاں منڈواتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ داڑھی منڈوا دو، نماز چھوڑ دو یہ شیطان ہے پیر نہیں ہے۔ خدا کی قسم یہ شیطان ہے۔ اگر تمہاری کوئی خواہش پوری ہوگئی، ان کو تم نے کہا کہ ہمارا فلاں کام ہو جائے اور وہ ہوگیا اللہ کی طرف سے تو سمجھو کہ یہ اس کی شعبدہ بازی ہے۔ یہ کرامت نہیں ہے۔

معجزہ نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور کرامت ولی کے ساتھ خاص ہے اور ولی اس کو کہتے ہیں جس کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ ولی اس کو کہتے ہیں جس کے قال، حال، چال، اقوال اور افعال سے حضور ﷺ کی سنت کی خوشبو آتی ہو۔ آپ ﷺ کا طریقہ ٹپکتا ہو۔ جس کو دیکھو پتہ چلے کہ یہ اللہ کے نبی کا وارث آرہا ہے۔ اس کو ولی اور اس کو بزرگ کہتے ہیں اس کو پیر کہتے ہیں۔ میں ان کو پیر نہیں مانتا جو نمازیں چھڑواتے ہیں، میں اس کو پیر نہیں مانتا جو پردے سے چڑتے اور مریدوں سے کہتے ہیں کہ پیر کا مریدنی سے کیا پردہ؟ جو رمضان کے روزے نہیں رکھتے، جن پر حج فرض ہے اور وہ حج نہیں کرتے، جو قرآن کی تلاوت اور جنہیں اللہ کا ذکر نصیب نہیں میں انہیں پیر نہیں مانتا۔ جو لوگوں کی عزتوں کے لٹیرے ہیں، میں انہیں پیر نہیں مانتا ہوں۔

جو مولانا احمد علی لاہوریؒ کی طرز پر اللہ کا قرآن سناتے ہیں اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان سناتے ہیں اور جب بولتے ہیں تو اللہ کے نبی کی ادا سے، جب سوتے، چلتے، اٹھتے،

بیٹھتے، کھاتے اور پیتے ہوں تو حضور ﷺ کی سنت کی خوشبو آتی ہو۔کوئی شیخ امین اٹھا ہے ملتان میں۔ اس کا دعویٰ ہے کہ آؤ بیعت ہو جاؤ جو چاہو پورا ہو جائے گا۔ یہ چاہت پوری کرنا صرف اللہ کا خاصہ ہے۔ جو ایسا دعویٰ کرتے ہیں وہ خدائی دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا وما تشاء ون إلّا أن يشاء الله [الدھر:۷۶/۳۰]...... اس لئے میں اسے شخص کو پیر نہیں مان سکتا چاہے اس کے جرنل کرنل کیوں نہ آئیں۔ لوگ بھٹکتے جا رہے ہیں قیامت قریب ہے۔ دجال اکبر سے پہلے دجال اصغر آنے ہیں۔ انہوں نے دنیا کو گمراہ کرنا ہے۔ اس لئے صدیقِ اکبر ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ہمیشہ سچ بولو اور حضور ﷺ کی سیرت ہمیں یہی درس دیتی ہے۔

......☆......

ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ ھُمَا فِی الۡغَارِ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. الا تنصرووہ فقد نصرہ اللّٰہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہٖ لا تحزن ان اللّٰہ معنًا. فانزل اللّٰہ سکینتہٗ علیہ وایّدہٗ بجنودٍ لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلٰی وکلمۃ اللّٰہ ھی العلیا.

[التوبۃ: ۹/۴۰]

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذًا احدًا خلیلًا لاتخذت ابابکرٍ خلیلًا. او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام.[1]

صدق اللّٰہ ورسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن

1۔ صحیح البخاری:۱/۵۱۶، کتاب المناقب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذًا خلیلًا۔ قدیمی کتب خانہ

الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العالمين.

اللّٰهم صلّ علٰى محمّدٍ وعلٰى اٰل محمّدٍ كما صلّيت علٰى ابراهيم وعلٰى اٰل ابراهيم إنّك حميد مجيد. اللهم بارك علٰى محمّدٍ وعلٰى اٰل محمّدٍ كمابارکت علٰى ابراهيم وعلٰى اٰل ابراهيم إنّك حميد مجيد.

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر لٹا دیا

گرامی قدر سامعین کرام! گزشتہ کئی جمعوں سے آیتِ ہجرت سے متعلق معروضات عرض کی جارہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے کو ناکام کروایا۔ مشرکین مکہ دارالندوہ میں طے شدہ منصوبے کے بعد رات کو آپ علیہ السلام کے گھر کے اردگرد محاصرہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ منصوبہ یہ تھا کہ جب آپ گھر سے نکلیں گے تو آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا:

ويمكرون ويمكر الله والله خير الماكرين.

یہ اپنے فریب کر رہے ہیں، تدبیریں کر رہے ہیں اللہ اپنی تدبیر کر رہا ہے، اور اللہ کی تدبیر غالب آئے گی، اس کی تدبیر بہتر ہے۔

اور یہی ہوا، آپؐ اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سُلا کر لوگوں کی ودائع اور امانتیں ان کے سپرد فرما کر اللہ کے حکم سے سورۃ یٰس کی ابتدائی آیات تلاوت کرتے ہوئے گھر سے باہر نکلے۔ مشرکین مکہ کو اللہ نے اندھا کر دیا۔ وہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔ اور سورۃ یٰس کی ابتدائی آیات کا مفہوم بھی یہی ہے۔

وجعلنا من بين ايديهم سدًا ومن خلفهم سدًا فاغشينٰهم فهم لا يبصرون. [یٰسٓ: ۹/۳۶]

''ہم نے اُن کے آگے بھی دیوار کھڑی کر دی ان کے آگے بھی رکاوٹ پیدا کر

دی اور انکے پیچھے بھی رکاوٹ کردی، پھر ہم نے ان کو اندھا کردیا، یہ دیکھ نہیں سکیں گے۔''

کافر اندھے ہو کر رہ گئے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی آیات تک پہنچے تھے، انہی آیات کا مصداق پورا ہو گیا، تاثیر ظاہر ہوگئی اور وہ اندھے ہو گئے۔

میرے دوستو! یہ نظریں، یہ آنکھیں، یہ بصیرت، یہ بصارت انسان کی اپنی نہیں ہے، انسان کے استعمال کے لئے ہے۔ ان سب چیزوں کا مالک میرا اللہ ہے۔ جب اللہ چاہے کسی کو اندھا کردے اور کسی کو بینا کردے۔ جب چاہے کسی کو دِکھادے اور جب چاہے نہ دِکھائے۔ آمی ٹھیک ٹھاک دیکھنے والے ہوتے ہیں، بہانہ بنتا ہے اُن کی نظر چلی جاتی ہے۔ بہت سے لوگ اندھے ہوتے ہیں، اللہ کی طرف سے کوئی سبب بنتا ہے بینا ہو جاتے ہیں۔ امام بخاریؒ بچے تھے نابینا ہو گئے تھے، ان کی امی نے اللہ سے گڑگڑا کے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے دُعا قبول فرمالی۔ خواب میں امی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کے بیٹے کی بینائی اور نظر واپس آچکی ہے۔ نیند سے اٹھیں تو نظر اور بینائی واپس آچکی تھی۔ یہی مفہوم ہے اس آیت کا، یہ یٰس کی ابتداء ہے۔ اور اسی سورت میں آگے چل کر آخر میں فرمایا:

ولو نشاء لطمسنا علىٰ اعينهم فاستبقوا الصراط فانّٰى يبصرون.

[یٰسٓ: ۶۶/۳۶]

اگر ہم چاہیں تو تمہاری آنکھوں کو چہروں کے برابر کردیں یعنی مٹادیں۔ اعاذنا اللہ! اللہ ہم آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔ انسان تو بے فکر اور بے خوف ہے نا! جیسا کہ اس سے کوئی پوچھ نہ سکتا ہو۔ یا اللہ کو قدرت نہ ہو۔ نہیں! اللہ فرماتے ہیں ڈرتے رہو، اپنی نظروں کو بچا کر رکھو، اپنی نظروں کی حفاظت کرو، ایک تو تمہاری چھپی نظروں کو میں دیکھتا ہوں۔

يعلم خائنة الاعين وما تخفي الصدور. [المومن: ۱۹/۴۰]

وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے، وہ آنکھوں والوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے۔

جو کچھ تم دلوں میں چھپائے پھر رہے ہو، اُسے بھی جانتا ہے۔ **یعلم ما تسرون وما تعلنون.** اس کا علم بھی کامل ہے، اس کی قدرت بھی کامل ہے۔ اور یاد رکھو، اس کا علم کامل ہے وہ تمہاری آنکھوں کے اشاروں کو بھی جانتا ہے۔ بہت سے لوگ آنکھوں کے اشاروں اشاروں میں باتیں کر لیتے ہیں۔ فرمایا: میں آنکھوں کے اشاروں کو جانتا ہوں۔ یہ ہے میرا علم۔ اور بہت سے لوگ دل کی بات نہ زبان پر لاتے ہیں اور نہ آنکھوں پر لاتے ہیں اور نہ ہی اعضاء پر لاتے ہیں، پکے لوگ دل میں رکھتے ہیں۔ تو فرمایا میں تمہارے دل میں رکھی یا چھپی ہوئی بات کو بھی جانتا ہوں، یہ میرا علم ہے۔ اور یہ میری قدرت ہے۔ کیا قدرت ہے؟

ولو نشاء لطمسنا علیٰ اعینھم ......

میں چاہوں تو تمہاری نظریں ختم کر دوں، مٹا دوں تمہاری آنکھوں کو۔

نردّھا علیٰ ادبارھا......

ہمیں یہ بھی قدرت ہے کہ تمہارے چہرے کے اگلے حصے کو پچھلے کی طرح برابر کر دیں۔ یہ سامنے تو چہرہ ہے اور پیچھے گدی ہے۔ یہ ماتھے برابر آدھا سر آتا ہے، اور پیچھے گدی ہے۔ اللہ نے یہ بھی قرآن میں فرمایا کہ ہمیں اس پر بھی قدرت ہے کہ ہم تمہارے چہرے کے آگے والے حصے کو پیچھے والا بنا دیں اور برابر کر دیں۔ اعاذنا اللہ!

بعض لوگوں کے چہرے اس طرح کے ہوتے ہیں کہ یہ نشیب و فراز اس میں نہیں ہوتا بلکہ برابر ہوتے ہیں۔ اللہ کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ہمیں خوبصورت چہرہ دیا ہے۔ ذرا سا آنکھ میں فرق ہو جائے تو لوگ کانا اور بھینگا کہتے ہیں۔ ناک میں تھوڑی سی کمی ہو جائے تو لوگ چپٹا ناک والا (یعنی پھینا) کہتے ہیں۔

فرمایا یہ میری قدرت ہے۔ اور ایک بات اور بھی یاد رکھو۔ یہ قرآن نے اصول بتایا ہے اور اس اصول کو یاد رکھو۔ معبود وہ ہوتا ہے جس کا علم بھی کامل ہو، قدرت بھی کامل ہو

اور کامل علم بھی اللہ کے پاس ہے اور کامل قدرت بھی اللہ کے پاس ہے۔ لہٰذا وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اللہ کے علاوہ نہ کسی کا علم کامل ہے اور نہ کسی کی قدرت کامل ہے۔ کامل سے مراد کہ کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہو، یہ صرف اللہ کی ذات ہے، اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بہت سی چیزیں منکشف تھیں، اتنی منکشف ہوئیں، اتنی منکشف ہوئیں، اتنی کھل گئیں کہ آج تک نہ کسی کے آگے کھلیں اور نہ کھل سکتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میرے آقا علیہ السلام سے بھی بہت سی چیزیں چھپی ہوئی تھیں۔ اللہ کا علم کامل ہے، قدرت کامل ہے۔ اور معبود کے لیے تین صفتوں کا ہونا ضروری ہے۔ یاد رکھو! معبود وہ ہوگا جو پیدا کرنے والا ہو، خالق ہو۔ معبود وہ ہوگا جس کا علم کامل ہو، معبود وہ ہو گا جس کی قدرت کامل ہو، اور یہ تینوں چیزیں صرف اللہ میں پائی جاتی ہیں اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ میں بیٹھا ہوں مجھے جو چیزیں نظر آ رہی ہیں اُن کا علم ہے، آپ کو جو چیزیں نظر آ رہی ہیں اُن کا علم ہے، وہ بھی ادھورا ہے۔ میں آپ کی شکلوں کو دیکھ رہا ہوں آپ کے ظاہر کا علم ہے، آپ نے سفید رنگ کے کپڑے پہنے ہیں، آپ نے سفید رنگ کی پگڑی پہنی ہے، ٹوپی پہنی ہے، کسی نے سرخ رنگ کی ٹوپی پہنی ہے۔ میں تو یہ ظاہری دیکھ رہا ہوں، آپ کے دلوں میں کیا ہے؟ میں نہیں جانتا۔ اللہ خوب جانتے ہیں۔ میرے اور آپ کے پاس یہ دیوار ہے اس کے پیچھے کیا ہے، میں اور آپ نہیں جانتے۔ اللہ جانتا ہے۔ ہوسکتا ہے میں کیمرے لگا کر دیکھ لوں، تو ظاہر کو دیکھوں گا۔ علم اللہ کا کامل ہے اور قدرت بھی اللہ تعالیٰ کی کامل ہے۔ خالقیت بھی اُسی کی ہے۔ فرمایا، ہم نے ان کو اندھا کر دیا۔ یہ اُس کی قدرت ہے۔ قرآن سارا اللہ کی قدرت کے واقعات سے بھرا ہوا ہے، مُردوں کو جلانے کی قدرت ہے یا جینے والوں کو مارنے کی قدرت ہے۔ مردہ سے زندہ، زندہ سے مردہ نکالنے کی قدرت ہے۔ کمزور کو طاقتور اور طاقتور کو ناتواں بنانے کی قدرت ہے۔ فقیر کو غنی، غنی کو فقیر...... شاہ کو گدا، گدا کو شاہ...... عزت والے کو ذلیل، ذلیل کو عزیز بنانے کی قدرت ہے۔ بینا کو نابینا، سننے والے کو بہرہ، پکڑنے والے کو معذور، ٹانگوں اور پاؤں والوں کو لنگڑا بنانے کی قدرت ہے۔

ذہین، فہیم، سمجھدار لوگوں کو پاگل کر دینے کی قدرت ہے۔ پاگلوں کو ٹھیک کر دینے کی قدرت ہے۔ بچانے کی بھی قدرت ہے، ڈبونے کی بھی قدرت ہے۔ جلانے کی بھی قدرت ہے اور جلتے ہوؤں کو بچانے کی بھی قدرت ہے۔

ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر...

اُسے ہر چیز کی قدرت ہے۔ بغیر باپ کے، بغیر ماں کے پیدا کر دے تب بھی قدرت ہے، ماں باپ کے ہوتے ہوئے تب بھی بچہ نہ دے تب بھی قدرت ہے۔

ویجعل من یشاء عقیمًا...... [الشوریٰ: ۵۰/۴۲]

قدرت ہے، جانور کے چارے کو دودھ بنا دے، گوبر اور خون میں سے سفید، ذائقے دار لبنًا خالصًا سائغًا للشاربین، واہ میرا اللہ! سبحان اللہ!

لبنًا خالصًا سائغًا للشاربین...... [النحل: ۶۶/۱۶]

خالص دودھ، گوبر کی ملاوٹ سے پاک، خون اور پیشاب اور گندگی کی ملاوٹ سے پاک خالص ذائقے دار، گرمیوں میں ٹھنڈا، سردیوں میں گرم، آدمی پیے تو مزہ آ جائے۔ یہ سب کچھ نکالنے کی بھی اُس کو قدرت ہے۔ ایک بیج کے ایک دانے سے سات سٹے، ہر سٹے اور خوشے پر ۱۰۰ دانے، ایک دانے سے ۱۰۰ دانے پیدا کرنے کی قدرت ہے۔ کھڑی فصلوں کو تباہ کرنے کی قدرت ہے، اُجڑی فصلوں کو کھڑا کر دینے کی بھی قدرت ہے۔ پیاسی زمین کو بارش سے سیراب کر دینے کی بھی قدرت ہے، سیراب زمینوں کو سیلاب بھیج کر بنجر بنا دینے کی بھی قدرت ہے۔ چلتی دکان کو بند کر دینے کی بھی قدرت ہے اور بند کاروبار کو کھول دینے کی بھی قدرت ہے۔ وہ قدرت والا ہے۔ لہٰذا وہ معبود برحق ہے۔ بات ہر جمعے دور نکل جاتی ہے، ارادہ کر کے آتا ہوں مضمون پورا کروں گا، پھر بات دور نکل جاتی ہے۔

سفرِ ہجرت پر روانگی

حضور علیہ السلام نکل گئے، رب کی قدرت سے نکل گئے۔ اور یہ معجزہ اور کرامت بھی رب کی قدرت ہوتے ہیں۔ ولی چاہے تو بھی نہیں ہوتا جب تک کہ رب نہ چاہے۔ نبی

چاہے تب بھی نہیں ہوتا جب تک کہ رب نہ چاہے۔ بولو، مشیت کس کی ہے؟ اللہ کی! جب کوئی کام کرنا ہو تو کیا کہتے ہو؟ ان شاء اللہ! اگر میرے اللہ نے چاہا۔ یہ نہ کہا کرو کہ اللہ اور اس کے رسول نے چاہا، اللہ اور میں نے چاہا...... نہیں! حضور علیہ السلام بھی یہی کہتے ہیں۔ اور قرآن نے بھی اسی کا حکم دیا:

ولا تقولنّ لشيءٍ انّي فاعلٌ ذٰلک غدًا الّا ان يشاء اللّٰه.

[الکھف: ۱۸/ ۲۲، ۲۳]

میرے حبیب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ ایک آدمی نے سوال کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کل جواب دوں گا۔ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ کل جواب دوں گا۔ لو جی ایک دن گزر گیا، دوسرا گزر گیا، تیسرا گزر گیا، چوتھا، پانچواں، چھٹا، سات دن گزر گئے، پندرہ دن گزر گئے، اکیس دن گزر گئے، مہینہ گزر گیا۔ جبرائیل علیہ السلام ہی نہیں آ رہے۔ قرآن ہی نہیں اتر رہا۔ یہاں تک کہ عورتوں کے طعنے بڑے سخت ہوتے ہیں بھائی، یہ جو عورتیں طعنے دیتی ہیں یہ بڑے چبھتے ہیں۔ ایک عورت نے طعنہ دیا۔ ابو طالب نے بھی کلمہ نہیں پڑھا تھا، عورتوں کے طعنے سے ڈر کر۔

لو لا الملامة او حرارُ ملاۃِ......

اگر ملامت نہ ہوتی، گالی دینے والی عورت کا ڈر نہ ہوتا تو میں کلمہ پڑھ لیتا۔

لیکن میرے بھائیو! کسی کے طعنوں سے ڈرا نہ کرو، شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ نے ایک دفعہ بڑا عجیب جملہ ارشاد فرمایا، فرمایا ''رقیبوں کے ڈر سے حبیبوں کو نہیں چھوڑا جاتا''۔ وہ ہمارا حبیب ہے، اُس کا رسولؐ ہمارا حبیب ہے، اور طعنے دینے والے ہمارے رقیب ہیں۔ ان رقیبوں کے ڈر سے حضور علیہ السلام کی سنت کو منڈوا دوں؟ ان رقیبوں کے ڈر سے ایمان چھوڑ دوں؟ ان رقیبوں کے ڈر سے اُس سے یاری توڑ دوں؟ ان رقیبوں کے ڈر سے پیغمبر کی شریعت کو قربان کر دوں؟ ان رقیبوں کے ڈر سے میں اپنی خوشی اور غمی پہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ذبح کر دوں؟...... نہیں کروں گا۔ یہ طعنے دینے والے دیتے رہیں۔ الزام لگانے

والے لگاتے رہیں۔ مجھے تو یار کو راضی کرنا ہے۔ اور میرا یار اللہ ہے۔ میرا یار اللہ کا حبیب ہے۔ رقیبوں کے ڈر سے حبیبوں کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

میرے عزیزو! اللہ ہمیں اپنے دین پہ استقامت نصیب فرمائے۔ آج تو قرآن کے حافظ بیویوں کے کہنے پر داڑھیاں منڈوا رہے ہیں۔ جاہل پیروں کے کہنے پر نمازیں چھوڑ رہے ہیں۔ ہمارے پیر صاحب مدینہ میں نماز پڑھتے ہیں۔ وہ پانی مکہ میں جا کر زم زم کا کیوں نہیں پیتے؟ یہاں کا کیوں پیتے ہیں؟ وہ روٹی مدینے کھانے کیوں نہیں جاتے؟ یہاں کیوں کھاتے ہیں؟ مرغی تیری پاڑ رہا ہے، نماز مدینے پڑھے گا؟ جھوٹ بول رہا ہے۔ نہیں پڑھتا۔ یہ بے نمازی ہے، اندھا بنا رہا ہے تجھ کو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نہیں کہا تھا کہ میں مدینے جا کر نماز پڑھاؤں گا۔ حضور علیہ السلام نے تو سفر میں بھی نماز نہیں چھوڑی اور حضر میں بھی نماز نہیں چھوڑی۔ یہ حضور علیہ السلام سے بڑا نیک ہے؟ یہ ضال ہے، مضلّ ہے، گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔ شیطان ہے اور شیطان کا چیلا ہے۔ ان سے بچو، کتنے اچھے لوگ شہر میں مجھے پتہ چلا انہوں نے داڑھیاں منڈوا دیں، نمازیں چھوڑ دیں، خاتمہ خراب ہو گیا، ایمان چھن گیا۔ توبہ کرو اللہ سے، نماز کسی پر معاف ہوتی تو حضور علیہ السلام پر ہوتی۔ حضور علیہ السلام پر بھی نماز معاف نہیں ہے۔ آپ تو نماز پڑھتے پڑھتے اپنے پاؤں مبارک پر ورم چڑھا بیٹھے، فرمایا:

افلا اکون عبدًا شکورًا...... [1]

میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟......

نبی ﷺ صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر

بات دور نکل گئی۔ حضور علیہ السلام گھر سے نکلے اور گھر سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ کسی اور کے گھر نہیں گئے، صدیق کے گھر آئے۔ مشکلات کی گھڑی میں آدمی اُسی کے پاس آتا ہے جس پر اعتماد ہوتا ہے، جس پر بھروسہ ہوتا ہے۔

1۔ صحیح البخاری: ۱/۱۵۲، باب التھجد باللیل، باب قیام النبی ﷺ اللیل قدیمی کتب خانہ

خاص طور پر جب چاروں طرف دشمن ہوں اور جان کے پیاسے ہوں، جان لینے کے پیچھے پڑے ہوئے ہوں، جان کے درپے ہوں تو آدمی اسی کا انتخاب کرے گا جس پر سب سے زیادہ اعتماد ہوگا۔ اس کو تو سب مانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے گھر گئے۔ آپ سمجھدار لوگ ہیں، لوگ ابوبکر کا ایمان تولتے پھرتے ہیں، جاہل اور نادان کہیں کے۔ گویا کہ ابوبکر کو حضور علیہ السلام نہیں سمجھ سکے بلکہ تم سمجھنا چاہتے ہو، جاہلو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم چل کر کس کے گھر گئے؟ نبوت، صداقت کے دروازے پہ آئی، آقا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے گھر آنا جانا تو تھا، لیکن اس وقت کبھی نہیں آتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے، اور فرمایا ابوبکر! ہجرت...... آقا! میں نے بھی ساتھ جانا ہے؟ فرمایا، ہاں! تم نے بھی ساتھ جانا ہے۔ تو عرض کیا آقا! مجھے پہلے اندازہ تھا، میں نے دو اونٹنیاں تیار کر کے رکھی ہوئی ہیں۔ اس دور کی اونٹنی پجارو اور لینڈ کروزر تھی۔ ریگستان اور صحراء کی لینڈ کروزر ہے۔ آٹھ دن بھی پانی اگر نہ ملے تو اونٹ سفر کر سکتا ہے۔ کئی دن چارہ نہ ملے تو اونٹنی سفر کر رہی ہے اور چل رہی ہے۔ اللہ نے اس کو پانی کا ٹینک دیا ہے اور یہ بھر لیتی ہے۔ تب ہی تو کہا میرے اللہ نے:

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت. [الغاشیة: ۸۸/۱۷]

دیکھو تو ذرا، اونٹ کو، تمہارے رب نے اس کو کیسے بنایا؟ اور کیسے پیدا کیا ہے۔

دو اونٹنیاں تیار کی ہیں۔ فرمایا: ابوبکر! ٹھیک ہے، لیکن ان دو اونٹنیوں کی قیمت ادا کروں گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تو مال، جان اور سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوتا تھا، چالیس ہزار درہم تھے جب کلمہ پڑھا، سب کچھ حضور علیہ السلام پر قربان کیا۔ لیکن آج حضور علیہ السلام فرما رہے ہیں اونٹنی کی قیمت میں ادا کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جان میری اس ہجرت کے عمل پر خرچ اور مجھ محمد (صلی اللہ

علیہ وسلم) کا مال ہجرت کے عمل پر خرچ ہو۔ محروم ابوبکر بھی نہ ہو اور محروم میں بھی نہ ہوں۔ لے کر غار کی طرف چل پڑے۔ آپ نے دیکھی ہے جبلِ ثور؟، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ کتنی بلندی ہے؟ مجھے اللہ تعالیٰ بارہ دفعہ لے گئے، لیکن آج تک میری ہمت نہیں ہوسکی اوپر چڑھنے کی۔ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہمت تھی حضور علیہ السلام کو کندھے پر اٹھا کر اوپر چڑھ گئے۔ تین دن غارِ ثور میں روپوشی کا عرصہ ہے۔ تلاش شروع ہے، اللہ نے اس سارے واقعہ کو قرآن میں محفوظ کر دیا۔[1]

اِلَّا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ ......

تم نے نہیں مدد کی میرے حبیب کی، اللہ نے تو مدد کر ہی دی۔

اور یاد رکھو! اللہ کی اس نصرت کا جو سبب تھا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

نسبت مسبب کی طرف ہے اور مراد سبب ہے۔ وہ سبب بنانے والا ہے۔

ووجدک عائلًا فاغنیٰ.

آپ تنگ دست تھے، آپ کو غنی بنایا۔ کیسے؟

بمال خدیجۃ ومالِ ابی بکر......

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا ایثار اور اللہ کی طرف سے اکرام

امام رازیؒ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے غنی کیا، خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کے ساتھ۔ آپ علیہ السلام کو غنی کیا اس طرح کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں ڈالا، ابوبکرؓ نے اپنا سارا مال آپ علیہ السلام کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔ نچھاور کرنے والا ابوبکرؓ ہے، لیکن توفیق دینے والا میر اللہ ہے۔ تو نسبت اللہ کی طرف کر دی۔ فرمایا:

ووجدک عائلًا فاغنیٰ......

1۔ صحیح البخاری: ۱/۵۵۱، ۵۵۲، باب بنیان الکعبۃ، باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ، قدیمی کتب خانہ،
طبقات ابن سعد: ۱/۲۲۸۔۔۔۲۳۸، باب ذکر خروج رسول اللہ ﷺ وابی بکر الی المدینۃ، دار صادر بیروت۔
البدایۃ والنہایۃ: ۳/۴۳۸۔۔۔۴۶۳، فصل فی سبب ہجرۃ رسول اللہ ﷺ مکتبۃ الرشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
(یہ حوالہ جات مکمل سفر ہجرت کے ہیں)۔

آپ تنگ دست تھے، اُس نے آپ کو غنی کیا، اور سبب ابوبکر کو بنا دیا۔ کسی نے مدد نہیں کی، رب نے مدد کی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کروائی، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کروائی۔

اِلا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ......

مفسرین کہتے ہیں کہ پوری امت کو رب نے ڈانٹ پلائی ہے، ایک ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے جو اِس زجر میں شامل نہیں، اس تنبیہ میں شامل نہیں۔ پوری امت شامل ہے کہ تم پر حضور علیہ السلام کی مدد لازم تھی اور تم نے نہیں کی۔ تو اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کروائی۔ رب کو کام لینا تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لیا۔ صداقت دینی تھی یہ تاج ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سر پر سجا دیا۔

اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار.

نکالنے والے کافر تھے اور ساتھ لے جانے والا صحابی تھا۔

صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت پر قرآن کی مہر

اذ یقول لصاحبہٖ......

جو نکال رہے ہیں وہ کافر ہیں، جو ساتھ لے کر جا رہا ہے وہ کون ہے؟ اذ یقول لصاحبہٖ، وہ سفر وحضر، وہ مکہ ومدینہ، وہ دنیا و برزخ، وہ آخرت و جنت، وہ فردوس و کوثر اور وہ جگہ جگہ کا صاحب ہے، ساتھی ہے، رفیق ہے اور صحابی ہے اور ایسا صحابی ہے جس کی صحابیت پر قرآن کی مہر لگ گئی۔

صحابی عمر رضی اللہ عنہ بھی ہے، قرآن کی مہر نہیں......

صحابی عثمان رضی اللہ عنہ بھی ہے، مہر قرآن کی نہیں......

صحابی علی رضی اللہ عنہ بھی ہے، قرآن کی مہر نہیں......

صحابی طلحہ وزبیر (رضی اللہ عنہما) بھی ہیں، قرآن کی مہر نہیں......

عبدالرحمٰن ابن عوف بھی ہیں، قرآن کی مہر نہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، قرآن پاک کی مہر نہیں۔

ایک صحابی ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسا ہے کہ جس کی صحابیت پر اللہ کی کتاب قرآن پاک کی مہر ہے۔ **اذ یقول لصاحبہ**، ساری دنیا کہتی ہے کہ صاحب سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ کوئی ابوبکرؓ کی عزت کرے نہ کرے، قرآن نے تو ابوبکر کو صاحب کہہ دیا ہے۔ نہیں سمجھے بات؟...... مولانا صاحب، چوہدری صاحب، ملک صاحب، راؤ صاحب، خانصاحب، میں صاحب کہوں گا، کوئی کہے گا میں نہیں مانتا اس کو صاحب، آپ صاحب کہیں گے، کوئی کہے گا میں نہیں مانتا اس کو صاحب۔ اے ابوبکر! قیامت کی صبح تک جو تجھے نہیں مانے گا، منکر قرآن ہوگا۔ تجھے تو اللہ نے کہہ دیا **اذ یقول لصاحبہ، اذیقول لصاحبہ**، ارے صاحبو! ابوبکر رضی اللہ عنہ صاحبِ رسول ہے۔ آپ ہمارے صاحب ہیں، ابوبکر تو صاحبِ رسول ہیں۔ ابوبکر کو اللہ نے صاحب کہا، **اذ یقول لصاحبہ** ۔ **اذ اخرجہ الذین کفروا**، نبی وصدیق کے نکالنے والے کافر ہوتے ہیں۔ سارے بولو! نبی اور صدیق کے نکالنے والے کون ہوتے ہیں؟ کافر۔ بولتے نہیں ہو؟ (سامعین نے کہا، کافر) کیوں ڈرتے ہو؟ اللہ کے بندو! میں کہہ رہا ہوں نا! میرے ساتھ کہو نا!

نبی ﷺ کا محافظ اللہ ہے

اذ اخرجہ الذین کفروا......

آج جو لوگ خواب دیکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو روضہ پاک سے نکال لیں گے اور نبی علیہ السلام کے یار ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی روضہ پاک سے نکالیں گے...... کل مکہ سے نکالنے کے خواب دیکھنے والوں کو بھی رب نے کہا: **اذ اخرجہ الذین کفروا......**

اور رب نے فرمایا **الّا تنصروہ فقد نصرہ اللہ ......**

آج روضے سے، مدینے سے نکالنے والوں کو بھی قرآن کا یہی پیغام ہے، **اذ اخرجہ الذین کفروا......** نکال کل بھی کوئی نہیں سکا تھا، نکال آج بھی کوئی نہیں سکے گا۔ کل جنہوں نے کوشش کی وہ کافر ٹھہرے اور آج جو کوشش کریں گے وہ بھی کافر ٹھہریں گے۔ آج بھی جو مدینے سے نکالنے کی، روضہ پاک سے نکالنے کی جسارت کریں گے، کافر

ٹھہریں گے۔ کل بھی رب نے مدد کی تھی، آج بھی رب مدد کرے گا۔ مکہ کا محافظ بھی میرا اللہ ہے، مدینہ کا محافظ بھی میرا اللہ ہے۔ نکال دی جائے گی وہ آنکھ جو مکہ، مدینہ کی طرف اٹھے گی۔ توڑ دیئے جائیں گے وہ ہاتھ جو میرے اللہ کے کعبہ کی طرف اٹھیں گے، نبی علیہ السلام کے روضہ پاک کی طرف اٹھیں گے۔ آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ وقت قریب ہے جب ہم حرمین میں پہنچیں گے۔ کبھی نہیں پہنچو گے......!! کہوان شاء اللہ۔

واللہ یعصمک من الناس.....[المائدہ: ۵/۶۷]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محافظ کون ہے؟ بولونا! (اللہ!) کون ہے اس روضہ کا محافظ؟ (اللہ!) کون ہے محافظ اس گنبد کا؟ اللہ!! اس گنبد خضراء اور مکینِ جنت کا محافظ کون ہے؟ اللہ!! اللہ ہے! اوئے سب کچھ ہوسکتا ہے......

با خدا دیوانہ باشد ، با محمد ہوشیار!

رب سب کچھ گوارہ کرتا ہے، اپنے نبی کی عزت، عصمت، حفاظت کے اوپر حرف نہیں آنے دیتا۔ یہ میرے رب کی قدرت کو چیلنج ہے۔ جب اسلام نہیں تھا، ایمان نہیں تھا، کلمہ نہیں تھا، قرآن نہیں تھا، دین نہیں تھا۔ فترت تھا، ابرہہ اپنا لشکر لے کر بیت اللہ کو ڈھانے آیا تھا، تو اللہ نے ابرہہ کو نا کام کیا۔ مکہ والوں کی مدد کردی۔ آج تو دور ایمان کا ہے، اسلام کا ہے، قرآن اور نبی کے فرمان کا ہے، حدیث کا ہے، رب کی توحید کا ہے، وہ مرکزِ توحید ہے، وہ منزلِ قرآن ہے، وہ اللہ کی رحمت کے اُترنے کی جگہ ہے۔ اگر شرک کے دور میں ابرہہ برباد ہوا تو یہ یمنی کتا اسلام کے دور میں اگر کعبہ کی طرف نظر اٹھائے گا تو برباد ہوگا، مدینہ کی طرف نظر اٹھائے گا تو کہو! برباد ہوگا!! مکہ، مدینہ کا محافظ کون ہے؟......اللہ! باقی سیاست تم جانو تمہارا کام جانے۔ خبردار مکہ مدینہ کا نام نہ لینا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ ایسا شہر ہے:

لا یدخلہ الدجال ولا الطاعون......[1]

اس میں تو وبائی مرض بھی داخل نہیں ہوگی۔ یہ جگہ وبائی تھی۔ بخاری شریف کی حدیث ہے یہ ارض الوباء تھی، وبا کی سرزمین تھی۔ جو باہر کا آدمی یہاں آتا تھا بیمار ہوجاتا

1۔ صحیح البخاری: ۱/۲۵۲، ۲۵۳، ابواب فضائل المدینۃ، باب لا یدخل الدجال المدینۃ، قدیمی کتب خانہ

تھا۔حتیٰ کہ بلال رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے۔ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو کہہ رہے تھے:

کل امرءٍ مصبح فی اھلہٖ
والموت ادنیٰ من شراکِ نعلہٖ[1]

ہر آدمی اپنے گھر میں صبح کرتا ہے،موت تو اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔جوتے کا تسمہ اتنا قریب نہیں جتنا موت قریب ہے۔

اور دوستو! دیکھ رہے ہو کہ کتنے ہمارے ساتھی آناً فاناً دنیا سے جا رہے ہیں۔پتہ ہی نہیں چلتا کتنے ہم روزانہ جنازے پڑھتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ابوبکر کو، حضور علیہ السلام نے سنا بلال رضی اللہ عنہ کو، بخار میں ہیں اور مکہ کو یاد کر رہے ہیں تو فوراً دعا کے ہاتھ اٹھا دیئے اور فرمایا:

اللھم اجعل حبّ المدینة کحبّی مکه.

یا اللہ! مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں دُگنی کر دے، اس محبت سے جو تو نے ہمارے دلوں میں مکہ کی رکھی تھی۔

الله ! اُنْقُلْ حُماھا الی جُحفة.

اس وباء کو تو مدینہ سے نکال دے، آؤٹ کر دے اور مقامِ جُحفہ میں بھیج دے۔

وبارک فی مُدّنا وصاعنا......[2]

مدینہ کے باٹوں میں، مدینہ کے پیمانوں میں برکتیں عطا فرما دے۔

یہ ارضِ وبا تھی، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں اور دعاؤں کی برکت سے وہ ارضِ شفاء بن گئی ہے، وہ ارضِ شفاء بن گئی ہے۔جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دم کیا کرتے تھے:

بسم الله تُربتِ ارضنا، بریقة بعضنا، یشفٰی سقیمنا. [3]

1۔صحیح البخاری:۱/۲۵۳، ابواب فضائل المدینۃ، باب بلاترجمۃ، قدیمی کتب خانہ
2۔صحیح البخاری:۱/۲۵۳، ابواب فضائل المدینۃ، باب بلاترجمۃ، قدیمی کتب خانہ
3۔صحیح البخاری:۲/۸۵۵، کتاب الطب، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قدیمی کتب خانہ

یہ حضور علیہ السلام کا دم تھا۔ کیا دم ہے؟ بسم اللّٰہ! اللہ کے نام کی برکت، اللہ کے نام کی مدد، بسم اللّٰہ، اللہ تیری مدد کے ساتھ، بتربۃ ارضنا، مدینہ کی زمین کی مٹی کی برکت سے، بریقۃ بعضنا، مجھ محمد عربی کے لعاب کی برکت سے، یشفٰی سقیمنا، یہ بیمار تھا تندرست ہو کر جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دم کرتے تھے تو بیمار ٹھیک ہو جایا کرتے تھے، بیمار تندرست ہو جایا کرتے تھے۔ یشفٰی سقیمنا، اللہ تعالیٰ مکہ مدینہ کی حفاظت فرمائے۔

اول حضور ﷺ اور ثانی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

اذ اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین......

فرمایا: یہ ابو بکر ثانی اثنین ہیں۔ ثانی کہتے ہیں دوسرے کو اور اثنین کہتے ہیں دو کو۔ ثانی اثنین کا معنی دو کا دوسرا، ابو بکر رضی اللہ عنہ دو کے دوسرے تھے۔ گویا اللہ نے اشارہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے ثانی ہیں۔

لوگ بحثیں کرتے پھرتے ہیں کہ پہلا خلیفہ کون ہے؟ یہ قرآن کا فیصلہ ہے، ثانی اثنین.

ایمان میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابو بکر ہیں......

قرآن میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں......

نماز میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں......

امامت میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں......

جہاد میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں......

تبلیغ میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں......

اوئے لوگو! تبلیغ میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں......

جہاد میں بھی، تزکیہ میں بھی، اللہ کی توحید کا نعرہ لگانے میں بھی اول حضور علیہ السلام ہیں اور ثانی ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور منصبِ امامت و خلافت پر اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ثانی ابو بکر رضی

اللہ عنہ ہیں۔

غار میں بھی اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

مزار میں بھی اول حضور علیہ السلام ہیں اور ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

قیامت کے دن میدانِ حشر میں اُٹھ جانے سے، قبروں میں اٹھنے میں بھی ساری دنیا سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے، ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اللہ کے دربار کی پیشی میں اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین اور جنت کے داخلے میں اوّل حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو ہر معاملے میں ثانی ہیں ہی ابوبکر، اللہ نے جو فرمادیا ''ثانی اثنین''۔

مولانا نورالحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں قریب کے زمانے کے، بوڑھی عمر کے لوگ یہاں بیٹھے ہیں، انہوں نے اُن کو دیکھا ہوگا، ان کی تقریر سنی ہوگی، کہ یہ سچا سید تھا، آلِ رسول تھا، ملتان سے تعلق تھا، ساری زندگی اس نے اللہ کی توحید کے نغمے سنائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ناموس کے نغمے سنائے، کتابیں بھی لکھیں۔ ان کی ایک کتاب کا نام ہی ''ثانی اثنین'' ہے۔ اور ثانی اثنین کتاب میں علامہ نورالحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ ولادت سے شروع ہوئے وصال تک چلے گئے، اوصاف ذکر کیے، خصائل ذکر کیے، اور اختیاری کام، غیر اختیاری کام ذکر کیے اور فرمایا کہ دیکھو! اختیاری کاموں میں بھی اوّل حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر ہیں اور غیر اختیاری کاموں میں بھی اوّل حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

مثلاً انسان کی زندگی انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی، یہ تو اختیار میں ہے نا کہ لباس ایک جیسا ہو، یہ بھی اختیار میں ہے کہ بال ایک جیسے بنالیں، آدمی پگڑی ایک جیسی پہن لیں، لیکن عمر محبوب جیسی ہو، یہ اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ نے ان غیر اختیاری چیزوں میں بھی ابوبکر کو حضور علیہ السلام کا ثانی بنایا۔ کیسے؟......

حضور علیہ السلام کی عمر ۶۳ سال، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر بھی ۶۳ سال......

حضور علیہ السلام کو بھی وصال کے وقت بخار آیا، ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی وصال کے وقت بخار آیا......

حضور علیہ السلام کو بھی زہر دیا گیا تھا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی زہر دیا گیا......

حضور علیہ السلام پر بھی زہر کا اثر بعد میں ہوا، ابو بکر رضی اللہ عنہ پر بھی زہر کا اثر بعد میں ہوا......

حضور علیہ السلام کا جنازہ جس چارپائی پر آیا، ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی اس چارپائی پر آیا۔

جن لوگوں نے حضور علیہ السلام کی قبر کھودی، انہی لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قبر کھودی۔

جہاں حضور علیہ السلام دفن ہوئے وہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے۔

جس وقت حضور علیہ السلام کی تدفین ہوئی اُسی وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو روضہ ہے وہی ابو بکر رضی اللہ عنہ کا روضہ ہے۔

پھر فرمایا: دیکھو! اولاد تو اختیار میں نہیں ہوتی۔ اللہ نے حضور علیہ السلام کو جو داماد عطا کیے تھے وہ عشرہ مبشرہ میں تھے، عثمان عشرہ مبشرہ میں سے، علی رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بھی دو داماد، وہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں، ایک روایت کے مطابق خود حضور علیہ السلام بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے نواسے شہید ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نواسے بھی شہید ہیں۔

حضور علیہ السلام کے نواسے حسین رضی اللہ عنہ ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نواسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضور علیہ السلام کے نواسوں کے قاتل بنواُمیہ میں سے ہیں، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل بھی بنواُمیہ میں سے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا نواسہ خلافت کے عنوان پر شہید ہوا، ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نواسہ

بھی خلافت کے عنوان پر شہید ہوا۔

حضور علیہ السلام نے کبھی شراب نہیں پی، صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد بھی کبھی شراب نہیں پی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسلام سے پہلے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام سے قبل کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا۔

حضور علیہ السلام شاعر نہیں تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی شاعر نہیں تھے۔

بہرحال ہر معاملہ میں حضور علیہ السلام اول ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ثانی ہیں۔ اللہ نے یہ مقام عطا کیا ہے۔ تو اللہ نے جبھی کہا ''ثانی اثنین''۔ قرآن تو جامع کتاب ہے نا،

ثانی اثنین اذ یقول لصاحبہٖ لا تحزن......

اور پھر فرمایا: **اذ ھما فی الغار......** دونوں غار میں تھے۔ یہ یارِ غار ہے اور یارِ غار کی جو اصطلاح ہے اس کا آغاز بھی یہیں سے ہوا ہے۔ یہ یارِ غار ہے یعنی جگری یار ہے۔

اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللّٰہ معنا.

[التوبۃ: ۹/۴۰]

موقعہ ہوا تو باقی ان شاء اللہ آئندہ۔

......☆......

قبا میں ورود

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلَاہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ. [التحریم: ۶۶/۴]

وقال تعالٰی: لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ، فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ أَنْ یَّتَطَھَّرُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ. [التحریم: ۹/۱۰۸]

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: اللّٰھم حبّب الینا المدینہ کحبّنا مکہ وصححھا وبارک لنا فی مدّھا وصاعھا...... اوکما قال علیہ الصلوۃ والسلام.

1۔ صحیح البخاری جلداول باب مقام النبی ﷺ واصحابہ إلی المدینۃ صفحہ نمبر: ۵۵۸۔ قدیمی کتب خانہ

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسوله النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین. اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں

محترم بزرگو! عزیز و اور بھائیو! ہمارے سلسلہ وار سیرت النبیؐ کے دروس میں ہم نے ہجرتِ نبیؐ کا درس سنا تھا۔ آج اسی سفرِ ہجرت کی تکمیل اور مکی زندگی کا اختتام اور مدنی زندگی کا آغاز کا ذکر ہوگا۔ رحمتِ عالمؐ نبوت کے تیرہویں سال مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر دارِ ابی بکر، دارِ ابی بکرؓ سے نکل کر غارِ ثور اور غارِ ثور سے نکل کر تین دن غارِ ثور میں روپوش رہنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر کے کچھ حالات میں گذشتہ اور پیوستہ بیان میں عرض کر چکا ہوں۔

یکم ربیع الاول رحمتِ عالمؐ نے غارِ ثور سے مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع فرمایا۔ اور اللہ کے نبیؐ ۸ ربیع الاول کو قباء میں پہنچے۔ یہ سوموار کا دن تھا۔ مدینہ کے باسیوں اور رہائشیوں کو حضور ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری کی اطلاع ہو چکی تھی۔ لوگوں کو آپ ﷺ کا شدت سے انتظار تھا۔ اس لئے آپ ﷺ کے دیوانے، مستانے اور آپ ﷺ کے محبّ اور آپ ﷺ کی زیارت کے طالبین وشائقین لوگ روزانہ صبح نکلتے اور مدینہ سے باہر پہاڑیوں پر چڑھ کر کھڑے ہو جاتے اور مکہ سے آنے والے راستوں اور راہوں کو تکتے۔ کہ کس وقت آپ ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوں، کس وقت آقا ﷺ کی تشریف آوری ہو اور ہم آپ کی جھلک دیکھ سکیں۔ آپ ﷺ کی زیارت کر سکیں۔ آپؐ سے ملاقات کر سکیں۔ اللہ کے آخری

نبی اور رسول کی صحبت کے لمحات حاصل کر سکیں۔ اور شام تک جب حضور نظر نہ آتے تو یہ لوگ مایوس ہو کر واپس چلے جاتے۔ آج کے دن بھی یہ لوگ آئے۔ اور دوپہر تک انتظار کرتے واپس چلے گئے۔ دوپہر کے بعد آپ ﷺ کا یہ مختصر سا قافلہ جو دو اونٹوں پر مشتمل تھا۔ جس میں حضور ﷺ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ شامل تھے یہ قافلہ دور سے نمودار ہوا۔ ایک یہودی ٹیلے پر چڑھ کر دیکھ رہا تھا۔ اس کی دور نظر پڑی تو اس نے ٹیلے پر ہی کھڑے ہو کر چیخ کے کہا: یا أهل قیله هذا جد کم مدینے والو! وہ دیکھو تمہارا وفد آ گیا ہے۔ تمہاری چاہت تمہیں نصیب ہو گئی ہے۔ تمہارے نبی آ چکے ہیں۔ لوگ دوڑ کر آئے۔ حضور ﷺ کا دیدار کیا۔ زیارت اور ملاقات کی۔

مسجد قبا کی تعمیر

یہاں قبا میں آپ ﷺ نے بنی عوف بن مالک قبیلہ میں قیام فرمایا، چار دن آپ ﷺ کا قبا میں قیام رہا۔ پیر، منگل، بدھ اور جمعرات۔ یہاں ایک مسجد کی تعمیر کی گئی۔ آپ ﷺ نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا اور یہ وہی مسجد ہے جس کا ذکر اللہ نے قرآنِ کریم میں کیا ہے۔ اور اس مسجد کے بنانے والوں کی قرآنِ کریم میں اللہ نے تعریف کی ہے فرمایا:

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ، فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ. [التوبة: ۹/۱۰۸]

میرے حبیب! اس مسجد میں جا کر نماز پڑھا کریں۔ جس کی اساس اور بنیاد تقویٰ اور اخلاص پر ہے۔ جس کی اساس اور بنیاد رضاء الٰہی کے لئے ہے۔

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ،

جب سے یہ مسجد بنانے والوں نے یہ مسجد بنائی تو تقویٰ اور اخلاص کے ساتھ بنائی ہے۔ آپ اس مسجد میں قیام کیا کیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی آبادی کا راز اور قبولیت کا راز اونچے مینار، پختہ اور خوبصورت عمارتیں اور نقش و نگار نہیں بلکہ اللہ کے ہاں مسجد کی قبولیت کا مدار بنانے والوں کا اخلاص ہے۔ بنانے والوں نے مسجد کس جذبہ اور نیت سے

بنائی اوران کے دلوں میں اخلاص کتنا ہے؟ مسجد کچی ہے لیکن بنانے والوں نے بنایا ہے اللہ کی رضا کے لئے۔ وہ اللہ کی اتنی قبول کہ قیامت کی صبح تک اللہ نے اس کے تذکرے اور چرچے کردیئے۔ مسجد پختہ بنی، بنانے والوں کی نیت خراب، نیت ہے ریا، دکھلاوے، نام کی شہرت اور نیت ہے صرف برادری کی بنیاد پر الگ ہونے کی، نیت ہے تخریب، فساد، سازشوں وغیرہ کی تو اللہ کو یہ عمل قبول نہیں ہوتا۔ اللہ ایسے اعمال رد کر کے منہ پر مار دیتا ہے۔

اسلام کی سب سے پہلی مسجد یہی ہے!

آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں پہنچنے سے پہلے ہی نواحِ مدینہ اور مدینہ کے پڑوس میں سب سے پہلا کام یہی کیا کہ مسجد تعمیر فرمائی۔ اور یہی سنت اللہ ہے اور یہی سنتِ نبوی ہے۔ اور اس میں آبادی کا راز بھی ہے۔ حضورؐ نے بھی مدینہ منورہ پہنچ کر سب سے پہلا کام مسجد کی تعمیر کروائی۔ یہ اسلام کی پہلی مسجد تھی مکہ میں کعبۃ اللہ تو پہلے سے بنا ہوا تھا۔ یہ پہلی مسجدِ عام تھی جو اسلام میں تعمیر کی گئی۔ اسلام کی سب سے پہلی بنیاد، سب سے پہلی مسجد اور مدنی زندگی کا آغاز تعمیرِ مسجد سے ہے۔ اور اللہ کی سنت بھی یہی ہے۔ اللہ نے جب اس کائنات، دھرتی اور اس نظامِ بودوباش کو بنایا۔ اس زمین کو بنایا تو سب سے پہلے وہ جگہ بنائی جہاں اب مسجد حرام ہے کعبۃ اللہ ہے۔

محققین لکھتے ہیں اور قرآن کریم نے بھی اشارہ کیا ہے کہ زمین کی تخلیق سے پہلے یہاں پانی تھا۔ وکان عرشہ علی الماء [ھود:۱۱/۷]... اللہ فرماتے ہیں میرے عرش اور پانی کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں تھی۔ اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ اللہ نے سب سے پہلے زمین بنائی۔ تو زمین کا وہ حصہ بنایا جہاں آج کعبہ ہے اور کعبے کو بھی کعبہ اس لئے کہتے ہیں کہ کعبہ کعب سے ہے۔ کعب بمعنیٰ ابھری ہوئی جگہ۔ اس لئے ان ٹخنوں کو کعبین کہتے ہیں۔ یہ بھی ابھری ہوئی ہڈی ہوتی ہیں۔ کعبہ سب سے پہلے کعبے والی زمین بنی۔ اور پھر دنیا کی آبادیوں میں سب سے پہلے تعمیر وہ مسجد حرام ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى

لِّلْعَالَمِيْنَ. فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ ج وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ط وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ[آل عمران: ۹۶/۳،۹۷]

سب سے پہلا گھر کعبہ بنا۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم پاسباں ہیں اُس کے وہ پاسباں ہمارا

مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں نماز کا ثواب

اللہ نے اس دھرتی پر پہلی تعمیر اور عمارت مسجد بنوائی۔ اور اللہ کے نبی نے بھی اپنی ریاست میں، مدینہ طیبہ میں سرزمین مدینہ میں آکر سب سے پہلے اپنا گھر، مکان، دفتر، بلڈنگ، پلازہ اور عمارت تعمیر نہیں کی بلکہ سب سے پہلے اللہ کا گھر تعمیر کروایا۔ اس سے ایک سبق ملتا ہے کہ اللہ کے گھر کی برکت سے سارے گھر بنتے ہیں۔ اور اللہ کے گھر کی آبادی سے سارے گھر آباد ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا قائم ہے، اللہ کے گھر بیت اللہ کے ساتھ۔ یہ تمام مساجد بیت اللہ کی بیٹیاں ہیں اور بیت اللہ مرکز ہے۔ ہر مسجد کا رخ بیت اللہ کی طرف ہے۔ ہر مسجد کی ادا بیت اللہ والی، ہر مسجد کا طرز بیت اللہ والا، ہر مسجد کے معمولات بیت اللہ والے۔ ہر مسجد میں نماز بیت اللہ والی تو بیت اللہ مرکز ہے۔ بیت اللہ بنیاد ہے۔ مسجد حرام تمام مسجدوں کی سردار ہے۔ اس لئے عام مسجد میں اگر نماز پڑھو اس سے جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ، جامع مسجد سے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے سے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ اور مسجد نبوی سے مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔

قربِ قیامت میں بیت اللہ کی شہادت

دنیا اس مسجد کے ساتھ قائم ہے اور جب یہ مسجد گر جائے گی اور کعبہ شہید ہو جائے

گا تو دنیا فنا ہو جائے گی۔ قیامت آجائے گی۔ اور میں اپنا قیاس نہیں بلکہ نص پیش کر رہا ہوں۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے، آپؐ ارشاد فرماتے ہیں: قربِ قیامت ایک حبشی بادشاہ کالے رنگ کا بادشاہ، سیاہ فام بادشاہ کعبۃ اللہ پر حملہ کرے گا۔[1] (اللہ اس وقت سے محفوظ فرمائے آمین) وہ تاریک دور ہوگا کہ جب بیت اللہ پر حملہ ہوگا۔ اور وہ حملہ کر کے **یقلعھا حجرًا حجرًا** وہ اس کا ایک ایک پتھر الگ کر دے گا۔ اتنا ظلم ڈھائے گا کہ بیت اللہ کی عمارت منہدم ہو جائے گی۔ پتھر الگ الگ ہو جائیں گے اور دنیا ختم ہو جائے گی۔ قیامت آجائے گی۔ تو دنیا کی آبادی کا راز یاد رکھو! مساجد کی آبادی سے ہے۔ ان مسجدوں کو آباد رکھو تمہارے گھر آباد رہیں گے۔ ان مسجدوں کو آباد رکھو تمہاری دکانیں، بازار آباد ہونگے۔ وطن اور ملک آباد رہے گا۔ اور جب مسجدیں ویران ہوں گی اس کی نحوست سب پر آنی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کی سنت بن گئی، آپ ﷺ نئی آبادی میں تشریف لائے، مسجد نہیں تھی تو سب سے پہلے مسجد بنوائی۔ مسجد کی تعمیر کی، چار روز تک یہاں قیام رہا۔

قبا میں حضور ﷺ کے اقرباء کی آمد

کلثوم ابن ہدف نامی ایک شخص کی سعادت میں آپ ﷺ کی مہمانی آئی۔ یا سعد ابن خثیمہ سیرت میں یہ دو نام آتے ہیں۔ ان کے مقدر میں آپ ﷺ کی مہمانی آئی اور انہوں نے آپ ﷺ کی میزبانی کی۔ آپ ﷺ ابھی یہیں تھے کہ سیدنا علی المرتضیٰ ؓ بھی ہجرت کر کے قبا آگئے اور حضرت علی ؓ کے ساتھ آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں اور ایک زوجہ محترمہ سیدہ سودہ بنت زمعہ، سیدہ فاطمۃ الزہراء، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن وہ بھی ہجرت کر کے قبا آگئیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ابھی ابوالعاص کے نکاح میں تھیں۔ ابو العاص ابھی مسلمان نہیں ہوئے اور انہوں نے آنے بھی نہیں دیا۔ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور حضرت عثمان تو ہجرت کر کے پہلے ہی آچکے تھے۔

1۔ صحیح البخاری جلد اول باب ہدم الکعبۃ صفحہ نمبر ۲۱۷۔ قدیمی کتب خانہ

نبی ﷺ اور صدیق رضی اللہ عنہ میں مماثلت

یہاں لوگ آتے آپ ﷺ کی زیارت کے لئے۔لیکن جب زیارت کے لئے آتے تو پتہ نہ چلتا کہ نبی کون ہے،صدیق کون ہے؟......

آقا کون ہے اور غلام کون ہے؟......

صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی ﷺ میں اتنی مماثلت تھی کہ جو اوصاف حضور ﷺ کے ہیں وہی اوصاف ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں نبوت کا تاج ہے اور وہاں نبوت کا تاج نہیں۔اس لئے آنے والے کو مغالطہ ہو جاتا کہ حضور ﷺ کون ہیں اور صدیق کون ہیں؟ تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے جب یہ ادراک کیا،محسوس کیا کہ لوگوں کو اشتباہ ہو رہا ہے تو خادم،غلام اور نوکر ہونے کا حق ادا کیا۔کھڑے ہو گئے،اپنی چادر اللہ کے نبی ﷺ پر پھیلا کر آپؐ کے اوپر سایہ کر دیا۔آنے والوں کو پتہ چل گیا کہ خادم یہ ہے اور مخدوم یہ ہیں۔غلام یہ ہے اور آقا یہ ہیں۔امتی یہ ہے اور نبی یہ ہیں۔

آپ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری اور استقبال

چار دن قبا میں قیام رہا۔یہاں سے آپ ﷺ جمعہ کے دن مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔بنی نجار کا قبیلہ آپ ﷺ کا ننھیالی قبیلہ تھا۔آپ ﷺ کی والدہ محترمہ بنی نجار میں سے تھیں۔اور یہ لوگ آپ ﷺ کے ماموں تھے۔حضرت عبداللہ کی شادی مدینہ میں ہوئی تھی آپ ﷺ نے انہیں پہلے پیغام بھیج دیا تھا کہ میں آرہا ہوں۔حضور ﷺ کے پیغام پر بنی نجار کے مرد تلواریں لٹکائے وہ بھی آپ ﷺ کے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔راستے میں بنی سالم بن عوف کا محلّہ تھا۔یہاں جمعہ کا وقت ہو گیا۔آپ ﷺ نے زندگی کی پہلی نمازِ جمعہ یہاں ادا فرمائی۔اور تاریخ تھی ۱۲ ربیع الاول کی،تو اسلام کا پہلا جمعہ وہ ۱۲ ربیع الاول میں پڑھا گیا۔اللہ کے نبیؐ نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا۔اور یہ خطبہ پڑھ کر حضورؐ کے حلم،صبر، حوصلہ،عفو درگزر کا کمال معلوم ہوتا ہے۔

مدینہ میں پہلا خطبۂ جمعہ

تیرہ سالہ مظلومانہ، مقہورانہ زندگی مشدد کی زندگی، تیرہ سالہ بربریت کی زندگی گزار کر اللہ کے نبی ﷺ مدینہ پہنچے ہیں۔ پہلا خطبہ، پہلی تقریر اور پہلا خطاب ارشاد فرمایا ہے لیکن مسلمانو! اس نبی کا حلم اور حوصلہ، صبر، جمال، کمال، نوال، عطا، رحم شفقت اور اس کی رحمت دیکھو کہ اس خطبہ میں اللہ کے نبی الرحمت اپنی سلطنت اور ریاست میں پہنچے ہیں ایک جملہ جملہ تو در کنار ایک کلمہ کی شکایت نہیں ہے۔ مشرکین مکہ کے ظلم کا تذکرہ تک نہیں ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے اتنے حوصلے کا ثبوت دیا، صبر کے پہاڑ بن گئے کہ اس تیرہ سالہ زندگی کے ایک لمحے کو بیان تک نہیں کیا۔ بلکہ اپنا پروگرام پیش کیا۔ ماضی کی بات نہیں کی بلکہ اپنا پروگرام اور اپنا مستقبل پیش کیا۔ انتقام کی بات نہیں کی بلکہ اپنا مشن پیش کیا۔ غصے کی بات نہیں کی اللہ کے احکام سنائے۔

آپ خود تصور کریں آپ کے لیڈر اس ملک میں رہتے ہوئے دنیا کا ذلیل ترین منصب ملتا ہے۔ دنیا بھی ذلیل ہے اور اس کے منصب بھی ذلیل ہیں۔ الیکشن جیتتے ہیں اور پھر جو بیان بازیاں کرتے ہیں اس میں 80 فیصد باتیں ہوتی ہیں پچھلے دور کے متعلق یہ ہوا تھا اب نہیں ہوگا۔ اب کرپشن نہیں ہوگی یعنی پہلے سے بڑھ کر ہوگی۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ اب کرپشن نہیں ہوگی تو معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ پہلے سب بڑھ کر ہوگی۔ مہنگائی نہیں ہوگی اس کا معنیٰ ہوتا ہے کہ اب چار گنا ہوگی۔ یہ حکومت نے یہی کہا اور کیا بھی یہی جو اَب دیکھ رہے ہیں۔ اب تو کرپشن، بدعنوانی اور خیانت کے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔

آپؐ نے تعمیر کی بات کی، تخریب کی نہیں

اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے اس پہلے خطبے میں مکہ کے ظلم کی بات نہیں کی ستم کی بات نہیں کی۔ ابوجہل ملعون کا نام نہیں لیا۔ ابولہب کے پتھر مارنے کا ذکر نہیں کیا۔ سمیہ کے ٹکڑے کیے ہوئی لاش کا تذکرہ نہیں کیا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے خبیب رضی اللہ عنہ کے ابلتے

ہوئے تیل میں جلنے کا ذکر نہیں کیا۔ بلال حبشی ﷺ کے مکہ میں گھسیٹے جانے کا ذکر نہیں کیا۔ اپنے اوپر گرنے والی اوجھڑی کا ذکر نہیں کیا۔ طائف کے پتھروں کا ذکر نہیں کیا۔ اپنے لہولہان جلد اور جسم کا ذکر نہیں کیا۔ راستے اور سفر کی مشکلات کا ذکر نہیں کیا۔ غار ثور کی روپوشی کا ذکر نہیں کیا۔ زخمی ہونے والے پاؤں نہیں دکھائے بلکہ بات صرف تقویٰ، عدل، انسانی مساوات، اخوت، بھائی چارے کی بات کی ہے گویا کہ سبق دیا ہے کہ مشکل سے آسانی سے ملے ظلم سے باہر نکلو تو پھر انتقام کی باتیں نہ کیا کرو۔ ماضی کے قصے نہ چھیڑا کرو۔ اپنی منزل کی طرف چلا کرو۔ اپنا پروگرام تلاش کیا کرو۔ اور اپنے کام کی طرف توجہ کیا کرو جو قومیں ماضی کے افسانوں میں کھو جاتی ہیں وہ ترقی نہیں کیا کرتیں۔ جو مستقبل پر نظر رکھتی ہیں ترقی ان کی ہوتی ہے، آقا ﷺ نے تخریب کی نہیں تعمیر کی بات کی ہے۔

بنی نجار کی بچیوں کا استقبالی گیت

خطبہ ارشاد فرمایا جمعہ کے بعد مدینہ کی طرف چل پڑے۔ بنی نجار کی بچیاں وہ بھی خوشی سے جھوم رہی تھیں۔ اور وجد میں آ کے پڑھ رہی تھیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

جنوب کے پتھروں سے ہم پر چاند طلوع کر گیا۔

وجب الشکر علینا ما دعا لِلّٰہ داعٍ

اللہ کی طرف سے ہمیں داعی مل گیا اس پر ہمارے ذمے اللہ کا شکر ادا کرنا لازم ہو گیا۔

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

اللہ نے انہیں نبی بنا کر بھیجا وہ حکم کریں گے ہم تعمیل کریں گے۔ وہ اشارہ کریں گے ہم جانیں قربان کریں گے۔ وہ اشارہ کریں گے ہم مال نچھاور کریں گے ہر حکم کی تعمیل ہمارے ذمے ہو گئی۔ یہ ان بچیوں کی خوشی تھی۔ حضور ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہیں۔ بنی نجار کے مرد بھی آپ کے ساتھ ہیں ہر ایک کے دل کی خواہش یہ ہے کہ آقا ﷺ کا قیام میرے گھر ہو۔ اور حضور ﷺ کے اخلاق یہ ہیں کہ آپ کسی کا دِل دُکھانا نہیں چاہتے کسی کو کسی پر ترجیح دیں

اور دل دکھائیں یہ آپ ﷺ کا اخلاق نہیں۔فرمایا میری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو۔

ابوایوب انصاریؓ میزبانِ رسولؐ

دعوھا فاِنّھا مامورۃ من اللّٰہ......[1]

یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔جہاں اسے اللہ حکم دیں گے یہ وہیں ٹھہر جائے گی اور وہیں میرا قیام ہوگا۔وہی شخص میرا میزبان ہوگا جس کے گھر کے سامنے اونٹنی ٹھہر جائے گی۔اونٹنی چل رہی ہے لوگ ساتھ ساتھ ہیں۔آپ ﷺ اونٹنی پر جلوہ افروز ہیں۔اونٹنی جا کر بیٹھی اس جگہ جہاں آج مسجد نبوی ہے اور حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔پھر اٹھی اور آگے چل پڑی۔پھر واپس آئی اور اسی جگہ بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی۔آقا ﷺ نیچے اترے ہیں پوچھا سامنے والا مکان کس کا ہے؟ ابوایوب انصاری کہنے لگے ھا انا حضرت! یہ تو میرا مکان ہے۔ھٰذا بابی یہ میرا دروازہ ہے۔ چلیے تشریف لے چلئے۔حضور ﷺ نے یہ سعادت ان کو بخش دی، فرمایا سامان اتارو، کجاوہ اٹھایا سامان اتارا گھر لے گئے۔فرمایا میرے قیلولے کا انتظام کرو۔انتظام کیا۔گھر کے دو حصے تھے ایک بالائی منزل تھی اور ایک نیچے کی۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نیچے رہوں گا۔ابوایوب انصاری ؓ کی خواہش تھی اور ادب تھا کہ آقا ﷺ اوپر رہیں۔درخواست کی حضرت! آپؐ اوپر رہیں۔فرمایا نہیں میں نیچے رہوں گا اور آپ ﷺ نے مدینہ میں ڈیرے لگا لئے۔

مہاجرینؓ پر آب وہوا کے منفی اثرات

چند ہی دن گزرے تھے ابوبکر ؓ کو بخار آ گیا۔بلال ؓ کو بخار آ گیا اور یاد رکھو اس شہر کا نام یثرب تھا۔اور اس میں بخار کی وبا تھی۔یثرب بخار میں مشہور تھا۔لوگ باہر سے آتے یہاں بیمار ہو جاتے۔حضرت ابوبکر ؓ و بلال ؓ کو بخار آ گیا۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں چھوٹی بچی تھی میں نے دیکھا کہ ابو بخار میں تڑپ رہے ہیں اور شعر پڑھ

1۔کنز العمال جلد نمبر ۱۶ کتاب الہجرتین صفحہ نمبر ۶۸۳۔حدیث نمبر ۴۶۳۱۹

رہے ہیں۔

کل امرئٍ مصبَّحٌ فی اھلہٖ

والموت ادنیٰ من شراک نعلہٖ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی بخار میں ہیں کچھ افاقہ ہوتا ہے تو مکہ کو یاد کر کے روتے ہیں اور شعر پڑھ رہے ہیں۔

الا لیت شعری ھل اُبیّن لیلۃً

بوادٍ وحولی اذخرٌ وجلیلٗ

وھل اردن یومًا میاہ مَجِنَّۃٍ

وھل یبدُوَن لی شامۃٌ وطفیلٗ [1]

الا لیت شَعری ...... اے کاش میں ایک رات گزار لوں ایسی وادی میں۔ میرے پڑوس میں مکہ کا اذخر گھاس ہو، میری نظر مکہ کے پہاڑوں پر پڑے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں حضورؐ کے پاس آئی اور یہ ساری بات بتادی کہ بلال رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بخار ہے اور یہ یہ کہہ رہے ہیں۔ گویا ان کو مکہ یاد آرہا ہے تو آقا ﷺ نے ہاتھ بلند کر دیئے۔

حضور ﷺ کی مدینہ کے لئے خصوصی دعا

فرمایا:

اللّٰھم حبب إلینا المدینۃ کحب مکہ......

یااللہ جتنا تو نے ہمارے دلوں میں مکہ کی محبت ڈال دی تھی اس کی دگنی محبت مدینہ کی ڈال دے اور مدینہ کی فضا کو صحت افزاء بنادے۔ یااللہ مدینے کے بخار کو مدینے سے نکال کر جحفہ میں پہنچادے۔ یہ ایک جگہ کا نام تھا۔

اللھم بارک لنا فی مدنا وصاعنا......

1۔ صحیح بخاری جلد اول باب مقدم النبی ﷺ واصحابہ الی المدینہ صفحہ نمبر ۵۵۸۔ قدیمی کتب خانہ

یا اللہ ہمارے مدینہ کے پیمانوں میں برکت دے دے۔ مد اور صاع میں برکت دے۔ بس پیغمبر ﷺ کے ہاتھ اٹھانے تھے کہ صحابہؓ کے دلوں میں مدینہ کی محبت ایسی رچ گئی۔ اللہ کے نبی کے دل میں بیٹھ گئی۔ حضور ﷺ کے دل میں اتنی بیٹھی اور آپ ﷺ نے مدینہ میں ایسے ڈیرے لگائے کہ کل قیامت میں آقا ﷺ مدینہ سے ہی اٹھیں گے۔ اور مدینہ کی سرزمین کو جنت میں لے جا کر جنت کا حصہ بنا کر پھر مدینہ میں رہیں گے۔ اور مدینہ میں اللہ نے صحت بھی دے دی۔ پہلے دن ہی اس شہر کا نام یثرب ختم ہوا اور مدینۃ الرسول بن گیا۔